فہرست ابحاث دستورنامہ فارسیہ

صحت نامہ اغلاط دستور نامہ فارسی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۷	جہ	چہ	۴۲	۱۱	تعداد	تعداد مین	۱۱۷	۱۷	خوابید	خوابنید
〃	۱۳	جو	چو	۴۵	۳	اسمائی	اسمای	۱۱۹	۱۴	گوئندگی	گویندگی
۷	۱۲	گوئی	گوی	۵۳		نی ایہ	یعنی ایہ	۱۲۰	۱۲	مین سے	مین دسے
۱۰	۵	خارہ	چارہ	۵۴	۱	اختصار	اختصار کے	〃	۱۴	اوسبب	اور سبب
۱۳	۲	حیران	حیران	〃	۱۴	پسند	پسند خاطر	۱۲۲	۱۴	مرانیست	مرا نیست
۱۵	۱۰	ہنسی	ہنسنے	۵۶	۱۰	خود پست	خود پرست	۱۲۳	۲۲	بہ	[illegible]
۲۰	۲۲	غزا	غزّا	۵۷	۲۱	اسکو	اسکو ماضی مین	〃	۲۳	اور	آور
۲۳	۲۱	صور و حروف	صور حروف	۶۱	۱۱	پیا	بپا	۱۲۴	۹	جنگ	چنگ
۲۴	۶	وجوبیت	وجوب	۶۳	۹	ھاسعائی	سا سعای	۱۲۵	۱۲	آبا	آباد
۲۵	۱	ہدایت	بدایت	۶۴	۱۱	در	ور	〃	〃	قافلہ	سر نشین قافلہ
〃	۲۲	وہ	وے	〃	۱۲	اوت	اوت	۱۲۹	۲۲	بای مصدری	یای مصدری
۲۶	۱۹	لقا	رضا	〃	۲۳	زخبر	نہ خبر	۱۳۰	۱۵	آب	آپ
〃	۲۳	رسا	رس	۶۶	۱۴	مرگیا	گزر گیا	۳۳	۱۲	زود خیرو	زود خیز
۲۷	۱	لساس	لسس	〃	۲۳	کا	کے	۱۳۸	۱۵	بہ ثمری	بثمری
〃	۱۲	ہے	ہین	۶۹	۴	بخشش	بخشی	〃	۲۳	تشاندہ	نشانندہ
۲۸	۱۵	ورنہ اہل عرب بغیر ہمزہ اخیر استعمال نہین کرتے	اسواسطے کہ عجم ان حروف کو ہمیشہ مقصور بغیر ہمزہ اخیر استعمال کرتے ہین اور عرب بضرورت یعنی وقت اعراب ہمزۂ اخیر کو لازم اور ضروری سمجھتے ہین	۷۲	۱۲	شپیر	شپّرہ	۱۳۱	۱۰	گنج خانہ	گنج خانہ
				۷۴	۱۸	اسم	کسی	۱۳۱	۲	بموران دید	بموران دید
				۷۵	برحاشیہ ۲۷	مجلس	مجالس	〃	۱۴	اضافت	اتصاف
				۸۰	۵	کہ گو	گو	〃	۱۵	یا بیل	با بیل
				۸۶	۹	رکہتا ہو	رکہنا ہو	۱۴۶	۷	یا رسا	پارسا
				〃	۲۱	خلافت	خلاف	〃	۸	ان گار	انگار
۲۹	۹	قسم	قسمین	۹۰	۱	ہو	ہو	〃	۲۰	خرفش	خرفشی
۳۱	۲۱	بصغ	بضع	۹۳	۲۳	جزوہر	جزو زی دہر	۱۴۷	۳	سراپا نار	سراپا ناز
۳۶	۱۰	ساز	سار	۹۸	۶	کمان	کمان	〃	۲۱	گہٹون منٹون وغیرہ مین وہ آن ہوگی	گہنٹون منٹون وغیرہ مین سے جس صدی برس مہینے دن گہنٹے منٹ وغیرہ مین وہ آن ہوگی
۳۸	۱۴	منطقۃ البروج کے ہین	منطقۃ البروج و منطقہ مائل فلک قمر کے ہین -	〃	۱۳	بہ	یہ				
				۹۹	۱۶	گیسوئے	گیسوے				
۳۹	۹	حرف	حروف	۱۰۰	برحاشیہ	فرہنگناہی	فرہنگنامہا				
〃	〃	حرف	حروف	۱۰۴	۳	کے لیئے	کے اظہار کیلئے	۱۴۸	۲	فاسمع نہین	کا سمع سے نہین
۴۰	۳	شبیہ	شبہ	〃	〃	دقیت	دقت	۱۴۹	۳	مصرعہ اول	کے مصرعہ اوّل
〃	۴	حرف	حروف	۱۰۹	۱۳	لایا	لے آیا	۱۵۰	۲۳	پو	چو
۴۱	۵	لی	کی	۱۱۷	۱۲	خوابد	خواہد	۱۵۲	۱۳	آغار	آغاز
								۱۵۳	۴	آباد وما	آباد وما

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۳	۲۰	پحون	بچون	۱۸۲	برحاشیہ	پہانئے	چھانئے	۲۱۰	برحاشیہ	سمی	اسمی
״ ۱۵۶	۲۲	جیسے ب	جیسے۔ب	״	۲۰	پزیدن	بمیدن	״	۱۰	تقریر مطلب	تقریر ایک امر کی
۱۵۷	۶	مبثت	مثبت	۱۸۵	۱۴	قبل از بیان کے ہو	از بیانیہ کے قبل ہو			مقصود ہے	مقصود ہوتی ہے
״	۱۶	دیتے من	دینے من	۱۸۶	۵	از رے	از پے	״	۱۴	نظامی رح شعر	
۱۵۸	۱۵	میہن	میہن	۱۸۷	۳	بدانی	بہ دانی			کہ از خرد رای باشند بلند	
״	۲۰	اور مروت	اور مروت	۱۸۸	۱	برو	بروز			نگوید سخنہای ناسودمند	
۱۵۹	۲	دیاز بہا	و یاز بہا	۱۸۹	۱۳	مادی کو	از مادی کو			اے کسے رایا ہر کرا	
۱۶۰	۵	قصوری	قصور	۱۹۰	۱۰	سرو	بمرو	״	۲۲	تعیم	تعمیم
۱۶۲	بیت	۲۶۲	۱۶۲	۱۹۱	۲	موصوف ہے از کار رفتہ	مبتدا از کار رفتہ و	۲۱۱	۸	واین کیست	نہ این کیست
۱۶۳	״	۲۶۳	۱۶۳			وازسر گزشتہ صلہ موصول	ازسر گزشتہ خبر مبتدا	״	۹	درع	ورع
۱۶۶	۱۵	بود کہ	بو کہ			محذوف کا صلہ موصول	خبر کے ساتھ ملکر بجائے	״	برحاشیہ	کے چہ	کہ چہ
۱۶۹	۶	پنا	اپنا			ے کے ساتھ ملکر دست اور	صیغہ صفت کے ہوا	۲۱۳	۳	توان	نوان
״	۸	ابستدن	وستدن			آب کی صفت ہوئی جسکی	جسکی تقدیر کسیکہ	״	۶	گیاربوان	گیارہوان
۱۷۰	۵	گم	کم			تقدیر دست کہ از کار رفتہ	دست او از کار رفتہ	۲۱۴	۶	بجاے	بجام
״	۲۰	ثانیہ	بیانیہ			است و آب کہ از گزشتہ	است و کسیکہ آب	۲۱۷	۲۳	پنداست	پنداشت
۱۷۱	۱۳	زآتیش	زآتش			ہے۔ اسصورتمین	ازسر او گزشتہ	۲۱۹	۹	اَذُنتَنَا	اَذَنتَنَا
۱۷۲	۳	نیارید	نیا زید			موصوف کشتہ توصیف ہے	است ۱۲	۲۲۰	۱۰	بخش وبس	بخش بس
״	۶	یافتی	یاختی			لے نیاز ہوجاتا ہے		۲۲۲	۱	اد	اور
״	۱۴	آہیختن	آہختن	۱۹۲	۱	الانا	لانا	۲۲۳	۱	ادعاً	ادعاءً
۱۷۳	۱۲	زیر	زیر	۱۹۵	۳	رہی	رہتی	״	۱۹	قامتی	قامت
״	۱۹	ولہ	فردوسی شعر	۱۹۶	۱۷	گز	کز	۲۲۵	۹	اسکا تشبیہ الجمع	اسکا تشبیہ التسویہ نام
۱۷۴	۱۵	اَتو	اُتُّو	״	۲۱	آید	آمد			نام ہے	ہے جیسے زبان ولبش
״	۲۰	دانستن و ماتستن	شکستن	۱۹۷	۹	کے مقابل کی	کا تقابل				ہیچو آب حیات ، اور اگر
۱۷۵	۱۲	ستد	سنند	۱۹۸	۲۰	خدائی	خدای				قدر مشبہ بہ مین فقط ہے
۱۷۶	۶	بضمہاے	بضمہاسے	۱۹۹	۱۳	سیاحت	سیاہت				اسکا تشبیہ الجمع نام ہے
״	برحاشیہ ۱۲	نشستن	شستن	״	״	بیندیش و غلطی	بیندیش و غلط	״	۱۲	مثالون سے مین	مثالون مین
۱۷۷	برحاشیہ ۵	فائدہ	قاعدہ			مکن نگارا ۱۲	مکن نگارا؟ ۱۲	״	۱۶	قمرمو	کمرمو
۱۷۸	۹	یزم	تیرم	״	۲۲	ـ بر	بہ بر	۲۲۷	۱	حسی	حسی
״	۱۱	شگفت ہونا چاہیے	شگفت ہونا چاہیے	۲۰۰	۲	برخود بہ بر	برخود بر	״	۲	زعلم آدم بہ برزو	زعلم آدم علم برزد
				۲۰۳	۱۵	بہی	بھی				
״	۱۴	مادرشن	مادر	۲۰۵	۱	تعمیر مکن زنہاریہ	تعمیر مکن کہ زنہار یہ	۲۳۰	۶	سحو	بے
״	برحاشیہ ۱۹	شنیدن	نشندن	۲۰۸	۲۲	تشبیہ	تشبیہیہ	״	برحاشیہ	مندحت	محذوف
۱۸۰	۴	صباد	صبا	۲۰۹	۲۰	موئیدنم	موئیہ من	۲۳۴	۱۰	گزد	گرد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۴	۱۳	کمال استفادہ	کمال و استفادہ	۲۴۸	۵	بھی	بے	۲۶۸	۲	۱ع	۳ع
"	۱۴	نداب	مذاب	"	۸	بیدادِگر	بیدادگر	"	"	۲ع	۱ع
۲۳۵	۸	اھ	اور	۲۵۰	۹	خریدن	خزیدن	"	۹	شاہدہ	مشاہدہ
"	۱۱	مشہدی	مشہدی کا	"	۱۴	متعدد	ذی تعدد	"	۲۱	لمر	امر
"	۲۱	غرض	غرض	۲۵۲	۱۵	دخرشید	دو خرشید	"	۲	مناظرہ	مناظر
۲۳۷	۱۶	ویس	دیس	۲۵۳	۳	الہی کے	آلہی کے سوامی	۲۶۹	۹	رنگ	رنگ مین
۲۳۹	۲	تبلادے	تبلاوے	۲۵۴	۵	گر	اگر	۲۷۲	۸	گریز	گزیر
۲۴۱	۲۳	اور	اور	۲۵۵	برحاشیہ ۲	حدو	حذف	"	۱۳	ھیضم	ھضیم
۲۴۴	۱۴	ناتواح	ناتوانا	"	برحاشیہ ۱۱	ذہ	بزہ	۲۷۷	۱	زمان	زمان
"	۳۰	نسب وار	نسبت وار	۲۵۹	۱	واہ اور واہ وا	نخہ اور خہ خہ	"	۴	نا	فا
"	۲۳	تابسامان	نابسامان	۲۶۰	۱۵	از	ار	"	۵	بہی	یہی
۲۴۷	۶	بے نور وغیرہ	بے نور وغیرہ موافق قیاس مستعمل ہین۱۲	۲۶۴	۳	شاد	شاذ	۲۸۰	۹	دہی نکتہ	وہی نکتہ
				"	۱۴	حروف	حرف	۲۸۲	۱۹	بہ ستارہ	باہ نجم
"	۱۱	از	ار	۲۶۵	۴	زمانہ مین اور مکان	کسی زمانہ اور کسی مکان				
"	۱۲	وہان	دہان	۲۶۶	۷	بالکلیہ	بالکلیہ عطف				

ضمیمہ بقیہ حاشیہ دستورنامہ فارسی بقید صفحہ وسطر

صفحہ	سطر	عبارت
۱۰	۱۶	(توان) نظامی رح ہجری ۹۸ ؎ نہ در طبع نیرو نہ در تن توان ؛ خمیدہ شد از باد سرو جوان ؛
۲۸	۳	(واقع ہوجایا کرتا ہے) مگر عربی مین سوائے ضرورت شعری کے دوسری جگہ مستعمل نہین جیسے متنبی نے اس شعر مین بکاء بالمد کو بکا بالقصر باندھا ہے ؎ وماذا بمصر من المضحکات ؛ ولکنہ ضحک کالبکا ؛
۲۸	۱۵	(ورنہ اہل عرب الخ) اور کلام مجید و فرقان حمید کے اوائل سور مین حروف مقطعات جو بلا مد پڑہے جاتے ہین جیسے طٰہٰ اور ھا دیا کھیعص اور حا حمعسق اور را الرا مین امر توقیفی ہے قیاس و قاعدہ کو اس مین کیا دخل جیسے زکریاء بالمد کو زکریا قصر کے ساتھ پڑہتے ہین ہاتہجی کے وقت قصر کرنا بوجہ کثرت استعمال ہے ؛ علامہ زمخشری فرماتے ہین والسبب فی ان قصرت متہجاۃ ومدت حیث مسہا الاعراب ان حال التہجی خلیقۃ بالاخف الاوجز واستعمالہا فیہ اکثر واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب ۱۲
۵۱	۱۹	(حافظ شراب لعل کش الخ) ولہ گر رنج پیشت آید و گر راحت اے حکیم ؛ نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند ؛
۵۷	۲	(نظامیؒ) ولہ زچوگان وگو اندر آمد نخست ؛ کہ تو طفل بازی بدین کن درست ؛
۶۹	۱	(اسی طرح اور جانین) مولوی معنوی رح شعر صـ۴۱۲ آن دلے آور کہ قطب عالم ست ؛ جان جان جان جان آدم ست ؛
۸۵	۲۲	(رگ کوہ) مولوی معنویؒ شعر صـ۳۸۷ رفت ذو القرنین سوئے کوہ قاف ؛ دید کہ او را کز زمرد بود صاف ؛ گرد عالم حلقہ کردہ او محیط ؛ ماندہ حیران اندران خلق بسیط ؛ گفت تو کوہے دگرہا چیستند ؛ کہ بہ پیش عظم تو بازی ستند ؛ گفت رگہائے منند آن کوہہا ؛ مثل من نبوند در فر و بہا ؛ من بہر شہرے رگی دارم نہان ؛ بر عروقم بستہ اطراف جہان ؛ حق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا ؛

صفحہ	سطر	عبارت
۹۳	۲۳	امر فرماید کہ جنبان عرق را ❊ پس بجنبانم من آن رگ را بقہر ❊ کہ بدان رگ متصل بود ست شہر ❊ فردوسی رح شعر کس از نامداران پیشین زمان ❊ نکروند آہنگ زی آسمان ❊
۹۴	۳	(تو ہمۂ ما) نظامی رح شعر پیش چنین کس ہمگی پیش کش ❊ ورنہ قلم بر ہمہ خویش کش ❊
۹۸	۴	سعدی رح ؎ برون بینم اوصاف شہ از حساب ❊ نگنجد درین تنگ میدان کتاب ❊ اسی میدان کتاب احتمال بدل ہم دارد ۱۲
۱۲۴	۱۰	(اخیر مین شین معجمہ) نظامی رح ؎ سر بجہد چونکہ نخواہد شکست ❊ وین جہش امروز درین خاک ہست ❊
۱۳۸	۲۳	(نمشاندت روزگار) ولہ ؎ گویم اگر شہ بود آموزگار ❊ حق یہی ہے کہ یہان بھی لفظ گار نسبت فاعلی کے لیئے ہے۔ چونکہ آموختن سیکھنے اور سکھانے کے دونون معنون مین مستعمل ہے یہان بلحاظ معنی اولی نسبت فاعلی ملحق کیگئی ہے یعنی سیکھنے والا۔ جہان معنی استاد آتا ہے وہ بلحاظ معنے ثانی ہے یعنی سکھانیوالا۔
۱۳۹	۱۷	(اصل اسکی اباز ار ہے) یعنی ابا پر لفظ زار جو مفید معنی کثرت ہے لایا گیا ہے۔ مولوی معنوی کا شعر ہے شعر صفحہ ۲۴۴ علم دیگ و آتش اربنود ترا ❊ از شرر نے دیگ ماند نے ابا ❊
۱۴۰	۱۷	(اور لاخ) نظامی رح شعر صفحہ ۱۴۹ در صفت این بادیۂ دیولاخ ❊ خانۂ دل تنگ و غم دل فراخ ❊۔
۱۴۵	۱۳	(دوسرا اسم حالیہ) مولوی معنوی صفحہ ۲۱۳ رح ؎ در درون شیران بدندان لاغران ❊ ورنہ گاوان را نبودندی خوران ❊
۱۵۴	۹	(اسی میںہ مرحم کا) حافظ رح شعر من نگویم کہ کنون باکہ نشین وچہ بنوش ❊ کہ تو خود دانی اگر زیرک وعاقل باشی ❊
۱۵۷	۲۳	(لفظ باد) حافظ فرماید ؎ تا باد خدای یادیارت ❊ جز عیش مباد ہیچ کارت ❊ ولہ کارت ہمہ حفظ ملک و دین باد ❊ تا بلد ہمیشہ این چنین باد ❊ اے تا باشد الخ منہ ۱۲
۱۶۰	۱۷	(یعنی استقبال کو) مولوی معنوی صفحہ ۴۵۹ ؎ کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب ❊ لوت فردا از کجا سازم طلب ❊
۱۷۳	۱	(مضموم الماقبل) حافظ رح شعر چنان زندگانی کن اندر جہان ❊ کہ چون مردہ باشی نگویند مرد ❊ شود مست وحدت زجام الست ❊ ہر آنکو چو حافظ مے صاف خورد ❊
۱۷۶	۲۴	(بستن بند الخ) یہ مصدر لازم بھی مستعمل ہوا ہے جیسے صائب شعر زانم کہ لعل او بشکر خندہ باز شد ❊ دندان شکر زعشق غیرت شکر نبست ❊ ولہ شود زرق ہما گر استخوان من زبیتابی ❊ عجب دارم دگر در استخوان مغز ہما بندد ❊
۱۸۶	۴	(پانچوان از اعراضیہ) نظامی رح شعر صفحہ ۱۱ بے طمعیم از ہمہ سازندۂ ❊ جز تو نداریم نوازندۂ ❊
۲۵۲	۱۲	(اسیطرح لفظ گذشت) لفظ بیرون بھی کلمات استثنا سے ہے مگر اسکے مدخول یعنی مستثنے پر اس کے صلہ مین کلمہ از ضرور ہوتا ہے۔ حافظ در مخمس خود فرماید ؎ من از تو بجز وفا نجویم ❊ بیرون ز گل وفا نبویم ❊
۲۵۳	۱۶	(حرف شرط مین سے ایک اگر ہے) یہ حرف بمعنی کاش تمنا بھی آیا ہے۔ حزین فرماتے ہین شعر گران جان تر ز شبنم نیست جسم ناتوان من ❊ اگر می بود با من بروے گرمی آفتابش را ❊ اے کاش می بود جیسے کلام عرب مین کلمہ لو جو مرادف اگر ہے بمعنی لیت مستعمل ہے چنانچہ تفسیر آیہ کریمہ یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ مین قاضی بیضاوی رح فرماتے ہین ولو بمعنی لیت اور علامہ زمخشری اپنی تفسیر مین فرماتے ہین حکایۃ لودادتھم ولو فی معنی تمنے وکان القیاس لو اعمّر واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب منہ ۱۲
۲۶۳	۵	(بلی کا امالہ معلوم ہوتا ہے) بلی کے الف کو ہائے مختفی سے بدل کر بلہ کہنا لوطیون اور مقامرون کی اصطلاح ہے میر نجات صاحب گل کشتی کا شعر ہے ؎ گنہ از بندہ و بخشیدن عصیان از تست ❊ بلہ ستار کہ ستاری رندان از تست ❊ اے آرے ای ستار پردہ پوشی ما گنہگاران از تو آید ۱۲ منہ (فقط)

اللہ یجتبی الیہ من یشاء و یہدی الیہ من ینیب

للہ الحمد کہ کتابِ ہدایت انتساب ثنا خوانانِ فرس مصحف و چہرہ پردازانِ تحقیق آرسی یعنی

دستور فارسی

۱۳۱۸ھ

گستر ترتیب و جناب قلندر حسین صاحب قدس سرہ نتیجۂ فکرِ گلشن آرائی الفاظ و معانی

حسبِ ایمائی طبع فیض رسانِ علوم و فنون عارضِ جلوۂ شروح و متون المولوی حافظ محمد عبد الاحد سلمہ اللہ الصمد

در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

سر فرود آوردن خامهٔ جادوی هنگامه در سپاس اختتام

دستور نامه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام خدایے که جان آفرید — عیان را به نیروی نهان آفرید

ز اسرارها گنج در وے نهاد — زبان را کلید درِ گنج داد

نه گنجے ز کاهش درو ناگزیر — ز داد و دهشها فزایش پذیر

زہے بخت بیدارِ گنجینه دار — که سازد چنین گنج بر کس نثار

که بارید بر ما همه شهد و شیر — ز فیضِ ازل همچو ابرِ مطیر

زہے جود کو نامده در وجود — شده علت بودِ چرخ کبود

ندیده کسے آخرین این چنین — که بودست وے علتِ اولین

کمالے که ممکن در امکان بداشت — خداوند یکیک بذاتش نگاشت

بدانم که در غیب چون دیر بود — تعلّم بعلمِ الٰہی نمود

ازان ظاهرا حرف ناموخته — کتب خانهٔ کفر را سوخته

ز نورِ جمالش خرد رخ فروخت — جلالِ رفیعش پرِ عقل سوخت

ز بر دانشش داد آموخته — دل از تیرگیها برافروخته

نشستے بیک لحه گردون نورد — ز شمشیرِ انگشت مه را دو کرد

زہے فیض صحبت که یکدم نشست — حصاتش شده سبحه گردان بدست

بجوشد چو فیضان او چون سحاب / شود لشکر سبزه سیر از مشت آب

ستون را چو شد لطف او پشتبان / بهجرش بنالید چون ذی هشان

کسی را بجنبش نماندست پای / که قربش بحدیست نزد خدای

که باوصف قدرت نیارد دگر / توانا خداوند چون او بشر

سخنهای من کاندرین داوریست / ز اعجاز آن فیض نامنتهیست

بعزم نکوخواه دل کرده سخت / بصحرا نهادم گرانمایه رخت

بانصاف بین هرچه من گفته ام / همه دُرّ ناسفته را سفته ام

بسا بردم از کاوش مغزگاه / گهرهای روشن تر از مهر و ماه

همه سربسر گوهر نابسود / که از مهر و مه گوی سبقت ربود

ببستم درین نامه آیین نگر / که مانند صنم خانهٔ چین بگر

چو کردم همه راز از سینه باز / بجاهست اگر نامش گنج راز

به آهنگ معنی زدم ساز را / چه آسان کشادم در راز را

بود راز سربسته را باز جای / به تحقیق گردد ترا رهنمای

چه مایه قلم نکتهٔ نغز زاد / ز هرگونه تدقیق در وی نهاد

نباید که دوزی بشهرت نگاه / به تحقیق حق جوی هموار راه

زبانت ز هیچاره کوتاه کن / به اثبات حق رفته چندین سخن

هرآن مدعا کو غریب اوفتاد / بذکر دلیلش قریب اوفتاد

بهر دعوی اش حجت انگیختم / ز طول مملّ رشته بگسیختم

به تفصیل مجمل شدم مشتغل / بکم نامد پسند اختصار مخل

مرا گوشش برگفته بس نبود | خرد در راه تحقیق بر من گشود
خدایی که در سر خرد آفرید | شناسنده نیک و بد آفرید
خرد بر ره جو چراغ ره است | چو با وصف آن ره نه بینی خطا است
درین نامه من هرچه کردم بیان | بیا بیش در صحف پیشینیان
بهر نقطه از چشم انصاف بین | بستاره بیاورده ام بر زمین
دو صد نکته در نقطه کردم نهان | بهر حرف راز جهان در جهان
چه شبها که هرگز نزدم دود چراغ | ازان کشت رسانم تری در دماغ
ازان پس که بردم بسی دست رنج | چه ار زان گشادم بتو قفل گنج
اگر کج نه بینی همین ست راست | بگنج ار نسیائی غرامت تراست
مبین سرسری سوی این جادوی | که در هر نوردش بود صد نوی
بیا حکیما ایدر آرام گیر | ز دستت بنه خامه و جام گیر
تو از فکر جز خویشتن تن زنی | ازین گفتگو مغز در سر کنی
نباید که بندی دل اندر نوی | تو در چاره کهنگی ناقوی
دریغا جوانی و نوزادگی | که بر سر زدم داغ از سادگی
چو سال من از حد سی برگذشت | ازان رشته ام نیمه قطع گشت
چو برخ گرانمایه از عمر رفت | مرا باید از بزم بزم سر گرفت
چو در من بهار نشاطی نماند | نباید بهر بزم دستی فشاند
شبابم که در من همه تاب بود | که یکسر ازو خاک من آب بود
دگر گشت آن تاب در چند خواب | تو گفتی که بود ست نقشی بر آب
دریغا کزین داغ شد مغز دود | که بر سر ز مو تا جم از مشک بود

دریغ آن بر و برز و آن سفت و یال
نشاطِ جوانی خوش تابی سال

نشاطِ جوانی چو یاد آیدم
یکے از جگر سرد باد آیدم

سرور از دماغم کناره کشید
چو از برف پیریش سردی رسید

دریغا همان سروِ آزادِ من
چمان قامتی همچو شمشادِ من

خم اندر خم او همچو چنبر شده
بباب عدم حلقهٔ در شده

ز برنائیم شمیم انگیخت گرد
گلِ وردم از درد شد لاجورد

چو مشکین سر و نگاه کافور زاد
کفن آمد و آب چشمم بباد

چو جان از نهیبِ اجل رنگ باخت
بلازم لحد را نه با مهد ساخت

بحصن قوے لشکرِ ضعف تاخت
بباید کنون مرگ را برگ ساخت

چو بینم که چشمم سپیدی گرفت
سیاهی زدن از من آید شگفت

چو آبی شود کار چشمانِ من
بآتش رخان چون نظر آختن

کجا رفت آن روزگارِ نشاط
کجا آن چو گل بودنم زانبساط

چه باید مرا آرزو خواستن
چو هر دم فزاید بمن کاستن

بود آخر کاستن نیستی
بیک حال در ساعتے نایستی

حقیقت تو دانی که این جاے کیست
چو هر دم صدا آید اینجا مایست

چو باید که خود گرم بر تیغ زنم
غمِ جان خورم فکر آخر کنم

نشاندم پس این باغِ خرم بهار
نمانم اگر ماندم یادگار

چو از کارِ این نامه پرداختم
بتاریخ آن فکر ها ساختم

بناگه خرد سوے او یافت راه
که دستور نامه افادت پناه

دگر سال او کلک گوهر سرشت
گلستانِ نازک خیالی نوشت

بسالش دگر گوهر نغز سفت ‌ ‌ ‌ ‌ خسرونامهٔ هوش افزای گفت

چه خوش گفته ام چشم بد دور ازان ‌ ‌ ‌ ‌ دگر سال او «بی بها ارمغان»

سروشم دگر باره اندر نهفت ‌ ‌ ‌ ‌ سنش چشمهٔ فیض پاینده گفت

قلم بین دگر گوهر نغز سفت ‌ ‌ ‌ ‌ که شد بر فلک تیر با وجه جفت

چو در بینات و زبر رفت قال ‌ ‌ ‌ ‌ «خهی نامه گنج نو» گفت سال

بطرز نوی نامه پرداختم ‌ ‌ ‌ ‌ یکی خانهٔ جاودی ساختم

بقا را دگر ساختم ساز و برگ ‌ ‌ ‌ ‌ شود مانعم چون بمن تاخت مرگ

حیات ابد یافت از روزگار ‌ ‌ ‌ ‌ کزو مانده اندر جهان یادگار

گهرهای رخشن که من سفته ام ‌ ‌ ‌ ‌ همش مایهٔ زندگی گفته ام

بس اعجاز آن رحمت کائنات ‌ ‌ ‌ ‌ که چون ابر می بارد آب حیات

روانم از و قطره نوش کرد ‌ ‌ ‌ ‌ که صد چشمهٔ نوش از و جوش کرد

عجب گر نمانم بدو جاودان ‌ ‌ ‌ ‌ اگر گردم خاک سود استخوان

غرض آمد آن ابر رحمت بجوش ‌ ‌ ‌ ‌ بعالم روان کرد صد چشمه نوش

مرا نیز یک قطره از وی رسید ‌ ‌ ‌ ‌ که در رشته چندین گهر درکشید

درود خدای زمان و زمین ‌ ‌ ‌ ‌ بر او باد و بر پیروان گزین

بویژه بران نیک پی همرهان ‌ ‌ ‌ ‌ خرام و سلام از خدای جهان

هزار آفرین از جهان آفرین ‌ ‌ ‌ ‌ بران کو بخیر القرون شد قرین

آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وآله وصحبه اجمعین

هنگامه آرائی ارژنگ نگار جادوی جامه خامه در تاریخ کتاب افادت نصاب دستور نامه

چو شد پرداخته این گنج حکمت | هزار و سیصد و ده بد ز هجرت

قلم در صنعت ابجد گهر سفت | «رموز نغز» تاریخ دگر گفت

دگر لب زو بمعجم سال وی را | ز چشم حاسدان محفوظ بادا

دگر تاریخ گشته بسکه مرغوب | بنا زیبا با تحفه بس خوب

قلم آن اصل دانش مامن فضل | دگر بره گفت سالش گلشن فضل

دگر بین کز سر انصاف دُر سفت | سنش گنجینهٔ فضل و هنر گفت

دگر بار سروشم گفت در حال | مضامین دقیق علمیه سال

دگر از صنعت تفریق دانی | بداد دش حق فروغ جاودانی

قطعه در تاریخ

دوشش دیدم بفلک تیر فلک | کرد حل مسئلهٔ علم بفن

گفتمش گوی سن نامهٔ من | گفت گنجینهٔ اسرار سخن

قطعه دیگر در تاریخ

چو تمام گشت رساله ام پی سال جست دلم نشان | فلکم چو دید بفکر تش بدلم بر بخت همان زمان

بزبر نگار و به بینات و بجز ز معجمه مهمله | که «زهی خزینهٔ اهل تحقیق» ست سال تمام آن

ع‌ه صنعت تفریق یعنی بعد از تفریق اعداد حروف مهمله غیر منقوطه از اعداد حروف منقوطه هرچه ماند همان تاریخ و سال این تصنیف خواهد بود بدین تفصیل

مادهٔ تاریخ «بداد دش حق فروغ جاودانی»

حروف منقوطه	اعداد	حروف غیر منقوطه	اعداد
ب	۲	د	۴
ش	۳۰۰	ا	۱
ق	۱۰۰	د	۴
ف	۸۰	ح	۸
غ	۱۰۰۰	ر	۲۰۰
ج	۳	و	۶
ن	۵۰	ا	۱
ی	۱۰	و	۶
		د	۴
		ا	۱
مجموعه اعداد منقوطه	۱۵۴۵	مجموعه اعداد مهمله	۲۳۵

۱۵۴۵
۲۳۵
۱۳۱۰

ع‌ه [illegible]

اشعار بران دارد سال تصنیف رساله برآید بدین تفصیل

حروف معجمه			حروف مهمله		
زبر	بینات	اعداد	زبر	بینات	اعداد
ز	ا	۸	ه	ا	۶
ی	ا	۱۱			
خ	ا	۶۰۱	ه	ا	۶
ز	ا	۸	[illegible]	[illegible]	۱۱۱
ی	ا	۱۱			
ن	ون	۱۰۶	ه	ا	۶
ت	ا	۴۰۱			
ق	اف	۱۸۱	ل	ام	۷۱
ی	ا	۱۱			
ق	اف	۱۸۱	ح	ا	۹
مجموعهٔ زبر بینات معجم		۱۵۱۹	مجموعهٔ زبر بینات مهمله		۲۰۹

۱۵۱۹
۲۰۹
۱۳۱۰

ع‌ه پرداخته [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرَانَا الْحَقَّ حَقًّا وَّرَزَقَنَا اتِّبَاعَہٗ ؛ وَاَرَانَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّرَزَقَنَا اجْتِنَابَہٗ ؛ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ ؛ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ ؛ وَعَلٰی اٰلِہٖ سُرُجِ السُّبُلِ ؛ وَاَعْلَامِ الْھُدٰی ؛

بعد حکمی آسیمہ سر ہرزہ لائے بیہودہ گوئے یافہ سرائے درگرامی خدمت والا برادر ازمن برمن مہربان تر دوست وفا پیشہ آشنا پرور راستی اندیشہ دادگستر سخن سنج دانش گرائے فرو ہیدہ فرہنج صائب رائے نطقش سیراب کن کوثر آبروئے سلسبیل لفظش فصاحت را ہادی بلاغت را دلیل منشی محمد عبد اللہ الحسین الخلیل سلمہ اللہ الجلیل صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ بجز سر تسلیم خم کردن آدابے نداند وغیر از دست بستہ از ہیبت نفس گسستہ خموش بمعرض ضراعت ایستادن برزبان القابے نراند

نظم

سلامے کہ سرتا سرش رحمت است ۔۔۔ سر موئے زان بگزری زحمت است

سلامے کہ شیرین تر از لعل یار ۔۔۔ کہ صد جان بپرورد اندر کنار

ز حکمی آنجیدہ دل خستہ جان ۔۔۔ بسوئے **خلیل** آن بدل مہربان

ز ہر داد و دانش ور آگہی ۔۔۔ برائے و بفرہنگ ازو فرہی

نژادش بلند و ہمت بلند ۔۔۔ چہ اختر خجستہ بہ بخت ارجمند

برائے آفتاب و بعزم آسمان ۔۔۔ بفر و ہنر یادگار مہان

نکورائے و دل سوزہ نیک خواہ ۔۔۔ ابا حلم او کوہ یک پرّ کاہ

ط
و نسوزہ
نگوش بعقل
دیگران بسوزد
وکال سعیل

سرش از تواضع برافراخته ز نرمی بهنر سختی ساخته
خموشش و هشیار و پالوده مغز بهر باب دارد و صد نکته نغز
به هر علم و دانش ورا دستگاه سخن را بگیتی بود او پناه
سخنهاش یکسر فروزان گهر به پاکیزگی در زجان پاکتر
من ای دوست از هجرت دیریاز بروی وژم باغمان دراز
نوشتم یکی نامه چون روی آب هم از آب رفته هم از پیچ و تاب
برنگ و بوی همچو روی نگار چنان چون بود تازه خرم بهار
نگه برده پاسخ و دوختم ندیدش پاسخ دلم سوختم
نیاورده یادم از دیریاز بدارم ز تو شکوهای دراز
نجنبید مهرت ازین سوزشم نیامد بجوش گرمی پوزشم
دریغ است برمن ترا یک نظر حذر کن نباشی تو بیدادگر
و داغم بضبط غمت سوختم سرم جای مغز آتش اندوخت
دخانی ازان آتش این می‌بسر سرشک جگرگون من شرر
بآه فلک دوز افتادگان بشور برهوای آمادگان
بای قسمیه ۱۲
بکوتاه دستی طول امل بداغی که صد دوزخش در بغل
بلب بستگان شکایت فروش بگوشه نشینان خانه بدوش
که بگذشت آن بود نیها که بود نه زان کاستم مهر و نه کین فزود
جواب قسم ۱۲
پس اکنون مرا آمدست این نیاز که گوته کنم رنجهای دراز
شب هجر را روز آرم شتاب بدیدار روی تو چون آفتاب

داغم بر خستگیهای روزگار که بد بهرهٔ دهر انجیدگان و بنوائب زمان رنجیدگان را در مقابل چندین نی التفاتیها داشت و در پس که زمانه غیبت عالم خوف و هیبت ست پای تغافل بر سر خیال گذاشت نی نی اگر پای گذاشتی پای او را با سر ما نسبتی می‌بود که بآن نسبت اثر را علاقه می‌نمود آوخ برگرانجانی خود که با این گرمی سردمهریهای یاران نمیریم. دریغ برسخت روئی خویش که بدین درست غلط اندازیهای

زمانه سر کار خویش نگیریم یاران زبانه همه شاگردان فلک بد مهر مهره بازند که از سرد مهری دوزخ آتش در دل و دماغ اندازند و از بی پروائی و بی التفاتی از همه مشغول خود سازند هے هے چه مایه ستمگاری ست و چه پایه دل آزاری که گرفتاران آزادی را وا زون به اسیری برند و آزادگان گرفتاری را سر تعلق از دست دهند غالب

اکنون منم که رنگ بروییم نمی رسد	تا رخ ز خون دیده نشوییم هزار بار
در پیکرم ز درد و دریغیست جان و دل	در بسترم ز خاره و خار نشست پود و تار

خسته فوار ابر ساده گیهانے من توان بخشود که نا این بد مهریها که دل را خون کرده و خون را با اشک جگر پالای از دیده برون کرده چشم گرم مهر نهاد دارم و در کشت محبت تخم بے پایان آرزو باکارم ایزد درد مند نواز نیک حاصل دهاد بحق محبت مجنون و فرهاد نظم

از من غم زده چه می پرسی	تو که بر گنج حال ما نرسی
ز آتش هجر یار بسوخته	درد را در وصال توخته
در و سند الم کشیده غیر	بهر شربے ز دست داده خیر
در خیال حبیب جان بازی	در محیط بلا دل اندازی
ساغر باده فنا زده	پای بر جاده بقا زده
سر بسر بی سر و سامانے	چاک از خار دشت دامانے
ز آتش درد جان گداخته	با همه سوختگیش ساخته
سود را بر سر زیان زده	ناتوان پای بر توان زده
پستی را بلند آهنگے	ننگ را نام و نام را ننگے
خون نفس کرده جگر خواری	دل و دین باخته سبکساری
از تپ عشق سخت زار و نحیف	نام کودش پدر حسین شریف
تیر حکمی درد خورده دوست	همه عالم گواه همت اوست

نه دانم این همه اعراض از بهر چه خاست و روے گرواییدن از من چرا ست مگر همی دانم که آن مخدوم از من نامستعد کاہل بنگارش تحقیقات نحو فارسی خواستگار آمدند و هزاران تقاضا نامه نگار آمدند اگرچه بنده را ازان باز که در تحریر زرشت افشار که صرف در قواعد صرفیه قلم فرسوده است خاطر را بنگارش نکات

معنوی تدقیقات نحوی هوس بوده نظم

بود در اندیشهٔ من دیر باز	گر دل دانندهٔ اندیشه ساز
حکمت پوشیده بصحرا نهم	رخت گرانمایه بسودا دهم
بی خبران را دهم آگاهیی	تازه کنم شرط نکوخواهیی

امانامستعدی و کورسوادی که دست بخت کاهلی من ست خواست خاطر مرا در لیت و لعل انداخت اکنون آزردگی مخدوم برلیت و لعل هجوم آورد و بر کاهلی من تاخت در برآوردن دیرینه آرزویم پرداخت نظم

اگرچه همی خواست سخن کام خویش	لیک گرو بود بهنگام خویش
هین که رسید آن نفس جان نواز	کان نفس از جان شودم جلوه ساز

ناگزیر وقت آن رسیده که حکمت پوشیده و رازها که در دل کس نرسیده بصحرا نهم و درین کشورکشائی عالمگیری دست به انبازی کس ندهم به هدایت اَلحَقُّ اَحَقُّ بِالاِتِّبَاع هرچه نگارم محققانه بمدد مبدء فیاض از خود نگارم گردن همت خویش در کمند منت کس نیارم نظم

هر صفتی را که برانگیختم	شعبدهٔ تازه در او ریختم
مور شدم بر شکر خویش و بس	در نزدم دست بحلوای کس
نیست ز کس لولو لالای من	ژرف ببین در ته دریای من
نکتهٔ من گوهر کان من ست	زان کسی نیست از آن من ست
کانچه درین ست چو بیند کسی	یاد کند از من مسکین بسی

از بهر یک نغز تا صد مغز نپالودم نیاسودم و بهر یک الماس پاره تا هزار کوه خارا نکافتم آرامش نیافتم نظم

صد شکر که نوک خامهٔ من	بربست طراز نامهٔ من
گشتست ز صور خامهٔ من	حشر معنی بنامهٔ من
غواص قلم ز ذهن دریا	آورده بدست دُرّ یکتا
کلک من نکته دان تردست	زنگوله بمعنی نو همی بست
هر رشحه که از قلم بریزد	خمخانه هزار جوش می زد
هر نقطه که از قلم چکیده	استاره بزیر آوریده

کلکم بکشید خط دکشیدست | در دیدهٔ ناز سرمه مست

هر حرف چه نغز و ناز زاید | ز هر سره بسلام حرفم آید

صد نکته بنقطه ام نهفته | صد سحر بنکته ام نهفته

پیش سخنم چه سحر بابل | زهره زده زانوم مقابل

معنیم بفکر سپهر پست است | هر نکتهٔ من ز دو ز دو دستست

(اے خادم ہو بہار)

این نقش بدیع و این نو آئین | از فیض جناب اطهرست این

این جاذبیم که لاجوابست | زاعجاز کمال آنجنابست

این سرخوشیم که در دماغ ست | شخیر شراب آن ایاغ ست

شهره ست بخامه ام از آن گل | گشت ست چراغ مست بلبل

از وی بدلم هزار رازست | بی من در هر خزینه بازست

کلکم چو بوصف حرف کوشد | از قطره هزار بحر جوشد

طبعم چو بشرح معنی آید | از نقطه هزار نکته زاید

رخشنده گی معانیم بین | شاباش کند سپهر پروین

(اے نثار کند)

طبعم بر دیده منت افزود | تحقیق چنین چو کار فرمود

ای هرزه درا ادب فراموش | بیهوده برین زیاده مخروش

حکمی زین حرف شرو بس کن | وقتست دعای گرم رس کن

این نامه مروج جهان باد | انشاء الله همچنان باد

مقدمه

جاننا چاہیے کہ آدمی جب کسی زبان کو سیکھنا چاہے ہے پہلے اُس زبان کے قوانین کلیہ کا معلوم کرنا ضرور ہے اسواسطے کہ **قانون** یونانی زبان مین بمعنی سطر کے ہے جیسے کہ آدمی سیدھی سطر لکھنا جانتا ہو بوسیلہ مسطر سیدھا لکھ سکتا ہے اسیطرح جو کوئی کسی زبان کو درستی سے بول نہ سکتا ہو

بوسیلہ اس قانون کے لپنے مضمون کو اس زبان مین درستی سے ادا کرسکتا ہے مثلاً اہل دکن لغت اردو بولتے ہین لیکن علامت فاعل کے استعمال اور فعل کے تابع کرنے مین حیران رہ جاتے ہین کہین فاعل لازم پر علامت فاعلی **نے** کو دہرتے ہین کہین فعل لازم کو مفعول کے تابع کرتے ہین وہ اگر اس قاعدہ کو جان لین کہ فعل متعدی صیغۂ ماضی معلوم کے فاعل پر علامت فاعل یعنی **نے** کو لایا کرتے ہین اور یہ لفظ نے فاعل اور فعل کے درمیان کافہ یعنی فاعل کو عمل سے روکنے والا ہوتا ہے اسیواسطے اس فعل کو تانیث و تذکیر مین تابع مفعول کے کردیتے ہین جیسی زید نے کتاب لکھی ہندہ نے خط لکھا۔ اگر مفعول پر بھی علامت مفعول یعنی لفظ **کو** داخل ہوگا اسکو بھی عمل سے روکدیگا کسواسطے کہ یہ بھی حروف کافہ سے ہے پس اسوقت فعل کسی کے تابع نرہیگا یعنی وہ فعل نہ مذکر رہیگا نہ مونث بلکہ اپنی حیثیت اطلاق پر رہجاویگا جیسے زید نے کتاب کو لکھا ہندہ نے کتاب کو لکھا زید نے خط کو لکھا ہندہ نے خط کو لکھا لیکن اس فعل کا مذکر کا بھیس پانا دراصل مطلق کا اپنے فرد کامل کی زنگی مین آنا ہے یعنی جس علاقہ کی وجہ سے مطلق کہکر فرد کامل مراد لیتے ہین اُسی علاقہ کو ملحوظ نظر رکھکر ذکر فرد کامل سے مطلق مراد لیا گیا اور یہ قاعدہ اُسیوقت تک ہے کہ اس فعل کا دوسرا مفعول نہو ورنہ وہ فعل اُس دوسرے مفعول کے تابع ہوجاتا ہے جیسے زید نے عمرو کو کتاب دی ہندہ نے خولہ کو خط لکھا۔ لیکن چند متعدی فعل اس سے مستثنےٰ ہین جیسے بولنا پکارنا بمعنی فغان کرنا لانا دھلانا لگنا چمٹنا ملنا بھولنا جھپٹنا جیتنا ہارنا سوچنا وغیرہ یعنی مین نے لایا اس نے چمٹا نہین کہتے اور سوائے مطلق ماضی کے حال اور استقبال کے فاعلو نپر کافہ نہین لاتے اور اُن مین بھی چند ماضی معلوم جو مطلق قریب بعید شکی کی قیود سے پابجولان ہین مختص ہین جیسے زید نے لکھا یا لکھا ہے یا لکھا تھا یا لکھا ہوگا نسیم لکھنوی کا شعر ہے **شعر** بولا شکا اک سپاہی ✽ جاتی ہے ارم کو فوج شاہی ✽ **ولہ** بولی وہ حسین کہ مین پری ہون ✽ اس دیو کے بس مین آگئی ہون ✽ میرحسن دہلوی **شعر** پکارا وہ جس تس کو فریاد کر ✽ نہ پہونچا کوئی کاروان بھی اُدھر ✽ نسیم لکھنوی **شعر** آیا کوئی لے کے نسخۂ نور ✽ لایا کوئی جا کے جبرۂ طور **ولہ** خرشید سا آفت پہ لائے ✽ منہ ہاتھ ہر ایک نے کے دھلائے ✽ بعضون کے نزدیک لانا مرکب مزجی لے آنیکا ہے۔ نسیم لکھنوی **شعر** دو ساز طرب ملے خوش آہنگ ✽ دو راز ادب کھلے بصد ننگ ✽ امیر **شعر** وادی عشق ہے یہ عرصۂ شطرنج نہین ✽ نقد جان ہار گیا چال جو انسان بھولا ✽ نسیم **شعر** اک بلّی جو جھپٹی چوہے کو جانب ✽ نیولے نے بھگا دیا دکھا سانپ ✽ **ولہ** بولی بہزار عجز و زاری ✽ تم جیتے میان مین تمسے ہاری ✽ **ولہ** وان جا کے

تنبیہ اردو و متعدی و لازم مفرد و مرکب افعال کے استعمال کا بیان

لہ پکارنا بمعنی فغان کرنا لازم ہے جیسا کہ رونا اور بعضونکی تعبیران سے متعدی کی ہے بصورت متعدی ہے پس یہ بحث متعدی سے خارج ہے ۱۲ منہ

سہ چند ماضی معلوم پس ماضی مستمر ماضی تمنائی وغیرہ پر نے کا فہ نہین لایا جائیگا ۱۲

وہ سوچی اُسکو بے لاگ ﴿ ننے چلیئے تورا جہ لا بنے گا راگ ﴿ غرض یہ تمام حال افعال مفردہ کا تھا۔ اور فعل مرکب مین خواہی ترکیب اُسکی ثنائی ہو یا ثلاثی اخیر فعل کا اعتبار کیا جاتا ہے یعنی وہ فعل اخیر اگر اُسی قسم کے افعال متعدیہ سے ہے کہ جنکی ماضی پر علامت فاعل ﴿ نے ﴾ لایا کرتے ہین تو ان مرکبات کی ماضیون پر بھی علامت فاعل لائی جائیگی ورنہ نہین اور ماقبل کے افعال کا کچھ اعتبار نہین کیا جائیگا خواہ متعدی ہون خواہ لازم مثلاً ترکیب ثنائی مین جسکے دونون فعل لازم ہون ﴿ جیسے زید آچکا کوا اڑگیا عمرو رو بیٹھا۔ یا دونون متعدی جیسے زید نے تمہارا کہنا مان لیا مومن خان کا شعر ہے شعر چین نے مضطرب کیا مجکو ﴿ تیرے ملنے نے کھو دیا مجکو ﴿ یا اول لازم دوسرا متعدی جیسے بلی نے کبوتر آدبایا یا زید نے رو دیا مومن بات کہنے مین رو دیا تین نے ﴿ جو جواب آیا سو دیا مین نے ﴿ یا انکا عکس جیسے زید لے اُڑا اور بحکم رای بعض مقننین لانا بھی اسی اصل مین درج ہے اور یہی حکم ترکیب ثلاثی کا ہے جیسے زید اُٹھا لیگیا عمرو لیجا چکا لیکن بعض مرکبات اس حکم سے مستثنیٰ ہین کسواسطے کہ انکی ترکیب سے یا تو جزو اول کے معنی لزوم مین فرق نہین آتا جیسے ہنسدیا اور رو لیا مین یا انکی باہمی ترکیب سے معنی لازمی ازسرنو پیدا ہو جاوین جیسے دکھائی دیا اور کہنے پایا یا انکی ترکیب مفید معنی استمرار ہو جیسے رویا کیا مین میر حسن دہلوی کا شعر ہے شعر بجاتی رہی ہین وہ صبح تک ﴿ یہ رویا کیا سامنے بیدھڑک ولہ بغل کھول کر دونون آپسمین مل ﴿ وہ رویا کیئے دیر تک متصل ﴿ نسیم شعر کیا کہتی وہ دم بخود سناکی ﴿ سوچی سمجھی رضا خدا کی ﴿ اگر افعال لازمہ و متعدیہ خواہی اُنپر علامت فاعل آسکتی ہو یا نہ آسکتی ہو متعدی کر لیئے جائین کا فہ فاعلی کا الحاق اُنپر واجب ہوگا جیسے زید نے رولایا ہنسایا عمرو نے اُٹھایا بٹھایا۔ زید نے بلایا چٹایا یا عمرو نے بلوایا لگایا لگوایا وغیرہ مگر سوجھانا جو تعدیہ سوجھنے کا ہے شاذ ہے نسیم کا شعر ہے شعر اک دن پنجرا اُڑا کے لائی ﴿ حسن آرا کو وہ کل سجھائی ﴿ اسکے مقابلہ مین بعض افعال لازمہ پر کافہ فاعلی لایا جاتا ہے جیسے موتنا اور کوسنا۔ جان صاحب کا شعر ہے شعر دوگانہ جانکے بچے نے موتا مجھ نمازی پر ﴿ میانی تر ہوئی ساری پڑا آدھا بدن دھونا ﴿ بعض افعال لازم و متعدی دونوطرح مستعمل ہین پس کافہ فاعلی بحسب موقع لایا جاتا ہے جیسے سمجھنا۔ پلٹنا۔ بدلنا۔ پکڑنا وغیرہ۔ نسیم شعر وہ چوٹ پہ تھی یہ بیل سمجھی ﴿ بازی چوسر کی کھیل سمجھی ﴿ آتش شعر لبسکہ تھی اس سے عیان سینۂ عارف کی صفا ﴿ چہرۂ یار کو مین نے دل روشن سمجھا ﴿ ظفر علیہ الرحمۃ شعر خط مین جب آپنے تحریر سراسر پلٹی ﴿ مین نے جانا مری تقدیر سراسر پلٹی ﴿ اسیطرح میر ادل بدلا

لازم ۱۲ متعدی ۱۲ لازم ۱۲ لازم ۱۲

اُردو مین بعض افعال لازم و متعدی معنی مین اشتراک رکھتے ہین ۱۲

مین نے پوشاک بدلی - میرا گلا پکڑا یعنے آواز بیٹھ گئی - مین نے ہاتھ پکڑا واللہ تعالیٰ شانہٗ اعلم بالصواب
متعدی " لازم " متعدی "
اب میری تمنا ہے کہ اس استقراء کو یہان موقوف رکھون اور اُس قاعدہ بافائدہ کو درج کرکے جو اسی بارہ مین قبل از
ترتیب رسالہ ایک عزیز کی استدعا سے قلمبند کیا گیا ہے اپنے دستور نامہ کو درج جواہر فیض بناؤن اور اس اجمال
جملہ جمال و ایجاز بہ نازو اعجاز کو بلفظہ سلک تحریر مین منسلک کرون اور چونکہ طبائع وقت پسند و سہل جو ہے
ہر دو کی لطف اندوزی بالطبع منظور ہے اُسکی کچھ تشریح کرنی بھی بعد مین ضرور ہے۔

و ہو ہذا

"یہ قاعدہ مطلق فعل مرکب مین نہین ہے بلکہ مادہ فعل کہیئے یا اصل فعل کے ساتھ وہ فعل ترکیب پاوے
بشرطیکہ مقصود اُس سے عطف تعقیبی ہو جیسے آ دبایا - آ یہان اصل فعل ہے نہ امر اور آنا بعدہ دبانا مقصود
ہے پس ہنسدیا رولیا رو یا کیا مین کوئی فعل ماضی اصل فعل سے مرکب نہین تعقیب کا کیا ذکر محض
ہنسی اور رونے مین لفظ دیا اور لیا بڑھا کر معانی مختلفہ حاصل کیے ہین جیسے عربی مین ایک ہی مادہ
کو مختلف ابواب مین لیجا کر مختلف معانی حاصل کرتے ہین" انتہیٰ جاننا چاہیئے کہ یہ **قاعدہ** یعنی
استعمال علامت فاعل برتقدیر تعدیہ فعل اخیر مرکب **مطلق فعل مرکب مین نہین بلکہ مادہ فعل**
کہیئے یا اصل فعل جسکو ہم دوسرے عنوان مین حاصل مصدر بسیط کے ساتھ بھی تعبیر کرسکتے ہین
اور وہ کبھی مطلق امر اور کبھی مطلق ماضی کے بھیس مین ہوگا تو اُس مادہ فعل **کے ساتھ وہ فعل**
اخیر متعدی **ترکیب پاوے بشرطیکہ مقصود اُس** ترکیب **سے عطف** بواسطہ عاطفہ
(جیسے بعض مواضع مین ہوتا ہے مثلاً پکڑ کر مارا کہ بواسطہ لفظ کر عطف ہوا ہے) نہو بلکہ عطف **تعقیبی ہو**
کیا معنی کہ مقصود و مراد افعال مرکبہ مین ترتیب ذکری ہو یعنی جزو ثانی جزو اول سے ثالث ثانی سے
قصد مین موخر ہو **جیسے آ دبایا** مثال فعل مرکب مقصود العطف المذکور کی ہے اسواسطے کہ لفظ
آ یہان یعنی اس ترکیب مین **اصل فعل ہے** جو خرجی امر مین صورت پذیر ہوا ہے **نہ عین** صیغہ
امر اور مقصود اول **آنا** جو مفاد جزو اول ترکیب مذکور تمثیلی آ دبایا ہے اور **بعد** مفاد جزو ثانی یعنے
دبانا مقصود متکلم **ہے** کسواسطے کہ آنے کو دبانے پر کم از کم تقدم ذاتی ہوگا **پس اور باقی**
افعال مرکبہ **جیسے ہنسدیا رولیا رو یا کیا مین کوئی فعل ماضی اصل** یا مادہ **فعل سے**
مرکب نہین ہے چونکہ یہ تعقیب ضابطہ قانون کے نزدیک اُس ترکیب مذکور کی فرع ہے **تو تحقیق**

قاعدہ استعمال افعال ہنسدیا کا ایک ونیز ونیک الو کے طرز پر"

فروع کا بدون متفرعات کے صورت پذیر ہو نہین سکتا کسواسطے کہ یہان ہنسنے اور دینے رونے اور لینے رونے اور کرنے مین تعدد مقصود ہی تہین اور ترکیب بغیر تحقق تعدد متصور نہین پس ان مواد خاص مین تعقیب کا کیا ذکر کسواسطے کہ محض ہنسنا اور رونے مین جو مفاد جزئین اولین افعال مرکبہ مثالیہ ہے لفظ دیا ہنسدیا مین اور لیا رولیا مین وغیرہ یعنی کیا رو یا کیا مین بڑہا کر معانی ہر ہر فعل مرکب کے باعتبار اُسکے مجرد اور مزید ہونے کے مختلفہ حاصل کیے ہین جیسے عربی کے علم صرف مین مبین ہوگیا ہے کہ ایک ہی مادہ مثلاً ک ر م کو مختلف ابواب افعال و تفعیل و تفعّل وغیرہ مین لیجاکر مختلف معانی جنکو خواص ابواب بھی نام دیتے ہین مثلاً لزوم و تعدیہ و تکلف وغیرہ حاصل کرتے ہین پس ترکیب قسم ثانی کا بھی درباب تغیر لفظ و معنی وہی حال ہی جس طرح مواد عربیہ مین تغیرات خواص ابواب سے ہوتا ہے و بس ناظرین باتمکین کی خدمت مین عذرخواہ ہون کہ مین نے کلام مین فصحاے اُردو کے بڑا تفحص کیا اور نہایت ہی فکر و قیاس کو کام مین لایا اس عرقریزی مین محض خیرخواہی و آگاہی اہل وطن پیش نہاد خاطر رہی علی الخصوص باعث قوی اس امر کا اپنے مربی مکرم برادر معظم مغفور کی فرمان واجب الاذعان کا امتثال ہے۔

نظم

گرامی برادر کہ آن رادمرد
رہاند او مرا از غمان دراز

زنگرد یتیمی رخم پاک کرد
زہر آرزو ساختم بے نیاز

زبے چارگیہا مرا او خرید
بچید اشک از چشم من دل بسوخت

چنان کز کسے درجہان کس ندید
دل چاکم از رشتۂ مہر دوخت

برافشاند گرد و زرخ کند خاک
بدادش خداے جہان آفرین

روانم زہر درد و غم کرد پاک
سرے پر ز دانش دلے پر ز دین

بشکرش زبان مرا روے نیست
بہ ہر موے گر صد دہان آورم

سپاسش فراوان زبانم یکیست
ور از ہر دہان صد زبان آورم

گر از ہر زبان آورم صد بیان
ہمان بہ کہ خواہم بصدق از خداے

ندانم حدِ شکر او ہمچنان
کہ یابد بہشت برین باز جاے

دہاد آبرویش خداوند نشر
کہ باشد خنک در تب و تاب حشر

[marginal gloss: روسیاہی ... ہنسنے ... شادمان ... بے نیاز ... جاے]

چونکہ یہ میری زبان نہین اور نیز اپنی نا استعدادی کی وجہ سے خطاے قیاسی و غلطی استقراء کا قوی احتمال ہے میری خطائین دامن عفو مین چھپائین **نظم**

چون ببنم باندر قلب کان خویش	معترف عجز بنقصان خویش
ہست امیدم کہ سخن پروران	چون نگرند از رہ بینش وران
عیب یکے نیست کہ جویند باز	چون ہمہ عیب ست چہ گویند باز
خردہ نگیرند بزرگی کنند	ور نہ جہان نیست کہ گرگی کنند

غرضکہ ان قوانین کے جاننے سے اُنکے کلام مین غلطی بہت کم واقع ہوگی اس سے یہ بات بھی سمجھ مین آگئی ہوگی کہ جب کوئی بے وساطت مسطر کشیدہ کاغذ کے سیدھی سطر لکھ سکتا ہو اُسکو مسطر کی کچھ ضرورت نہین پڑتی بلکہ وہ یہ بھی نہین جانتا کہ مسطر سے کسقدر بلندی اور کسقدر پستی سے کون کون حروف لکھے جائین اسیطرح اہل زبان کو ان قوانین سے کوئی ضرورت متعلق نہین بلکہ وہ ان باتون کو جانتے بھی نہین ہان جب وہ بولتے ہین اپنی زبان کو میزان قانون پر تولتے ہین بلکہ ہمارے قوانین کے شواہد انہین کے کلام ہین یعنے قبل از انضباط قوانین اہل زبان کا وجود چاہیئے تا اُس سے قوانین کا استنباط درست ہو پس ہر کوئی اس بات کو سمجھے گا کہ بعض ہندیون نے گو علوم عربیہ اور جمیع علوم و فنون کے عالم و ماہر ہی کیون نہون اہل فارس جیسے شیوا ے طوس فردوسیؒ اور افصح الفصحا سعدی علیہ الرحمۃ اور سند المتاخرین علی حزین کے کلام پر جو اعتراض کئے ہین اور انہین اصلاح بھی دی ہے بڑی واہیات ہے ہان مضامین اور مطالب پر اعتراض اور اصلاح کی گنجایش ہو تاہم الیسون سے چھوٹا منہ بڑی بات ہے مضمون آفرینی کسی کے گھر کی ملک نہین ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اختصار کلام یہ ہے کہ جب کسی زبان کے سیکھنے کی آسانی اُسکے قواعد اور قوانین کی نگہداشت پر موقوف ہوئی اور ادب بفتحتین لغت مین نگاہداشت خد ہر چیز کو کہتے ہین تو اسی مناسبت سے خاص کسی زبان کے قواعد اور قوانین کی مراعات کے جاننے کا (جسکی وجہ سے اپنے کلام کی نگاہداشت یعنے اپنے کلام کو خلل اور خلاف محاورت سے بچایا جاتا ہے) علم ادب نام ہے پس چاہیئے کہ پہلے اسکو بڑی تحقیق اور صحت کے ساتھ حفظ کر لیا جائے تا کلام کے صواب و خطا پر آگہی پائے پھر اپنی مطلب ادائی مین بہت کم خطا کھائے تو بنام خدا چند فارسی قواعد اردو عبارت مین بحسب فرمان

اہل لسان کی زبان پر غیروں کا اعتراض بیجا ہے ۱۲

علم ادب کی تعریف ۱۲

واجب الاذعان معرض عرض مین لاتا ہون گو یہ میری زبان نہین اگر کوئی بات خلاف محاورہ اردو رقم پائے معذور ہون ہان طریق اداے اصل مطلب مین ٹھوکرین کھانا البتہ قابل عذر نہین پھر کیا کیجیے ان نامستعدی اور جہالت کا ثمرا ہو نہین معلوم کہان کہان ٹھوکرین کھلائیگی اور کس کس جگہ دھوکے دلائیگی اللھم استرنا بستر لطفک الجمیل خدا کرے یہ میری سعی مشکور ہو حصول دولت قبول اسکے ہمراہ ضرور ہو۔ چونکہ اس خط مین زبان فارسی کا قانون مذکور ہوگا **دستورنامہ فارسی** اسکا نام رکھنا البتہ ارتجال سے دور ہوگا اور **سخن شگرف** اسکا سالی ہے۔ رب جلیل سے التجائے خیر مآل ہے۔ و بس **نظم**

بار خدایا من غافل براز
این ورق سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمال من ست
عاقبتہ الامر و بال من ست
چون زتو شد این ہمہ ناچیز چیز
ہم تو کنی در دل خلقے عزیز
عیب شناسان بکمین من اند
بے ہنران جملہ بکین من اند
تو بکرم عیب من عیب کوش
در نظر عیب شناسان بپوش
سرمۂ انصاف بہر چشم ساے
بکر من آنگاہ برایشان نماے
داغ قبولی بکش اندر سرش
تا نکند باد خزان ابترش

وجہ تسمیہ کتاب و سخن دستورنامہ فارسی ۱۱

تمہید

زبان یعنی سخن کی ضرورت کا بیان

یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ جل جلالہ و عم نوالہ نے آدمی کی شرافت کا زینہ تمامی مخلوقات کے درجہ سے اوپر اٹھایا ہے باوجود اسکے اسکو مدنی الطبع بنایا ہے۔ بہ نسبت اور جانداروں کے اس مین تکلفات بھی زیادہ آ گئے مثلاً خورش و پوشش مین دیکھیئے کس بلا کے تکلفات نکلتے جاتے ہین کیسی کیسی نادر چیزین اختراع پاتی ہین جان بچانے کے لیئے کسی ایک خاص غلہ کا اسیطرح پھانک لینا یا ابال کر کھالینا کافی تھا جو اسطرح کے پلاؤ متنجن قورمے کی ضرورت پڑی اور پوشش ستر اور دفع حرّ و برد کے لیئے کسی ایک خاص کپڑے کا اوڑھ لینا اور باندھ لینا بس تھا جو اسطرح کے مُطرز ملبوسات کی حاجت ہوئی غرض انسان کو بسبب ان تکلفات کے چند در چند حاجتین پڑگئین بہ نسبت اور جانداروں کے غرضین بڑھ گئین تو باقتضاے تمدن اپنے نوع کے ساتھ بغیر ملے جلے جینا وبال ٹھہرا اور اپنے جی کی آرزو اور دل کے مقصد کو بدون بتلائے ایکدوسرے کے تعیش محال ٹھہرا تو زیادہ احتیاج سمجھنے سمجھانے کی پڑی یعنی ایک کو اظہار مافی الضمیر کی دوسرے کو اُسکے

اغذکی ضرورت سبہ پر آ کھڑی ہوئی ناچار کوئی ایسی چیز ڈھونڈھنی چاہیئے کہ جسکے وسیلہ سے ایک کے جی کی بات دوسرے کے جی پر کُھل جائے۔ پس اصطلاح مین کسی کے اسطرح پر ہونے کو کہ جسکے جاننے سے ایک نامعلوم شئے کا علم ہو جاوے **دلالت** کہتے ہین اور اُس شئے کو جس سے علم ہوا ہے **دال** اور جس کا علم ہوا ہے اُسکو **مدلول** کہتے ہین اور اس رہنمائی کا وسیلہ یا تو لفظ ہونگے یا سوائے لفظ کے کوئی اور شئے۔ ہر ایک مین دو طرح سے کئی طرح پر ہے ایک تو یہ کہ دال اور مدلول مین کوئی ایک علاقہ ذاتیہ ہوگا جسکی وجہ سے دال مدلول تک رہنمائی کرے مثال اول کی جیسے کوئی شخص ہماری آنکھون سے غائب ہو کر کچھ بول رہا ہو مجرد استماع ہماری عقل اِس بات پر رہنما ہنجائیگی کہ یہان وجود کسی بولنے والے کا ضرور ہے ثانی یعنی غیر لفظی جیسے دھوئین اور آگ کے دیکھنے سے آگ اور حرارت کی طرف رہنما نہ بنا عقل سے دور ہے اسطرح کی دلالت کا **عقلیہ** نام ہے۔

دوسرے یہ کہ واضع کی جانب سے دال اور مدلول مین کوئی علاقہ وضع کا رکھدیا جائے اول یعنی لفظیہ مثلاً واضع نے زندہ گویا کو مقابل مین مردہ کے اور لفظ زید کا بمقابلہ ایک شخص خاص کے وضع کردیا ہے۔ اور ثانی یعنی غیر لفظیہ جیسے دوال اربع کی دلالت اپنے موضوعات پر مثلاً خطوط و عقود و نُصب و اشارات اور خطوط جیسے یہ پڑی ہوئی لکیر ـــ نفی پر دلالت کرتی ہے اسی طرح دو لکیرون کا موازی ہونا = مساوات پر اگر ایسا نہو بلکہ دونون کے سرے کسی ایک جانب مل پڑین <> کمی اور زیادتی پر اور ایک کا دوسری سے تقاطع کرنا اگر سیدھے پڑے ہوئے خط کا سیدھے کھڑے ہوئے خط سے ہے کہ جس سے چار قائمے پیدا ہو جائین جیسی یہ شکل + جمع پر اگر اسطرح کا تقاطع نہو کہ قائمہ پیدا کرین جیسے یہ × ضرب پر اور ایک پڑے ہوئے خط کے نیچے اوپر ایک ایک نقطہ کا لگا دینا جیسے یہ ÷ تقسیم پر اور اُن دو نقطون مین سے خط کو اٹھا دینا جیسے یہ : نسبت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح نقوش اعداد مثلاً یہ نقش ۴ چار پر اور یہ ۵ پانچ پر دلالت کرتا ہے اسی طرح نقوش حرفون کے جو ایک صوت مخرج خاص پر دلالت کرتے ہین۔ اور عقود مثلاً سبابہ کے سر کو ابہام کی جڑ مین ہو نچادین تو یہ عقد نود پر دلالت کرتا ہے اور سر خنصر کو ہتیلی کے سر پر رکھنا ایک کے لیئے اور اُسکے ساتھ بنصر بھی رکھ لیجائے دو کے لیئے اور وسطی بھی اُنکے ساتھ دبا لیجائے تین کے لیئے موضوع ہے اب اگر اُس عقد نود کو تین والے عقود کے ساتھ جمع کرین بالکل بندھی ہوئی مٹھی نظر آئیگی اسی سبب سے اِس سے بخل اور نے فیضی کیجاتی

کنایہ کرتے ہین جیسے اسکے مقابل مین کشادہ دست کو فیض وسخا سے چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ نے سلطان محمود غازی کی ہجو مین کہا ہے **شعر** کف شاہ محمود عالی تبار * نہ اندر نہ آید سہ اندر چہار * اور نصب جیسے دو مناروں کا عمارت پر بنانا و پسار اکھڑا کر دینا مسجد کو اور پتھروں یا ہڈیون کا ڈھیر لگاتے چلے جانا رہگذر کو بتلا رہا ہے یہ رسم زمانہ قدیم کی تھی اور راہون بین میلون کا گاڑ دینا ایک خاص مسافت مکانی کو بتلا رہا ہے اسیطرح گھڑیون مین سوئی ایک خاص مسافت زمانی کو بتلاتی ہے اور اشارات جیسے کسیکو بلانے کے لئے پھیلے ہوئے ہاتھ کی انگلیون کو اپنی جانب موڑ مین انکار کے لئے داہین بائین ہلا دین اور ایک کے لئے ایک انگلی دو کے لئے دو انگلیان چار کے لئے انگوٹھے کو دبا کر چارون انگلیان کھڑا کر دین یہ سب اشارات ہین لیکن عقد اور اشارہ مین اتنا فرق ہے کہ اشارات مین مشار الیہ کے ہیأت کو کچھ دخل ہوتا ہے اور عقود مین اس طرح نہین ہوتا۔ اسی قبیل سے ہے[1] ملک کے دخول خروج پر توپون کا چلنا نقارون کی چوٹ نبے پہر کا ڈھلنا ان تمام کا دلالت وضعیہ نام ہے۔

تیسری وہ دلالت ہے کہ جب مدلول عارض ہوتا ہے تو خواہ مخواہ طبیعت سے اسکے دال کا احداث ہوتا ہے اول یعنی لفظیہ جیسے اُح اُح کرنا سینہ کے درد اور کھانسی پر دلالت کرتا ہے اور کسیکا اوہ اوہ کرنا جسکو کولنا کہتے ہین اسکے درد جسم پر دلالت کرتا ہے۔ ثانی یعنی غیر لفظیہ جیسے سرخ ہوجانا چہرہ اور دیدونکا غضب پر اور آنکھونکا نیچا کر لینا شرم وحیا پر دلالت کرتا ہے اس قسم کی دلالت کا طبعیہ نام ہے۔ جب تمنے دلالتون کا حال جان لیا اور آدمی کی کثرت احتیاج کو مان لیا تو ضرور عقلیہ اور طبعیہ کا کارآمد نہونا معلوم کر لیا ہوگا کسواسطے کہ اخذ ما فی الضمیر و فہم مطلوب کے لئے انضباط ضرور ہے اور یہان عقول اور طبائع کے اختلاف کی جہت سے انضباط کوسون دور ہے تو ضرور وضعی اُس مین بھی لفظی کو اختیار کرنا مختار ہوگا اسواسطے کہ غیر لفظیہ مثل دوال اربع مین ہزارون تکلفات کا سامنا ہوگا بعض وقت کوئی بات بن نہ آیگی جیسی صاف ظاہر ہے یہانتک کہ اشارات ہی کیون نہولین کم از کم ان مین اتنی ضرورت تو ہوگی کہ جسکو اشارہ کر رہے ہین وہ اُس اشارہ کے سامنے ہو پھر صحت بینائی کے ساتھ روشنی بھی ہونا اُسکو دیکھے قطع نظر اسکے خداوند تعالیٰ شانہ کا آدمی کو بازار دنیا مین نقد عمر اُسکے گرہ وجود مین باندہ کر بھیجنا اپنی رضا کی خریداری کے لئے ہے یہ امر عقائد حقہ کے استحکام اور شریعت غرا کے احکام کی تسلیم پر منحصر ہے تو اُن مین ایسی باتون کے سمجھنے سمجھانے کی ضرورت پڑیگی کہ وہ معقولات صرفہ ہونگی تو اُن مین غیر لفظیہ دلالتون سے

[1] اسے از قبیل اشارات ۱۲

فردوسی کے مشہور شعر کف شاہ محمود الخ کا بیان ۱۲

بیان فرق عقد و اشارہ ۱۲

کام چلتا نظر نہین آتا غرض لفظی وضعی سے ایفاے مطلب بخوبی ہوسکتا ہے اور ون مین ایسا ہو نہین سکتا اور خلاق عالم نے جیسا اس انسان کو طرح طرح کی حاجتون مین پابند کر رکھا ہے بغیر دوسرے کو مطلع کرنیکے حاجتون کا پورا ہونا معلوم مثلاً ہمارے پاس روپیہ رکھا ہوا ہے اور کھانیکی سخت ضرورت ہے تو روپیہ کو کھا نہین سکتے غلہ کی جستجو ہوگی اسی طرح اور کسی کے پاس غلہ اُسکی حاجت سے افزون ہے لیکن اُسکو پوشاک کی ضرورت ہے تو اُسکو کپڑونکی تلاش ہوگی اسیطرح اور کسی کے پاس کپڑا اُسکی حاجت سے سوا ہے لیکن اُسکو کسی اور شے کی ضرورت ہے تو ہم اُس غلہ والے سے یا وہ غلہ والا ہم سے اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کریگا آپس مین روپیہ اور جنس کی مبادلت ہوجاویگی اور وہ پھر کپڑے والے سے یا کپڑے والا اُس سے اپنی اپنی حاجتین ظاہر کرکے کام پورا کرلینگے **شعر**

زانکہ جملہ کسب ناید از یکے	ہم درو گر ہم سقا ہم حائکے
چون بانبازی ست عالم برقرار	ہر کسے کارے گزیند زافتقار

الحاصل جیسا یہ انسان اپنی حاجتونکی کڑی زنجیر مین پابجولان ہے حکیم علے الاطلاق کی قدرت کاملہ سے اُسکے اظہار کی راہ ویسے ہی آسان ہے یعنے حکیمے سخن برزبان آفرین جلّت حکمتہ نے اپنی حکمت کاملہ سے اُس ہوا کو جو بوسیلہ بادزن شُش کے دارالسلطنت قلب کی گرمی نکال لاتی تھی ضائع جانے ندیا۔ اس ادنے اسی چیز سے بہت بڑا کام لیا اس طور پر کہ جب مقابلہ مین ہر ایک معنی اور مقصد کے لفظ وضع کردیئے گئے اگر کوئی پرتو اعلم خداوندی سے نفس ناطقہ پر پڑیگا بیا مردی دل اُسکا قدم جانب برزستان خیال جو بین بین مجرد اور مادی کے ہے بڑہیگا تا اپنے تجرد کے پاؤن مین تقیید کی خلخال ڈالے اور پھر بوسیلہ رکابہاے لب و زبان ادہم صبادم ہوا پر سوار ہوکر متکلم سے جس جس منزل پر مقام کرتا زبان تک پہونچا تھا دروازہ گوش سے گزرتا سامع کے انہین منازل مین اترتا طوق تعلق وزنجیر تقیید سے پاکشا ہوکر پھر شہرستان دل مین جاگزین ہوجاتا ہے مصرعہ سخن کز دل آید بود دلپذیر ۶ اور انہین ہونٹونکا آپس مین اور زبان کا کسی موضع خاص کے ساتھ جنکا مخارج نام ہے ٹکر کھانا جسکو قرع کہتے ہین یا اُنکا اکھڑنا جسکو قلع کہتے ہین ہوا مین تموج پیدا کرتا ہے جس سے اُس مین ایک کیفیت خاص آجاتی ہے جسکو عرف مین آواز کہتے ہین زیری بمّی ہیچاک غُنگی اُسی آواز مطلق کے عوارض سے ہین اور اُسی تموج ہوا کی مخارج پر ٹکر کھانے سے اجزائی ہوائی کی تقطیع ہوئی

حروف کو بھی معنی مین دخل ہونیکا بیان

اور جب اُنہین اجزاے ہوائی پر پیچاک غُنگی زیر ہی بھی عارض ہوئی تو اس عارض مع معروض کا حرف نام ہوا۔ یہان یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ انہین حروف کو بعض علماء تو مہمل یعنی موضوعہ فقط غرض ترکیب کلمات کے لیئے بتلاتے ہین اور بعض دور اندیشون کے نزدیک بامعنی کہلاتے ہین۔ یہی راے مختار اہل تحقیق ہے خصوصاً یہ بات زبان عربی مین بخوبی متحقق ہے کسواسطے کہ جب الفاظ غیرہ چند حروف مین باہم اشتراک رکھتے ہین اور کسی حرف مین اختلاف تو اُنکے معانی مین بھی اشتراک اور اختلاف ہوتا ہے مثلاً قثم و قسم و قشم و قصم و قضم و قلم ملاحظہ فرمایئے توان سب مین شکستگی و وبریدگی کا مضمون دائر و سائر ہے اور پھر باہم انکے معانی مین اختلاف بھی موجود ہے یعنی ہر ایک اپنے جدے جدے مخصوصہ معنون پر دلالت کرتا ہے قثم بالفتح والثاء المثلثہ مال سے ایک حصہ الگ کرکے دینا اور قسم بالسین المہملہ کسی چیز کے حصے اور ٹکڑے کرنا اور قشم بالشین المعجمہ کھانا اور کھجور کے پتون کو درازی مین پھاڑنا اور قلم باللام ناخن تراشنا غرض ان الفاظ مین جیسا اشتراک قاف اور میم مین تھا ویسا ہی اشتراک انکے مضمون خاص مین ہے اور جیسا اختلاف اُنکے عین کلمہ مین ہے ویساہی اختلاف اُنکے معانی جزئیہ مین ہے بلکہ ہم صاف دیکھتے ہین کہ حروف کی سختی و نرمی سے کلمہ کے معنون مین سختی و نرمی آجاتی ہے مثلاً قصم مہملۃ العین و قضم معجمۃ العین جیسے نرمی صاد مہملہ مین اور سختی ضاد معجمہ مین ہے ویسی ہی نرمی اور سختی اُنکے معانی مین ہے یعنی قصم اس طرح کے توڑنے کو کہتے ہین کہ ایک متصل واحد منفصل ہوجاے اور قضم بعض دانتون سے اس طرح کے چبانے کو کہتے ہین کہ جس سے ریزہ ریزہ بنجاے اگراس سے بھی زیادہ سختی معنون مین پیدا کرنی منظور ہوتی ہے تو قاف کو خاء معجمہ سے بدل دیتے ہین جیسے خضم یہ کل دانتون سے چبانا ہوتا ہے **الخضم الاکل بجمیع الفم والقضم دون ذلك** کما فی الصراح۔ اب معلوم ہوگیا کہ حروف کو بھی الفاظ کے معانی مین دخل ہے بلکہ حرکات و سکنات کو بھی جیسے حیوان کی توالی حرکات بلکہ ترتیب حروف کو جیسے لفظ بلع مین ترتیب مخارج حروف کو ترتیب معانی کے ساتھ کس بلا کی مناسبت ہے ملاحظہ فرمایئے اول تو با حرف شفتی پھر لام وسطی پھر عین حلقی اور نگلنا بھی اسی ترتیب و تدریج سے ہوتا ہے اسی طرح ہیأت ترکیبی کو بھی لفظ کے معنی مین بڑا دخل ہے چنانچہ اسی بناء پر نہی راعنا کے قول پر آئی کیا معنی کہ راعنا صیغہ باب مفاعلہ کا ہے جسکی ہیأت خاص مساوات بین المخاطبین کو چاہتی ہے تو گویا یون کہا کہ تو رعایت ہماری کی

ہم تیری رعایت کرینگے اور ایسی گفتگو رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم سے کرنی بدلیل لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا بیجا ٹھہری اسی واسطے اُنْظُرْنَا جو بالمادہ شفقت کا کلمہ ہے تعلیم ہوا اور اس بات پر بھی غور کرنی چاہیے کہ جب حروف کی مناسبات طبعی کو جو کہ ایک امر معنوی تھا ملحوظ رکھا جاوے تو ان مناسبات صوری کو جو اُنکی شکل کے ساتھ تعلق رکھتی ہین کیونکر لحاظ نکرین بوجہ اسی شرافت کے اس زبان نے کلام خداوندی سے عزاسمہ تشریف قبولیت حاصل کی چنانچہ آغاز کلام مجید الم ذلك الكتاب لا ريب فيه کو دیکھیئے خصوصاً ان حروف مقطعات کو بغور ملاحظہ کیجیے اگرچہ مفسرین رحمہم اللہ تعالے نے انکے کئی معنی بیان کیے ہین لیکن ان حروف کی شکل اور صورت کو نظر کرنے سے میری فہم ناقص مین یہ معنی آئے ہین کہ الف سے ذات بحت جل وعلی شانہ اور لام سے اُسکی صفات اور میم سے ذات معجز آیات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہے اور وجہ مناسبت ان معنی کی مجملاً یہان کچھ عرض کرتا ہون ملاحظہ فرمائین اگر پسند خاطر شریف ہوز ہے نصیب ورنہ جہل و نادانی تو اپنی کل کائنات ہے تعجب کی کیا بات ہے ۔

ادنے فکر سے یہ بات کھلجاتی ہے کہ ہر حرف کے فی حد ذاتہا خواص الگ ہین مثلاً الف جسطرح یہ منارہ سا کھڑا ہوا ہے ویسے ہی وہ دو زبرون کی قوت مین سمجھا گیا ہے اسی وجہ سے فتح کو اخت الف کہتے ہین اور اخت ایک حصہ میراث سے پاتی ہے اور اخ دو حصے تو زبر کا نصف الف اور الف کا دو زبرونکی قوت مین ہونا اچھی طرح واضح ہے پس معلوم ہوا کہ اس حرف کو اپنی شکل کیطرح اونچائی مین سوا اسکے اور بہت سے خواص مین دخل ہے مثلاً وہ اول الاول حرف ہے اُس سے کوئی اول نہین اپنے تقدم ذاتی کے ساتھ وہ صدر نشین اولیت ہے اب عند الترکیب اس حرف کا اپنے ماقبل سے امتزاجی ترکیب پانے اور اپنے مابعد سے نپانے کو ہم کہہ سکتے ہین کہ وہ کسی سے تعلق خلطی اور امتزاج نہین رکھتا دوسرا یہ حرف نقطہ کے داغ سے منزہ ہے تیسرا یہ کہ یہ حرف ہمیشہ ساکن مانا جاتا ہے اور حالت سکون اُسی حالت مطلقہ کی صورت ہے جس کو ہم باین عبارت ادا کر سکتے ہین کہ یہ حرف حدوث تبادل و تداول حرکات سے منزہ ہے اسی طرح ہر حرف مین خواص الگ الگ موجود ہین لیکن انپر ہماری واقفیت کوئی ضروری نہین اور واضع صور و حروف حکیم مطلق جل وعلا شانہ ہے تو انکی خاصیتون کو جانتے بوجھتے کیونکر اہمال تناسب کرتا تو ضرور واضع جلت حکمتہ نے مع رعایت خواص مناسب ہر ایک کی صورت وضع کردی پس ہمارا مدعا البتہ بیّن الثبوت ہوگا کہ الف کی اولیت اور علو اور بے نکتگی اور عدم عروض حرکات مع ہذا اُسکی یہ - ا -

صفا اور نا علاقہ دار شکل جس مین خم و پیچ کا نام نہین اُس سے ذات بحت خداوند پاک مراد ہونے مین کھلی کھلی
مناسبت رکھتی ہے کسواسطے کہ درجہ ذات مین وہ وراء الورا ءصفا در صفا مقام ہے کوئی مقرب وہان نہین
پہونچتا کسی مستفیض کا دست تعلق اُس پر نہین ٹھہرتا شعر بشر ماوراے جلالش نیافت ٭ بصر منتہاے
جمالش نیافت ٭ جب اشرف المخلوقات بشر اُسکی تجلیات سے پرے جو درجہ ذات کا ہے پہونچنے
نپایا اور اسرع و انفذ الاشیا بصر کو اُسکی سرحد جمال پر پہونچنا میسر نہ آیا اورون کی کیا ہستی بس اب
استفاضہ اُس وجود باجود سے بوجہ اُس غنی مطلق کی وجوبیت ذاتی اور اس ہمہ تن محتاجی امکان کے
محال تھا اسیواسطے صفات جو ذات سے درجہ تنزل کا رکھتے ہین بوجہ اپنی قدامت و امکان دونون
جانب کی رعایت سے واسطۃ الفیض ہوئین اور ہر طرح کا تعلق اور اُلجھاؤ عالم کا ان صفات کے ساتھ
ہے جس سے رب رازق خالق غفور کریم وغیرہ اُسکو کہتے ہین تو دیکھیے کس خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ
شکل لام۔ ل۔ مناسبات صفاتیہ کو کھلی کھلی بتلا رہی ہے کسواسطے کہ لام الف کے تنزل سے
حاصل ہوتا ہے اور متناہی تنزل ایک علاقہ اور آنکڑے کی شکل پر ہوتا ہے اس سے یہ بات بھی
ظاہر ہوگئی کہ لام نہ تو بالکل عین الف ہے نہ تو بالکل غیر الف اور پھر ان کے اسمون کی محبت قلبی
جو لام مین الف اور الف مین لام پڑا ہوا ہے سوان دونون باتون سے وہ مسئلہ مسلمہ اہل سنت
کہ صفات نہ عین ہین نہ غیر کیسا منصہ کمال پر جلوہ پا رہا ہے اور جیسے اُس ذات پاک جل شانہ سے
بغیر واسطہ صفات کے کسیکا فیضیاب ہونا ناممکن تھا اسیطرح بغیر وسیلہ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم
صفات سے تعلق پکڑکر اپنے آپ مستفیض ہو جانا باقتضاے لولاک لما خلقت الافلاک محال تھا
خصوصاً اس فیض سرمدی تک جو تنزیل قرآن مجید سے منظور تھا بغیر ذات بابرکات آپکے کون
پہونچتا کسواسطے کہ آپ کی ذات صفات خداوندی کے ساتھ تعلق اتم رکھتی ہے اسیواسطے آپکے
اخلاق کو قرآن فرمایا گیا اور آپ کی ذات مجمع البرکات چشمۂ فیوض ہے تو دیکھیے شکل میم۔ م۔
مین ان امور کا لحاظ اور مناسبت کس درجہ ملحوظ ہے اور یہ بات بھی ہے کہ میم متناہی لام ہی
اور یہ مشیر اس امر کا ہے کہ بعد ذات جل علا شانہ کے درجہ صفات کا ہے بعد صفات کے بجز
ذات منبع الکمالات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کسیکا مقام نہین سب اس نسے نیچے ہین یہ معنی
خاتمیت کے ہین ہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ٭ اور اسکے مسمی یعنی م کا شکل دائرہ

ہوناجسکی نہایت عین ہدایت ہے اور اسکے اسم یعنی **میم** کے اول و آخر میم ہونے مین یہ نکتہ ہے
کہ جب سے آپکے چشمۂ فیض سے عالم پر دہانۂ فیضان کا اول سے بہتا ہے آخر تک بہیگا یہی ایماے عدم
نسخ شریعت غرا یہ محمدی ہے صلے اللہ علیہ وسلم یہ تینون حرف جیسے بے نقطہ ہین بے نکتہ ہین اور پھر لام
کے ساتھ علاقہ پانے کے لیئے یہ حلقہ ھ کیسا کچھ مناسب ہے اور اُس چشمہ سے جو بوسیلہ لام الف کے
فیض سے پُر ہے اپنے تحت یعنی جانب عالم میزاب کی طرح کیسا دہانہ فیضان کا روان ہے غرض
یہ ارشاد ہے کہ وہ فیض ذات عز اسمہ وجل شانہ جو مبیانگی صفات تقدس آیات زبان پاک محمدی صلے اللہ
علیہ وسلم سے جاری کیا گیا ہے وہ کتاب ہے جس مین شک نہین مسلمات سے ہے کہ یہ کتاب مجید
وفرقان حمید سب سے بڑا فیض ہے اب اختیار اشارۂ بعید ذلک کی مناسبت بھی خوب سمجھ مین
آتی ہے وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاَشْیَاءِ -

حرکات اور سکون اور تشدید کی حقیقت ۱۲

اور یہان یہ بات بھی قابل معلوم کرنے کے ہے کہ زمانہ قدیم مین ان حرکات کی کوئی صورت معین
نہ تھی چونکہ نفس کو اداے سخن مین حرکات متنوعہ پیش آتے ہین کبھی جانب بالا کبھی جانب زیر
کبھی آگے کی جانب کو میلان ہوتا ہے اسی مناسبت سے اداے حرکات ثلثہ کے لیئے حروف
کے اوپر نیچے آگے نقطے دھر دیئے زبر زیر پیش نام کر دیئے لیکن نقطۂ اصلی سے التباس کو رفع کرنیکے
لیئے رنگ اس نقطۂ محرکہ کا رنگ مکتوب سے مغائر ہوا کرتا تھا پھر بعد ایک زمانہ دراز کے خلیل بن احمد
عروضی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اہتمام رنگ مغائر مکتوب ایک عبث وقت مہمل کلفت ہے معہذا جیسی یہ
حرکات میلان نفس بجہات ثلثہ کے مشعر ہین اپنے مابعد سے توسل بھی پیدا کرتے ہین تو اس مناسبت
سے اُسی نقطہ کو جانب متوسلہ حرکت خطی دیدی اور چونکہ پیش مین التباس حرکت مابعد سے ہوتا تھا
بلحاظ ہیأت مخارج جو اُسکے ادا کے وقت لب آگے کی جانب سمٹتے ہین جس وجہ سے ضمہ نام ہے
اُس خط نقطہ زاد کے سرے کو آگے کی جانب سمیٹ کر بالائی حرف رکھدیا اور سکون کے لیئے چونکہ
یہان نہ مابعد سے توسل ہے نہ نفس کو حرکت تو فقط نقطہ پر کفایت کیا لیکن پھر بوجہ اُسی التباس
نقطۂ اصلی و وقت اہتمام رنگ صورت صفر دیدی کسواسطے کہ یہ استداد خطی کا طرف اول ہے اور
وہ استداد سلسلۂ اعداد کا طرف اول یعنی نقطہ وصفر یہ دونون طرف کم مطلق کے ہین لیکن روائی کتابت
مین نصف صفر پر کفایت کرجاتے ہین چنانچہ اسطرح ـــ آج کل مروج ہے غرض اس سے معلوم

ہوگیا کہ یہ کل حرکات وسکنات قسم اعراض سے ہین جنکا وجود مستقل بنفسہ بغیر کسی حرف پر قائم ہونے
کے امکان نہین رکھتا یعنی ہم کسیکو حرکت وسکون مین سے بغیر مدد کسی حرف معروض کے ادا نہین
کر سکتے اسیطرح یہ امر بھی منکشف ہوگیا ہوگا کہ یہ حرکات باہم علاقۂ تضایف رکھتے ہین جنکا اجتماع
ایک حرف پر ایک حیثیت سے ممتنع ہے رہے حرکات مع سکون یہ بھی بوجہ تقابل عدمی ایک حرف پر
ایک حیثیت سے جمع نہین ہوسکتے اور **تشدید** ایک ہیأت مرکبہ از حرکات وسکون کا نام ہے اور
ظاہر ہے کہ جب دو شے وحدت صوری وترکب معنوی پاوین ضرور اُن مین شدت وثقل حاصل ہوگا
اسیوجہ سے معروض التشدید کا مشدد نام ہے الحاصل چونکہ مشدد در اصل ایک نوع کے دو حرفون
کے ادغام وادخال صوری کا نام ہے دونون حرفون کا ایک نوع ہونا وقت ادغام شرط ہے خواہی
قبل ادغام یک نوع ہون جیسے دَرَّدْ بُرَّدْ **شعر** بدرّد یقین پردہای خیال ؎ نماند سراپردہ الا جلال ؎
خواہی قبل ادغام یک نوع کے نہون جیسے بَتَّرْ اور چونکہ ادخال اکثر ایک شئے مُدخل فیہ ساکن مین شئ
داخل کو حرکت دینے سے حاصل ہوتا ہے حرف مدغم فیہ کو ساکن اور مدغم کو متحرک رکھتے ہین اس
سے معلوم ہوگیا کہ تشدید مین اجتماع حرکت وسکون حرف واحد پر نہین ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا
کہ ماقبل مدغم ساکن کے حرف متحرک کا ہونا واجب ہے ورنہ بعض مواضع مین ابتدا بساکن لازم آئیگا
جس کا استحالہ علم صیغہ مین ثابت ہے اسی واسطے اسکو شکل سکون مابین الحرکتین کی دی گئی۔
یعنی صفر بین الخطین اور صفر کا خطوط محرکہ سے باہم پیوند برائے اشعار وحدت ادغام ہے چونکہ یہ دونو
طرفی حرکتین حیثیت اطلاق مین متعین کیا معنی کہ اُن حرکتون کی نہ تعیین فتحی ہوسکتی ہے نہ کسری
نہ ضمی کسواسطے کہ بیان مطلق تشدید ہے قطع نظر اسکے کہ طرفون مین فلان حرکت ہو اور نیز اس
مطلق کا بغیر تضمن فرد من الافراد متحقق ہونا ممکن نہ تھا بخوف ترجیح بلا مرجح اسکو فرد کامل اعنے
فتح کے پیرایہ مین جلوۂ ظہور دیا اور کمال جنبش فتحی خود اُسکے عنوان عالی سے مترشح ہے ـّ
لیکن روانی تحریر مین حلقۂ صفر کے دونون کنارہ یمین ویسار کو ملا دیتے ہین اور حرکت ثانیہ کو برقیاس
حروف ایک دامنہ پر ختم کرتے ہین جیسے ـّ مثلاً لام اس ل صورت کا نام تھا لیکن روانی تحریر مین
ل دامنہ اور علاقہ دار صورت کردی اور ممکن ہے کہ حقیقت صورت تشدید کی ایک خط اور نصف
زیرین صفر کی ترکیب ہے جو مشعر حرکت حرف اول وسکون ثانی ہے جیسے ـّ یا اُسکا عکس یعنی

ایک نصف زیرین صفر جزمی اور ایک خط حرکتی سے مرکب ہو جیسے لا پر لیکن اتصال خط حرکتی
وسکون کا دونون صورتون مین برائے اشعار ادغام معروض و وحدت ترکیبی عارض سے خاصت
صورت ثانیہ مین وامنہ بوجہ روانی قلم واختتام نقش ہے۔

فارسی زبان مین حروف تہجی چھبیس ہین

خیر حروف موضوع ہون یا مہمل زبان فارسی مین تیئیس ہین اور ذال معجمہ کو حروف فارسیہ مین شمار
کرنا خلاف تحقیق ہے چنانچہ محقق فرزانہ اسد اللہ خان غالب نے اپنے اُستاد ہرمزد سے درفش کاویانی
مین نقل کیا ہے کسواسطے کہ اہل فارس کی طبیعت نازک اور انکا مزاج غایت درجہ کا نزاکت پسند تھا
تو اپنے پر اتنی دشواری کو کہ دو حرف متحد المخرج زبان سے نکالین گوارا نہین فرماتے تھے بلکہ قریب المخرج
کو بھی زبان پر نہین لاتے اسیواسطے سین سعفص کو جب لیا ہے ثائے مثلثہ و صاد مہملہ کو چھوڑ دیا
تائے قرشت کو لیا طائے مہملہ کو چھوڑ دیا الف کو لیا تو عین کو چھوڑ دیا غین معجمہ کو لیا تو قاف کو چھوڑ دیا بلکہ خائے ثخذ کو لیا تو قاف کو
چھوڑ دیا ہائے ہوز کو لیا تو حائے حطی کو چھوڑ دیا اسی طرح جب زائے معجمہ کو لینے کی وجہ سے ضاد

ثخذ کا بیان

وظائے معجمتین کو چھوڑ دیا پھر اس ذال معجمہ کو باوجود زائے ہوز کسطرح لیتے اداے مخارج کی دقت
پسندیان اہل عرب ہی کا حصہ ہے۔ رہا ہمزہ یہ سوائے الف کے اور کوئی شے نہین اور یہ
بھی واضح رہے کہ خداوند کریم کے ہان سے بفحوائے علم آدم الاسماء کلہا ہر ایک شئے
موجود کے لیئے ایک ایک اسم عنایت ہوا ہے تو ان حروف کے لیئے بھی ایک ایک نام اس قسم کا موضوع
ہے کہ خواہی حروف ملفوظہ ہون یا منقوشہ انکا اسم نام عین مسمی ہوگا یعنے اگر حرف ملفوظی ہے اُسکے
اسم ملفوظی کا اسم حرف عین مسمی ملفوظی ہوگا۔ اگر حرف منقوشی یعنی مکتوبی ہے تو اُسکے اسم منقوشی کا
اسم حرف عین مسمی منقوشی ہوگا۔ اور یہ بھی خیال رکھین کہ مسروری ملفوظی مقلوبی انہین اسمای حروف
کی توزیع ہے نہ حروف من حیث ہی ہی اور کتب قواعد مین جو حروف کو خود مقسم بتایا ہے تسامح ہے

تقسیم حروف بحیثیت اسم

وہان بھی حیثیت اسمی ملحوظ ہے یعنی حروف من حیث الاسم۔ اور وجہ تسمیہ ملفوظ و مقلوب کی ظاہر
ہے لیکن ان دو حرفی بار ۱۳ اسمون کو مسروری کہنے کے تین وجوہ سمجھ مین آتے ہین کیا معنی کہ یا تو
وہ منسوب ہے بجانب مسرور بمعنی ناف بریدہ جو ماخوذ ہے سر بالفتح سے بمعنی ناف بریدن لے
و سر الصبی ناف برید کودک را کما فی المنتہی الارب چونکہ ناف بحسب ولادت جزو اخیر مولود بھی ہے
چنانچہ اُسکا تعلق جسم ولد کے ساتھ مشعر ہے اور ایک شئے زائد بھی چنانچہ جسم ولد سے وہ قطع کیا جاتا ہے

وجہ تسمیہ مسروری وغیرہ

پس حروف سسرری کا اخیر ہمزہ باعتبار اصل وضع اُن کا جزو اخیر بھی ہے اور اہل فارس ایک شئے زائد کی طرح گرا بھی دیتے ہین انکے نزدیک یہ امر کچھہ انہین اسماے حروف کی خصوصیات مین سے نہین ہے بلکہ انکے ہان ہر الف ممدودہ الف مقصورہ کا قافیہ واقع ہوجایا کرتا ہے۔ حافظ فرماتے ہین شعر بملازمان سلطان کہ رساند این دعارا ؛ کہ بشکر بادشاہی زنظر مران گدارا ؛ عرفی کہتے ہین شعر اے برزدہ دامن بلارا ؛ سر در پے خویش دادمارا ؛ شعر اول مین دعا اور شعر ثانی مین بلا جنکی اصل دعاء و بلاء الف ممدودہ کے ساتھہ ہے حرف اخیر ہمزہ کو حذف کرکے گدا اور ما کا قافیہ کردئے گئے۔ یا وہ ماخوذ ہے سَرَّاء بالفتح والتشدید والمد سے جو کھوکری قسے کو عموماً کہتے ہین اور کھوکرے بانس کو خصوصاً کما فی المنتہی الارب۔ پس اس تقدیر پر الف وسط کلمہ سے محذوف اور ہمزہ اخیر بحال سمجھا جائیگا لیکن فارسی مین چونکہ اس قسم کے ہمزہ اور الف کے لکھنے اور پڑہنے مین کچھ فرق نہین کرتے دونون تقدیر پر یہ اسمای حروف ایک ہی طرح لکھے پڑہے جائینگے۔ یا وہ منسوب ہی جانب سرور جو مفعول یَسَّرَ یُیَسِّرُ سُرُوْرًا کا ہے کیا معنی کہ ان اسمون کو جیسے الف کے ساتھ با تا ثا حا کہتے ہین اُسی طرح امالہ کے ساتھ بے تے ثے حے کہنا بھی جائز ہے چونکہ دونون طرح کی اجازت سے ایک نوع کی تنگی نکلگئی طبیعت کو حصول وسعت سے سرور ہوا سسرری نام رکھنا ارتجال سے دور ہوا لیکن بہر تقدیر نام ان اسمای حروف کا سسرری رکھنا اگرچہ بحسب لغت عرب ہے مگر توجیہ وعلت تسمیہ باعتبار استعمال عجم ہے ورنہ اہل عرب بغیر ہمزۂ اخیر استعمال نہین کرتے واللہ تعالے شانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انہین چند حروف کی باہمی ترکیب سے لفظ اصطلاحی بنتا ہے جسکے بیان کے ہم درپے ہین ورنہ ازروے لغت مُنہ کی پھونک کو بھی لفظ کہہ سکتے ہین۔ پس اب جاننا چاہیئے کہ جو لفظ زبان سے آدمی کی نکلے اگر معنی رکھتا ہو موضوع ہے ورنہ مہمل۔ موضوع کی دو قسم ہین مفرد اور مرکب۔

لفظ مطلق کی تقسیم
لفظ موضوع کی تقسیم

لفظ مفرد کی تعریف

مفرد وہ لفظ ہے کہ دلالت جزو لفظ کی اُسکے جزو معنی پر باعتبار وضع اصلی کے نہو جیسے زید عمرو بکر پس وضع اصلی کے اعتبار سے ناظم شروان شیوا سے طوس اور ایسی ہی القابی اور علمی ترکیبین نکل گئین اسواسطے کہ اُنکی اصلی وضع ناظم اور شروان شیوا اور طوس کی اپنے جدے جدے معنون پر دال ہے ہان یہ وضع القابی ثانوی وضع ہے رہا منطقیون کا ایسی ترکیبون کو مفرد کی

قسم مین درج کرنا محض رعایت معنوی ہے کیونکہ انکی غرض اصلی معنون کے ساتھ متعلق ہے - اور
نحویون کا انہین القاب مرکبہ کو مرکبات مین داخل کرنا فقط لفظی رعایت ہے کسواسطے کہ غرض اصلی نحویون
کی لفظ کے ساتھ متعلق ہے - اور مرکب وہ ہے جو اسطرح نہو جیسے ناظم شروان وغیرہ - اور اُس لفظ
مفرد بامعنی کو کلمہ کہتے ہین اسکی تین قسم ہین - اسم - فعل - حرف -

بحث الاسم

جو کلمہ کہ اپنے معنی بتلانے مین مستقل ہو نہ کسی زمانہ کی قید سے پابگل تو شرف استقلال کی جہت سے
اعلےٰ مقام پایا سمو المکانی سے اسم نام پایا اولاً یہ جامد - مصدر - مشتق پر منقسم ہے -
جامد ایک جاہوا کلمہ ہے نہ وہ کسی سے مشتق ہے نہ اُس سے کوئی اور وہ نکرہ اور معرفہ پر منقسم ہے -
نکرہ ایک غیر معین شئے کا نام ہے جیسے کاغذ قلم دوات اسکی کئی قسم ہین ایک تو اسماے اصوات جن سے
جانورون کو بلاوین ہانکین اُٹھاوین بٹھاوین - اگر غور کیجئے تو یہ بمنزلہ اسماے افعال کے معلوم
ہوتے ہین اُنکو نکرہ اور معرفہ کیا کہیئے گا یا جن سے جانورون کی آوازون کی حکایت کرین یہ البتہ نکرہ
ہین جیسے کوّے کی آواز کو قاف کے ساتھ - مولانا جامی قدس سرہ العزیز کے معما سے نقل کیا جاتا ہے
شعر یک بانگ کلاغ و نیم کنجد ٭ نام بت من دران بگنجد ٭ اور قمری کی آواز کی نقل کوکو کی عمر خیام
علیہ الرحمتہ کا شعر ہے شعر آن قصر کہ با چرخ ہمی زد پہلو ٭ بر گنبد او شہان نہادندی رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختۂ ٭ بنشستہ ہمی گفت کہ کوکو کوکو - یا اور کسی چیز کی نقل کرین جیسے ترنگا ترنگ
و چقا چق کمان اور تیر اور شمشیر کی آواز - نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین شعر ز بیم چقاچق کہ آمد ز تیر ٭
کفن گشت در زیر جوشن حریر ٭ ترنگا ترنگ درخشندہ تیغ ٭ زماہ در تہا بر آوردہ میغ ٭ ترنگ کمانہاے
بازو شکن ٭ بسے خلق را بردہ از خویشتن ٭ اور یہ ابیات زیب النسا کی اس قسم کی صداؤن سے گونجتی
ہین قطعہ از صداہاے جہانم چار چیز آمد پسند ٭ قلقل بلنگ صراحی چرچر سیخ کباب ٭ مچ مچ بوس و
کنار و سر سر شلوار بند ٭ اسیطرح مصیبت مین انسان کا ہاے واے کرنا خوشی اور تعجب مین
واہ واہ کرنا -

دوسرے اسماے ظروف خواہی وہ زمانی ہون خواہی مکانی - اول یعنی زمانی جیسے چون و چو وگاہ شعر
گفتہ بودم چو بیائی غم دل باتو بگویم ٭ چہ بگویم کہ غم از دل برود چون تو بیائی ٭ خاقانی رح شعر

از دور درفشہا نمائی ٭ گگاہے نکنی گرہ کشائی ٭ ثانی یعنی مکانی جیسے پست و بلند و نشیب و فراز
و پیش و پس و زیر و زبر۔ فردوسی علیہ الرحمۃ زلیخا مین فرماتے ہین شعر چپ و راست و پیش و پس زیر و بر
زلیخا نے بت ردے بد سر بسر ٭ اور اسی صورت کا ایک حرف رابطہ ہوتا ہے جسکو عربی والے جار
کہتے ہین بمعنی علی لیکن فرق اتنا ہے کہ استعمال معنی اول مین خواص اسم اُسپر آتے ہین جیسے مضاف
واقع ہونا اگرچہ علامت اضافت تحقیقاً ہو یا حکماً اور معنی ثانی مین یہ بات نہین ہوتی نظامی قدس سرہ
فرماتے ہین شعر کہ بسیار نا اید برانند کے ٭ یکے بر صد آید نہ صد بر یکے ٭ اور خاصۃً ظرف زمانی مین
اکنون اور اُسکا مخفف کنون اور نون فردوسی رح شعر و لیے اے پسر گاہ آنست نون ٭ کہ سازی یکے
چارۂ پُر فسون ٭ اور زمان اور مکان مین مشترک ایدر و ایدون معرفہ ہین اور ایدر اوسی ادہر ہندی
کے معنون مین ہے مثال ایدر زمانی شیواے طوس فردوسی رح کا مشہور شعر ہے شعر
بدو گفت ایدر ابی کام تو ٭ بنویم نجویم بجز نام تو ٭ یعنی این زمان مثال ایدر مکانی کی فردوسی رح
جنگ سہراب و رستم کی داستان مین لکھتے ہین شعر بدو گفت ہومان کہ فرمان شاہ ٭ چنین بد
کز ایدر نجنبد سپاہ ٭ یعنی ادہر سے۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ شعر گر ایدون در آید فریدون بمن ٭ گرفتار
گردد ہمیدون بمن ٭

ایدر زمانی و مکانی

تیسرے اسمائے کنایات وہ چند اسم ہین کہ جب کہنے والا اپنے مخاطب کو حاضرین سے چھپا کر
بیان کرنا چاہے یا اُس سے پوچھے اُنکو استعمال کرتا ہے اور یہ کبھی کنایہ معدود سے ہوتے ہین
کبھی عدد سے کبھی سخن سے۔ اول جیسے باہمان جسکا امالہ بیہمان محاورہ خراسانیون کا ہے اور اسکا
مخفف بہمان بالکسر اور بہمدان بجاے بہمان کاشیون کا روزمرہ ہے کہ اُسکو باستا و اور امالہ کے ساتھ
بیستار بھی کہتے ہین جیسے عربی مین لفظ فلان مستعمل ہے اُستاد رودکی کا شعر ہے شعر اے
خواجہ این ہمہ کہ تو بر سیدہی شمار ٭ بادام تر و سنگی دبہمان و باستار ٭ شمس فخری کہتے ہین شعر
با وجود از شہان باستان ٭ چرخ نارد بر زبان جز بیستار ٭ غرض یہ الفاظ اپنی وضع و ذات
مین نکرہ ہین لیکن وقت استعمال بلحاظ خصوصیت و اعتبار عہدیت معرفہ ہو جاتے ہین اور یہ ذو العقول
و غیر ذو العقول ہر دو سے کنایہ ہوتے ہین حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے شعر تو بر آوردہ دست
بر بہمان ٭ کہ چرا دست مے بر آرد آن ٭ مگر غالباً ان کا استعمال لفظ فلان کے ہمراہ ہوتا ہے بہمین معنی

اسمای کنایات

باہمان و بہمدان و باستار کا بیان

اُستاد المحققین حضرت قلندر حسین اطہر قدس سرہ العزیز الاکبر نے ان کو تابع لفظ فلان فرمایا نہ بحسب اصطلاح کیا معنی کہ تقدم توابع کا متبوعات پر خلاف موضوع ہے اور یہ الفاظ بلفظ فلان پر بلا مضائقہ مقدم ہوجاتے ہین چنانچہ امثلہ سے ہویدا ہے عرفی **شعر** چہ احتیاج کہ گویند استان ؛ کین از فلان مجوے وز بہمان فلان مخواہ ؛ سنائی رحمۃ اللہ علیہ **شعر** آواز بر آوردہ کہ اے قوم تن خویش ؛ دوزخ مبرید از پے بہمان و فلان را ؛ انوری **شعر** در نسبت شاہی تو ہمچو شہ شطرنج ؛ نا مست دگر ہیچ چہ بہمان چہ فلان را ؛ علی بن حسن باخرزی کا شعر ہے **شعر** نہ چشم چراگہ کند روے ساقی ؛ نگوشم بدزدد حدیث نہانی ؛ ز مطرب سرود آرزو ہم نخواہم ؛ نگویم فلانی تو یا باہمانی ؛ درویش والا ہروی **شعر** تا بہ براہین ذو العقول و حجت ؛ جاے فرود یقین دہند گمان را ؛ زیر نگین تو باد ملک سراسر ؛ زان بکنم عرض بہمان و فلان را ؛ باد بفعل آمدہ ز قوہ بعہدت ؛ ہر چہ توان نام سعد کرد قران را ؛ اور ان پر یاکی زیادتی سے فلانی و بہمانی بھی کہدیتے ہین خصوصا فلان کو ہاے مختفی کی زیادتی سے فلانہ بھی کہدیتے ہین مگر بہمان مین یہ دونون زیادتیان مسموع نہین ۔ سنجر کاشی **شعر** بہ تخلص نتوان ہمسری من کردن ؛ چہ اگر نام فلانی شدہ یا بہمانی ؛ غنیمت **شعر** دلے باید ز فیض ناتوانی ؛ جواب چشم بیمار فلانی ؛ امیر خسرو علیہ الرحمۃ **شعر** صنما بیا کہ خسرو ز براے تست ہر شب ؛ در دیدہ باز کردہ کہ فلانہ درآید ؛ شیخ علی نقی **شعر** شب کہ یک شہر چو من داشت خرابات خراب ؛ بہمدان بود و فلان بود نمے دانستم ؛ ثانی کنایہ از عدد یعنی وہ لفظ کہ کمیت منفصلہ عددی کی طلب کے لیئے استعمال کیا جاوے جیسے چند یہ لفظ اصل مین چہ اور اند سے مرکب ہے اسیواسطے یہ لفظ چند استفہام کے لیے حقیقت اور استخبار کے لیئے مجاز سمجھا گیا ہے چنانچہ زبان پہلوی مین اند بھی مستعمل ہے ۔ مولاناے روم کا شعر ہے **شعر** گفت او اکین ہمہ حلوا بچند ؛ گفت کودک نیم دینارست واند ؛ نظیری کا شعر ہے ۔ **شعر** آنکس کہ دین ندارد و گوید کہ عارفم ؛ تکفیر او بملت ہفتاد و اند کن ؛ اور اندک اسی اند کا مصغر ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے غرض لفظ چند عدد غیر معین کا کنایہ ہے ۔ بعضون نے کہا ہے کہ یہ لفظ دو سے زیادہ اور دس سے کم پر بولا جاتا ہے بعض نے اسکو بضع کا ترجمہ سمجھا ہے اور کہا ہی کہ ایک سے نو تک پر بولا جاتا ہے اور بعضون نے کہا ہے ایک سے پانچ تک پر استعمال پاتا ہے غرض پانچ ہون یا نو یا دس ان قلیل مقدارون پر اکثر لفظ چند بولا جاتا ہے ۔ اور اگر اس عدد

غیر معین کی قلت و کثرت مین مبالغہ منظور ہو تو بزیادتی حروف مبالغہ یا و نون چندین کہا کرتے ہین
مثال ہر دو کی بلف و نشر معکوس سعدی علیہ الرحمۃ کی اس نثر سے واضح ہے **نثر** گفت این گدائے
شوخ چشم مبذر را کہ چندین نعمت بچندین مدت برانداخت برباید - اور مبالغہ کثرت کی مثالین بہت
ہین سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین **شعر** فرو ماندم از شکر چندین کرم ✤ ہمان بہ کہ دست دعا گسترم ✤
ولہ عجب نیست بر خاک اگر گل شگفت ✤ کہ چندین گل اندام در خاک خفت ✤ اور اسیطرح ہی نخست
او نخستین یہان اس مبالغہ سے ابتدائے حقیقی کے معنی پیدا ہو گئے گو کہ بعض وقت مجازاً معنی ابتدائے
غیر حقیقی مین مستعمل ہو جاتا ہے اور یہی معنی کثرت جو بذریعہ حروف مبالغہ حاصل کیئے گئے ہین الحاق
ادات جمع سے بھی حاصل کرتے ہین - سعدی رح فرماتے ہین **شعر** تو در روے ہمان عیب دیدی کہ ہست ✤
ز چندان ہنر چشم غفلت ببست ✤ چونکہ یہ دونون لفظ لفظ چند سے ترکیب پاتے ہین تو اسی کی طرح
استفہام و استخبار دونون مین استعمال کیئے جاتے ہین - یعنی جب سوال کے موقع مین واقع ہون
استفہامی اگر جواب یا خبر کے تو کہ خبریہ کیطرح استخباری ہین مثال استفہامی کی ظاہر ہی استخباری
جیسے اوپر کے اشعار مین از شکر چندین کرم ز چندان ہنر وغیرہ اور فردوسی رح کا یہ شعر بھی اسی
معنی مین ہے **شعر** بیاورد چندان زر و خواستہ ✤ ابی آنکہ زو شاہ بد خواستہ ✤ یعنی بہت
کچھ زر و مال بغیر طلب بادشہ کے لایا - ممکن ہے کہ چندان اور چندین لفظ چند اور اسمائے اشارہ
آن و این سے مرکب ہو اور ان مین کثرت و قلت کا مبالغہ تعظیمی و تحقیری قرب و بُعد سے لیا گیا ہو
اسوقت لفظ چند کو بمعنی قدر و مقدار سمجھنا چاہیئے اور یہ مقدار زمانی ہو یا غیر زمانی یعنی چندان
و چندین بمعنی اُسقدر اور اسقدر خصوصاً اگر انکے بعد جملہ بیانیہ مصدر بکاف ہو یہ معنی بلا تکلف واضح
تر مفہوم ہوتے ہین - نظامی رح **شعر** بہی چہرہ باغ چندان بود ✤ کہ شمشاد بالا لہ خندان بود ✤ یعنی
خوبی چہرہ باغ کی اُسقدر یعنی اُس زمانہ تک ہوتی ہے کہ الخ اگر انکے بعد اس قسم کا جملہ نہو باعتبار انکی
تفخیم و تحقیر کے مبالغہ فی التکثیر والتقلیل سے کنایہ کرلیتے ہین وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب -
تمیز اس کنایہ کی معرفہ نکرہ مقدم موخر مفرد جمع سب درست ہے لیکن متاخرین کے ہان جمع کم مستعمل ہے
موخر التمیز جیسے کہا جاتا ہے آنجا چند مرد بودند - مقدم التمیز سعدی رح **شعر** با عزیزے نشست روزے
چند ✤ لاجرم ہمچو او گرامی شد ✤ معرفہ نکرہ مفرد موخر کی مثال ملا نسبتی **شعر** چند عمرم باسر زلفش

یہان چندین و چندان ۱۱

نخست و نخستین کا بیان ۱۲

چندین و چندان استخباری و استفہامی ۱۱

چندین و چندان بمعنی اُسقدر و اسقدر کا بیان تمیز

بسر رفت وہنوز ؛ چیند شکل حل شدست و چند شکل ماندہ است ؛ مثال جمع کی انوری شعر خیز وازسعی بجرہا
دخان ہین وزتاثیر بخار ؛ باد وتن ہردو کنون چند رسوم عجب است ؛ ۔ نظامی شعر از پس چند چیزہای لطیف ؛
وادانعامہاے باتشریف ؛ کبھی تمیز کو بقرینہ بمقام حذف بھی کردیتے ہین نظامی رح شعر جہان خورد کان
ناتراش دگر ؛ چنین چند را خاک خار یدسر ؛ اسے چند کس را ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ چنین اسکی تمیز مقدم ہو
اور سنو کہ اسکی تمیز لفظ از کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے شعر چند چند از حکمت یونانیان ؛ حکمت ایمانیان
راہم بخوان ؛ بعض محققین نے رحمہ اللہ تعالے گلستان کے اس شعر کو از تمیز یہ کا شاہد بنایا ہے شعر
مؤذن بانگ بے ہنگام برداشت ؛ نمے دانست چند از شب گذشت است ؛ میرے نزدیک یہ خطائے
فاحش ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شعر مین لفظ پند محذوف للتمیز اور لفظ از تبعیضیہ واقع ہے یعنی چند
پاس از پاسہاے شب گذشت ست چنانچہ حضرت نظامی رح فرماتے ہین شعر مغنی توئی مرغ ساعت شناس ؛
بگو تا زشب چند رفتست پاس ؛ ورنہ شب سے لفظ از کو جو اظہار للتمیز آیا ہے حذف کیجئے تو مطلب خبط
ہو جائیگا ۔ اور اس لفظ چند پر یاے زائدہ کا لانا بھی مطلقا جائز ہے ۔ محمد قلی سلیم کا شعر ہے شعر
فزون تر زبخل وفزون تر زہمت ؛ نشیب وفراز ش بچندین مراتب ؛ اور بمعنی مقدار کے جسکو اردو
مین گونہ کہتے ہین خسرو علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر نور او کز سپہر صد چندست ؛ مہ شگاف و سپہر پیوندست
اور اسپر جیسے یاے تنکیر ووحدت کی زیادت سے چندے کہتے ہین یکچند و یکچندے بھی کہا کرتے
ہین فردوسی علیہ الرحمۃ شہر بیداد پر رستم کی چڑہائی کرنے کی داستان مین لکھتے ہین شعر [۱۹۷۲]
بہ نخچیر گور و بہ دست برو ؛ ازین گونہ یک چند خوردو شمرد ؛ مولوی معنوی قدس سرہ شعر [۲۲۸] آمد الہاش
کہ یک چندے بدند ؛ کہ درین غم بر تو منکر میشدند ؛ اور بمعنی تا کے یعنی تعیین زمان کی طلب کے
لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے عرفی کا شعر ہے شعر چند زین آتش خسپوش برانگیزی دود ؛
اے بخوش جوہری آئینہ حسن تو مثل ؛ اور یہ لفظ جب اگر شرطیہ پر لاحق ہوتا ہے تو چہ کی طرح اسکو
وصلیہ بنا دیتا ہے ۔ نظامی رح کا شعر ہے شعر ازان مے کز و شادمانی کنم ؛ اگر چند مستم جوانی کنم ؛
ثالث چنان و چنین یہ الفاظ جیسے حدیث یعنی سخن سے کنایہ ہوتے ہین اسیطرح غیر حدیث سے بھی
کنایہ کیئے جاتے ہین اصل اسکی حرف تشبیہ چون اور اسماے اشارہ آن واین سے مرکب ہے
جیسے عرب کذا کہتے ہین ۔ مثال کنایہ از حدیث کی نظامی رح شعر چنین گفت با بہمن اسفندیار

۱۱۔ چند بمعنی تمیز

تمیز کا لفظ از کے ساتھ آنا ۔

۱۲۔ چند پر یاے زائدہ کا لانا

۱۳۔ چنین و چنان کا بیان

اگر شکنی بشکنی کارزار ٭ ظہیر فاریابی شعر گرم سر ذوق گردانی بخدمت ٭ چنان گفتم کہ گفتہ بود واغل ٭ نظامی رح شعر چنان گفتم از ہر چہ دیدم شگفت ٭ کہ دل راہ باور شدن برگرفت ٭ مثال غیر حدیث کی نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر دو نیمے جنین شہریار سے چنان ٭ جہان چون نگیرد قرارے چنان ٭ ولہ شعر مبین سر درا در سر افگندگی ٭ چنان شاہ را در چنین بندگی ٭ اور وقت تکرار لفظ جیسے ویسے کے معنون مین بھی مستعمل ہے۔ نظامی رح شعر گر آسودہ ور ناتوان میزیم ٭ چنان کافریدی چنان میزیم ٭ یعنے جیسا پیدا کیا ویسا جیتا ہون۔ مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہین ص۳۰۲ شعر تو چنین خواہی خدا خواہد چنین ٭ میدہد حق آرزوے متقین ٭ یعنی تو جیسا چاہتا ہے ویسا ہی اقتضاے مشیت ایزدی ہوتا ہے اور اونکے جواب مین کاف بیانیہ کا ہونا واجب ہے تحقیقاً ہو یا تقدیراً۔ تحقیقاً جیسے امثلہ مذکورہ سے ظاہر ہے اور تقدیراً جیسے تاثیر کا شعر ہے شعر گل چنان بے ثمرہاے چمن مے پوشد ٭ آنچنان عیب ترا خلق حسن مے پوشد ٭ اے گل چنانکہ الخ۔ اور اگر وہ شئے مجہول الحقیقت کا بیان منظور ہوتا ہے چنان وچنین یہ ہر دو لفظ معا بیان کیے جاتے ہین شعر آگہ از خویشتن چو نیست چنین ٭ چہ خبر دارد از چنان وچنین ٭ اگر ان کنایات توام پر حرف ندا لایا جاوے مفید تحقیر و تذلیل منادا ہوتا ہے جیسے بزبان عوام ہند ایسی تیسی بجاے دشنام بولا جاتا ہے انوری کا شعر ہے شعر بانگ برزد مرا خرد کہ خموش ٭ تو کہ باری اے چنان وچنین ٭ اور چنان چون بجاے چنانچہ وچنانکہ مستعمل ہے نظامی رح شعر بین راہبر افروخت از گرو خیل ٭ چنان چون ادیم یمن از سہیل ٭ فردوسی رح شعر بر خویش بر تخت بنشاختش ٭ چنان چون سزا بود بنواختش۔ چوتھے اسماے اعداد ہین کہ جنسے چندگی آحاد اشیا کی بیان ہوتی ہے یعنی اگر کسی سے لفظ چند کے ساتھ مثلاً سوال کرین جیسے پوچھین در انجا چند کس بودند تو جواب مین جتنی اکائیان مسئول عنہ کی ہین بیان ہو جائین۔ مثلاً جواب مین یک یا دو یا پنج کس بودند فرمادین معلوم ہو جائے گا کہ پانچ اکائیان ہین۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک اور دو بھی اسماے اعداد سے ہین۔ گو کہ بعض حسّاب نے ان ہر دو کو اور بعض نے فقط ایک کو اعداد مین نہین گنا ہے یہ بات خلاف تحقیق ہے حالانکہ دو اور ایک تو کیا صفر بھی عدد ہے بلکہ محققین کے نزدیک صفر درمیان

ان کنایات کا توام شئی مجہول الحقیقت کے لیے استعمال

ان کنایات توام پر ندا کا لانا تذلیل و تحقیر کے معنی پیدا کرتا ہے

بیان اسماے اعداد

دو غیر متناہی سلسلۂ اعداد کے ایک واسطہ ہے جو کہ ہم صفر کے اوپر کی جانب کے سلسلہ کو سلسلہ اعداد مثبتہ اور نیچے کی جانب کے سلسلہ کو سلسلۂ اعداد منفیہ کہتے ہین - کیا تماشے کی بات ہے کہ پاؤ آدھ پونہ بالاتفاق عدد نہین ہین ایک اور دو عدد ہونے پاوین پس اسکی تعریف بھی تعاریف مشہورہ کے سوا سے ہونی چاہیئے - چنانچہ میرے استاد حضرت ابوالخیرات سید احمد صاحب دہلوی جو بڑے عالم متبحر محقق مبہر تھے اپنے استاد رحمہا اللہ تعالے سے یون نقل فرماتے ہین - عدد ایک کمیت منفصلہ ہے جو بولی جاتی ہے ایک پر اور جو ایک سے حاصل ہوا ہے پر اور حصول اسکا یا تو تکسیر سے یا تکرار سے یا زیادت سے یا نقصان سے ہو پس اس تعریف مین ایک بھی شامل ہوگیا اور تکسیر کی قید سے پاؤ آدھ پونہ داخل ہوگیا تکرار کی قید سے دو چار آٹھ اور اسکی امثال زیادتی کی قید سے تین پانچ سات گیارہ اور اسکی امثال نقصان کی قید سے صفر اور اعداد منفیہ داخل ہوگئے -

تعریف العدد علی رأی المحققین

بیان اصول اعداد

جاننا چاہیئے کہ فارسی مین اصول اعداد عربی کے طریقہ پر بابرہ پر منحصر نہین بلکہ یہ ہم مسلک اہل ہند کے ہین اور یہ فرسنداجیون کے وضع کردہ اصول ہین - فرسنداج مہ آباد کی شریعت کا نام ہے - مہ آباد بزعم آتش پرستان ایران ایران کے پہلے پیغمبرون سے ہے اس کی امت کا فرسنداج کیشان نام کرتے ہین کتاب آسمانی و نامہ یزدانی ان کے زعم کے مطابق جو اسپر نازل ہوئی اسکو آباد نامہ اور دساتیر کہتے ہین اور انہین فرسنداج کیشون کے ہان اصول اعداد کے دو سلسلے ہین تفصیل اسکی اس جدول مرقومۂ ذیل سے واضح ہے -

فرسنداجیون کے اصول اعداد کے دو سلسلے

جدول اصول اعداد

عدد	عرف فرسنداج کیشان، سلسلۂ اول: اظہار نسبت	سلسلۂ اول: اسمای اصول	سلسلۂ دوم: اظہار نسبت	سلسلۂ دوم: اسمای اصول	عرف اہل ہند: اظہار نسبت	عرف اہل ہند: اسمای اصول
۱		یکا		یکا		ایک
۲		دو		دو		دو
۳		سہ		سہ		تین
۴		چہار		چہار		چار
۵		[illegible]		[illegible]		پانچ
۶		[illegible]		[illegible]		چھ
۷		[illegible]		[illegible]		سات
۸		[illegible]		[illegible]		آٹھ
۹		نہ		نہ		نو
۱۰		دہ		دہ		دس
۱۰۰	دہ بار دہ	صد	دہ دہ دہ	صد	دس دس	سو
۱۰۰۰	دہ بار صد	ہزار	دہ صد	ہزار	دس سو	ہزار
۱۰۰۰۰			صد ہزار	سلام	سو ہزار	لاکھ
۱۰۰۰۰۰	ہزار بار ہزار	خرد				
۱۰۰۰۰۰۰	[illegible]		صد سلام	سہار	سو لاکھ	کروڑ
۱۰۰۰۰۰۰۰	ہزار بار خرد	ورد	صد سہار	اسہار	سو کروڑ	ارب
۱۰۰۰۰۰۰۰۰			صد اسہار	ارادہ	سو ارب	کھرب
۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰	ہزار بار ورد	مرد	صد ارادہ	ارز	سو کھرب	نیل
۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰			صد ارز	رہ	سو نیل	پدم
۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰	ہزار مرد	جاہ	صد رہ	اراز	سو پدم	سنکھ
۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰			صد اراز	نیزار		
۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰	ہزار جاہ	داو				
۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰						
۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰	ہزار داو	زاو				

اور آن کے زعم کے موافق مہ آبادیون کی سلطنت صدزاد سال قائم رہی اور وہ بھی اسطرح کہ سال
انکا مطابق سال متعارف کے نہین بلکہ سال بارہ ماہ کا اور مہینا تیس روز کا اور روز ایک دورہ کامل
ستارہ بلند کوکب زحل کے زمانہ کا نام ہے اور وہ ایک دورہ تیس سال متعارف مین پورا ہوتا ہے
غرض سیارۂ بلند ایوان کیوان کے دورۂ سی سالہ کا ایک روز ہوا اور اس قسم کے تیس روز کا ایک ماہ
اور اس نوع کے دوازدہ ماہ کا ایک سال اور اس قسم کے صدزاد سال زمانۂ قیام سلطنت مہ آبادیان
بتلاتے ہین ؛ اسیطرح لفظ بیور پہلوی زبان کے اصول اعداد مین سے ہے جسکو دری زبان مین
دہ ہزار سے تعبیر کرتے ہین یعنی اسکی اظہار نسبت دہ ہزار سے کیجاتی ہے سعدی رح فرماتے ہین **شعر**
ہنوزت سپاس اندکے گفتہ اند ٭ زبیور ہزاران یکے گفتہ اند ٭ اور چونکہ ضحاک کے اصطبل مین
دس ہزار گھوڑا خاص بزین ولجام تیار دوام رہتا تھا اسکا بیور اسپ لقب کرتے تھے۔ فردوسی رح
آغاز داستان ضحاک مین لکھتے ہین **شعر** جہان جوے را نام ضحاک بود ٭ دلیر و سبک ساز و ناپاک بود ٭
ہمان بیور اسپش ہمی خواندند ٭ چنین نام بر پہلوی راندند ٭ لیکن ان اصول اعداد نے شہرت
رواجی نہین پائی جس سے زبان استعمال پر نہین چڑہے۔ چنانچہ خود فردوسی کو اُس زمانہ مین فارسی
زبانون کے لئے شرح کرنی پڑی چنانچہ بعد اس شعر کے خود کہتے ہین **شعر** کجا بیور از پہلوانی شمار ٭
بود در زبان دری دہ ہزار ٭ ز اسپان تازی بزرین ستام ٭ ورا بود بیور چو بردند نام ٭ اصول اعداد
کی تقریب پر بعض شارحین کا طین نکتہ رسالہ عبدالواسع کی تحقیق یاد آگئی کہ انہوں نے لک و کرور کو اصول
اعداد فارسی مین شمار کیا ہے حالانکہ ہندیان فارسی نگار نے اپنے معاملات روزمرہ مین حساب کتاب
کے وقت سہولت فہم کے لیئے اپنی ہی زبان کے الفاظ استعمال کر لیئے اور محمد قاسم فرشتہ نے
جو اپنی تاریخ مین اسی قسم کے الفاظ برتے ہین اور طغرائی مشہدی نے آشوبنامہ مین رودکی شاعر
کی مدح مین یہ جو لکھا ہے **نثر** تا آخر حرکات رقاص قلم صوت چندین لک شعر بر لب خوانند نگذاشت
یہ سب اسی پر محمول ہین گو کہ وہ اہل زبان تھے لیکن ہند کی بود و باش اور یہان کے رواج نے
اُن پر اس امر کا اقتضا کیا یہ جیسے اختلاط ترک وعرب سے الفاظ عربی و ترکی شامل ہو گئے ہندیون
کے اختلاط سے الفاظ ہندیہ داخل ہو گئے سنائی رحمہ اللہ تعالی **شعر** نہ دران دیدہ قطرۂ پانی
عرفی کا شعر ہے **شعر** آن بادکہ در ہند گراید جگر آید ٭ سالک کا شعر ہے **شعر** سبز گشتم

زکھپری ایام ٭ ہوس خوان سیم وزر نکنم ٭ ملا محسن تاثیر گو کہ وارد ہندوستان نہین ہوئے مگر یاران
ہم پیشہ کے اتباع سے اپنے اشعار مین الفاظ ہندیہ کا رنگ جماتے ہین شعر دگر از شیوہاے راگ
گنتی ٭ برقص آمد فلک راساز چنگش ٭ طغرا شعر زپوشیدن آن نگار ختن ٭ شدہ پرنیان چیت مچلی
پتن ٭ اے چھینٹ مچھلی پٹن - غرض مین نے اس تذکرہ کو بیان شرح نکتہ کے لیئے حسن تقریب پایا
اپنے احبہ کی فرمانبری مین جو بارہا خواہش کر چکے تھے قلم اٹھایا منہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق ٭

نکتۂ اختیار بست وہشت حرف در کلام عرب کہ استیفاے اقسام اعداد ازمفردات ومرکبات امتزاجیہ وغیر امتزاجیہ باشد اقتضاے آن میکند کہ ہمگی سی حرف باشند لیکن عوض ذوعقد جائل ضروری کہ بست وسی باشد دو را کم کردند

جاننا چاہیئے کہ نکتہ بالضم نکت بالفتح سے ماخوذ ہے اور وہ لکڑی یا انگلی سے زمین کریدنے کو کہتے ہین چونکہ یہ فعل اکثر فکر وسوچ مین آدمی سے وقوع پاتا ہے کنایہ فکر سے ہوجاتا ہے جیسے کہتے ہین یَنْکُتُ فِی الْاَرْضِ اَیْ مُتَفَکِّرًا فِیْ اَمْرِہٖ نکتہ بالضم اسیکا اثر ونشان ہے منتخب مین ہے نکتہ بالضم نشانۂ سر انگشت یا سر چوب کہ برزمین زنند چونکہ سخن باریک وکلام دقیق بھی اکثر فکر ہی کا اثر ونتیجہ ہوتا ہے اسکو نکتہ کہنے لگے اور یہان انہین معنی مصطلحہ مین مستعمل ہے اور یہ لفظ نکتہ کا اولی یہی ہے کہ مابعد سے مضاف بنایا جاوے ورنہ درصورت عدم اضافت مثل باب وفصل مقطوعات کلام سے سمجھا جائیگا تو پھر اور اسکے سرے پر لفظ مقدمہ کا قطع کلام کے لیئے موجود ہے اور معنون کی راہ سے یہ خرابی جدی ہوگی کہ جب اختیار خود مبتدا اور اقتضا اسکی خبر ہوئی تو اٹھائیس کا اختیار کرنا تیس ۳۰ بننے کو مقتضی ہے حاصل اس کلام کا ہوا سو یہ ظاہر البطلان ہے درصورت اضافت یہ خرابی نہوگی کسواسطے کہ اضافت مین تقئید داخل اور قید خارج مانی گئی ہے غرض نکتۂ اختیار بست وہشت حرف موصوف اور جملہ فعلیہ کہ استیفاے اقسام اعداد ازمفردات ومرکبات امتزاجی وغیر امتزاجی باشد اسکی صفت چونکہ صفت جملہ فعلیہ واقع ہے صفت کو اسکی اصل پر لانے کے لیئے جو افراد ہے مصدر بکاف کیا پس موصوف صفت ملکر مبتدا ہوا اقتضاے آن میکند کہ ہمگی سی حرف باشند اسکی خبر الحاصل مطلب یہ ہے کہ کلام عرب مین اٹھائیس حرف اختیار کرنیکا نکتہ جو اسماے اعداد کی تمامی قسمون کو ملحوظ رکھکر ہوا ہے کل تیس حرف

وضع کئے جانے کو مقتضی ہے اسواسطے کہ اسمای اعداد جو اس اختیار کے مقیس علیہ ہین ایک تو مفردات
کی قسم سے ہین یہ وہ اسم ہین کہ جنکے لفظ مین کوئی ترکیب نہو وہ کل اصول اعداد احد سے لیکر عشر تک اور مائۃ
والف جنکا مجموعہ بارہ ہے اور کل عقود ثمانیہ عشرون ثلثون اربعون خمسون ستون سبعون ثمانون تسعون
عربی مین کل یہ بیس اسم مفرد ہین باقی سب مرکبات سو وہ دو قسم کے ہین۔ امتزاجیہ کہ جنکی ترکیب بباعث
خلط کی وجہ سے ایسے معرض خفا مین آگئی کہ وہ اسم مرکب ظاہر مین کلمہ واحد معلوم ہونے لگا یہ نو اسم ہین
احد عشر اثنا عشر ثلثۃ عشر اربعۃ عشر خمسۃ عشر ستۃ عشر سبعۃ عشر ثمانیۃ عشر تسعۃ عشر۔ اور غیر امتزاجی
کہ جنکی ترکیب کھلی کھلی ہو کوئی آمیزش اُسکے اجزا مین ایسی نہو کہ ظاہر نظر اُسکو دریافت نکر سکے اور وہ
سوا ان دو قسمون کے جنکا ذکر ہو چکا ہے انتہا ہین احد وعشرون اثنان وعشرون ثلثۃ وعشرون وغیرہ
پس اب استیفا اقسام کا اسطرح پر ہوا کہ دس تک کے مفردات اور احد عشر سے تسعۃ عشر تک امتزاجی
مرکبات اور احد وعشرون سے تسعۃ وعشرون تک غیر امتزاجی مرکبات چونکہ عشرون وثلثون بھی اسی
سلسلہ مین پڑے ہوئے ہین انہین کے ساتھ شمار کر لیا اس مین اسمائے اعداد کی ہر قسم مفردات ومرکبات
امتزاجیہ وغیر امتزاجیہ کی موجود ہے استیعاب واستیفاے اقسام بخوبی متحقق ہے اور یہ دو عقد حائل
عشرون وثلثون جنکی حیلولت سلسلۂ اعداد مین ضروری اور ناگزیر ہے سو بوجہ اشتراک اسمی اُن دو
عقدین حائلین کے جو دو نقطے تقاطع منطقۃ البروج کے ہین جنکو راس وذنب اور جوزہرین بھی کہتے
ہین بوجہ اُنکے گوزہر ہونے کے شمار اعداد مطلوبہ سے گرا دئے گئے کسواسطے کہ منجمین کے نزدیک
حیلولت ان دو عقدون کی منحوس ہے پس دو عقد یعنی عشرون وثلثون کو ساقط کرنے کے بعد اٹھائیس
اسم باقی رہ گئے جس سے مقیس ومقیس علیہ مین باہم مطابقت تامہ حاصل ہوگئی اور سلسلہ حروف کو
اٹھائیس پر ٹھہرانا علے مذہب المحققین ہے جو ہمزہ اور الف کو او حروف علت کیطرح متحرک وساکن مانتے
ہین یعنی ہمزہ اور الف کو ایک ہی شئے جانتے ہین ورنہ سلسلہ حروف کا انتیس پر جا ٹھہریگا۔ لیکن اس
لیکن پر دو شبہے ہین اول تو یہ کہ ہر دو عقد عشرون وثلثون حائل نہین ہین اور حیلولت فقط ایک عدد
عشرون مین ہے اور عقد ثلثون منتہی پر واقع ہے اور اسکے مابعد کے باقی سلسلہ غیر امتزاجیہ کا اعتبار
جس سے ثلثون کو حیلولت حقیقیہ حاصل ہو خلاف مقصود ہے ساقط ہے ہان بات بنانے کے لئے
اتنا جواب دے سکتے ہین کہ یہان حیلولت سے فقط اجتماع مراد ہے اور نکات شاعرانہ مین اسقدر

مناسبت اور اشتراک لفظی ومشارکت اسمی کافی ہوجاتی ہے دوسرا شبہ یہ ہے کہ جب عشرون وثلثون
کو عقود مین شمار کیا عشرہ کو جو وہ بھی مقام متناسب عقود مین واقع ہے اور اُسکی حقیقت بھی عقد بننے کو
پکار رہی ہے چنانچہ ابھی اُسکا بیان آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور حیلولت بھی اُس نین متحقق ہے عقود مین
شمار نکیا یہان اسطرح عذر کرسکتے ہین کہ عشرہ خود مفرد ہونے اور حد سلسلۂ مفردات پر واقع ہونے سے
اُسکی عقدیت کے لحاظ کو مغلوب کردیا لیکن باوجود ان تمام معذرتون کے کلام ضعف سے خالی نہین کاش
مصنف محقق علیہ الرحمۃ اس طرح توجیہ فرماتے کہ کل بیس مفردات جو مجموعہ اصولی اعداد ہین اور نو مرکبات
امتزاجیہ اور چونکہ غیر امتزاجی مرکبات نہایت تھے اور احصاے لاتناہی محال تھا تو اُن مین سے
ایک کو جو ادنے درجہ ہے لے لیا جنکا مجموعہ (بحساب ٢٠ + ٩ + ١) = تیس ہوا سو کہا جاتا ہے کہ اعداد کی
کل قسمون کو نظر کرین جو مقیس علیہ حرف ہین تو حرف بھی تیس ہونے چاہئین لیکن دو عدد دس اور
بیس جو مفرد اور مرکب امتزاجی وغیر امتزاجی کے درمیان حائل ہین بمشابہت دو عقد حائل داس و دوب
جو باعتقاد بے بنیاد منجمین منحوس ہین الگ کردیا تو کل اٹھائیس رہ گئے اور عشرہ کا اپنی ذات مین شریک
مفردات رہنا اور ایک ضرورت کی وجہ سے بلا انقطاع سلسلۂ تعداد مفردات مین واقع ہونا اُسکے عقد
بننے کے لئے مانع نہین کسواسطے کہ حقیقت عقود کی اتنی ہے کہ جب آدمی نے ایک کے لئے ایک اُنگلی کا
اشارہ کیا اور دو کے لئے دو اُنگلیونکا جب دسون اُنگلیان پوری ہوگئین رُک گیا اب گیارہ کے لئے ایکمرتبہ
دسون اُنگلیان کھول کر دونون کھلے ہوئے پنجون سے اشارہ ایک بار کرکر پھر مٹھیان بند کرکے ایک اُنگلی
کھولے گا اسیطرح بیس کے لئے کھلے ہوئے دونون پنجون سے دومرتبہ اشارہ کرے گا اب ظاہر ہے
کہ دس ایکبار کل اُنگلیونکے اشارے کو ختم کرنے کا نام ہے اور بیس دوبار تیس تین بار تو بیس اور تیس کو
عقد کہین دس کو نہ کہین اسکی کوئی وجہ تشفی بخش نظر نہین آتی لیکن ان ہر دو صورتون مین اتنا شبہ قوی
رہیگا کہ اسامی اعداد از قبیل لفظ ہین جو مرکب حروف سے ہے معہذا ان اسمون کو مقیس علیہ حروف قرار
دینا عقل چکر مین مہرۂ تاویل ششدر مین ہے کہ اسمای اعداد بوجہ مقیس علیہ ہونے کے حروف مقیسہ سے
مقدم بالذات ہونے چاہئین اور اسمای اعداد لفظ ہونے اور لفظ کے مرکب از حرف ہونیکی وجہ سے تقدم
ذاتی وطبعی حروف کو مقتضی ہے درحقیقت یون ہی ہے کسواسطے کہ مرکب کا اپنے اجزا سے حیثیت
ترکیب مین موخر ہونا ضروری ہے پس اسمین دور اور تقدم الشئ علے نفسہ لازم آیا اسیلئے کہ حرف موقوف

تضعیف خصوص

اسامی اعداد کو مقیس علیہ حروف قرار دینے مین شبہ قوی

ہوئے اسمای اعداد پر اسمای اعداد بحیثیت لفظ موقوف ہوے حروف پر تو حروف کا توقف حروف پر
ہوا اور موقوف علیہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے تو حروف اپنے نفس پر مقدم ہوئے اس تقریر سے
خود حروف کے اسم و مسمیات پر وہی شبہہ کہ حرف اول مثلاً الف کے لیئے جب اسم وضع ہوا اور وہ
اسم بحیثیت لفظ اور حرف سے ترکیب پایا جو ابھی معرض وضع مین نہین آئے معہذا خود اس حرف سے
مرکب ہے جسکے نام رکھنے کی ضرورت درپیش ہے تو یہان بھی دور اور تقدم الشئ علی نفسہ لازم آیا
پیش نہین چلتا اسواسطے کہ ہمنے پہلے ہی دستورنامہ کے حروف کی تحقیق مین عرض کر دیا ہے کہ جب
آواز مکیف بکیفیات اربع زیری بی پیچاک غنگی ہوئی تو اس عارض مع معروض کا نام حرف ہوا مثلاً احد
کا الف قطع نظر جنبش فتحی وغیرہ سے اور کل کے کل حروف کی وضع اسدرجہ مین بسیط ہے اور بعد وضع
جمیع حروف مبسوطہ فہم و تفہیم کے تیسیر کے لیئے انکے نام رکھے۔ چونکہ یہ پہلا مرحلہ اور اول الاول سبق تھا
خیال اور یادداشت نے بے علاقہ پر اعتماد نہ کیا۔ ہر ایک اسم کا جزو اول عین مسمی کو رکھدیا تا منزل اول مین
کوئی دقت پیش نہ آئے اور یہ علاقہ محسوسہ سبب سہولت بنجائے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اور وجہ قیاس بر اقسام اعداد یا تو یہ ہے کہ سلسلۂ حروف ہجا بھی مثل سلسلۂ اعداد کے زبان پر روان
ہوتے ہین جیسے احد و اثنان و ثلث و اربع و خمس و ست و سبع وغیرہ اور الف با تا ثا جیم حا خا دال ذال
وغیرہ یا یہ بات ہے کہ جیسے اسمای اعداد منقسم بسہ قسم ہین ویسے ہی اسمای حروف منقسم بسہ قسم ہین یعنی
مسروری و ملفوظی و مقلوبی اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ حروف کو جو ان تین قسمون پر منقسم
کرتے ہین من حیث الاسم کرتے ہین ورنہ اپنی ذات مین یعنی من حیث ہو ان سب توزیعات سے
مبرا ہین یا یہ بات ہے کہ حروف باعتبار اپنے مسمیات اور اسما کے منقسم بسہ قسم ہین فقال انشاء اللہ
تعالیٰ اسکا بیان عنقریب آوے گا ؛

وتنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد بجہت اشعارست برین کہ مسمیات این اسما از قسم اول ست و اسامی از قبیل ثانی و ثالث

تنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد مبتدا بجہت اشعارست برین الخ خبر یعنی استیفای اقسام اسمای اعداد
پر متنبہ کرنا اس بات کی خبر دینے کے لیئے ہے کہ مسمیات جو ذوات مبسوطہ مفردہ ان اسمونکے ہین اسمای
اعداد کی پہلی قسم کی طرح یعنی مفردات ہین اور انکے اسمون کا حال اسمای اعداد مرکبات کا سا ہے

کہ جنکی ترکیب از قبیل امتزاج وغیر امتزاج واقع ہے جیسے سروری بوجہ بریدگی وحذف حرف ثالث یعنی ہمزہ یا حرف وسطی یعنی الف وعاطفہ مشابہت احد عشر سے رکہتے ہین کسواسطے کہ یہان بھی عاطفہ محذوف ہے اور باقی دونون قسم یعنی ملفوظی ومقلوبی غیر امتزاجی کے مشابہ ہین یا آنکہ مقلوبی جیسے میم ونون وواو بوجہ وحدت اول واخیر کے سرتاپا ایک ہوکر مرکب امتزاجی بنگیا باقی اسمای حروف کی ترکیب غیر امتزاجی رہیگی یا آنکہ دال ذال رازا واوا اپنے باہمی انفصال تام کی وجہ سے امتزاج سے دور غیر امتزاجی کے نام سے مشہور ہوئے باقی اسمون نے امتزاجی ترکیب پائی اگرچہ بعض اسمون کا جزو اول یا اخیر منفصل رہگیا ہے لیکن باعتبار اکثر اجزا کے مرکب امتزاجی کہا جاتا ہے اور جزو وسطی کا کبھی اول کے ساتھ وصل پانا جیسے صاد کبھی اخیر سے جیسے الف اور کبھی ہر دو سے جیسے جیم سین عین اس اختلاف تعلق عاطفہ پر مشعر ہے یا آنکہ کل مسمیات از قسم مفردات ہین اور اسامی حروف باعتبار اپنی حقیقت کے مرکب ہین یعنی ہر ایک اسم دو جزو زبر و بینات سے مرکب ہے لیکن بعض اسمومین زبر وبینات باہم متصل مثل شئے واحد کے ہین جیسے با تا ثا جیم صاد اور بعض اسمون مین منفصل جیسے الف دال ذال تو اول کو مرکب امتزاجی ثانی کو غیر امتزاجی کہنا مناسبت تمام رکہتا ہے۔ لیکن یہ تنبیہ قابل تنبیہ ہے کہ اقسام اعداد کا استیفا حروف کے اسما و مسمیات پر مشعر ہو نہین سکتا کسواسطے کہ اقسام اعداد اگر قبل اسقاط عقدین مراد ہین تو وہ باعتبار صورت مثبتہ کل تیس ہین یا باعتبار حقیقت بے انتہا ہین اور اگر بعد اسقاط عقدین مراد ہین تو وہ اٹھائیس ہین اور کل حروف اٹھائیس اور اتنے ہی اُنکے اسم جنکا مجموعہ چھپن ہوا پس باوجود اسقدر بھاری اختلاف کے یہ تنبیہ کیسی درست ہوگی فقط از قسم واز قبیل کے تقریبی وتخمینی الفاظ اس رخنہ کو بند نہین کرسکتے۔ ہان اگر مصنف محقق رحمہ اللہ تعالی فقط ذوات حروف کو لیتے جو مقیس اقسام اعداد ہین اور وجہ قیاس بھی اول الذکر بہرانہین یعنی ذوات حروف مین باعتبار اُنکی حقیقت کے بحث کرتے اسواسطے کہ بعض ان مین مفرد محض ہین جیسے ہ جو فقط سینے سے ہوا کے اُکھڑنے کی کیفیت کو بتلاتا ہے اور بعض مرکب لیکن اس ترکیب مین بعض ایسی ہین جو فقط مخارج کے دو جزو کے قرع وقلع سے پیدا ہو جاتے ہین جیسے ب ت مثلا اور بعض ایسے ہین جن مین مع قرع وقلع کے شے ثالث کو بھی گونہ دخل ہے جیسے م یہان وہی تصادم شفتین ہے جو ب مین تھا مگر منع سکے ہوای خیشوم کو غنیت کے لیے اس مین ایک جدا دخل ہے اسیواسطے میم کو نون اور بے کی

جواب تنبیہ اس طور پر ادا کیا جاے جو خالی از خدشہ ہو

قوت مین سمجھتے ہین چنانچہ دُم اور ذنب دونون مستعمل ہین **شعر** بود دست خرے کہ دُم نبودش * روزے غم بے دمی فزودش * سعدی رح **مصرعہ** میان ببند و چو مردان بگیر ذنب خرش * پس اول کو مشابہ مرکب امتزاجی اور ثانی کو از قبیل مرکب غیر امتزاجی سمجھین یا فقط اسامی حروف ہین باعتبار جوڑ توڑ ان اسامی کی تنبیہ کا اجرا کرتے کیا معنی کہ کسیکو مفرد کسیکو مرکب امتزاجی کسیکو مرکب غیر امتزاجی قرار دیتے مثلاً با تا ثا جیم حا خا سین شین طا ظا عین غین فا میم ہا یا کو جو ایک ذات اور ایک جوڑ ہے مفردات عددیہ احد اثنان ثلث اربع کا مقیس بناتے اور جنکے دو جوڑ ہین خواہ اتصال اول سے ہو خواہ اخیر سے خواہ کسی سے اتصال نہو جیسے الف را زا صاد ضاد قاف کاف لام نون کو مرکبات امتزاجیہ احد عشر اثنا عشر ثلثۃ عشر کا اور جنکے تین جزو الگ الگ ہین مثلاً وال ذال واو کو مرکبات غیر امتزاجیہ احد و عشرون اثنان و عشرون کا مقیس بناتے یا باعتبار حساب جمل کسیکو مفرد کسیکو مرکب امتزاجی کسیکو مرکب غیر امتزاجی محسوب کرتے مثلاً با حا طا میم ہا باعتبار حساب جمل مفرد ہین اور واو یا مرکب مزجی اور جیم دال صاد لام وغیرہ مرکبات غیر امتزاجیہ اور مطابقت مقیس مقیس علیہ کی ہر سہ قسم کی تعداد الگ الگ کوئی ضرور نہین اسیقدر مطابقت تعدادی کافی ہے کہ مجموعہ مقیس کا شمار مجموعہ مقیس علیہ کے شمار کی برابر ہو جاے ۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب *

تمیز اعداد کا بیان

آمدم برسر مطلب ان کمیتون کے متصل جو متکلم ہے یعنی معدود حقیقۃً یا حکماً مذکور ہو وہ انکی تمیز کہلاتی ہے حقیقۃً جیسے پنج مرد یا پانزدہ زن کیا معنی کہ عدد مبہم تھا معلوم نہین کہ پانچ اور پندرہ مرد ہین یا عورتین آدمی ہین یا جانور درخت ہین یا پتھر وغیرہ تو بیان تمیز سے وہ ابہام رفع ہو جاتا ہے اور حکما جیسے اگر کوئی پوچھے دران جا چند مرد بودند جواب مین فقط پنج کہہ دیا جاے بقرینہ سوالیہ حکم مین ذکر کے ہوگا ۔ اور یہان اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ مخاطب کو جس درجہ کا ابہام ہو جواب مین اسی درجہ کی تمیز بھی لانی چاہیئے یا اُس سے اخص اُس سے اعم کو تمیز ڈالنا بالکل باطل ہے کہ تحصیل حاصل لاطائل ہے جیسے کسی نے کسی جگہ پانچ آدمیون کو دیکھا لیکن نہین معلوم کہ وہ مرد ہین یا عورتین تو ایسے شخص کے جواب مین تمیز بھی اُسی درجہ کی بیان کرنی چاہیئے جیسے پنج مرد یہان پنج کس کہنا جائز نہوگا اسیطرح سے اگر اُسکو اتنا علم ہے کہ کوئی جاندار شے ہین لیکن آدمی ہین یا او جانور تمیز نہین کرسکتا اُسکے جواب مین پنج کس کہسکتے ہین اور خاص چونکہ عام سے خالی نہین ہوتا اس سے

تمیز اعداد مین عمومیت و خصوصیت باعتبار ابہام عدد ہونی چاہیے

اخص کو بھی جواب مین بیان کرسکتے ہین جیسے اسی ب کے جواب مین بجاے پنج کس پنج مرد کہدیا جاے تو خاص ہین جس درجہ کی زیادتی اختصاص عام پر ہے مخاطب کو اُسی درجہ کی غیر مترقبہ تمیز حاصل ہوگی اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیئے کہ فارسی مین تمیز ان اعداد کی مفرد اور جمع ہر دو جائز ہے مفرد جیسی دو جہان چہار یار پنج گنج شش جہت ہفت پیکر ہشت ہشت نہ کرسی دوازدہ امام نظامی رح **شعر** رفتی ز سراے عرش والا ٭ ہفتاد ہزار پردہ بالا ٭ **ولہ** اے شش جہت از تو خیرہ ماندہ ٭ بر ہفت فلک براق راندہ ٭ **ولہ** در خانۂ دین بہ پنج بنیاد ٭ بستی در صد ہزار بیداد ٭ **ولہ** یک عہد کن این دو بیوفا را ٭ یک دست کن چہار پارا ٭ **ولہ** بنوشتہ بخط خوب خویشم ٭ دہ پانزدہ سطر نغز پیشم ٭ گلستان مین ہے چنانکہ میدانم درین شہر دو صد زاہد ست اور سند مجموع کی حسان عجم خاقانی شروانی علیہ الرحمہ کا شعر ہے **شعر** این بام نگر بچشم ابدال ٭ بازیچۂ صد ہزار اطفال ٭ **ولہ** اندر بر ش از سر فضائل ٭ ہر چار کتب شدہ حمائل ٭ **ولہ** در دعوت النس ہفت مردان ٭ برزادہ ہاے کوہ لبنان ٭ **ولہ** او شمس وحظیرہ مغرب پاک ٭ نہ حجرۂ خاک او نہ افلاک ٭ - اور اُسکی تمیز اور عدد ہر دو کو بصیغہ جمع لانا بھی جائز ہے مولوی معنوی کا شعر ہے **شعر** سالہا پرم زپرّ و بالہا سالہا چہ بود ہزاران سالہا ٭ اور تمیز کا اپنے اسماے اعداد سے مقدم ہونا بھی جائز ہے گلستان کے باب اول کی چوتھی حکایت مین ہے **نثر** سال دو برین بر آمد طائفہ او باش محلت در وپیوستند ٭ فردوسی علیہ الرحمہ کا ہجو مین مشہور شعر ہے **شعر** بسے رنج بردم درین سال سی ٭ عجم زندہ کردم بدین پارسی اے سی سال چنانچہ اسی کے بعد پھر فرماتے ہین **شعر** چو سی سال بردم بشہ نامہ رنج ٭ کہ شاہم ببخشد بپاداش گنج ٭ اور جس طرح یک یا دو یا چار یا اسی طرح کے قلیل مقدار عددون سے قلت کے معنی حاصل کرتے ہین اُن سے کوئی تحدید و تعیین عدد مذکور مطلوب نہین ہوتی جیسے نظامی رح **شعر** چہ بندی دل خود بران ملک و مال ٭ کہ ہستش یکی رنج و بیشی وبال ٭ اے کمی آن رنج و زیادتی آن وبال ست اسیطرح صد و ہفتاد و ہفتصد و ہفتاد وغیرہ مطلق کثرت کے لیے مستعمل ہوتے ہین بلا قصد تعیین عدد نظامی رح **شعر** سکندر بدو گفت یک تیغ تیز ٭ کند چرم صد گاو را ریز ریز ٭ اے چرم بسیار گاوان **ولہ** **شعر** جوابش چنان داد خاقان چین ٭ کہ اے در خور صد ہزار آفرین ٭ اے بسیار آفرین -

اور اسیطرح اس مشہور الحاقیہ شعر مین **شعر** ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام ٭ ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام ٭ بعض مثبتین تناسخ نے اس شعر مین ہم پر حجت در بارہ تناسخ پیش کی ہے حالانکہ ہمارے اصول دین

بیان تمیز اعداد کی جمع و مفرد کے

تمیز کا اسماے اعداد سے مقدم ہونا

مین جو قرآن مجید و سنت نبی حبیب ہے صلے اللہ علیہ وسلم اسکا ابطال صاف ہے اب اگر کسی بزرگ کا
کلام بظاہر مخالف نظر آئے بتاویل شائستہ اصول دین پر منطبق کرنا انصاف ہے نہ اسکا عکس ابن ماجہ
مین عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ اَحَدُکُمْ
عُرِضَ عَلَیْہِ مَقْعَدُہٗ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ اِنْ کَانَ مِنْ اَہْلِ الْجَنَّۃِ فَمِنْ اَہْلِ الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَہْلِ النَّارِ فَمِنْ اَہْلِ النَّارِ
یُقَالُ ہٰذَا مَقْعَدُہٗ حَتّٰی تُبْعَثَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ خصوصاً حَتّٰی تُبْعَثَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اس اعتقاد کا مبطل ہے
تو ضرور قائل کو اس قول کے ان الفاظ استعارہ سے ایسے معانی باوّلہ مقصود ہونگے جو ذرا بھی اپنے
اصول دین سے منحرف نہونگے کیا معنی کہ ہفصد و ہفتاد سے محض کثرت مراد ہے اور کثرت قالب
دیدن سے ایما ہے جانب تجدد امثال جسکے صوفیائے کرام قائل ہین یا اشارہ اس امر کا ہے کہ عالم
جمادات و عالم نباتات کے سیکڑون مرحلے طے کرتے نطفہ بنکر پشت آبا مین آئے پھر شکم امہات مین
اور یہان بھی بحکم ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظَامًا
فَکَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا اتنے رنگ دیکھے یا اس جوگی کے قصہ کی جانب رمز ہے کہ کسی پر عاشق ہوکر
رضائے معشوق کی خاطر کتنے بھیس مین اپنے آپ کو ظاہر کیا اور اگر یہ تاویل نہ کیجائے بلکہ قالب
سے یہی کالبد بدن لیا جائے پھر بھی تناسخ اس شعر مین نہین ثابت ہوتا کیا معنی کہ جب تغیر قالب مین
تاویل جائز نہین رکھی گئی تو ہفصد و ہفتاد مین بھی تاویل کرنی نہین چاہیئے بلکہ وہی عدد معین محدود
مقصود ہوگا اور یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ بحسب اصول قائلین تناسخ ہر ایک روح انادی ہے بوجہ اپنی
ازلیت و قدامت ذاتیہ کے خدائے عزوجل کی مخلوق ہونے سے اسکو آزادی ہے تو یہ بات کیسی ظاہر البطلان
ہے کہ وہ اس ہفصد و ہفتاد کی تنگ قید مین پابجولان ہے کسواسطے کہ جو شے ازلی و قدیم ہوگی ہفصد
و ہفتاد مین کسطرح محدود و محصور ہوگی بلکہ ہر حد خاص کے دائرۂ تحدید و حصر سے غیر متناہی مقدار دور
ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ واضح رہے کہ اسمای اعداد دو قسم پر ہین یک سے تا دہ اور کل عقود
صد تک اور صد اور ہزار اخیر تک باعتبار ہر دو سلسلۂ مذکورۂ فرسنداجیان چھبیس یا انتیس اسم مفرد ہین
باقی مرکب۔ اور مرکب کی دو قسم ہین یازدہ سے بست تک مرکب امتزاجی کہلاتے ہین کسواسطے کہ انکے
اجزا مین ایسا اختلاط پیدا ہوگیا ہے کہ ظاہر بینون کو تمیز بین ہو نہین سکتی۔ اور باقی مرکب غیر امتزاجی
ایک تو وہ کہ بواسطہ حرف عطف ترکیب پائے جیسے بست و یک سی و دو وغیرہ اسکا ترکیب عطفی یا جمعی

اسمای اعداد کے اقسام

نام ہے - دوسرے وہ کہ بدون واسطہ عاطفہ مرکب ہو جیسے سہ صد و چند ہزار و سہ صد ہزار اس قسم کا ترکیب تعدادی یا ضربی نام ہے - لیکن ترکیب تعدادی ضربی سے عام مطلق ہے کسواسطے کہ ترکیب ضربی فقط اعداد کی باہم تمیز ممیز واقع ہونے کی صورت مین ہوتی ہے جیسے امثلۂ مذکورہ سے ہویدا ہے اور ترکیب تعدادی اُنکے باورا بھی صورت پذیر ہے جیسے پنج مرد ہزار اسپ یہان ترکیب تعدادی ہے ضربی نہین سہ صد مین ضربی و تعدادی ہر دو متحقق ہین اور واضح رہے کہ عربی مین فقط ایک حرف عطف کے فاصلے نہونے سے اسمائے اعداد کی امتزاجیہ ترکیب بنجاتی ہے لیکن عجمیون نے امتزاج مین اس پر کفایت نہین کی کہین درمیان دونون جزون کے فقط ایک دعامہ جسکو پرکن کہنا چاہیئے الف وزا کو بڑہا دیا جیسے دوازدہ کہین حرف اصلی کو اُن مین سے گرا دیا جیسے ہفدہ کہین ان دونون تصرفون کو جمع کر دیا جیسے یازدہ کہین ان دونون قاعدون مین سے کسی ایک کے ساتھ حرف اصلی کی تبدیل بھی اول یعنی تبدیل مع زیادتی دعامہ جیسے نوازدہ ثانی یعنی تبدیل مع حذف جیسے ہژدہ کہ ہشدہ اُسکی اصل ہے بعد حذف تا شین کو ژاے فارسی سے بدلدیا اور ابدال ژا کا شین معجمہ سے رائج ہے جیسے دش دژ بالضم بمعنی زشت کہین صرف حروف دعامہ مین تعلیل کرتے ہین جیسے سیزدہ کے الف کو بجہت کسرہ ماقبل یا سے بدلدیتے ہین اور ہاے مختفی فقط اظہار حرکت اور اتمام کلمہ کے لیئے ہوتی ہے اسکا لحاظ نہین کرتے مثلاً کہ وچہ پر ہست لگا یئے تو الف کو بوجہ کسرۂ ماقبل یا سے بدلکر کیست و چیست کہیئے گا کہین تصرف دعامہ کے ساتھ قاعدہ حذف کو بھی شامل کر لیتے ہین جیسے پانزدہ شانزدہ اول سے نون اور جیم کو اور ثانی سے فقط شین کو حذف کر کے دعامہ کے بیچ مین ایک نون زیادہ کر دیا اور یہ نون اکثر زیادتیون مین مستعمل ہے جیسے زندمین جو مضارع ہے زدن کا بعض محققین کی راے مین خوابندہ کا نون بھی اسی قسم کا ہے نظامی رح **شعر** درین رہ چون خوابندہ بسے ست ۔ نیارو کسے یاد کا ینجا کسے ست ۔ اسکی تحقیق لبسط کے ساتھ بیان مصدر مین کیجائیگی انشاءاللہ تعالیٰ کہین عربون کے قدم بقدم چلتے ہین جیسے چہاردہ اور یہ اسمای اعداد خواہی مفرد ہون خواہی مرکب ان پر میم ماقبل مضموم کا زیادہ کرنا تعیین محل پیدا کرتا ہے اور اُس مین معنی فاعلیت پیدا ہو جاتے ہین جیسے یکم دوم سوم چہارم و چہاردہم و بست و چہارم یعنی چیزیکہ قائم ست باو وحدت و اثنینیت و ثلثیت وغیرہ لیکن بوجہ ثقالت توالی ضمات دُوُم کی میم فتح ماقبل کے ساتھ اکثر مستعمل ہے جیسے

ترکیب تعدادی و ضربی کا بیان ایران مین باہمی نسبت

ترکیب امتزاجی اسمای اعداد

روں سے الجھ ۔ لکھ کر پانزدہ کی اصل پنجدہ اور شانزدہ کی ششدہ ہے بقیاس سائر مرکبات امتزاجیہ دعامہ کی زیادتی سے پنجانزدہ ششانزدہ ہونا چاہیئے لیکن اول سے یعنی پنجانزدہ سے دو حرف ن ج اور ثانی سے یک حرف ش صرف کر دیا گیا اور ایک ن حروف دعامہ کے بیچ مین بڑہا کر پانزدہ و شانزدہ کہنے لگے واللہ اعلم ۱۲ منہ

غالب دہلوی کا شعر ہے شعر بالجملہ دگر باخودم از خویش حدیثےست ؛ کز صدق و صفا مایہ دہد صبح دُوُم را ؛ مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہین ص۲۲۸ شعر او گمان بردہ کہ این دم خفتہ ام ؛ نے خبر زان کوست در خواب دُوُم ؛ کبھی ماقبل مضموم بھی آتا ہے۔ شیخ آذری اسفراینی شعر اے خطت اول شب زادہ بر صبح دُوُم ؛ ابروت چشم سیہ کردہ بخون مردم ؛ مولوی معنوی رح ص۲۸۶ شعر زیان آن باطن یکے بطن سُوُم ؛ کہ درو گردد خرد ہا جملہ گم ؛ کبھی اس ہیم کو حذف بھی کردیتے ہین ملا منیر بخاری کا شعر ہے شعر چون در ششم محرم زاد آن شہ مکرم ؛ تاریخ مولدش ہم آمد ششن محرم ؛ اے در ششم محرم۔

جاننا چاہیئے کہ دو اور سہ مین واو اور ہا فقط اتمام حرکت و استقلالیت کلمہ کے لیئے لائی گئی ہے اصل ان دونون حرفون کی ان لفظون مین عدول و اختفا ہے مثل واو و ہائے چو و چہ کے جیسے ظاہر ہے اسی واسطے وقت لحوق کلمۂ آخر دوگونہ و سگانہ چگونہ کی طرح کہتے ہین مگر بعض وقت بضرورت ہر دو حرفون کو ظاہر و ثابت بھی کردیتے ہین نظامی رح کا شعر ہے شعر دو پیلان خرطوم در ہم کشان ؛ ز ہر دو یکے بر دخواہد نشان ؛ فردوسی رح شعر نگوید کسے جز بہ بدنام من ؛ نباشد بہر دو سرا کام من ؛ ولہ نشینیم ہر دو پیادہ بہم ؛ کنے تازہ داریم روے دژم ؛ داستان تخت نشینی بہرام مین کہتے ہین ص۹۵ سوم شعر مے لعل پیش آور اے روزبہ ؛ چو شد سال گوینده بر شصت و سہ ؛ الحمد للہ رب العالمین نکرہ کا بیان یہان ختم ہوگیا سردست جو تحقیق اس بحث کے متعلق سمجھ مین آئی لکھدی اب معرفہ کا بیان شروع ہوتا ہے

هو الملهم بالصواب

المعرفہ

معرفہ ایک معین چیز کا نام ہے یہ منقسم ہے علم اشارہ ضمیر اسماے موصولہ اور جو انکی جانب مضاف ہو اور منادا پر۔

اول علم یہ کسی شخص یا جگہ یا چیز کی پہچان کے لیئے علامت ہے جیسے زید دہلی رخش اور اسامی کتب کو بعض نے اعلام اجناس مانا ہے۔ بعض دور اندیشون کے نزدیک اسمای اجناس ہین یہی قول محقق ہے خصوصاً زبان فارسی مین کہ یہان کوئی ضرورت لفظیہ داعی اس امر کی نہین کیا معنی کہ اعراب و بنا مختص بزبان عربی ہین تو ثبوت عدم انصراف اسامہ کے لیئے خواہ مخواہ کی علمیت کی جانب یہ ضرورت لفظیہ داعی ہوئی واللہ تعالی اعلم بالصواب واضح رہے کہ اعلام کی

تنکیر سے اُنکے اوصاف مشہورہ کا افادہ ہوتا ہے جیسے شعر قرنہا باید کہ تا از فضل حق پیدا شود، بایزیدے در خراسان یا اویسے در قرن ❊

اسم اشارہ کی تعریف

دوسرا اسم اشارہ یہ حقیقت مین آنکھون کے سامنے نظر آتی ہوئی شے کو دور یا نزدیک مے دکھلا دینے کا نام ہے اور یہ محسوسیت اعم ہے اس سے کہ بالذات ہو یا بالعرض پھر یہ ہر دو اعم ہین اس سے کہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ۔ محسوس بالذات بلا واسطہ سے ہماری یہ مراد ہے کہ جب شے سامنے بصر کے ہو پھر اُسکی محسوسیت مین کوئی حالت منتظرہ باقی نرہی جیسے آفتاب کی دہوپ چراغ کی لَو اور محسوس بالذات بالواسطہ کو فقط سامنے بصر کے ہونا کفایت نکرے کسی اور واسطہ کی بھی ضرورت ہو جیسے الوان کہ مع سامنے بصر کے ہونے کے بوسیلۂ روشنی دیکھے جاتے ہین پس اس سے معلوم ہوگیا کہ ایسی شے جسکی محسوسیت مین اصلا واسطہ نہو نظر نہین آتی کیا معنی کہ محسوسیت ایک امر ممکن ہے اور ممکن کے لیئے کوئی علت چاہیئے قال بحر قمقام العلوم العقلیۃ والنقلیۃ لفلک الکمال الشمس المنجلی مولانا عبد العلی قدس سرہ فی بعض حواشیہ فی اعتبارہ القسم الاول من المحسوس بالذات (اے مالایکون فیہ الواسطۃ اصلا) نظر فان المحسوسیۃ امر ممکن فلابد لثبوتہ لشئ من علۃ وھی الواسطۃ فی الثبوت فلا معنی لنفی الواسطۃ فی الثبوت کسواسطے کہ ضَو ہے مثلاً جسکو سب محسوس بالذات بمعنی لا واسطہ فی محسوسیتہ اصلاً ماتتے ہین سو وہ بھی جب تک مشیر کی آنکھون کے سامنے نہو نعہذا حس بصر مشیر یعنے بینائی اُسکی بھی جب تک صحیح نہو وہ ضَو جسکو محسوس بالذات جانتے ہین ہرگز محسوس نہو گی پس اس سے معلوم ہوگیا کہ کسی شے کا محسوس بلا واسطہ ہونا ممکن ہے۔ اور محسوس بالعرض وہ ہے کہ اُن پر حس بصر بالکل واقع نہین ہوتی چونکہ وہ خارج مین بالاستقلال بغیر کسیکے ضمن مین ہونے کے موجود ہے اور اُسکو محسوس بالذات کے ساتھ علاقہ قویہ اور تلبس خاص ہے اسیوجہ سے اہل عرف اسکو محسوس بالذات جانتے ہین جیسے اجسام کہ بواسطۂ الوان مُبصَر ہوتے ہین اشارہ ایسی شے کی جانب بھی حقیقی ہوتا ہے۔ اگر غور کیجیے تو انوار و اضوا کا بھی مطلقاً محسوس بالذات ہونا سمجھ مین نہین آتا بلکہ اضوا و غیر اضوا مین بدولت اضوا کے الوان ہی مبصر ہوتے ہین جیسے دہوپ کے وقت محض جوّ مین بغیر نظر ڈالنے در و دیوار آسمان و زمین کے ہمکو کوئی شے نہین

محسوسیت کی تحقیق۔ اور اُسکے اقسام محسوس بالذات بلا واسطہ

محسوس بالذات بالواسطہ

ف

اے لا واسطہ فی الثبوت ہا واسطہ فی العروض

محسوس بالعرض

انوار و اضوا کی محسوسیت بالذات مین کلام

دکھائی دیتی ایک خلاہی خلامعلوم ہوتا ہے اور جو نظر آتا ہے وہ یہی درد دیوار عالم بخار کی رنگت ہے۔ مثلاً اسی زمین کا دن کی دھوپ مین زرد زرد اور شب کی چاندنی مین سفید سفید دکھائی دینا خصوصیت ان ستارون کے انوار کی ہے۔ قمر کی زمردی آفتاب کی زردی مریخ کی سرخی عطارد کی کبودی زحل کی سیاہی بھی اُسی خصوصیت اجرام پر دال ہے جیسے کسی نے کہا ہے قطعہ زحل سیاہ بود صندلی بود برجیس ٭ برنگ لعل بود سرخ گونۂ بہرام ٭ چو آفتاب بود زرد و زہرہ ہست سپید ٭ کبود رنگ عطارد و قمر زمرد فام ٭ پس معلوم ہوا کہ یہ انوار خارجی انوار داخلی یعنی ابصار کی طرح ابصار مین سفیر محض ہین۔ جاننا چاہیئے کہ اشارۂ حسیہ امتداد مطلق موہوم کا نام ہے جو مشیر سے نکلکر مشارالیہ تک پہونچے تخصیص اس امتداد کی خطی و سطحی و جسمی کے ساتھ باعتبار حالات مشیر و مشار الیہ ہے جیسے اگر جانب مشیر نقطہ مانا جاے اور مشار الیہ بھی نقطہ ہی ہو تو نقطۂ مشیر حرکت اشاری سے امتداد خطی حاصل کرتا ہوا نقطۂ مشار الیہ پر منطبق ہو جائیگا اور اگر مشار الیہ خط ہے اور خط بھی جانب غیر ممتد تو نقطۂ مشیر بوجہ تقابل خطی کشایش تدریجی طولی سے خط بنکر اپنی حرکت سے امتداد سطحی حاصل کرتا خط مشار الیہ کی جانب غیر ممتد منطبق ہوکر شکل مثلث کی پیدا کرے گا جسکا راس نقطۂ مشیر اور قاعدہ خط مشار الیہ جانب غیر ممتد ہوگا اگر غیر ممتد جانب نہ لیجاوے بلکہ خط کی جانب ممتد مشار الیہ ہو تو وہی صورت ہوگی جو نقطہ سے نقطہ کی جانب اشارہ کرنے سے ہوئی تھی لیکن فرق اتنا رہیگا کہ امتداد خطی اس اشار کیطرف خط مشار الیہ مین نفوذ کرتی ہوئی دوسری طرف اُسی خط مشار الیہ کے پہونچے گی چونکہ نقطہ بعد اور امتداد کسی جہت مین نہین رکھتا فقط انطباق پر ختم ہو جاتا ہے اور اگر مشار الیہ سطح جانب غیر ممتد ہے تو نقطۂ مشیر دونون عرضی و طولی کشایش تدریجی سے سطح اور حرکت اشاری سے جسم بنتا جانب غیر ممتد سطح مشار الیہ پر منطبق ہوکر شکل مخروطی حاصل کریگا جسکا راس نقطہ مشیر قاعدہ جانب غیر ممتد سطح مشار الیہ اور اگر سطح کی جانب ممتد مشار الیہ بنائی جاے تو بعینہ جانب ممتد خط کے مشار الیہ کی شکل پیدا ہوگی کسواسطے کہ سطح اپنی جانب ممتد مین سواے ایک بعد کے نہین رکھتا البتہ فرق اسقدر ہوگا کہ خط مین بعد ثانی یعنی امتداد عرضی نہین ہے تو فقط انطباق پر اشارہ ختم ہو جائیگا یہان سطح مین بوجہ موجودگی امتداد عرضی سطح کی دوسری جانب تک نفوذ کریگا اور اگر مشار الیہ جسم ہے تو بھی ظاہر شکل اس امتداد کی ایسی ہی ہوگی جیسی جانب غیر ممتد سطح کو مشار الیہ بنانے سے ہوتی ہی

زمین وغیرہ کا دن مین زرد اور شب مین سفید نظر آنا بوجہ خصوصیت اجرام ستارگان ہی

اشارہ کے حالات

لیکن فرق یہی ہوگا کہ سطح چونکہ بعد ثالث یعنی امتداد عمقی نہین رکھتا ہے فقط انطباق جانب غیر ممتد سطح سے اشارہ ختم ہوجائیگا اور جسم چونکہ ابعاد ثلثہ کو محتوی ہے اشارہ اس جسم مشار الیہ کے جزو جزو مین نفوذ کرجائیگا غرض فقط مشار الیہ کے اختلاف حالات پر نظر کرنے سے یہ چھ احتمال پیدا ہوتے ہین اگر یہی اختلافات ستہ جانب مشیر بھی لحاظ کیے جائین تو چھ چھکے (۶×۶=۳۶) چھتیس صورتین پیدا ہونگی۔

اشارہ حسیہ مین حس سے معنی کیا مراد ہین

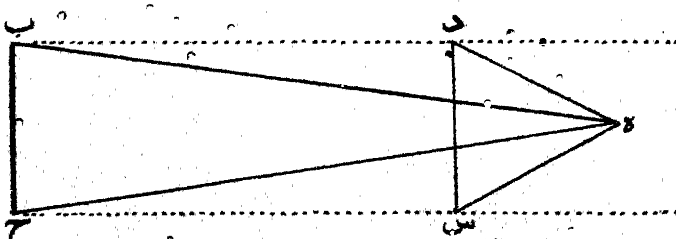
یہ بھی واضح رہے کہ یہان حس سے مخصوص حس بصر مراد ہے یعنی جس شئے کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے اُسکو چشم بینا کا دیکھنا ممکن ہو پس اب اگر اندھا کسی کی جانب فقط اُسکی آواز کے پتہ پر اشارہ کرے اشارہ حسیہ ہی کہلائیگا اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ جس طرح حرکت اشاری سے امتداد پیدا ہوکر مشار الیہ محسوس پر منطبق ہوتا ہے یہی حال بعینہ امتداد نظری کا ہے کہ ساتھ ہی ساتھ بلکہ ایک قدم آگے آگے اشارے سے چلکر منظور و مبصر پر منطبق ہوجاتا ہے لیکن نظر بجز شفاف جسمونکے نفوذ نہین کرتی اشارہ سب جسمون مین نفوذ کرتا ہے اور مدارج محسوسیت کے مدارج انطباق کے موافق ہونگے یعنی منظور کے جتنے حصہ پر اشعۂ نظر کا انطباق ہوگا اُسیقدر محسوس ہوگا اسیوجہ سے اجسام کثیفہ کا سطح ظاہر اُسمین بھی جسقدر سامنے نگاہ کے ہو محسوس ہوتا ہے اندرونی اجزا اور پیچھے کی جانب محسوس نہین ہوتی کسواسطے کہ انطباق حقیقی بالذات بلا واسطہ نور نظر کو اُن اجزا کے ساتھ نہین ہے۔

نظر کے نفوذ کا بیان

ایکہی چیز نزدیک سے بڑی اور دور سے چھوٹی کیون نظر آتی ہے

اور رہی یہ بات کہ ایک ہی مقدار اور ایک ہی طرح کی انطباق والی دو شے کا نزدیک سے بڑی اور دور سے چھوٹی نظر آنا زاویۂ نظر کے بڑے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہے چنانچہ مشاہد ہے مثلا ایک مقدار کے دو خط ب ح اور د س کو ایک نقطہ ہ سے نزدیک و دور مختلف مسافت پر محاذات مین متوازی کھڑا کرکے ہر ایک خط کے ساتھ دو خط ہ ب اور ہ ح اور ہ د اور ہ س ایسے ملادین کہ جس سے دو مثلث متساوی الساقین پیدا ہوجائین اور دونون خط متوازی متساوی المقدار اُنکے قاعدہ بنجائین تو مثلث ہ ب ج جسکا قاعدہ خط بعید واقع ہے مثلث ہ د س کے جسکا قاعدہ خط قریب ہی اندر آجائیگا تو زاویہ راس مثلث ہ ب ج بنسبت زاویہ راس مثلث ہ د س چھوٹا ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

هکذا



اور موجود فے الذہن پر اشارہ کرنا جسکو اشارہ عقلیہ کہتے ہین جیسے مجردات کی جانب اشارہ کرنا مجازا ہوا کرتا ہے
غرض اگر مشار الیہ قریب ہو بوسیلہ لفظ این اگر بعید ہے بذریعہ لفظ آن کے اشارہ کیا جاتا ہے۔ فردوسی رح کا
شعر ہے ۱۹۴ شعر یکے را بر آری و شاہی دہی ٭ یکے را بدریا بماہی دہی ٭ نہ با اینت مہر و نہ با اینت کین
کہ بہ دان تو ئی اے جہان آفرین ٭ بعض اساتذہ سے مسموع ہے کہ این و آن مین کوئی فرق نہین ایک کو
دوسرے کی جگہ جہان چاہین استعمال کرسکتے ہین جیسے شعر آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من ٭
وین منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے ٭ یعنی اگر این نہ من باشم الخ و آن منم کاندر میان الخ کہدیا
جاے باعتبار معنی کوئی خرابی نہین انتہے حق یہ ہے کہ نکات معنوی اس راے پر معطل ہوئے جاتے
ہین کسواسطے کہ یہان اسمائے اشارہ مین بعد و قرب کا لحاظ نکلنا جانے تو اس بلبل گلستان فصاحت
کا چہچہہ بلاغت سے خالی رہجاتا ہے کیونکہ یہان آن نے بتلادیا کہ روز جنگ پشت دکھلانی جو ایک
صفت مذمومہ ہے مجھ سے بہت بعید ہے اور این نے جتلادیا کہ خاک و خون مین ملنا میدان سے
نہ ٹلنا مجھ سے قریب ہے کہ یہ نعت حمیدہ ہے ثانی تفرقہ کے لئے یون کہدینا مفید ہوگا کہ شعر مستشہد
بہ مین آن کو بجاے این اور این کو بجاے آن رکھدین اور آن سے بعد تعظیمی و قرب تحقیری جنپر
اہل معانی کے نصوص دال ہین مراد رکھی جاے وہی خوبی وصف ثانی و اسارت اول حاصل ہوگی کیا معنی
کہ یہ بھی بر تقدیر لحاظ قرب و بعد اسمای اشارہ ہے نافی اسکا منکر ہے پھر یہ قول نافی کے مفید ہونا
محض وہم ہی جاننا چاہیئے کہ یہان قرب و بعد امتداد فاصل بین المشیر و المشار الیہ کی کمی زیادتی کا نام ہے
اور یہ کمی و زیادتی امور اضافیہ مین سے ہے انشاء اللہ تعالے اسکا حال ضمن مین بیان رام کے بیان
ہوگا اور اسکی کوئی حد معین نہین جس سے ہم حکم لگادین کہ یہان تک اشارہ قریب ہے یہان سے
بعید بعض وقت باوجود کمی امتداد و قرب فاصل عدم ظہور کی وجہ سے اشارہ بعید کیا جاتا ہے بعض
وقت باوجود غایت بعد کمال ظہور کی وجہ سے آلہ اشارہ قریب پر حرف تصغیر بڑہاکر جو براے اشعار
صغر فاصل ہے اینک کہدیتے ہین سعدی رح شعر اگر شہ روز را گوید شب ست این ٭ بباید گفت
اینک ماہ و پروین ٭ یعنی کہنا چاہیئے کہ یہ لو چاند لو تارے کیا معنی کہ چاند اور تارے ایسے کھل رہے
ہین کہ کوئی شے انکے دیکھنے مین حائل نہین ایسے قریب ہین کہ ہتیلی پر دھرے ہین۔ اور نیز یہ قرب
و بعد امتداد مکانی و امتداد زمانی دونون مین ہوتا ہے مثلا ہمارے سامنے کچھہ نزدیک و دور فاصلے

اسم اشارہ قریب اور اسم اشارہ بعید کا بیان

اسم اشارہ قریب مصغر

ترجمہ قریب بعید معنی

سے دو کتابین الگ الگ رکھی ہوئی ہون ہمکو نزدیک کی کتاب منگوانی منظور ہے لانے والے نے
دور کی کتاب اٹھائی تو کتاب کی جانب اشارہ کرکے کہینگے آن را بگزار این را بیار یہ مثال قرب وبعد امتداد
مکانی کی ہے اسیطرح ہم واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام وحادثہ جناب سید الشہدا رضی اللہ تعالی عنہ
کی نسبت باہمی بیان کرین تو این حادثہ ازان واقعہ ازبس عظیم ترست کہین گے یہ امتداد زمانی کی مثال
ہے اس عمومیت مین اینک مصغرہ بھی شریک ہے لیکن حرف تصغیر کے الحاق نے اسکو ذکر مشار الیہ سے
بے نیاز کر دیا گویا بجاے مشار الیہ یہی کاف تصغیر ہے بس اتنی بات مین یہ مصغرہ اپنی اصل سے ممتاز
ہے مثال قرب مکانی کی جیسے وہی اینک ماہ وپروین مثال قرب زمانی کی۔ عرفی لکھتے ہین **شعر**
اینک بزبان رساندم ازدل ٭ تا داغ کنم دل سنانرا ٭ اسکا مخفف نک بھی مستعمل ہے مولانا ے روم
ہدہد کی سلیمان علیہ السلام کو جواب دینے کے داستان مین فرماتے ہین **شعر** گر بہ بطلانست دعوے
کردنم ٭ نک نہادم سر بجز از گردنم ٭۔ یاد رہے کہ اسماے اشارہ اپنے مشار الیہ کے ساتھ جمع ہو جایا
کرتے ہین بخلاف ضمائر کہ وہ اپنے مرجعون کے ساتھ نہین جمع ہوتے جیسے آن مرد و این زن کہسکتے
ہین او مرد نہین کہتے ہان تقدم ضمائر اپنے مرجعون پر خصوصاً فارسی مین مطلقا جائز ہے سعدی رح
کا شعر ہے **شعر** نہ عجب گر فرو رود نفسش ٭ عندلیبے غراب ہم قفسش ٭ اور تعاکس مصرعین مردی نیز
عرفی کا شعر ہے **شعر** شمائل تو نوید بنورسان چمن ٭ زبان کلکش ازان گشت گلفشان نرگس ٭

اسماے اشارہ جب اپنے مشار الیہ کے ساتھ ہوتے ہین تو علامت جمع ان اسماء پر نہین آتی مشار الیہ
پر لاحق ہوتی ہے جیسے آن کسان واین کتابہا اسواسطے کہ جب اشارہ اور مشار الیہ ایک جگہ جمع
پڑتے ہین بسبب اتحاد کے بمنزلہ شئے واحد کے بنجاتے ہین اگر یہ اسماے اشارہ بغیر مشار الیہ کے
تنہا ہون علامت جمع انہین پر لائی جائیگی جیسے آنان و اینان اکثر ذوی العقول کے لیے آنہا و اینہا
اکثر غیر ذوی العقول کے لیے **شعر** شراب لعل کش وروے مہ جبینان بین ٭ خلاف مذہب آنان
جمال اینان بین ٭۔ اشارہ اور مشار الیہ کی ترکیب کو اتصافی کہنا عموماً میری پسند نہین کسواسطے کہ
صفت ذات کی عوارضات سے ہوتی ہے جیسے اسکی کوئی کیفیت یا خاصیت وغیرہ اور تراکیب
فارسیہ مین خصوصاً کیونکہ اس مین ایک فک علامت اتصاف کی قباحت اور بڑھکر ہے بس یہی بہتر
ہے کہ اس ترکیب کو بدل مبدل منہ کہا جاوے یا تمیز ممیز کسواسطے کہ اسماے اشارہ مبہمات

[illegible]

اسمای اشارہ اور مشار الیہ پر اداۃ جمع لانے کا طریقہ اور اسکی وجہ

اسماے اشارہ اور مشار الیہ کی ترکیب نحوی

لفظ اِم کی تحقیق

دی و پار و پریر اور اِم کا ما بہ الامتیاز

سے ہین واللہ تعالےٰ اعلم۔ نکات فارسی کے دانا بہار فرزانہ فرماتے ہین کہ اِم بالکسر اشارہ قریب کے
لیئے موضوع ہے اسکا استعمال ماسوا ازمنۂ ثلثہ روز و شب و سال کے غیر مسموع میری سمجھ مین یہ بات نہین
آئی کسی طرح دل کو نہین بھائی ہان یہ بات سمجھتا ہون کہ یہ مستقل ظرف ہی دی و پار و پریر کیطرح جیسے
اردو مین آج اور کل اور اب اور پرسون۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ دی پار پریر جائز الاتصال ہین اور لفظ
اِم ازمنۂ ثلثہ سے ممتنع الانفصال اسیوجہ سے ضمائر متصلہ کیطرح تحقق مین غیر مستقل سمجھا جاتا ہے مولوی
معنوی قدس سرہ شعر اے زنان با طفلکان میدان روید * تا زبخششہاے شہ شادان شوید *
آنچنانکہ پار مردان را رسید * خلعت و ہر کس ازیشان زرکشید * ولہ رح شعر برد شاعر شعر سوی شہریار *
بر امید بخشش و احسان پار * ولہ رح شعر جنگ میکردند حمالان پریر * تو مکش تا من کشم حملش چو شیر *
شاید کسیکو اپنے اردو ترجمہ سے یہ شبہ پڑے کہ امروز و امسال و امشب کو اس روز اس سال اس رات
بھی کہتے ہین حالانکہ اردو مین جیسے اس سال کہتے ہین ویسے ہی اُس سال بھی کہتے ہین ورنہ ترجمہ
اُنکا آج کا دن آج کی رات اب کا برس ہے۔ پس آج اور اب مستقلہ ظروف ہین نہ اسم اشارہ
دوسری خرابی یہ ہے کہ اشارات مین قرب و بعد اضافی ہوتا ہے نہ کہ این ابھی کے زمانہ کو آن سب سے
اخیر کے زمانہ کو کہین بلکہ ہم حضرت آدم علے نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو آن کے ساتھ اشارہ کرین
پھر حضرت نوح علے نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو بنسبت اُس زمانہ کے قریب خیالکر این کے ساتھ
اشارہ کرسکتے ہین یہ بات اِم مین متصور نہین خاص ایک معین وقت پر بولا جاتا ہے جیسے ظاہر
ہے غرض مین نے بہ نیت تشحیذ اذہان مبتدیان مقتضاے قیاس کو ذکر کردیا کہ اِم کا ان وجوہات
سے اسم اشارہ قریب ہونا سمجھہ مین نہین آتا لیکن چونکہ قائل اس قول کا ایک بڑا وسیع النظر
فاضل ہے اُسکی تصحیح قول مین ایک تاویل کرتا ہون وہ یہ ہے کہ بعض اساتذۂ قدیم کے کلام مین لفظ
ایمہ بجاے این یعنی اسم اشارہ قریب کی جگہ بولا گیا ہے۔ خاقانی شروانی فرماتے ہین شعر پس مگو
کایمہ ہمہ آدمی اند * آدمی نیست شیطان شیم ست * یعنی پس مگو این ہمہ آدمی ہستند الخ ولہ شعر ایمہ مگو
کہ آسمان اہل بزون نمی دہد * اہل چو نامد از عدم چیست گناہ آسمان * یعنی این مگو کہ آسمان لایق و شایستہ
کسان بیرون نمی آرد اے پیدا نمی کند الخ پس این لفظ مین جہان تک خیال کیا جاتا ہے یہ سمجھ مین آتا
ہے کہ یہ لفظ مبدل و مزید علیہ لفظ این کا ہے یعنی بقاعدۂ تبدیل میم بانون این سی ایم بنا اور اُسپر

ایمہ بجاے این

لفظ ایمہ کی تحقیق

ہاے مختفی کی زیادتی سے ایمۂ کہنے لگے جیسے کامہ سے کامہ وغیرہ لیکن متاخرین نے دیکھا کہ یہ مبدل بعنی ایمۂ خلاف اصل ہے جہانتک ہوسکے اس مین تخفیف کرنی چاہیئے تو جیسے متقدمین نے اس مبدل کے مزید علیہ کو اپنے کلام مین استعمال کیا انہون نے اُسی مبدل کے مخفف کو یعنی تخفیف حرف علت کے ساتھ جو بجاے وعامہ زائدہ واقع ہے حذف کرکے اِیم کو اپنے کلام مین برتا غرض اس مبدل کی دونون طرفین رواج پاگئین مگر حالت توسطی یعنی اِیم تحتانی کے ساتھ متروک فریقین رہی اور نیز لفظ مین چونکہ تخفیف کیگئی تھی معنی مین یہ تخفیف کی کہ استعمال لفظ ام کو ازمنۂ ثلثہ روز وشب وسال کے ساتھ مقصر رکھا اور حضرت بیدل رحمہ اللہ نے شام وصبح پر بھی استعمال فرمایا ہے بعض وقت امشب کا اطلاق شب گزشتہ پر بھی آتا ہے کس لیئے کہ شب گزشتہ آنے والے دن کی (جس مین اُسکی حکایت کرتا ہے) تابع ہوتی ہے نظیری کا شعر ہے **شعر** تاروز مکیدم سر انگشت حلاوت ؛ زان قند کہ امشب زشکر خند شکستم ؛ امیر خسرو رح **شعر** تو شبانہ می نمائی بہ بر کہ بودی امشب ؛ کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد ؛ جس طرح شب بقرینۂ مقالیہ بمعنی دی شب آتا ہے۔ نظیری کا شعر ہے **شعر** آنکہ شب دادتوبہ ام زشراب ؛ امشبم باز دیدمست وخراب ؛ اے آنکہ دی الخ۔ بعض وقت مجازاً امروز کو بمعنی زمانۂ حال مستعمل کرتے ہین شاپور کا شعر ہے **شعر** ہوا خوش ست چو طاؤس گلستان مست ست ؛ جہان ازوست کہ امروز در جہان مست ست ؛ عرفی **شعر** دیوانگی محبت تو ؛ یکا هر روز مسلم ست مارا ؛ چنانچہ فقط روز بمعنی مطلق زمانہ ووقت بولا جاتا ہے صائب **شعر** شبے کہ جلوہ کند مے بجام ما صائب ؛ سیاہ روز نگردد چراغ ہستی ما ؛ سیاہ روز مین اگر روز بمعنی مطلق وقت نہ لیا جاے بلکہ روز کو اپنے حقیقی معنون مین رکھین پھر چراغ کے ساتھ اور وہ بھی شب مین کیا مناسبت ہوگی۔ اسیطرح آبروے متاخرین شیخ علی حزین کا شعر ہے **شعر** روزیکہ حجت از خلق خواہند در قیامت ؛ ردے تو حجت ماست اے قبلہ گاہ حاجت ؛ ورنہ قیامت کا تو ایک ہی دن ہے پھر روزیکہ کہنا کیونکر درست ہوتا۔ اسی طرح نظامی رح فرماتے ہین **شعر** بروز جوانی و نوزادگی ؛ زدم لاف پیری و افتادگی ؛ فردوسی رح حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ مین فرماتے ہین **شعر** ہمہ مردم مصر پیر و جوان ؛ ہمہ شان بدل در ہمیز دیگمان ؛ کہ اے کاش این بندہ بخریدمے ؛ شب و روز ہر روز مے دیدمے ؛ اے ہر وقت دیدمے۔ واللہ تعالےٰ شانہ اعلم بالصواب ؛۔

تیسرا ضمیر اور وہ ایک اسم ہے جو بحسب وضع متکلم یا مخاطب یا غائب پر دلالت کرتا ہے اور نیز ایک اختصا

روز بمعنی مطلق وقت و زمانہ

امشب کا اطلاق شب گزشتہ پر

امروز بمعنی زمانۂ حال

تیسرا ضمیر اور اس کی تعریف اور وجہ تسمیہ

کے ساتھ بطور راز اور بھید کے اپنے مرجع کو بتلاتا ہے بسبب اسی اختصار تکرار بیان نکے وقت بجای
اُس مرجع ماتقدم کے اسکو لاتے ہین جیسے نظامی رح **شعر** شبہ از کار دار او بیکار او ٭ سخن راند زپیچید
در کار او ٭ بعض وقت یہانتک اختصار مد نظر ہوتا ہے کہ اس ضمیر کو عبارت سے حذف بھی کردیتے ہین
فقط اُسکے معنوی مراد ہونے پر کفایت کرتے ہین اور یہ عمل ضمائر مرفوع و منصوب و مجرور سب مین جاری
ہے اول جیسے سعدی رح فرماتے ہین **شعر** گفتم کہ گلے بچینم از باغ ٭ گل دیدم و مست شد بوی ٭
اے مست شدم ثانی یعنی حذف ضمیر منصوب مولوی معنوی قدس سرہ **شعر** وان یکے افشاند گرد از رخت او ٭
وان یکے بوسید دستش راو رو ٭ اے رویش را مثال مجرور کی جیسے سعدی رح کا شعر ہے **شعر** دیدۂ سعدی و
دل ہمراہ تست ٭ تا نہ پنداری کہ تنہا مے روی ٭ یعنی دیدۂ سعدی و دل او۔ ہمنے بطریق راز اور بھید
اسلیئے کہا کہ تا فی الجملہ اس اسم کی وجہ تسمیہ معلوم ہو در اصل یہ امر درست ہے کسواسطے کہ من و تو گو کہ
اخص الخواص ہین لیکن بہ نسبت زید عمرو کے اُن مین ایک گونہ خفا ہے کیا معنی کہ ہر شخص من و تو بننے
کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ کوئی شخص آپ کو خط لکھے اور بجاے نام یہ لکھدیوے کہ اس خط کا لکھنے والا
مین ہون آپ اسکی طرز تحریر اور صورت خط سے آشنا نہوئے تو آپ کیونکر تعین کرینگے کہ فلان ہی
اسیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جابر رضی اللہ عنہ کا دروازہ پر سے بوقت دریافت انا کہنا
بوجہ ابہام جواب پسند شریف نہ آیا آپ نے صلے اللہ علیہ وسلم جواب مین انا انا فرمایا یعنی مین تو مین
بھی ہون اس سے کیونکر تشخیص کر سکتے ہین کہ تم فلان ہو بخلاف اعلام کہ وہ مشترک ہی کیون نہون
اسقدر ابہام اُن مین نہین ہوتا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ یا اس تسمیہ کی یہ وجہ ہے کہ ضمائر اکثر اپنے
سابق الذکر مرجعون کی جانب ناظر ہوتے ہین یعنی منظور و مقصود ضمائر اُنکا مرجع ہے اور وہ اُنکے ابہام
مین ایسا سما گیا ہے جیسے جی مین راز تخم مین درخت پس اتنی مناسبت سے کہ وہ باہم علاقہ حال و محل
رکھتے ہین بطریق مجاز مرسل انہی کو ضمیر کہنے لگے ہان وہم جاتا ہے کہ ضمائر خطاب و تکلم پر اطلاق اس اسم
کا مجاز در مجاز ہو کسواسطے کہ لفظون مین اُنکا کوئی مرجع نہین ہوتا لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو اُنکے
کمال حضور و عینیت کے ظاہر کرنے کے لیئے مرجع کو ذکر نہین کرتے ورنہ باعتبار لفظ ابہام مین کوئی
فرق معلوم نہین ہوتا چنانچہ دیکھیئے زید میگفت کہ من با خالد موافقت کنم و او با من مخالفت مے ورزد
اور زید میگفت کہ او با خالد موافقت کند و خالد با وے مخالفت مے ورزد ضمیرین اور مرجع دونو جگہ

ضمائر مین بہ نسبت اسمائے ظاہر خفا و ابہام رہے

تسمیہ کی دوسری وجہ

موجود ہین مگر ایک جگہ لفظ غائب راجع کرتے ہین لیکن بغیر نظر مرجع جو زید ہے ابہام دونون مین برابر رہے گا واللہ تعالے اعلم۔ واضح ہو کہ ضمائر مین سب سے اول متصل ضمیر ہے اُس مین بھی مرفوع اور اُسمین بھی واحد غائب کی ضمیر پھر اُس مین بھی فعل ماضی کی سب سے پہلے یہ رتبہا اول الاول ہے جب واضع نے ضمیر کا نام وضع کرنے سے پہلے ماضی کے صیغہ واحد غائب پر جو اول المشتقات ہے غور کیا تو دیکھا کہ یہ صیغہ جسوقت مبتدا کے ساتھ (جو در اصل اُس فعل کا مبدا و مصدر یا نائب مناب اُنکا ہے) ترکیب پاتا ہے ہم اُس فعل مین ایک شے کو پاتے ہین کہ وہ اُسی فعل کے مبدا واحد غائب کو بتلاتی ہے جسکے سبب سے یعنی بواسطہ اُس شے کے اُس فعل کو واحد اور غائب وغیرہ کے ساتھ متصف کر دیتے ہین لیکن ظاہر مین اُسکا کوئی وجود معلوم نہین ہوتا صورت نظر نہین آتی باطن اور درونہ فعل مین ایسی سمائی ہوئی ہے جیسے دل سینہ مین بلکہ جیسے بھید دل مین لہس چاہا کہ اسکا کوئی نام تجویز ہو مناسبت تامہ اس نام کی بلاغت ریز ہو نہ ارتجال خیز تو ضمیر کے لقب سے ممتاز فرمایا اور باقیماندہ جمع غائب وحاضر ومتکلم اسیطرح کل منصوبات ومجرورات کی ضمیرین بھی کہلاتی ہین گو کہ اُس علت اور وجہ تسمیہ سے عاری ہین لیکن اسی کی اخوات ساری ہین نقل کے لیئے اتنی مناسبت کفایت کرتی ہے۔ ہان یہ شبہ ضرور ہوتا ہے کہ ضمائر منفصلہ ازروے استقلال واستغنا عن الاتصال مشابہ اسماے ظاہر کے ہین لہذا یہ مستحق اوّلیت ہونی چاہئین مین عرض کرتا ہون کہ بیشک ظاہر نظر اسی بات کو مقتضی ہے لیکن با این ہمہ بیان وجہ تسمیہ مین ضمیر مستتر کو اول قرار دینا ایک دقیق نظر پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ کے تینون نوع مین نوع اسم شرف اولویت واولیت سے ممتاز ہے بعد ازان اقسام اسم مین اسم مظہر کو بوجہ عدم ابہام زیادہ شرف ہے اور ان مین بھی فواعل ومبادی افعال کا درجہ اول ہے اسی وجہ سے مرفوعات پہلے بیان کیئے جاتے ہین پس جبکہ ہمنے اس قسم خاص یعنی اسم مظہر کو مبدا کسی فعل کا بنایا اور اُسکے ساتھ اُسکے فعل کو اس ترتیب سے بیان کیا کہ مبدا کو اپنے فعل پر جو تقدم واقعی بوجہ علت و فاعل ہونیکے تھا لفظ مین بھی باقی رہے جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ مین پس ہمنے اسی اول مرحلہ مین فعل کے اندر ایک ضمیر مستتر غائب کو رابط ومظہر مبدا پایا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ فواعل چونکہ مبادی افعال ومصدر افعال ہین اپنے افعال پر انکا تقدم واجب ہے اسیطرح جب وہ باعتبار لفظ بھی مقدم ہو گئے ربط وتعلق کے لیئے ایک ضمیر ان افعال موخرہ مین ضرور لاتے ہین تا معلوم ہو جائے کہ یہ

ضمیر کی تعریف اور وجہ تسمیہ ضمیر واحد غائب [illegible]

جواب شبہ کہ ضمائر منفصلہ بوجہ مشابہت باسماے ظاہر تقدم اور اولیت کے مستحق ہین۔

فعل فلان فاعل سے صادر ہوا ہے یعنی فاعل مخاطب و متکلم و غائب مین سے کون اس فعل کا مبدا بنا ہے خصوصاً جب مبادی متقدمہ جنکو اہل عرف مبتدا کہتے ہین غائب ہون اُس ربط مضمر کو جو مظہر صنف فاعل تھا غیبوبت صیغہ کے سوا غائب عن النحو اس یعنی مستتر لاتے ہین تا غیبوبت مبدا بخوبی متحقق ہوجائے کسواسطے کہ اسمائے ظاہر غائب قرار دیئے گئے ہین اگر غور کیا جائے نہ وہ غائب ہین نہ حاضر نہ متکلم ایک درجہ اطلاق مین ہین البتہ وقت بیان انکا تحقق کسی نہ کسی فرد مین ہوگا اسیوجہ سے بندہ مے گویم کہنا بھی درست ہے اسی طرح جب وہ منادا واقع ہوتے ہین شرف خطاب مین ہوتے ہین چنانچہ جواب ندا کی خطابی ضمیرین اس امر کو مبرہن کرتی ہین لیکن اکثر استعمال انکا غائب کے ساتھ اس لیئے ہے کہ غائب فرد کامل ہے اور غائب کا فرد کامل ہونا ہمنے اپنے رسالہ زر دشت افشار مین مدلل کر دیا ہے اُن بیانات کی یہ مختصر گنجایش نہین رکھتا واللہ تعالے شانہ اعلم بالصواب - واضح ہو کہ ضمائر کا کوئی نہ کوئی مرجع ومآب ضرور ہوگا مثلاً ضمائر مرفوع فاعل یا مبتدا یا خبر کی جانب راجع ہونگے اور ضمائر منصوب مفعول کیطرف اور ضمائر مجرور عام ہین خواہ فاعل کی جانب انکا رجوع ہو خواہ مفعول کی جانب لیکن ترکیب مین مضاف الیہ یا مدخول حرف جار بنے رہتے ہین چنانچہ امثلۂ آتیہ سے انکا حال بخوبی منکشف ہوجائیگا - اور یہ بھی واضح رہے کہ مرجع کو راجع سے مقدم ہونا چاہیئے - لیکن فارسی مین تقدیم راجع و تاخیر مرجع جسکو اضمار قبل الذکر کہتے ہین عمدہ مین ہو یا فضلہ مین مطلقاً جائز رکھا گیا ہے اہل عرب فضلہ مین جائز نہین رکھتے - سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے **شعر** چو بام بلندش بود خود پرست * کند بول وخاشاک بربام پست * **وله** شکم تا بنافش بریدند مشک * قدح را بروچشم خونی پر اشک * عرفی **شعر** نظر بہ بخت حسودت کشادزان او یافت * سپیدی مژہ در بدو عنفوان نرگس * نیز یہ امر فارسی کی خصوصیات سے ہے کہ ضمائر موصوف واقع ہوجاتے ہین اس باب مین تخصیص ضمیر واحد متکلم کی کوئی سمجھ مین نہین آتی **شعر** صلاح کار کجا و من خراب کجا * ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا * نظامی رہ **شعر** چو برہستی تو من سست رای * بلسے حجت انگیختم دلکشای * کبھی علامت اتصاف کو بضرورت حذف بھی کردیتے ہین - خواجہ جمال الدین سلمان کا شعر ہے **شعر** پادشاہا در بہار دولت من بینوا * ہستم آن بلبل کہ چون خفاست مثل من عدیم * حیاتی گیلانی **شعر** چنانچہ بخشش دیوانہ ہست برجا ہش * بخاک پایش من ہیچ آرزو مندم * مثال ضمیر جمع کی عبدی اشترخانی کا شعر ہے **شعر** عشق از گلشن

۵ : اسمائے ظاہر غائب قرار دیئے گئے ہین درباب عمل نہ غائب ہین نہ حاضر نہ متکلم

ضمیر کے مرجع پر مقدم ہوجانی کا بیان

ضمیر مطلقاً موصوف واقع ہوجاتی ہے تخصیص واحد متکلم کی کچھ نہین

رسوائی باید ناماں ٭ یک گل داغ جنون بر سر مجنون زدہ است ٭ مولوی معنوی قدس سرہ **شعر** وز درا

از بانگ تو بگذاشتم ٭ من تو خر را آدمی پنداشتم ٭ نظامی رح **شعر** چہ باید رصد گاہ داراشدن ٭

بجز یہ دہی آشکاراشدن ٭ شما زیر کان از بسہ یا وری ٭ چہ گوئید چون باشد این داوری ٭ - اور

شاہنامہ مین جو اوشور بخت آیا ہے اسی قبیل سے ہے فرہنگ نگار شاہنامہ نے ضمیر و مرجع کی ایک جگہ

جمع ہونے سے او بمعنی آن کہدیا یہ مساحمت ہے چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ گرسیوز و افراسیاب کی

تجہیز و تکفین کے بیان مین لکھتے ہین **شعر** بخوابا ندش پس بر افراز تخت ٭ بگریہ فراوان براوشور بخت ٭

اے برافراسیاب کہ شور بخت است - بعض وقت اس ضمیر جمع کی صفت کو مفرد بھی لاتے ہین یا تو

اس لئے کہ مطابقت کا خیال نہین کرتے یا اس صیغہ صفت کو بمنزلہ اسم جنس کے قرار دیتے ہین

فیضی فیاضی کا شعر ہے **شعر** از کنہ کمال او چہ یابیم ٭ ما ہیچمدان آفرینش ٭ حیاتی گیلانی - **شعر**

یاد آن وقت کہ ما دلشدہ را یارے بود ٭ ہر کسے را بسر کوے کسے کارے بود ٭ اور یہ متصل و منفصل پر منقسم

ہوتی ہے - متصل وہ ہے کہ کبھی لفظ سے الگ ہو کر مستعمل نہو اسیوجہ سے اُسکو غیر مستقل کہتے ہین -

منفصل وہ ہے کہ علحدہ بھی مستعمل ہو کسواسطے کہ وہ مستقل بنفسہ ہوتی ہے ہر ایک ان مین سے تین

قسم پر ہے اسواسطے کہ ضمائر یا مسند الیہ اور مسند واقع ہوتے ہین یا مفعول یا کسی جار کے تحت مین

اگر اول ہے مرفوع کہلاتی ہے ثانی منصوب ثالث مجرور - واضح ہو کہ یہ نام مجوزۂ اہل عرب ہین اسلیئے

کہ اُن کے ہان مسند الیہ اور مسند کی علامت رفع مفعول کی علامت نصب مضاف الیہ کی علامت جر ہی

جدول المضمرات المرفوعة المتصلة

جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
ن د	ی	ی د	م	یم
مثلاً گفتند	گفتی	گفتید	گفتم	گفتیم

ضمیر واحد غائب کہین مستتر رہتی ہے جیسے ماضی کی بحث مین کہین بارز ہو جاتی ہے جیسے بحث مضارع

مین اور وہ دال ہے ماقبل مفتوح جیسے کند و گوید مین اُسکو اسلئے مستتر کر دیا کہ ماضی کا خاتمہ دال یا تا پر

ہونا واجب ہی پس اگر یہ دال ضمیر غائب بھی اُس پر لاتے دو متحد المخرج یا دو قریب المخرج کے اجتماع

کی وجہ سے جو ثقالت کہ پیدا ہوئی ہے عام ہو جاتی - جاننا چاہیئے کہ ہمنے ثقالت عامہ کو محذور

ضمیر صفت کو اوپر... جمع مین ... نہین

ضمیر متصل کی تعریف

ضمیر منفصل کی قسم

ضمیر واحد غائب مرفوع متصل کا استتار و بروز

ٹھہرایا ہے نہ ثقالت مطلقہ کو تا معترض ستدن کے ماضی ستد و گشتن کے مضارع گردد کو بطریق نقض پیش نکرے یعنی کوئی یون نہ کہے کہ اگر یہ ثقالت بری تھی تو ستمدین جو ماضی ستدن کی ہے اور گردد مین جو مضارع گشتن کا ہے کس لیئے اختیار کیگئی اسکی زیادہ تحقیق منظور ہو تو زہشت افشار کی بحث مطلق مین ملاحظہ کرین۔ اور جاننا چاہیئے کہ ان ضمیرون کو بقرینۂ مقام مقدر بھی کردیتے ہین سعدی رح **شعر** گفتم کہ گلے بچینم از باغ ٭ گل ویدم و مست شد بوے ٭ نظامی رح **شعر** نیاوردم از خانہ چیزے نخست ٭ تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست ٭ **شعر** القصہ باز گشتم و آمد بخانہ زود ٭ دو باز کرد و باز بہ بست از نفس ستواد ٭ ہاتفی رح **شعر** اگر من ہراسان شدی از سخن ٭ نماندی مراد رجہان ہیچ بن ٭ جامی رح **شعر** بجاے نیل من بودی چہ بودی ٭ زپا پوشش من آسودی چہ بودی ٭ اگر غور کیجیئے تو تسلیم حذف جزو معتد بہ سے بلا ضرورت کلام مین نقصان ماننا ہے حق یہ ہے کہ یہ تکلم سے جانب غیبت التفات ہے رہا بعض شراح گلستان کا غیبت اور التفات مین عاطفہ کو فارق رکھنا بالکل بے اصل ہے۔ اسیطرح ضمیر اور مرجع مین باعتبار افراد و جمع اختلاف بھی ہوتا ہے یعنی بعض وقت باہم مطابقت کلی کا لحاظ نہین کرتے۔ حزین کا شعر ہے **شعر** شکرت چہ گویم اے مژہ اے دراز دست ٭ نگزاشتی بدست کسے اختیار من ٭ شفائی کہتے ہین **شعر** خوبان اصفہان چو شفائی پسند نیست ٭ خیزم ازین دیار بشہر دگر روم ٭ جامی قدس سرہ فرماتے ہین **شعر** پرستاران پرستاریش کردی ٭ ہواداران ہوادارش کردی ٭ نظامی رح **شعر**

ملوک طوائف بفرمان او ٭ کمر بستہ برعہد و پیمان او

جدول ضمائر منصوب و مجرور متصل

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
ش	شان	ت	تان	م	مان

جاننا چاہیئے کہ ماقبل ان ضمائر متصلہ کا بصورت اتصال ہمیشہ مفتوح رہتا ہے پس کش وکت کو مکسور الاول پڑہنا جیسے اکثر ہندوستان مین مروج ہے قول مرجوح ہے راجح یہی ہے۔ کہ فتح کے ساتھ پڑہین اسلیئے کش اور کت اصل مین کہ اش اور کہ ات بقیاس سائر ہمزات مضمرات جو بعد ہائے مختفی کے تحمل حرکت کے لیئے لائے جاتے ہین بفتح ہمزہ ہے پس بعد نقل حرکت بسوے کاف ہمزہ کو گرا کر اُش ضمیری ش بنا یا میم کو چہ و کہ کے ساتھ وصل کرین تو وہ ہائے مختفی جو بضرورت اتمام

ضمائر منفصلہ کا بقرینۂ مقام مقدر ہونا

بیان التفات

ضمیر و مرجع مین کبھی مطابقت کلی کا لحاظ نہین ہوتا

ضمائر متصلہ سے قبل حرف متحرک کی حرکت فتح ہے

کلمہ مثل واو تو کے کلمہ پر لاحق ہوگئی تھی ساقط ہوجا ئیگی چش اور کش اور کت اور کم بالفتح رہجا ئیگا نظامی رح
شعر بہ ہر چش رسد سازگاری کند ٭ فلک بر ستیزندہ خواری کند ٭ خسرو رح شعر این قدرم عرصہ درین
سکندر نامہ بحری صفحہ ۶
ملک ہست ٭ کم نرود سوے دگر پایہ دست ٭ اے کہ نرود دستم ۔ امیر خسرو رح شعر بیشتر از جنبشم این دار و گیر ٭
باعثہ بود مرا در ضمیر ٭ کم زچہ رو وسعت بران در شود ٭ کین شرفم زود میسر شود ٭ اے در ضمیر من کہ مرا از چہ
بر آن در رسیدن میسر آید ۔ غالب شعر منم کم بود در طراز کلام ٭ شہنشہ ہمیر سپہبد امام ۔ یہ تعلیل و تخفیف
بوجہ نقل حرکت موافق قیاس سبب اولویت ہے چنانچہ از پر بھی کاف اور نون نافیہ لایا جاتا ہے تو کز اور
نز بالفتح پڑھتے ہین ۔ سعدی رح شعر عزیزے کہ ہرکز درش سر بتافت ٭ بہ ہر در کہ نشد ہیچ عزت نیافت
خسرو رح شعر گر بسنہ زانی کہ درین تنگناے ٭ نان ز ملک مے طلبی نز خداے ٭ چنانچہ مخفف نیز اور
عاطفہ ۱۲
نافیہ مین ما بہ الامتیاز یہی فتح ماقبل و کسرۂ ماقبل ہے پھر کش اور کت اور کم مین کسرہ کی وجہ تشفی بخش نہین
نیز اولویت کا یہ بھی ایک سبب ہے کہ اور باقی مواضع مین جہان کہین یہ ضمیرین وصل پاتی ہین اُنکے
ماقبل کو حرکت ہوتی ہے تو فتح کی ہوتی ہے جیسے قلمش قلمت قلمم کتابش کتابت کتابم وغیرہا چنانچہ
بعض محققین نے شین مصدری اور شین ضمیری مین ما بہ الامتیاز کسرۂ ماقبل و فتح ماقبل شین کو رکھا ہے
دوسری یہ بات کہ حذف ہمزہ بغیر نقل حرکت جس سے کش و کت بالکسر حاصل ہوتا ہے خلاف قیاس
غیر اولی ہے لیکن کرا بالکسر اس قاعدہ سے خارج ہے اسواسطے کہ یہان سے کوئی ہمزۂ مفتوحہ حذف
نہین ہوا بعض وقت اُس ہمزہ کو بحال رکھکر بوجہ کسرۂ ماقبل یاے تحتانی سے بدلدیتے ہین جیسے چیست
و کیست مین لیکن حرکت ہمزہ کی بعض وقت اپنی حالت پر رہجاتی ہے اور بعض وقت کیست و چیست
کے ہمزہ کی طرح ساقط ہوجاتی ہے ہر دو کی مثالین حضرت مولوی معنوی رح کے اشعار سے واضح ہے
شعر مادرش از خشم گفتش ہین خموش ٭ کیت افگند این شہادت را بگوش ٭ وله این کیت آموخت
اے طفل صغیر ٭ کہ زبانت گشت در طفلی جریر ٭ واللہ تعالی اعلم ۔ امثلہ منصوبہ متصلہ ضمیر منکہ مولانا جامی رح
شعر بد ہقانیش اگر داری مسلم ٭ بدان ماند کہ گوئی روح اعظم ٭ وله مدہ شان قرض و ستان نیم حبہ ٭
ص ۳۳
فان القرض مقراض المحبہ ٭ وله مے عشقت دہد گرمی و مستی ٭ دگرا فسردگی و خود پرستی ٭ فردوسی رح شعر
اگر راستیتان بود گفتگو ٭ بہ نزدیک منتان بود آبرو ٭ دگر ہیچ کژی گمانے برم ٭ بزیر پے پیلتان بسپرم ٭
سعدی رح شعر دریغ آمدم زان ہمہ بوستان ٭ تہی دست رفتن سوے دوستان ٭ ای دریغ آمد مرا ۔ ترکیب نحوی اس شعر

ضمائر متصلہ منصوبہ کی مثالین

کی یون ہے۔ آمد صیغہ واحد غائب ماضی مطلق آمدن کا جو منجملہ افعال ناقصہ ہے۔ رفتن مصدر معروف مضاف۔ اسکا مضاف الیہ محذوف یعنی رفتنم یہ نحو الحال۔ تہی دست۔ حال۔ سوے دوستان مضاف ومضاف الیہ ملکر رفتن کا مفعول بہ۔ ز۔ جارہ رابط۔ آن۔ اسم اشارہ مبدل منہ۔ ہمہ بوستان مضاف ومضاف الیہ ملکر مشار الیہ بدل اسم اشارہ مع مشار الیہ یعنی بدل مع مبدل منہ کے ز کے ساتھ مربوط ہوکر متعلق رفتن کا اور رفتنم اپنے حال اور مفعول بہ اور متعلق کے ساتھ ملکر اسم آمد کا۔ دریغ اسکی خبر۔ م۔ آمد کا مفعول بہ۔ آمدن کے فعل ناقص ہونے کے شواہد بہت ہین۔ گلستان مین ہے۔ ”دشمنان اسیر آمدند“ یعنی دشمن قید ہوگئے۔ دشمن اسم۔ اسیر۔ اسکی خبر۔ مثال جمع کی فردوسی رح شعر با یرڈان بمردان نخوانند مان ٭ زنان کمر بستہ دانند مان ٭ مثال مجرور متصل ضمیرون کی جیسے کتابش قلمت کاغذم۔ جاننا چاہیئے کہ کبھی ان جمع کی متصل ضمیرون کو جمع کی منفصل ضمیرون سے استعارہ کرلیتے ہین یعنی یہ متصل ضمیرین لفظا ومعنی منفصل ضمیرون کے قائم مقام مستعمل ہوجاتے ہین۔ فردوسی رح سورۂ یوسف کی شان نزول مین لکھتے ہین شعر پیمبر چنین گفت کاین امتان ٭ کہ شان من شفیعم بر غیب دان ٭ اے اوشان را من شفیعم۔ اور محتمل ہے کہ مضاف الیہ شفیع کا ہو ای من شفیعشان ہستم۔ مولوی معنوی رح شعر از سو دوزخ بزنجیر گران ٭ میکشم تان تا بہشت جاودان ٭ در نہ رسم الخط مین اپنے ماقبل سے منفصل لکھا جانا درست نہوگا کس کیطرح کشان من شفیعم الخ اور می کشمت کی طرح می کشمتان لکھنا چاہیے تھا غرض یہ امثلہ جمع ضمائر متصلہ منصوبہ کی تھین جو بجاے منفصلہ مستعمل ہوئین اور ضمائر مجرورہ متصلہ کی مثالین جو بجاے منفصلہ مستعمل ہوی ہین ہم آگے بیان کرینگے جیسے میان شان بدیدہ فرق اندک کیا معنی کہ انکے مضافون پر کسرہ اضافت کا لانا اتصال سے انفصال مین لیجانے یعنی متصلہ کو منفصلہ بنانے کی دلیل ہے بخلاف ضمائر مفردہ متصلہ کے اسلیئے کہ واحد کی متصل ضمیرین یک حرفی ہوتی ہین بلا استناد کسی کلمہ کے انکا تنہا آنا ممکن نہین اسقدر استقلال ان مین پیدا ہو نہین سکتا کہ وہ بجاے ضمائر منفصلہ اپنی جمعون کی طرح مستعمل ہون اسیواسطے درصورت اضافت ان کے مضافون پر سے علامت اضافت وجوباً ابداً اٹھا لیجاتی ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ جب کسی دوسرے کلمہ کے سہارے اور استناد کے بغیر انکا بروز وظہور نہین ہوتا تو یہ دوسری شئے کیلئے خود سہارا اور مستند کیا بن سکتے ہین پس تست اور تش کو توست اور تواش کا مخفف سمجھنا چاہیئے

آمدن کے فعل ناقص ہونیکے شواہد

مجرور متصل ضمیرون کی مثالین

ضمائر جمع متصلہ کا بجاے منفصلہ استعمال

ضمائر مفردہ متصلہ بجاے منفصلہ کیون نہین مستعمل ہوتین

تست اور تش توست اور تواش کا مخفف ہے

جیسے ترا تورا کا اور مرا من را کا مخفف ہے ۔ انشاء اللہ تعالے اسکا بیان ضمائر منفصلہ مین آئیگا ۔
ورنہ غیر مستند کا مستند غیر مستقل کا مستقل ہونا لازم آئیگا مولانا ے روم کا شعر ہے **شعر** نے خودی
نامد بخود تش خواندہ ٭ اختیار از خود نشد تش خواندہ ۔ اے تو اورا خواندہ ۔ اور کبھی یہ شین ضمیر متصل
منصوب زائد بھی لائی جاتی ہے جیسے فردوسی رح پیغام سلم و تور کا فریدون کے پاس پہونچانے
کے داستان مین لکھتے ہین **شعر** بگفتش بدان بشاہ کشتہ پسر ٭ پیام دو فرزند بیدادگر ٭
اے بگفت بدان شاہ ۔ **ولہ** چو اورا بدیدش جہان شہریار ٭ نشاندش بر خویشتن نامدار ٭ اے
چو اورا بدید **ولہ** چو شاہ آنچنان دید بر پاے جست ٭ گرفتش سر و دست رستم بدست ٭ ای گرفت
سر و دست رستم ۔ اسی طرح ضمیر متکلم مع الغیر منفصل بھی زائد آتی ہے ۔ اسکا بیان انشاء اللہ تعالے
اخیر مین آویگا ۔ اور یہ ضمائر متصلہ منفردہ اپنے مضاف سے ایسی ملجاتی ہین کہ گویا جو ہر کلمہ مضاف
بنجاتی ہین بخلاف ضمائر جمع کے کہ کبھی مفرد کی طرح اپنے اتصال اصلی پر رہتے ہین جیسے
مولانا جامی کا شعر ہے **شعر** کنیزان را بہ پیش او بپا کرد ٭ بخدمت سرو بالاشان دو تا کرد **ولہ**
ز شیرینی دہانشان در شکر خند ٭ ز لعل و زر ہمہ بر موکمر بند ٭ جنگ سکندر و فور مین فردوسی رح
فرماتے ہین **شعر** نوازش کنون من بافزون کنم ٭ ز دلتان غم و ترس بیرون کنم ٭ سنائی رح **شعر**
از دست تو مشت بر دہانمان خوردن ٭ خوشتر کہ بدست خویشتن نان خوردن ٭ مولوی معنوی رح **شعر**
آنش گوید ہر دو عالم آن تست ٭ جملہ جانہامان طفیل جان تست ٭ کبھی انکے مضاف پر علامت اضافت
لے آتے ہین یعنی انکو بجاے منفصل استعمال کرتے ہین ۔ مولانا جامی **شعر** میان شان چو دیدہ
فرق اندک ٭ بعینہ ہر یکے چون آن دگر یک ٭ کبھی تنہا بلا استناد مستقلاً نائب مناب ضمیر مرفوع منفصل
مستعمل ہوتے ہین ۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے **شعر** ز چینی بخوید کسے مردمی ٭ کہ جز صورتے نیست
شان آدمی ٭ اے اوشان آدمی ۔ امیر خسرو رح **شعر** دزد متاع من و با من بجوش ٭ شان بزبان
آوری و من خموش ٭ اے اوشان بزبان آوری ۔ غالب دہلوی **شعر** با من این خشم و کین
دریغ دریغ ٭ من چنان تان چنین دریغ دریغ ٭ اے من چنان شما چنین ۔ واللہ تعالے
اعلم بالصواب ۔

	جدول ضمائر مرفوع و مجرور منفصل	

ف ضمائر متصلہ جمع
تنہا بلا استناد مستقلاً نائب
مناب ضمائر منفصل کے مستعمل
ہوتے ہین لیکن مولوی معنوی
کے شعر (صد ہزاران دخر
اشکار بود ٭ پیش حرف
ایمی اش ناپدید) مین
ایمی اش بجاے ایمی او
باقتضاے ضرورت شعر
تجنیس ہے ۱۲ منہ

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
او - وے	اوشان - ایشان	تو	شما	من	ما

جیسے گفت او یعنی گفت کے فعل ہونے کی صورت مین ضمیر مرفوع ہے ورنہ ضمیر مجرور۔

جدول ضمائر منصوبہ منفصلہ

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
اورا - ورا - ویرا	اوشانرا - ایشانرا	ترا	شمارا	مرا	مارا

جاننا چاہیئے کہ وے مرادف او ممکن ہے کہ ایک مستقل ضمیر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اوسی کا مخفف ہو اور اوی مین یاے تحتانی اسی قسم کی ہے جو بعد مدتین زائد ہوتی ہے جسکا بیان اضافت مین آئیگا فردوسی رح فرماتے ہین شعر ہر آنکس کہ از راہ یزدان بگشت ؛ ہمان عہد اوی وہمان باد دشت ؛ یعنے عہد او و باد دشت ہر دو برابرست۔ ایضا در حمد سراید شعر ازو شادمانی وزو مردمی ست ؛ ازویت فزونی و زویت کمی ست ؛ سعدی رح شعر چنوے خردمند فرخ نہاد ؛ ندارد جہان تا جہانست یاد ؛ اسواسطے کہ ازویت مرکب ہے از اوی اور تاے خطاب سے اسی طرح چنوے مخفف ہے چون اوے کا غرض اسی اوے مین سے جب الف حذف کیا گیا واو ساکن رہگیا تو بوجہ تعذر سکون ابتدائی اوسپر حرکت فتح کی دیگئی کیونکہ وہ اخف الحرکات ہے۔ سعدی رح شعر بگفت انچہ دید از کرمہاے وَے ؛ شہنشہ ثنا گفت بر آل حَے ؛ اہل توران بہ نسبت اوکے وَے کو زیادہ استعمال کرتے ہین اسیطرح جب ضمیر منصوب اورا پر سے الف گرادیا جاتا ہے وَرا بالفتح کہا جاتا ہے اسکو ویرا کا مخفف ماننا تعلیل در تعلیل تخفیف در تخفیف ہے رہا ترا مین جو مخفف تورا ہے حرکت اصلی ہے نہ عارضی اور اوی مین جیسے الف حذف ہوکر وی رہگیا اسی اوی مین سے واو حذف ہوکر ای بالکسر رہجاتا ہے لیکن الف کا ضمہ بجاورت یاے تحتانی کسرہ سے بدلدیا گیا چنانچہ اسکی جمع ایشان مستعمل ہے۔ جامی قدس سرہ شعر نمی دانم کہ با ایشان چہ کین داشت ؛ کہ زیر خاکشان آسودہ نگزاشت ؛ یعنی ان دونون قسمون کے تخفیفی صیغون مین یون عدل کیا گیا کہ جس کا اول تخفیف مین آگیا ہے اسکی عوض حالت اولی کے ساتھ جو افراد ہے وہ مختص ہو اور جسکا اخیر تخفیف مین آگیا حالت آخری کے ساتھ جو جمع ہے وہ مختص ہو یعنی اسکا نقصان جو تخفیف حرف اخیر سے ہوا ہے ادات جمع سے بھرجاے اور اسکا نقصان

ضمیر واحد غائب وی کی تحقیق لفظی اور ایشان کو ضمیر جمع غائب کی تحقیق لفظی بھی سمجھنی چاہیئے

ضمیر جمع غائب ایشان کا بیان

حرف اول کمالیت افراد سے غرض اول مین تکمیل معنوی ہوئی ہے اور ثانی مین تکمیل لفظی ہمنے
حذف واو کو حذف اخیر اس لیئے قرار دیا کہ یہان یاے بعد مدہ در اصل زائد جو ہر کلمہ سے خارج ہے گو کہ
ان دونون تخفیفون مین بمنزلہ جوہر کلمہ اُسکو وجوب عارض ہوگیا اور نیز اشتراک السنہ پر نظر کرین یہ
امر بخوبی ظاہر ہوسکتا ہے جیسے عربی مین ھُو اور ھِی پس اُوْ اور اِی اُوسی ہُو و ہِی کا مبدل ہی
اور ہاے ہوز کا ہمزہ سے بدلنا معلوم ہے اسیطرح ہندی مین وہ اور یہ اوسی ہُو اور ہِی کا قلب
ہے ہان امر تانیث و تذکیر خصوصیات زبان سے ہے جو ہُو اور ہِی مین فرق ہے اور اُوْ اور اِی
مین اس قسم کا فرق نہین - واللہ تعالے اعلم -

ضمائر منصوبہ مفردہ مین سوا اوْرا و وِیرا کے حاضر و متکلم مین صیغہاے مخففہ کا استعمال اکثر ہے
صیغہاے اصلی شاذ و نادر برتے جاتے ہین - سامعانی ہمدانی کا شعر ہے **شعر** بسکہ عادت دل من با
مروت باشد * نگزم گر ہمہ انگشت ندامت باشد * آگاہ ہو جائین کہ ضمائر منفصلہ غائبہ بحسب اصل
ذوی العقول کی ضمیرین ہین - لیکن بعض وقت انکو غیر ذوی العقول کے لیئے استعارہ کر لیتے ہین
نظامی رح کا شعر ہے **شعر** می کو مرا رہ بمنزل برد * ہمہ دل بزند او غم دل برد * لیکن میرے نزدیک
اس تخصیص کی کوئی وجہ نہین اساتذہ اہل زبان سے دونون موقعون پر ضمائر منفصلہ کا استعمال بکثرت
ثابت ہے معہذا قیاس بھی اسیکو مقتضی ہے اسی طرح ضمائر جمع بھی نظامی رح **شعر** مہندس بسے جوید
از راز شان * نداند کہ چون کرد آغاز شان * مگر جب اُنپر کوئی رابط وغیرہ آجاتا ہے تو اُسکے اتصال
کی وجہ سے ضمائر متصلہ غیر مستقلہ کے مشابہ ہو جاتی ہین پس اُن متصل ضمیرون کی طرح ذوی العقول
و غیر ذوی العقول ہر دو مین بالاتفاق انکا استعمال جائز رکھتے ہین - سعدی رح **شعر** بترسد خردمند
ازین بحر خون * کزو کس نبردست کشتی برون * **ولہ** چو خرما بشیرینی اندودہ پوست * چو بازش کنی
استخوانے درونست * مثال وسے کی **ولہ** در خرمی بر سراے یہ بند * کہ بانگ زن از وے برآید بلند *
واضح ہو کہ ضمائر خواہ متصلہ ہون یا منفصلہ اُن مواضع مین مستعمل ہوتے ہین کہ جہان زبان اردو مین
لفظ اپنا بولا جاتا ہے یہ اپنے اپنے محاورہ اور خصوصیت زبان کی بات ہے اور ان کو بمعنی خود کہنا
مین پسند نہین کرتا اُس پر طرہ یہ کہ ضمائر متصلہ کو مخصوص کرتے ہین یہ خلاف تفحص ہے ظہوری **شعر**
نہد غور ہر طرف دامے ز تارش * کزان رو پرتوی گردد شکارش * سعدی رح **شعر** ترا کے میسر شود این مقام *

اشتراک السنہ
اور اسی اور ہی اور
ہی اور وہ اور یہ

ضمیر اور کمی

ضمائر منفصلہ غائبہ کا
غیر ذوی العقول کے
لیے استعارہ کرلینا

ضمائر متصلہ یا منفصلہ
کا ایسی جگہ استعمال
جہان اردو مین
لفظ اپنا بولا جاتا ہے

کہ با دوستانت خلاف ست وجنگ ؛ سعدی رح شعر چو من نام مردم بزشتی برم ؛ نگویم بجز غیبت مادرم ؛
اسی معنی مین ضمائر منفصلہ بھی مستعمل ہوجاتی ہین۔ نظامی فرماتے ہین شعر چو خاقان خبر یافت از کار او ؛
کہ آمد سکندر بہ پیکار او ؛ ولہ بدانست مانی کہ در راہ او ؛ بدان حوضہ چینیان چاہ او ؛ خسرو علیہ الرحمہ
فرماتے ہین شعر چشم تو از عیب تو دیدن تہی ست ؛ از دگرے پرس کہ عیب تو چیست ؛ نظامی رح شعر
چنان گرم کن عزم رایم بتو ؛ کہ خرم دل آیم چو آیم بتو ؛ فردوسی رح بہرام کی بہن سے خاقان کی منگنی
کرنے کی داستان مین لکھتے ہین شعر بہ از من ندیدم ترا کتخدائے ؛ بیارائے این پردۂ مادرائے ؛
غرض اس معنی مین تخصیص ضمائر متصلہ کی بجا نہین کبھی بحکم ضرورت ضمائر منفصلہ پر ضمائر متصلہ لاتے ہین
مولوی معنوی قدس سرہ العزیز کا ارشاد ہے شعر گفت پیغمبر صباحے زید را ؛ کیف صبحت اے
رفیق باصفا ؛ گفت عبدا مومنا باز اوش گفت ؛ کو نشان از باغ ایمان گر شگفت ؛ ولہ او گریزان وانا
اندر پیش ؛ میدود چون دید دیرانی ویش ؛ ولہ روغن اندر دوغ پنہان میشود ؛ ہر چہ مے سازی
تو اش آن میشود ؛ ولہ کہ اگر حق ست او پیداش کن ؛ ورنباشد حق زبون ماش کن ؛ ولہ دیدۂ
عقلت بدو بیرون جہد ؛ طعن اوت اندر کف طاعون نہد ؛ سعدی رح شعر اگر شخصے ہنرت حقیر نمود ؛
تا درشتی ہنر نہ پنداری ؛ اور بعض مواضع مین لفظ خود پر ضمائر متصلہ بنظر تاکید مزید لاحق کرتے
ہین جیسے نظامی رح کا شعر ہے شعر سخن بر بدیہہ نیاید صواب ؛ بوقت خودش دادہ باید جواب ؛
اسکا بیان بحث حرف مین آویگا۔ انشاء اللہ تعالے شانہ ؛

ضمائر پر خواہ وہ متصلہ ہون یا منفصلہ الف زائد بھی لاتے ہین فردوسی رح بیژن کے بحیثیت مجرمانہ
افراسیاب کے روبرو ہونے کی داستان مین لکھتے ہین شعر نہ بینی کہ این بدکنش ریمنا ؛ فزونی
سگالد ہمی بر منا ؛ اے برمن ولہ من از بادشاہیت آبادما ؛ بزرگان فرخندہ بنیادما ؛
اے آبادم اور ضمیر جمع متکلم درصورت مضاف الیہ زائد بھی لائی جاتی ہے۔ فخر المتاخرین علی حزین
کا شعر ہے شعر صف مژگان تو گر سایہ بدریا فگند ؛ خار قلاب شود در بدن ماہی ما ؛ اے در بدن ماہی۔
چوتھا موصول یہ وہ اسم ہے کہ اسکے ساتھ جب تک کوئی جملہ وصل نہ آئے جس مین ایک ضمیر
اسی موصول کیطرف راجع ہو کسی مرکب کا کامل جزو نہین بن سکتا یعنی فقط موصول کو نہ تو مبتدا
کہہ سکتے ہین نہ خبر نہ فاعل نہ مفعول نہ مضاف الیہ وغیرہ اور اس جملہ کو جو اس اسم موصول کے ساتھ

ملا ہوا ہے صلہ اور اُسکے اندر کی ضمیر کو جو اسم موصول کی جانب پھرتی ہے اور اس جملہ کا تعلق اُس
اسم کے ساتھ پیدا کرتی ہے عائد اور رابط کہتے ہین۔ اسمائے موصولہ کہ و چہ جیسے عربی مین مَنْ
و ما سعدی رح کا شعر ہے **شعر** اے کہ پنجاہ رفت و در خوابی ٭ مگر این پنج روز دریابی **ولہ** ہر کہ آمد
عمارت نو ساخت ٭ رفت و منزل بدیگرے پرداخت ٭ یہ بھی یاد رہے کہ آمد و ساخت پہلے مصرع
مین مرکب فعل ہین لیکن انکے بیچ مین فاصلہ مفعول بہ کا واقع ہو گیا ہے اور انکے درمیان سے
ایک حرف وصل کہیے یا عاطفہ محذوف ہے اور وہ واو ہے یا ہائے مختفی اسیواسطے اصل اسکی
ہر کہ آمد و ساخت یا ہر کہ آمدہ بساخت عمارت نو را ہے اسکی نظائر بہت سی ہین نظامی رحمہ اللہ تعالے
معراج مین فرماتے ہین **شعر** تن او کہ صافی تر از جان ماست ٭ اگر شد بیک لحظہ آمد رواست ٭ اے
بیک لحظہ شد و آمد یا شدہ آمد یہان فاصلہ ظرف کا ہے **ولہ** درفشان یکے تیغ چون چشم گور ٭ بلارک
درو رفتہ چون پاے مور ٭ برآہیخت آمد بران تند شیر ٭ نشاید شدن سوے شیران دلیر ٭ لیکن واو اور ہائے
مختفی کے موضع استعمال مین فرق ہے درصورت واو دونون فعلون مین مطابقت شرط ہے یعنی اگر
اول ماضی ہے دوسرا بھی ماضی مضارع ہے مضارع واحد ہے واحد جمع ہے دوسرا بھی جمع چاہیے
اسی طرح غیبت و خطاب و تکلم مین باہم موافق ہونے ضرور ہین اور ہائے مختفی اس قید مطابقت سے پاک ہے
لیکن فعل ملحق بہ ہا کا ماضی ہونا اور فعل ثانی کے اول پر تفریع شرط ہے پس ان مین نسبت عموم من وجہ
کی متحقق ہوگی ملا ضمیری کا شعر ہے **شعر** سینہ واکردہ بگلشن چو خرامان گزرد ٭ بلبل از جان گزرد گل
زگریبان گزرد ٭ جیسے زید نزد من آمدہ نشست یعنی بیٹھنا آنے پر متفرع ہے اور اس قسم کے ترکیبی
فعلونکے فاعلونکا اتحاد واجب ہے اگر فاعل مغائر ہونگے ترکیب باقی نرہے گی۔ اس قسم کی تقدیر
اُردو مین بھی مع الفاصل و غیر فاصل دونون طرح مستعمل ہے جیسے کہتے ہین کھاچکا لے بھاگا لا دیا
آلگا یا یہ سب بلا فاصل کی مثالین ہین اور مع الفاصل نسیم لکھنوی کا شعر ہے **شعر** وہ آئی تو غافل
اُسکو پایا ٭ آغوش مین آ گلے لگایا ٭ آمدم بر سر مطلب ہر کا لفظ عموم افراد کے لیئے۔ وہ مضاف ہے
جانب کہ موصولہ۔ آمد معطوف علیہ۔ عمارت نو ساخت کا مفعول بہ۔ ساخت معطوف بتقدیر حرف عطف
معطوف اور معطوف علیہ ملکر صلہ۔ اور دونون فعلون مین جو ضمیر فاعلی مستتر ہے عائد و رابط۔ اور صلہ
معہ موصول مضاف الیہ ہر کا اور مضاف مضاف الیہ ملکر مبتدا۔ رفت فعل لازم۔ اُس مین ضمیر فاعلی

بحروف وصل یا عاطفہ یعنی واو اور ہائے مختفی کا باہمی فرق امتیاز ہے

عاطفہ کا مقدر رکھنا اُردو مین بھی مروج ہے اور عاطفہ اور واصل کے ساتھ بھی جیسے لا کر دیا جا کر لیا وغیرہ ۱۲ حکمی عفی عنہ

مستتر جانب مبتدا راجع وہ ذوالحال۔ واو حالیہ۔ منزل پرداخت کا مفعول بہ۔ بدیگرے متعلق پرداخت اور پرداخت فعل متعدی اسکی ضمیر بھی جانب مبتدا راجع۔ اور پرداخت مع فاعل اور مفعول اور متعلق کے ملکر حال۔ اور حال مع ذوالحال کے فاعل رفت کا۔ رفت مع اپنے فاعل کے خبر۔ اور مبتدا خبر کے ساتھ ملکر جملۂ اسمیہ۔ پس ان معنون کی تقدیر پر جو بظاہر لفظ آمد زائد لایا گیا ہے ازروے لطائف بلاغت فاعل کے تردد وسعی ومحنت کشی پر شعر ہے جیسے یہی نکتہ لفظ آوردکی زیادتی سے ناصر علی علیہ الرحمہ کے شعر مین ملحوظ ہے شعر خیال بیکسی من وفا بیادش داد ٭ مجانبے شمع دل آورد وبر مزارم سوخت ٭ ورنہ ہر کہ عمارت نو ساخت اور دل بر مزارم سوخت۔ ادا ے مطلب کو کافی تھا۔ ایک اور طرح بھی اس جملہ کی ترکیب کر سکتے ہین۔ ہر کہ آمد موصول صلہ اور مضاف مضاف الیہ ملکر مبتدا۔ عمارت نو ساخت خبر۔ اور رفت ومنزل الخ بدستور مذکور خبر بعد خبر۔ ایک اور طرح بھی ترکیب اس جملہ کی ہو سکتی ہے۔ ہر کہ موصول متضمن معنے شرط۔ عمارت نو ساخت ورفت ومنزل الخ معطوف ومعطوف علیہ اسکی جزا۔ بعض میانجیون کا اس شعر پر اعتراض ہے کہ "بہت سے بچے پیدا ہوتے ہین مر جاتے ہین پس عمارت نو ساخت کا مفاد بخوبی سمجھ مین نہین آتا" اس قسم کے اعتراض قابل التفات نہین عمارت نو ساختن بمعنی نو آباد کرنا مراد اس آبادانی سے دنیا مین وجود نو کا پانا ہے۔ یعنی جو کوئی دنیا مین آیا اپنے قدم سے اس مین ایک نئی آبادی لایا جب وہ مر گیا اس منزل کو جو دنیا ہی اور و نکے لیئے خالی کر دیا۔ ان معنون کی رو سے لفظ ہر کی عمومیت پورے طور سے ثابت رہ سکتی ہے کیا حیوان کیا نبات کیا جماد وغیرہ وغیرہ۔ ہان کہ موصولہ جو ذوالعقول کے لیئے موضوع ہے تغلیباً لشرافۃ العاقل بولا گیا اور یہ تکلف فقط ہر کی عمومیت سنبھالنے کی خاطر کیا گیا اور جو معنی ہم پہلے بیان کر آئے ہین اس مین کوئی تکلف نہین معہذا اگر لفظ ہر کا اندیشہ تھا تو اسکو عمومیت حقیقیہ کے لیئے لینا کیا ضرور ہے بلکہ عمومیت عرفیہ مراد ہو سکتی ہے واللہ اعلم بالصواب اور بہت جاے عمومیت حقیقیہ کے لیئے بھی آتا ہے فردوسی علیہ الرحمۃ جنگ رستم وخاقان مین زمزمہ سنج ہین شعر جہان را بلندی وپستی توئی ٭ ندانم چہ ہر چہ ہستی توئی ٭ یہ بات بعض مورخین کے نزدیک مشہور ہے کہ فردوسی کا یہ شعر مقبول بارگاہ صمدیت ہوا جو موجب انکی نجات کا ہوا لیکن بنظر انصاف دیکھا جاے نظامی علیہ الرحمۃ کا شعر ؎ پناہ بلندی وپستی توئی ٭ ہمہ نیستند ہر چہ ہستی توئی ٭

مین کس غضب کی بلاغت کوٹ کوٹ کر بھری ہے چونکہ یہ شعر اپنے ماقبل و مابعد سے مربوط ہے
بغیر تشریح اشعار ماقبل و مابعد لطف حاصل نہوگا۔ مختصر عرض کرتا ہون ٥ خدایا جہان پادشائی تراست
زما خدمت آید خدائی تراست ٭ خدا یہ صیغہ فاعل ترکیبی کا ہے از روے لفظ مرکب ہے خود اور آے
جو امر ہے آمدن کا چونکہ کثرت استعمال تخفیف کو مقتضی ہے واو حذف ہوگیا اور یہ قاعدہ ہے کہ الف
اور واو مدہ کے بعد خاصکر افعال مین یاے تحتانی جواز اً بڑہا دیا کرتے ہین اور ترکیب کے وقت
تحمل حرکت کے لیئے وجوباً جیسے آبی و گوی اور آ و گو اور آید و گوید اور یہان بھی بوجہ ترکیب حرف ندا
زیادتی وجوبی ہے اور اسکے جزو ثانی صیغہ امر کی فعلیت سے حدوث کا شبہ محض وہم ہے۔ قابل
التفات نہین معہذا جب تک کہ اُسکے فعلیت کا لحاظ بلکہ بلحاظ اُسکی ترکیب سے اُٹھا کر شے واحد نکر دیا
جاے معنی فاعلیت ترکیبی کے پیدا نہین ہوتے اسیواسطے یہ ترکیبی صیغے صفات کے مساوی
سمجھے جاتے ہین اور اسماء صفات مین کوئی حدوث کا قائل نہین ورنہ واجب بھی اسم صفت ہے
واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب اور ندا کے لیئے فارسی مین ای بالکل کثیر الاستعمال ہے تو ماسوا اور
حروف ندائیہ کے الف کا اختیار کرنا حدیث شریف کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ فھو اقطع
کی امتثال مین جھپٹنا ہے اسواسطے کہ جو لفظ پہلے زبان سے نکلے وہ نام خداوند عظم شانہ نکلے بخلاف
اور حروف ندائیہ کے کہ اُن مین بوجہ تقاضاے صدارت یہ بات ممکن نتھی معہذا چونکہ شیطان
انسان کا عدو مبین ہے ہرطرح سے اُسکے اہلاک اور نجات کی راہ زنی کے درپے ہے تو سواے
اسکے کہ اُس خداوند غالب و قاہر جلّ وعلا کے حریم حمایت وحماے حضور مین ہو کر پناہ گزین ہون
دشمن سے امن پانے کی کوئی صورت نظر نہین آتی تو پہلے ہی بصیغہ حاضر افتتاح کلام کیا اور
دعوای جہان بادشاہی کو بلباس خطاب جو جواب ندا ہے بیان کیا اور یہ مصداق۔ تعوذ ہے
سبحان اللہ العظیم کس بلاغت سے ان ہر دو مضمون تعوذ و تسمیہ کو ایک عبارت مین بیان فرمایا۔ جہان
بالفتح بمعنے عالم و روزگار تحقیق اسکی صفت شش کے بیان مین آویگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ پادشائی
بقاعدۂ تبدیل پادشاہی سے پادشائی کر لیا یا بقاعدہ حذف گیا و گیاہ گواہ و گوا جیسے سعدی رح شعر
پسران وزیر ناقص عقل ٭ بگدائی بروستا رفتند ٭ روستازادگان دانشمند ٭ بوزیری بادشا رفتند ٭
فردوسی رح شعر چو دستور باشد مرا بادشا ٭ ازیشان سوارے نمانم بجا۔ بعد حذف ہا دقت الحاق

خـــــــــــ ٥ ... [حاشیہ: لفظ خدا کا ... بادشاہی ... بر تقدیر ... جہان ... illegible]

واضح ہو کہ لفظ خدا کا
استعمال باعتبار مفہوم ترکیبی
بمعنے واجب الوجود مین حقیقی
ہے جیسے نظامی رح نے کہا ہو
شعر مین اور صاحب و حاکم
کے معنی مین اسکا استعمال
مجازی ہو جیسا کہ فارسی و جیسے رب
معنی ثانی مین بلا اضافت
نہین لا یا جاتا۔ فردوسی رح
شعر اگرچہ بود بخت سہراب
کابل خدا ٭ سے پسرے تہمینہ
زابل خدا ٭ سے ادیبطع
۱۲ مسـنـہ
ستغفر اللہ ۱۲

٥ مگر بعض مواضع
مین بحکم ضرورت بغیر یاکے
مستعمل ہوتا جیسے پاش و
روت بجاے پایش و
رویت اور جو بار بجاے
جوے بار ہماری تحقیق کے
منافی نہین ۱۲ منہ

٥
امیر خسرو رح شعر
بہر فن شان گر پدر رواں دہد
سستی بہ بیت گدائی دہد
۱۲ منہ

یاے مصدری تحمل حرکت کے لیئے ہمزہ بڑہا دیا غرض یہ جملہ جہان پادشائی تراست دعوی ہے اور
لفظ تراست مین رابجاے لام جاوٗہ کے تخصیص کا کلمہ ہے اب اس دعوی پر دلیل لاتے ہین چنانچہ
اخیر مین خود فرمایا ہے۔ چو شد حجت بر خدائی درست ✤ زماجار مجرور متعلق آید کے اور تقدم ظرف کا
اپنے متعلق پر مفید حصر۔ آید فعل ناقص بمعنے ہونے کے یا فعل تام بمعنے مشہور۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ
"اس موقع مین اظہار خدمت جو عین عبادت ہے بیجا ہے معہذا علت یعنی اثبات دعوای جہان پادشائی
مین اسکو کیا دخل اور ما سے اکثر اپنے بنی نوع مراد ہوتے ہین کسلیئے کہ وہ قریب ہین تو حصر خدمت
یعنی عبادت در نوع انسان کب روا ہے جب ماخلقت الجن والانس الالیعبدون آیا ہی اگر شرکاے
جنس عالی مراد ہین تو بیشک کل مخلوقات کی خدمتگزاری ظاہر ہوگئی لیکن فقط سب مخلوق کی
خدمتگزاری دلیل بادشاہت نہین ہوتی" جواب ان باتونکا یہ ہے کہ جب انسان سب سے اشرف ہوکر
خدمتگزار ہوا تو جمیع مخلوق اُسکے ضمن مین تبعاً و قہراً آگئی اور زما کا تقدم مقتضی حصر ہے اور حصر مطلق
یعنے حصر کلی وہی ہے جو لزوم مساوی کے درجہ مین ہو جیسے ہم خدمت کے ساتھ مقصور ہین ویسے
ہی خدمت ہمارے ساتھ مقصور ہے تو خلاصہ اس لزوم کا یہ نکلے گا کہ عبودیت ہمارا حصہ ہے اور
ہم عبودیت ہی کے لیئے ہین تو ظہور عبادت فعلی و قہری کا ہم مخلوقات ہی سے ہوگا۔ مولوی معنوی
شعر تاج ازان اوست و آن ماکمر ✤ واے او کز حد خود دارد گزر ✤ پس ظاہر ہے یہان مقصود اظہار
عبادت نہین بلکہ اظہار عبودیت ہے اور نیز یہ بھی واضح ہوگیا کہ اگرچہ یہ جملہ مستقل دلیل نہین لیکن
اُس سے بالکل الگ خارج بھی نہین غرض یہان تک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ شرکاے جنس عالی یعنی مخلوقات
مین سے کوئی لایق پادشاہت و حکمرانی نہین۔ حکمرانی اور پادشاہت کے لایق ایسی ذات چاہیئے
کہ کسی کے احسان و منت کا وہ مرہون نہو سوسب سے پہلے اور سب احسانون کا کشکول عطاے
وجود ہے اسواسطے کہ کل احسانات معادی اور معاشی اِسکے وسیلہ سے ہین تو بیشک وہی پادشاہ ہی
جو خود آیندہ ہے اپنے وجود باجود مین وہ کسیکا محتاج نہین لیکن اس ثبوت کو فقط خدائی تراست
پر اکتفا نکیا بلکہ اپنی خدمت کو بھی ساتھ لیا بلکہ مقدم اسیکو کیا کسواسطے کہ حکمرانی اور پادشاہت جانب
محکوم توجہ قوی رکھتی ہے اور دوسرا یہ کہ معرفت کی تجلیات مین جب سالک داخل ہوتا ہے تو آپکو
اُن تجلیوں کے الوان مین ملون پاتا ہے جیسے رنگین آئینون کی قندیل کا عکس بحسب رنگ آئینہ ہوتا ہے،

عـــہ اس لفظ کا خود اور آئے سے مرکب ہونا اور اُس سے اس معنی ترکیبی کا استفادہ کلام اساتذہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ حکیم شرف الدین شفائی کہیں ہیں
شعر آمدنے مردا بیچ کس وصف خدا میں جہان است و بس
آنکہ خود آید بخدائی سزاست
آنکہ خدا ہست ہمین یک خداست
مجنون بکست اگر گویم خودآ
آمد بخود با بچے روایت ۱۲ منہ

یعنی جس شئے پر وہ عکس پڑیگا وہ بھی اُسی رنگ مین نظر آویگا پس اپنی غفلت اور قصور ادراک سے
یقین کربیٹھتا ہے کہ یہ اُسکا اصلی رنگ ہے یہ حال ارباب سلوک پر مشاہد ہے چنانچہ حضرت منصور
قدس سرہ کا انا الحق کہنا اسی قبیل سے ہے تو پہلے ہی اپنی غلامی کی سند حاصل کرنی تا ہر وقت
پیش نظر رہے لیکن اُس خداوند جل وعلاشانہ کا خود موجود ہونا اور ونکے وجود بخشش کو مستلزم نہین
تھا تو فرماتے ہین ۵ پناہ بلندی وپستی توئی ؛ ہمہ نیستند ہرچہ ہستی توئی ؛ پناہ سے یہان
مابہ القیام مراد ہے یعنی مابہ القیام پستی وبلندی توہی ہے کیا معنی کہ قیام پستی وبلندی کا تجھی سے
ہے اور بلندی وپستی سے وصف کلی مراد ہے اور وصف کلی سے اُنکے جمیع موصوفات مراد
ہوتے ہین یا یہ کہ دو متضاد کو ذکر کرکے جمیع افراد مراد لیتے ہین ۔ غرض ہر ایک کا مابہ القیام وہی ذات
پاک ہے اُسکا کوئی مابہ القیام نہین وہ خود بخود ہے کہ خدا ہے ۔ اور پناہ کے ظرف کو حذف کردیا یعنی
کس امر مین وہ پناہ ہے نہین بیان کیا اس سے معلوم ہوا کہ ہر شے کے لیئے ہر امر وجود وبقا وغیرہما مین
وہی پناہ ہے یعنی ہر شے کا ہر امر مین وہی مابہ القیام اور محتاج الیہ حقیقی ہے تو خود بخود آنیوالا بھی وہی
ہوگا اور سب اُسکے وجود باجود سے مستفیض ورنہ محتاج ہوگا نہ محتاج الیہ حقیقی پس جب ہر شئے ہر امر مین
اس درجہ کو اُسکی محتاج ہوئی تو پھر اُسکو ہست ہی کیا کہیئے حقیقت مین وہی ہست ہے تمام اُسکے
آگے نیست ہین اب ہمہ اوست کہیئے یا ہمہ از وست سب درست ہے یہ جادہ نہایت اسلم ہے بڑی
بات اسمین یہی ہے کہ اختلاف فریقین سے مبرا بدرجہ اتم ہے اور عموم افراد کے لئے تخصیص بلندی
وپستی کی محض برعایت ہر دو مقام معبودیت وعبدیت یعنی خدائی وخدمت اوائی سابق الذکر ہے اور
ہستی ایک صیغہ نہین بلکہ ہست سے اور اُس یا سے مرکب ہے جو بجائے فعل ناقص مخاطب کے
مستعمل ہوتا ہے یعنی موجود ستی ۔ ممکن ہے کہ ہستی حاصل مصدر بمعنی وجود مبتدا ہو اور خبر اسکی محذوف
یعنی ہستی ست اور مبتدا خبر کے ساتھ ملکر صلہ موصول کا اور موصول وصلہ ملکر ہر دو تقدیر پر مبتدا
اور توئی اسکی خبر ہان اتنا شبہا باقی رہیگا کہ تقدیر اول پر صلہ اور خبر کے دونون عائد خطابی ہین
اور موصول غائب ہے تقدیر ثانی مین عائد خبر خطابی ہے اسکی نظائر بہت سی ہین ۔ اس قسم کے
طالب العلمانہ شبہات سے جو اُنکے زمانہ مین ہوئے " یاران شعر مرا در مدرسہ کہ برد " فرمایا لیکن اس
ثانی تقدیر پر ثبوت مطلب بطریق مذہب حکما ہوگا کیا معنی کہ یہ لوگ وجود باریتعالی کو عین ذات مانتے ہین

یعنی وہ جو عین وجود ہے تو ہی ہے چونکہ ثبوت مدعا الفاظ شعر سابق سے بصراحت نہ تھا تو لف ونشر
معکوس کیطرح پہلے عموم تضادی کو اور پھر مفاد لفظ پناہ کو بصراحت بیان فرماتے ہین تا طبائع وقت پسند
وسہل طلب بہرہ و تلطف اندوز ہون ؎ ہمہ آفریدی زبالا و پست ٭ توئی آفرینندۂ ہرچہ ہست ٭ ۔
آفریدن کسی شئے کو عدم سے وجود مین لانیکا نام ہے پناہ کی تحقیق مین معلوم ہوچکا کہ ہر شے کا ما بہ القیام
وہی ہے تو وجود وبقا کی پناہ بھی اُسی سے ہے اور جو ما بہ القیام وجود شے کا ہوگا وہی خالق شے ہوگا
تو اُسکو ہمہ آفریدی کہنا درست ہوا لیکن فقط وجود کی پناہ پر کفایت کرنا اس وجہ سے ہے کہ خلق شئے اُس
شئے کے اور حالات سے اقدم اور اصل اعظم ہے ۔ زبالا و پست سے ہمہ کے بیان ڈالنے مین اُسی
عموم تضادی پر تنبیہ ہے اور اس بات پر بھی متنبہ کرتے ہین کہ جیسے وہ اوصاف کو پیدا کرتا ہے اُنکے
موصوفات کو بھی پیدا کرتا ہے تو اُسکو توئی آفرینندۂ ہرچہ ہست کہنا درست ہوا غرض نتیجہ یہ نکلا کہ اعراض
وجواہر سب کا جن جن پر ہست کا اطلاق آتا ہے تو ہی آفرینندہ ہے پس توئی آفرینندۂ ہرچہ ہست
خدائی براست کے مساوی ہے اور زبالا و پست مین زا کو ابتدائیہ بھی کہہ سکتے ہین اس صورت مین
ہمہ کی عمومیت بقرینۂ زبالا و پست مقصر ماسوائے بالا و پست مین رہیگی اور بالا و پست سے آبائے
علوی وامہات سفلی مراد ہونگے اور ہمہ آفریدی سے تخلیق موالید ثلثہ کا ذکر ہوگا لیکن پھر کلام آفرینش
ابوین وعالم مجردات ومرکبات ناقصہ مین رہیگا کہ انکا آفرینندہ کون ہے سو کہدیا توئی آفرینندۂ ہرچہ
ہست اور یہ دلیل فقط زبانی جمع خرچ اور معقولی ڈھکوسلے نہ سمجھے جائین سو برعایت اسی بالا و پست
کے مشاہدات سے تمثیلاً ثابت کرتے ہین ؎ توئی برترین دانش آموزناک ٭ ز دانش قلم رانده
برلوح خاک ٭ برترین صیغہ تفضیل صفت دانش کی آموزناک مین لفظ ناک نسبت فاعلی کے لیئے
بمعنی آموزگار لیکن محقق اُستاد یہ ہے کہ یہ کلمہ مبالغۂ فاعلیت کے لیئے آتا ہے جیسے زار وستان
مبالغۂ ظرف کے لیئے آتے ہین یعنی بہت دانش سکھلانیوالا ز دانش یا تو یون کہیئے کہ بیان قلم ہے
یا بیان قلم راندن جو ضمن مین قلم رانده کے ہے ۔ دانش حاصل مصدر دانستن بمعنی علم بقرینہ آموز اور یہ
اشارہ ہے بجانب ارشاد خداوند جل وعلا شانہ علم آدم الآیہ جو باعث برتری وتفوق بر ملک تھا
پس لفظ برترین کا یا تو اسواسطے بیان کیا گیا کہ جو علم باعث برتری ہو وہ خود برتر ہے ۔ برترین مین
یا و نون مبالغۂ صفت کے لیئے یعنی اُس علم کا مادہ اور اصل برتری ہے جس سے وہ علم ہمہ تن

برتری ہوگیا اور پھر یہ برتری رتبہ کیفیت مین ہوگی جیسے ظاہر ہے یا کمیت وتعداد مین یا کیفیت وکمیت ہر دو مین یعنی اورون کو چند چیزون کا علم دیا گیا تھا اور حضرت آدم علےٰ نبینا وعلیہ السلام کو بہت سی چیزون کا اسواسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ فرشتے قبل اسکے جاہل محض نہ تھے ورنہ قبل از خلقت حضرت آدم علیہ السلام خطاب الٰہی سے کیونکر سشرفیاب ہوتے معلوم ہوا کہ علم تھا مگر جیسا اور جتنا کہ حضرت آدم علےٰ نبینا وعلیہ السلام کو علم حقائق ومعرفت ذوات وخواص واسماے اشیاء واصول علم وقوانین صناعات وکیفیت آلات القا کیا گیا تھا نتھا کیا معنی کہ منظور انکو اپنا خلیفہ بنانا تھا تو ہر چیز کی معرفت وعلم دیا گیا تا کار خلافت سرانجام پاوے بلکہ تعالےٰ شانہ نے اپنے دست قدرت سے اُس کالبد خاکی کے ایسے قوائے متبائنہ واجزاے مختلفہ رکھے کہ جو مستعد الادراک معقولات ومحسوسات ومتخیلات وموہومات کا ہوا یہانتک کہ ہنوز روح پائین بدن مین نہین پہونچی تھی کہ بمجرد عطسہ شکر الٰہی مین الحمد للہ فرمایا اور علم آموزی سے علم آموزی حضرت آدم علےٰ نبینا وعلیہ السلام لینا بقرینۂ لوح خاک ہے غرض مولانا نظامی رحمہ اللہ فرماتے ہین تو ہی حضرت آدم علیہ السلام کا آموزگار علم عالی ہے اور تو نے ہی لوح خاک پر حرف علم کے لکھے اس سے وہی اجزا وقوی متبائنہ ومختلفہ مستعدة الادراک مراد ہین یا یہ کہ علم آموزی ولوح خاک مین تخصیص حضرت آدم علیہ السلام کی نکرین بلکہ بوسیلہ آپ ہی کے مطلق ذات انسان کے لیئے یہ حکم ثابت کردین۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب غرض اُس ذات پاک کے خود بخود ہونے پر جو جزو دلیل خدائی ترا ست کا مفاد ہے حجت پوری ہوگئی تو دلیل پوری ہوگئی پس دعوی اُسی کے ساتھ بادشاہی جہان کے اختصاص کا ثابت ہوگیا تو کہتے ہین ؎ چو شد حجتت بر خدائی درست ٭ خرد داد بر تو گواہی نخست ٭ یعنی جب حجت تیری خدائی پر پوری ہوگئی تو عقل نے تسلیم کرلیا پہلے تیری گواہی دی کہ بیشک بادشاہی جہان تجھی کو سزاوار ہے۔ تخصیص خرد اسواسطے کہ وہ مدرک کلیات وجزئیات ہے تطبیق دلیل وتصدیق دعوی اُسیکا منصب ہے گواہی صفات وذات خداوندی کی عین ایمان ہے موجب سعادت دو جہان ہے اور یہ دولت سرمدی جسکو حاصل ہو وہ نے شک قابل شاباش وآفرین ہے دوسرا ساتھ ہی اسکے یہ شبہ گزرتا ہے کہ خرد کوئی خود بخود اور مستقل مستعد بنفسہ شئے ہے جو دلائل وحجج پر نظر کرکے اُسکی گواہی دینے کی قابلیت اپنے آپ رکھتی ہے کیا ضرور ہے

کہ وہ قابلیت بھی عطا کردۂ لم یزلی ہو تو کس خوبی سے دونون مضمون کو ایک عبارت مین ادا کرتے
ہین ؎ خرد را تو روشن بصر کردۂ ٭ چراغ ہدایت تو ہر کردۂ ٭ یعنی ایک تو خرد کی مع روشن بصر
کے ساتھ۔ روبرا روشن کنندۂ بصر خرد اُسی خداوند پاک کا ہونا۔ را۔ یا تو اضافی یا مفعولی درصورت
اولی بصر مضاف خرد مضاف الیہ۔ مضاف مع مضاف الیہ مفعول اول کردہ اور جب کہ خرد کو قابل
مدح پایا اُسپر توجہ تام کی صدر نشین بیت اُسکو بنایا لیکن فقط روشنی بصر کوئی کام نہین دیتی۔
جب تک چراغ ہدایت کی روشنی آگے نہو بڑے بڑے حکیم شہادت سے محروم مرگئے گمراہی
کی اندھیری مین سفہاسے بدتر گزر گئے۔ چراغ ہدایت باضافت بیانیہ ہدایت کے ہر دو معنی
مشہور یعنی راہِ مطلوب نمودن یا بمطلوب رسانیدن یہان ممکن۔ بر کردن بمعنی بلند کرنے کے
مجازاً اُسکو مطلق روشن کرنا کہدیتے ہین اسواسطے کہ جو چیز جسقدر بلندی پر روشن ہوگی
اُسیقدر دور دور تک پرتو افگن ہوگی اِسی واسطے بجلی کی چمک تمام عالم پر نہین ہوتی ستارون
کی دمک بشرط محاذات تمام عالم پر ہوتی ہے یعنی چراغ راہ نمائی کو تونے ہی اوپر سُلگادیا کہ
مثل آفتاب کے عالمتاب ہے چاہئے کوئی شپر چشم اُسکو نہ دیکھے اب یہ معنی ہوئے کہ خرد کو تونے
روشنی بصر دی اور چراغ راہ نمائی بھی آگے کر دیا تو وہ راہ یاب ہوئی۔ یا بر بمعنی نزدیک بتقدیر مضاف الیہ
یعنی برش کردہ یا براو کردہ۔ یا بر کردن بغیر تاویل مطابقۃً روشن کرنے اور چراغ سُلگانے کے معنی جسکا
ترجمہ مطابقی ہندی مین بالنا ہے۔ چنانچہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ چراغ کی پہیلی مین فرماتے ہین ؎
جب بالا تھا سب کو بھایا ٭ جب بڑا ہوا کام نہ آیا۔ غرض قطع نظر نکات معنویہ و بلاغت ادبیہ کے
شہادت توحید مین جو عین ایمانی اعتقاد ہے حکم یقینی ضروری ہے ایسے موقع پر ندانم چہ
بمقابلۂ ہمہ ہستند جیسا کچھ ہے وہ ظاہر ہے وَاللّٰہُ تَعَالیٰ شَانُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ٭

جاننا چاہیئے کہ لفظ ہر کو موصولیت مین کچھ دخل نہین محض تعمیم کے لیئے آتا ہے یہ بات شیخ شیراز کی
شعر سے صاف ظاہر ہے **شعر** دگر کشور آباد بیند بخواب ٭ کہ دارد دل اہل کشور خراب ٭ **ولہ**
حرامش بود نعمت پادشاہ ٭ کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ ٭ اور جس موصول پر کہ ہر داخل ہوتا ہے
اُسکے عائد کا مفرد اور جمع لانا دونون جائز ہے۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے **شعر** ہمہ آفریدی
زبالا و پست ٭ توئی آفرینندۂ ہرچہ ہست ٭ **ولہ** اے کارکشائے ہرچہ ہستند ٭ نام تو کلید ہرچہ ہستند

چونکہ لفظ ہر جو موصول پر داخل ہوئے عائد کے بصلہ مفرد و مجموع لانا جائز ہے

عائد کے صیغہ جمع ہونے سے لفظ ہر کو کل مجموعی نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ یہ صیغہ جمع کا خود افرادی ہے
اور جمع افرادی مین ہر ہر فرد جدا جدا مراد ہوتا ہے۔ بعض وقت یہ لفظ ہر محض تکثیر کا فائدہ دیتا ہے فردوسی
جنگ افراسیاب وکیخسرو کے بیان مین پشنگ کی ستایش کرتے ہین شعر بلشکر چنو نامدارے نبود
بہر جاے چون او سوارے نبود ؛ اے در ہیچ جا۔ اور یہی کہ وچہ استفہام کے لیئے بھی آتے ہین جیسے
عربی مین مَن وما استفہامیہ قرار پاتے ہین انوری کا شعر ہے شعر کہ بر فروزد ہر بامداد مطلع صبح ؛
کہ بر فرازد ہر شب بقصد صبح شفق ؛ اور لفظ چہ کبھی استخبار کے لیئے بھی آتا ہے اور یہ استخبار کبھی کثرت کے
لئے ہوتا ہے۔ نظامی علیہ الرحمۃ سکندر نامہ بحری کے سبب نظم کتاب مین فرماتے ہین شعر زریک
قافیہ چند زائد سخن ؛ چہ خرما کشاید زیک نخل بن ؛ اسیوجہ سے لفظ چند جو حقیقت مین چہ و اند سے مرکب ہے
استخبار کے لیئے بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے کنایات کی بحث مین مذکور ہوا۔ لیکن کہ کا ذوالعقول کے
لیئے اور چہ کا غیر ذوالعقول کے لیئے استعمال کرنا باعتبار حقیقت ہے بعض وقت مجازاً اسکا خلاف بھی
آجاتا ہے۔ امام سخن سعدی علیہ الرحمہ کا نیک بخت کیست و بدبخت چیست فرمانا اسی بنا پر کسی نکتہ کے
لئے مجازاً استعمل ہے یعنی بدبختون کو لا یعقل شمار کیا نہایت ذلیل وخوار کیا گیا معنی کہ وہ کم عقل اپنے
اندوختہ مال ومتاع سے بغیر نفع اٹھائے خست کے ساتھ گزر گئے بے سمجھی سے چھوڑ کر مرگئے۔
اور نیز چیست حقیقت شے کے سوال کے لیئے بھی آتا ہے خواہ وہ حقیقت ادعائی ہو خواہ حقیقی
اول جیسے یہ شعر ؎ چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے ؛ حسن راپروردگارے عشق راپیغمبرے ؛ جواب ۱۲
اسواسطے کہ مصفا جوہر ہونا بادہ کی حقیقت واقعیہ نہین اسکی ادعائی ماہیت ہے۔ ثانی یعنی ماہیت
حقیقی جیسے انسان چیست زندہ گویا اور اصل اس یاے تحتانی کی جو چیست وکیست مین ہے ہمزہ مفتوحہ
ہے اور ہاے مختفی جو انتہای حرکت واتمام کلمہ کے لیئے لائی گئی تھی بوجہ عدم ضرورت حذف کردیگئی
اور کبھی بحکم ضرورت حرکت فتحی ہمزہ کی اُس یاے مبدلہ پر بحال رکھتے ہین۔ مولانا ے روم قدس سرہ
فرماتے ہین۔ ۳۹۹ شعر این دران حیران شدہ کان برچیست ؛ ہر چشندہ آن دگر را نافیست ؛ ولہ رب
اعلیٰ گر وئیست اندر جلوس ؛ بہر یک کرمی چیست این چاپلوس ؛ اور چہ ہست بھی یہان بن سکتا ہے
لیکن یہ مروی نہین۔ اور یہی کہ وچہ اسماے اشارہ کے ساتھ بھی ہوتے ہین۔ نظامی رحمہ اللہ علیہ کا
شعر ہے ؎ پناہ بلندی وپستی توئی ؛ ہمہ نیستند انچہ ہستی توئی ؛ بمعنی ذلک الذے

جمع افرادی کا بیان
یہ چہ مفرد جمع مین استعمال
کہ وچہ کا استفہام کے لیئے استعمال
چہ کا استخبار مین استعمال
کہ اور چہ کا حقیقی ومجازی معنی مین استعمال کے بیان
چیست کا حقیقت شے کے سوال مین واقع ہونا
کہ وچہ کا اسماے اشارہ کے ساتھ استعمال

اور بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ یاے مجہول بھی اسماے موصولہ سے ہے بمعنے الذی لیکن اسکے
ساتھ یہ شرط بھی لگانی پڑے گی کہ بغیر اتصال کسی اسم کے اسکا تنہا مستقل آنا متصور نہین یہ شرط ظاہر البطلان
ہے اور نیز اسکے صلہ مین دو رابط کا ہونا واجب ہوگا ایک تو ضمیر دوسرا کاف ۔ اور بعض صہباکش خمخانۂ
تحقیق کی راے جہان آراے اس اسم کے موصول ہونے پر آئی ہے کہ جسکے ساتھ اس یا کا اتصال
ہے پس اسوقت موصول کوئی ایک خاص اسم نرہا بلکہ جس پر وہ یا اور کاف آئیگا وہی اسم موصول نام
پائیگا چنانچہ انہون نے مثال دی ہے کسیکہ عاقل ست سخن ہا گوش کند اس مین لفظ کس موصول ہوا
اور بنام خدائے کہ جان آفرید مین لفظ خدا اسی طرح ہر ایک اسم جو ملحق بہ یا ہوگا موصول بنجائیگا پھر
موصولات کا مبہم ہونا بھی باطل اور لغو ہو جائیگا ۔ میرے نزدیک حق پوچھو تو موصول تو وہ یاے ملحقہ
ہے نہ وہ اسم ملحق بہ یا بلکہ وہی کہ ہے جسکو ہم اوپر بیان کر آئے ہین اور یہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر
صفت اس اسم کی جسکو انہون نے موصول مانا ہے ۔ نظامی رح **شعر** کرا باز گونہ بود پیرہن ؛ نہ حاجت
بود بازگشتن بہ تن ؛ کرا بمعنی لمن ۔ اور یہی کاف بمعنی اسم کے اکثر تنکیر کا کام دیتا ہے سعدی علیہ الرحمۃ
کا شعر ہے ؎ کرا جاودان ماندن امید نیست ؛ کہ گیتی ہمین جاے جاوید نیست ؛ یہان دو بات
یاد رکھنے کے لایق ہین ایک تو یہ کہ اس کہ کا غیر عاقل کے لیئے بھی مستعمل ہونا جیسے نظامی علیہ الرحمۃ
فرماتے ہین **شعر** شمعے کہ نہ از تو نور گیرد ؛ از باد بروت خود بمیرد ؛ دوسرا یہ کہ ہر موصوف پر اس یا کا
ضروری نہونا ۔ نظامی قدس سرہ کا شعر ہے **شعر** دوران کہ فرس نہادۂ تست ؛ با ہفت فرس پیادۂ تست
ولہ دولت کہ نشانہ مراد ست ؛ در حق تو صاحب اعتقاد ست ؛ **ولہ** سررشتۂ غیب ناپدیدست
بس قفل کہ بنگری کلید ست ؛ خصوصاً لفظ ہر اور اسماے اشارہ کے بعد ملّا طاہر غنی رح کا شعر ہے
؎ ہر کس کہ گشت عریان در پیرہن نگنجد ؛ نظامی رح **شعر** آن مے کہ چو اشک من زلال ست ؛
در مذہب عاشقان حلال ست ؛ لیکن ان پر یا کا نہ لانا واجب نہین جیسے بعض نے اسکے عدم کو واجب
کہدیا ہے ۔ نظامی رح کا شعر ہے ؎ ہر نیک و بدے کہ در شمارست ؛ چون درنگری صلاح کارست ؛
ولہ بر ہر زرہے کہ تیزہ راند ؛ یک حلقہ دران زرہ نماند ؛ جامی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ؎ بآن
موئے کہ میگوئی میانش ؛ بآن سرّیکہ مے خوانی دہانش ؛ بآن نوریکہ تابد از جبینت ؛ کہ دارد ماہ را سر
بر زمینت ؛ بلکہ اسم اشارہ اور ہر ایک وقت مین اس یا کے ساتھ جمع ہوجاتے ہین ۔ کسی استاد کا

شعر ہے ٥ ہر آن کسے کہ کند پیروی اہل خرد ٭ بہ ہیچ وجہ ملالے محال او نرسد ٭ اسی طرح ہمہ
کے مدخول پر یا لاتے ہین اسوقت اُس ہمہ کو کل افرادی کے معنون مین سمجھنا چاہیئے سعدیؒ فرماتے
ہین **شعر** چو دست از ہمہ حیلتے در گسست ٭ حلال ست بردن بہ شمشیر دست ٭ جسطرح ہر کبھی کل
مجموعی کے معنون مین بولا جاتا ہے سعدیؒ فرماتے ہین **شعر** وقتے افتادہ فتنہ در شام ٭ ہر کس از
گوشہ فرا رفتند ٭ **ولہ** نہ ہر کس بمیدان کوشش در اند ٭ و لے گوے بخشش نہ ہر کس برند ٭
اور ہر کو موکد ہمہ کے ساتھ بھی کرتے ہین امیر خسروؒ **شعر** عالم بر حق نہ بتعلیم کس ٭ ہر ہمہ زو یافتہ تعلیم و بس ٭
ولہ تخت پدر کو بپاے منست ٭ ہر ہمہ دانند کہ جاے منست ٭ نظامیؒ **شعر** بجز مرگ ہر مشکلاتے
کہ ہست ٭ بچارہ گرے چارہ آید بدست ٭ کبھی اظہار کلیت افرادی کے لیئے ہر کے مضاف کو تکرار
بھی لاتے ہین۔ فردوسیؒ **شعر** ز ہر گونہ گونہ درخشان درفش ٭ جہانے شدہ سرخ و زرد و بنفش ٭
البتہ بعد ضمائر کے ابداً یا نہین لاتے۔ نظامیؒ کا شعر ہے **شعر** تو کہ جوہر نہ نداری جاے ٭ چون
رسد در تو وہم شیفتہ راے ٭ **شعر** سنکہ طرف کلاہ بشکستیم ٭ حیدریم قلندریم مستیم ٭ نظامیؒ
شعر ما کہ جزوے ز شمع گردونیم ٭ با تو از ہفت پردہ بیرونیم ٭۔ ہمارے اس دعوے کو کہ موصول
یہی کاف ہے اُردو کا لفظ جو قوی کرتا ہے چنانچہ خمخانہ کش مصطبۂ تحقیق آرائی سیہ مست بادۂ دقیقہ
کشائی مولانا صہبائی علیہ الرحمۃ نے اپنے اُردو قواعد مین لفظ جو کو اسماے موصولہ مین شمار کیا ہے
یہ بعینہ ترجمہ کہ کا ہے۔ اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ یہ سب توصیفی جملے ہین چونکہ اوصاف مین اصل
افراد ہے یہ کاف جملہ وصفیہ کے سرے پر اسیواسطے لایا گیا ہے تاکہ وہ جملہ قوت مین مفرد کے
ہوجاے اور درمیان خبر اور وصف کے ممیز بنجاے۔ اگر صفت خود مفرد ہو اس کاف کی کوئی
ضرورت نہین پڑتی۔ اور اس کاف کو موصولہ کہئیے یا موصوفہ اسکا حذف بھی کلام اساتذہ مین آیا
ہے مگر بہت کم چنانچہ اس شعر مین **شعر** ما بلبلان بلند نہ سازیم خانہ را ٭ خوش کردہ ایم خانۂ
یک آشیانہ را ٭ اے ما بلبلان کہ بلند الخ۔ سراج المحققین آرزوؒ نے جملہ نعتیہ کو بدون کاف کے
اوپرا سمجھا اُسکو بیان قرار دیا۔ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ ما بلبلان مبتدا۔ بلند نسازیم
خبر ہو اور مصرع ثانی یعنی خوش کردہ ایم خبر بعد خبر۔ عاطفہ بوجہ صدارت حذف ہوگیا۔ اور اسیوجہ سے
صاحب مجالس النفائس نے ریاضی کے اس شعر کو **شعر** ستارہ ایست در گوش آن ہلال ابرو ٭ زروے

ہر کا کل مجموعی کے معنون مین استعمال

ضمائر کے بعد ابداً یا توصیف نہین لاتے

کبھی اس کاف کو حذف بھی کرتے ہین۔

حسن بخورشید مے زند پہلو ؛ ناپسند ٹھہرایا اسطرح اصلاح دی ص زرد ہے حسن ذرگوش
آن ہلال آبرو و پستارہ است کہ باماہ میزند پہلو ؛ مین عرض کرتا ہون کہ جب اساتذہ کے
کلام مین اس قسم کا حذف موجود ہے پھر تاویلات وتسویلات کی کیا ضرورت ہے۔ فردوسی رح
فریدون کے محل کی تعریف بزبان قاصد سلم وتور فرماتے ہین شعر چو رفتم بنزدیک ایوان فراز ؛
سرش باستارہ ہمی گفت راز ؛ اے ایوان کہ سرش الخ اور ان اشعار مذیلہ مین امام فن تحقیق
صاحب قول فیصل کی یہی رائے ہے حزین شعر زہے بلبل صدائے برنخیزد صید زاغ اولی ؛
ہمائے کو نہ بخشد دولتے از وے مگس بہتر ؛ اے از ہے بلبل کہ الخ صائب شعر ہر کس فشاند بر من
پر شور پشت دست ؛ از جہل زد بخانۂ زنبور پشت دست ؛ اے ہر کس کہ فشاند الخ مولوی معنوی قدس سرہٗ
شعر از جنون مے گشت ہر جا بدچنین ؛ از جہل آن کور چشم دور بین ؛ اے ہر جا کہ بد الخ۔ ہان
جب کہ اس کاف کو موصولہ نہین بلکہ ان مصدری کی طرح جملہ وصفیہ کا مأوّل تسلیم کرلیا
جائے وہ اشعار مستشہدہ مذکورہ متاوّل یعنے محذوف الموصوفات سمجھے جائین گے جیسے
شعر اے کہ پنجاہ رفت مین منادا محذوف اور یہ صفت مصدرہ بکاف اسکے قائم مقام اسیطرح شعر
کہ دارد دل اہل کشور خراب مین بادشاہی کہ دارد الخ اسیطرح شعر کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ مین
ندیمے کہ ہنگام فرصت الخ اسی طرح شعر ہر کہ آمد عمارت نو ساخت۔ مین ہر کس کہ آمد الخ محذوف ماننا
پڑے گا۔ اور علے الخصوص اوپر کے دونون شعرون کے کافون کو تعلیلیہ قرار دینا اور ارجاع
ضمیر فاعل کو سیاق وسباق کے حوالے کردینا یعنی یہ معنے کرنے کہ ملک کو آباد نہ دیکھنے کی وجہ
رعیت کا دل دکھانا اور نعمت شاہ کے حرام ہونے کی علت موقع ومحل کا نہ دیکھنا از قبیل تاویل
مالا یرضی بہ القائل ہے اور نیز یہ شبہ کہ درصورت موصولیت کاف ہر کس کہ گشت عریان الخ اور
دوران کہ فرس نہادہ الخ اور اسی کی امثال مین درمیان موصوف وصفت کے باعتبار تنکیر
وتعریف باہم مطابقت نرہے گی سو یہ کچھ نہین کسواسطے کہ یہ امور اور یہ دقایق خصوصیات کلام
عرب سے ہین اور درصورت موصوفیت کاف یعنی یہ کاف محض جملہ وصفیہ کو مأوّل بمفرد بنانے
کے لیئے مانا جائے اور موصول نہ سمجھا جاے تو کوئی یہ شبہ کرے کہ مثلا شعر اے کہ پنجاہ رفت و
درخوابی۔ مین منادی موصوف بوجہ ندا کے معرفہ بن گیا اور اسکی صفت مین جملہ جو قوت مین

ص فردوسی رح جنگ رستم و خاقان مین فرماتے ہین شعر بیزدان کہ آن تاب بیہودہ کند سران سواران ہمی گرد بند اے آن تاب وادہ کند کہ سران سواران بیاد صحہ بست ۱۲ منہ

کاف کو واو اور غیر موصولہ ماننے کی تقدیر پر اشعار مثالیہ مین تاویل

کاف کے موصول ماننے کی صورت مین اعتراض عدم مطابقت موصوف وصفت مین جہت التعریف والتنکیر

نکرہ کی ہے کسطرح درست ہوسکتا ہے اسکا بھی وہی جواب ہے جو درصورت موصولیت کاف بیان ہوا معہذا یہان سرے سے وہ شبہ ہی نہین پڑتا کسواسطے کہ ورود ندا بعد لحوق وصفیت ہے یعنی موصوف مع الصفت منادا کیا معنے کہ اس شخص سے خطاب ہے جو موصوف بصفت غفلت ہے یعنی کہتے ہین اے غافل مغفل غفلت کو چھوڑ شاید ان باقی پانچ دن کی تجکو مہلت ملجاے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

یاد رہے کہ اسماے اشارات اور اسماے موصولہ اس لیئے مبہمات کہلاتے ہین کہ جب تک انکا مشار الیہ اور صلہ بیان نہوگا سامع پر صاف طور سے عیان نہوگا۔

پانچوان وہ اسم ہے کہ جسکی اضافت ان چارون معرفون مین کسی ایک کی طرف ہو اور افادہ تعریف کا مضاف الیہ سے مضاف مین بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ اول جیسے غلام زید و غلام او و غلام آن مرد اور ثانی یعنی بواسطہ جیسے غلام کسے کہ با ما دوش گفتگوے داشت۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے

شعر توئی آفرینندۂ ہرچہ ہست ٭ **ولہ** اے کارکشاے ہرچہ ہستند ٭ نام تو کلید ہرچہ بستند

جب اضافت کا نام درمیان آگیا اور نیز میرے استاد اطہر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہدایت بنیاد تھا کہ کچھ اضافت کا بیان قلمی کرون سو اسوقت امتثالاً لامر الاستاد علیہ الرحمہ جو امر اپنے نزدیک محقق ہے مختصر سا یہان لکھدیا جاتا ہے۔

الاضافۃ المعنویۃ

جاننا چاہیئے کہ کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ نسبت کرنے کا نام اضافت ہے اور جس چیز کی نسبت کی گئی ہے وہ مضاف کہلاتا ہے اور جس کی جانب کی گئی ہے وہ مضاف الیہ نام پاتا ہے لیکن اس اضافت اور نسبت سے دو جدے جدے اجنبی کلمون کو متعین اور کسیقدر متحد کرنا اور حکم یگانگی کا لگانا منظور ہوتا ہے اسیواسطے معنون مین بھی تخصیص اور اتحاد کا کچھ اعتبار کرلیا اور احکام لفظی مین بھی امتزاج کو شمار کرلیا معنوی اتحاد مثلاً اضافت معنوی مین مضاف الیہ اگر معرفہ ہے مضاف مین بھی اسی درجہ کی معرفت حاصل ہوگی ورنہ تخصیص اور توضیح کا فائدہ کہین نہین گیا ہمارے اتنے کہنے سے اشارۃً یہ بات سمجھ مین آگئی ہوگی کہ ترکیب اضافی کے وضع کرنے سے مقصود تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف ہے پس اگر ان تینون باتون مین سے ایک بات بھی

وصل اسماے موصول اور اسماے اشارات کے مبہم ہونے کی

سبب معرفہ کی پانچوین قسم

اضافت معنوی کا بیان

ثابت نہوگی تو وہان اضافت بھی جائز نہوگی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مضاف یا تو مضاف الیہ پر بالمواطات محمول ہوگا یا نہوگا اگر محمول نہ ہو ہر دو مین نسبت تباین کی متحقق ہوگی پھر یہ دو حال سے خالی نہین مضاف الیہ یا تو مضاف کے لیئے ظرف ہوگا یا نہوگا۔ اگر ظرف ہے تو اس اضافت کا اضافت بمعنی بر و در نام ہے جیسے سوار اسپ و آب کوزہ و سخن امروز و وعدۂ فردا اور اگر باہم ظرف و مظروف کا علاقہ نہین ہے تو اضافت بمعنی براے و مرہے۔ اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین یا تو مضاف اور مضاف الیہ مشبہ بہ و مشبہ ہونگے یا نہونگے۔ اگر اول ہین یعنی باہم علاقہ تشبیہ کا رکھتے ہین تو چاہیئے مضاف مشبہ بہ ہو اور مضاف الیہ مشبہ نہ اسکا عکس اسکو عرف مین اضافت بیانیہ کہتے ہین۔ بہتر یہ ہے کہ اضافت تشبیہی نام رکھا جاے جیسے گل رخسار چشم نرگس۔ مثال اول مین جزو انسانی مشبہ ہے ثانی مین مشبہ بہ اور نقارچی رعد مین انسان بتمامہ مشبہ بہ ہے لیکن یہ بات اس مین اور زیادہ ہے کہ رعد خود نقارہ اور خود نقارچی اور یہان اضافت تشبیہی مین اضافت جمع کی جانب بمفرد من حیث المفرد اور مفرد کی جانب جمع من حیث الجمع ممتنع ہے لیکن اُستادون کے کلام بلاغت نظام مین جو وارد ہے جیسے ملا ظہوری کہتے ہین **نثر** گل ترانہاے تر بر شاخسار صوت و صدا دمایندہ۔ بلبل شیراز گلستان مین چہکتی ہے **نثر** کلاہ شگوفہ بر سر اطفال شاخ نہادہ" سو وہ مفرد یعنے گل اور شاخ ان امثلہ مین اسم جنس ہین اُنکی یہ شان ہے کہ واحد اور کثیر سب پر بولے جاتے ہین اور یہی تاویل ایک جنس کے دو اسمون کی اضافت مین کیجاتی ہے جب کہ وہ افراد و جمع مین اختلاف رکھین جیسے مردان مرد و جان جانان و بانو بانوان صورت اولی مین مضاف الیہ اور ثانی مین مضاف اسم جنس ہے یعنی مردانِ مردان و جانانِ جانان فردوسی علیہ الرحمہ کا شعر ہی **شعر** بگردان لشکرش آواز کرد ۞ کہ اے نامداران و مردانِ مرد ۞ افراسیاب کا غار مین چھپے ہوئے زاری کرنا بیان کرتے ہین **شعر** کجا آن دلیران و مردان مرد ۞ بہ پیشت ستادہ بروز نبرد ۞ فریبرز کے ساتھ نکاح کرنے پر فرنگیس کو راضی کرنے کے داستان مین لکھتے ہین **شعر** وزان پس گو پیلتن پہلوان چنین گفت کاے بانوے بانوان ۞ معنی باعتبار اس تاویل کے ظاہر ہین کہ یہ لوگ اپنی شیری اور دلیری کی وجہ سے مردون کے مرد بنگئے۔ یعنی اور مرد اُنکی گرمی شجاعت کے آگے بمنزلہ عورتو نکے سرد بنگئے جیسے محل آفاق کہتے ہین۔ نظامیؒ **شعر** عروسی چنین شاہ را بندہ باد ۞ بران محل آفاق فرخندہ باد ۞

اضافت بمعنی بر و در

اضافت بیانیہ یا تشبیہی

اضافت تشبیہی مین من حیث الجمع والافراد مطابقت شرط ہے

ایک جنس کے دو اسمون کی اضافت مین تاویل

اسی طرح اور جانین بہ نسبت ان جانون کے کثیف ہین تو یہ جانین باعتبار اُن جانون کے جان اور
وہ جانین ان کی جسم کے مرتبہ مین ہوگئین ایسے ہی بانوے بانوان لیکن ایک شخص اکیلے پر لفظ جمع
کا اطلاق ایسا ہے جیسے قرآن مجید مین سیدنا حضرت ابراہیم علیہ وعلے نبینا الصلوۃ والسلام کی ذات
واحد پر امۃ کا اطلاق آیا۔ نظامی رح سکندر کے دعوائے پیغمبری کے سفر کے بیان مین فرماتے ہین شعر
گزین کردہ ہر مردے از کشورے ٭ بمردانگی ہر یکے لشکرے ٭ اور ایکطرح بھی تاویل کرسکتے ہین کہ مضاف مفرد
جمع کے معنون مین نہ لیا جائے بلکہ مضاف الیہ جمع کے تعدد سے سمٹکر شئے واحد بنجائے پھر اب اس
مین دو احتمال ہین ایک تو یہ کہ تمام جانین اپنی نوعیت کے درجہ مین اکر شخص واحد بنگئین۔ اور یہ
اُس شخص واحد کے لیئے بمثابہ جان کے ہے چنانچہ اس معنی کو شعر مولوی معنوی قدس سرہ کا واضح
کرتا ہے شعر عقل عقل وجان جان اے جان توئی ٭ عقل وجان خلق را سلطان توئی ٭ گویا یہان
اضافت مجازی ہے۔ دوسرا احتمال اضافت بیانیہ کے طریقہ پر گویا یہ ایک جان تمام جانون سے
بنی ہے پس معلوم ہوگیا کہ باعتبار معنی ان مین حمل بالمواطات درست نہوگا گو کہ باعتبار صورت
حمل مواطاتی تو کیا عین عینیت ہے خصوصاً جانِ جان مین ورنہ جب کہ اضافت درصورت مساوات
بوجہ تحصیل حاصل کے درست نہین درصورت عینیت کب درست ہوگی اور ان ہر دو ترکیبون
مین موصوف صفت ہونے کا احتمال بھی ہے پس اس صورت مین ایراد موصوف سے جو وصف
مُہتم اور محط نظر قائل کے ہوتا ہے یہ صفت اُسی کی تاکید کردیتی ہے جیسے مردان مرد یعنی فقط
صورت کے مرد نہین واقعی مردی رکھنے والے مردان اسی طرح جان جان وغیرہ یہان ان باتون
سے کچھ بحث نہین اور اضافت حقیقی مین یہ تکلفات نامنظور ہین اُسکی ترکیبین ایسی تاویلات سے
دور ہین جیسے غلامان زید وفلکِ ثوابت بلاتاویل درست ترکیب انکی دلچسپ واللہ تعالےٰ اعلم
بالصواب۔ اگر مضاف مضاف الیہ باہم مشبہ مشبہ بہ نہون بلکہ مناسبات مشبہ بہ کی اضافت
جانب استعارہ بالکنایہ کے ہو جیسے پائے فکر ناخن اجل یہان فکر کو جی ہی جی مین حیوان کے
ساتھ تشبیہ دیکر مناسبات حیوانیہ مثلاً پاؤن اُسکے ولیئے ثابت کیا اور اجل کو درندہ کے ساتھ
دل ہی دل مین تشبیہ دے کر اُسکے لیئے ناخن ثابت کیا اور ان مناسبات کے ثابت کرنے کو
استعارۂ تخییلیہ کہتے ہین اس اضافت کا نام اضافت مجازی ہے۔ یا ایسے دو متبائن اسمون مین

اضافت تملیکی

اضافت ابنی

اضافت واقع ہو جن مین تشبیہ اور استعارہ کا علاقہ نہو اُسکو اضافت بمعنی مرو براے کہتے ہین
یہ کئی قسم پر ہین - اول تملیکی یہ بھی یا تو اضافت ملک کی مالک کی طرف ہوگی یا مالک کی ملک کی جانب جیسے
غلام زید و خداوند خانہ و خداے جہان یعنی غلام مر زید را و خداوند مر خانہ را - دوسری اضافت ابنی سعدیؒ
کا شعر ہے **شعر** علے الخصوص کہ دیباچۂ ہمایونش * بنام سعد ابوبکر سعد بن زنگیست * اے سعد
بن ابوبکر بن سعد بن زنگیست - فردوسیؒ **شعر** از ایران نیامد کہ گو پیلتن * فریبرز کاؤس و آن انجمن *
نظامیؒ **شعر** نو آئین ترین شاہ آفاق بود * نیا زادۂ عیص اسحاق بود * اے عیص بن اسحاق
بود - اس سے کوئی یون نہ سمجھ جاے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان سے لفظ ابن کا
محذوف یا مقدر ہے بلکہ اضافت کی تخصیصات مین سے یہ بھی ایک نوع کی تخصیص ہے
کہ مضاف کو مضاف الیہ سے ابن ہونے کی خصوصیت ہے اور یہ اضافت بمعنی مرو براے
اضافت حقیقی کے لقب سے اسواسطے ملقب ہوئی کہ یہ سب مین اعلے درجہ کی اور اصل اضافت
ہے اور جو مقصود کہ اضافت سے ہے وہ اس مین پورا پورا حاصل ہے - یہ بھی سُن رکھو کہ غلام زید
مین مثلاً غلام زید کے اندر پوری پوری تعریف اُسیوقت ہوگی کہ جب متکلم اور مخاطب مین وہ غلام
معہود ہو فقط اپنے مضاف الیہ یعنی زید کے معرفہ ہونے سے کام نہین چلتا کسواسطے کہ ممکن ہے
زید کے ہزار غلام ہون پھر بغیر معہودیت فقط غلام زید کہنے سے کیونکر تخصیص و تعیین کرسکتے
ہین کہ فلان غلام ہے -

اگر مضاف مضاف الیہ مین باہم حمل درست ہوگا تو ان دونون مین چار نسبتین متحقق ہونگی اول
مساوات خواہ مرادفت مین جیسے مردم آدمی و زر طلا و طلاے زر - خواہ صدق مین جیسے مردم گویا
و دریاے آب و پستان شیر - دوسری اضافت خاص کی عام مطلق کیطرف جیسے شنبہ روز چونکہ
امر مہتم اور مقصود اہم اضافت کا یہ ہے کہ مضاف الیہ سے تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف مین
پیدا کرین اور درصورت مساوات یہ امر ممکن نہین - بصریین اضافت کی ان دونون قسمون کو ممتنع
جانتے ہین لیکن یہ شعر سعدی علیہ الرحمہ کا **شعر** وجود مردم دانا مثال زر طلاست * کہ ہر کجا کہ رود
قدر و قیمتش دانند * نظامیؒ **شعر** بفرمان اُو زر گر چیرہ دست * طلاہاے زر بر سر نقرہ بست *
ولہ بمرجان زیپرونہ بنشاند گرد * طلاے زر انگند برلاجورد * اور یہ شعر فردوسیؒ کا **شعر**

پس آگا ہی آمد باز افراسیاب * کہ آتش بر آمد ز دریاے آب * وله چنان دیدم اے سرو سیمین بخواب
کہ بودی یکے بیکران رود آب * نظامی اره شعر چنان پشہ را بجنگ عقاب * کم از قطرہ دان پیش
دریاے آب * فردوسی کیخسرو کی داستان مین دنیا کی بیوفائی بیان کرتے ہین شعر چنین ست
کردار این چرخ پیر * پستاند ز فرزند پستان شیر * متاول ہے اور وہ تاویل یہی ہے کہ زرطلا و طلاے زر
سے یا تو زر و طلاے خالص مراد ہے اسواسطے کہ بہ نسبت جمیع فلزات کے سونا قیمتی شئے ہے اور سونا
بھی باعتبار بانگی اور عیار کے مختلف ہوتا ہے تو اس زریا طلا مین جو مضاف واقع ہے اور اس زر یا طلا
مین جو مضاف الیہ ہے ایسی نسبت مانی گئی ہے کہ جو مطلق زر کو سیم و مس و آہن کے ساتھ ہوتی ہے
تو خلاصہ اس تفوق اضافی کا یہ ہوگا کہ یہ زر خالص ہے یا زطلاے در صورت اضافت زر جانب
طلا سکۂ طلا مراد ہے چنانچہ زر سیاہ پول و فلوس کو کہتے ہین محمد قلی سلیم کا شعر ہے شعر کردند داغ
کہنہ و نو جمع در دلم * ہمچو زر قمار سفید و سیاہ و سرخ * اور طلاے زر در صورت اضافت طلا
جانب زر سونے کے ورق مراد ہین - چنانچہ یہ معنی کتب لغت مین مصرح ہین اور اسی طرح دریا و رود
کبھی خشک بھی ہوتے ہین کبھی جاری بھی رہتے ہین یہان مضاف الیہ کی ملابست سے اس
بات کا جتلا دینا ہے کہ وہ دریا و رود کہ جن مین آب موجود ہے اسیطرح پستان کبھی دودھ سے
پر ہوتی ہین کبھی دودھ ان مین نہین ہوتا چنانچہ شیخ علی حزین خرابات مین قحط کا حال بیان
کرتے ہین شعر بطرمے چو پستان نے شیر شد * ز خشکی چو پیکان گلوگیر شد * تو حسرت کے قابل
انہین پستانون کا چھنجانا ہے جن مین بچہ کے لیئے دودھ موجود ہے حق یہ ہے کہ یہان دعواے
مساوات ہی سرے سے ٹھیک نہین جسکی تاویل کیجائے ہان اس شعر کی تقریب پر ایک بات
یاد آگئی کہ صاحب حیات سعدی جناب حالی نے جہان آبروے متاخرین حزین کی خرابات اور حضرت
سعدی علیہ الرحمۃ کی بوستان سے ایک ایک حکایت ایک ہی مضمون قحط کی لیکر محاکمہ کیا ہے کہ
حزین نے باوجود اس کے کہ خرابات جو چند اوراق سے زیادہ نہین ہے بوستان سے پانسو
برس بعد لکھی ہے اور جیسا کہ اس کے بیان سے مترشح ہوتا ہے اپنی پوری طاقت شیخ کے
تتبع مین صرف کی ہے کوئی کرشمہ اسکی مثنوی مین ایسا نہین پایا جاتا جسکو دیکھکر جی پھڑک اٹھے
پہلا شعر ع شنیدم کہ در عہد بہرام گور * نمود از قضا قحط سالی ظہور * ہموار اور صاف ہے اس مین

اضافت جن دو اسمون مین ہو اور وقت اعدا ہین جو مرادف سا ہوتی صدق مین ہین جیسے تفنن و تقنع مین زرطلا و طلاے زر و دریاے آب دور یا ہے متناول مین پیمپیرہ

صاحب حیات سعدی کے محاکمہ پر جو بارہ بوستان و خرابات کیا گیا ہے مولف کتاب کی راے۔

کوئی خوبی قابل ذکر نہین - دوسرے شعر (چو صحرای محشر زمین تفت گرفت ⁂ بپژمرد دیدۂ آسمان کف گرفت) مین زمین تفتہ کو صحراے محشر سے تشبیہ دینا تعریف الشئے بالمجہول کے قبیل سے ہے یعنی ایک ایسی تمثیل ہے جو اہل دنیا کی نظر مین قحط کی تصویر کھینچنے سے قاصر ہے صحراے محشر اور تمام اعتقادیات خود تمثیل کے محتاج ہین اُن پر قیاس کرنے سے کسی شے کی حقیقت نہین کھل سکتی.

تیسرا شعر (سحاب سیہ دل نشد مہربان ⁂ بحال لب تشنۂ خاکیان) بوستان کے اُس شعر سے ماخوذ ہے جو ذوالنون مصری اور مصر کے قحط کے بیان مین شیخ نے لکھا ہے اور وہ یہ ہے شعر چنان شد بہ دین پس از روز بیست ⁂ کہ ابر سیہ دل بر ایشان گریست ⁂ مگر اتنا فرق ہے کہ شیخ نے ابر کے برسنے کو رونے سے تعبیر کیا ہے جس سے ترحم اور برسنا دونون باتین ٹپکتی ہین اور حزین نے برسنے کو مہربان ہونے سے تعبیر کیا ہے جس سے دونون معنی ویسے صاف نہین نکلتے - چوتھا شعر (بخیلی نمود ابر بر کائنات ⁂ بمہد زمین سوخت طفل نبات) شیخ کے اُس شعر سے ماخوذ ہے چنان آسمان بر زمین شد بخیل ⁂ کہ لب تر نکردند زرع و نخیل ⁂ مگر شیخ کے بیان مین اتنا لطف زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہوجانا زیادہ حسرتناک ہے بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی جل جاے - پانچوین شعر (ز خشکی در اندام خاک دو توہ ⁂ عروق شجر شد چو رگہاے کوہ) کا دوسرا مصرعہ بہت عمدہ مگر پہلا مصرعہ تکلف سے خالی نہین شعر کا مطلب صرف اسقدر ہی کہ زمین کی خشکی کے سبب درختون کی رگین پہاڑ کی رگون کی طرح سوکھ گئین تھین پس اندام اور دوتوہ کے لفظ کو افادۂ معنی مین کچھ دخل نہین ہے - چھٹی شعر (ز تاب فروزندہ مہر بلند ⁂ زمین مجمر و دانہ بودش سپند ⁂) مین صرف یہ بیان ہے کہ آفتاب کی گرمی سے زمین انگیٹھی کیطرح جلتی تھی اور تخم جو اُسپر ڈالا جاتا تھا وہ سپند کا حکم رکھتا تھا پس فروزندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہین گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہوجاتا ہے اور ایسی دو متضاد صفتین لانی بلاغت کے خلاف ہین - ساتوین شعر (بط مے چو پستان بے شیر شد ⁂ ز خشکی چو پیکان گلوگیر شد) کا مضمون بالکل خلاف عادت اور خلاف مقتضاے مقام ہے. نہ قحط کا یہ خاصہ ہے کہ شراب کی صراحی کو خشک کردے اور نہ صراحی کا خشک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قحط کی شدت ہو رہی ہے" انتہے.

میرے نزدیک نہ خرابات کے ان اشعار مین غور و تامل کی نظر ڈالی گئی نہ اس محاکمہ مین انصاف
کیا گیا۔ بعض وقت انسان کو اپنی زبان پر چڑھا ہوا یا بار بار کا گوش زدہ کلام بہ نسبت اجنبی اور
کبھی ایک آدھ وقت کے سُنے ہوے سخن کے دل پر بھی چڑھجاتا ہے پسندیدہ اور بلیغ نظر مین آتا
ہے اس مین شک نہین کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ان دونون کتابون کی مقبولیت یعنی گلستان بوستان
کی عام برگزیدگی کسی کتاب کو جو اُنکے مقابلہ مین تصنیف ہوئین ہرگز نصیب نہین ہوئی اسکی وجہ
یہ نہین ہے کہ سب کا کلام مایۂ بلاغت و پایۂ فصاحت مین اس حد کو نہین پہونچا بلکہ باوجود ان تمام
خوبیون کے شیخ علیہ الرحمۃ کا خلق اللہ کی نصیحت اور خیر خواہی مین بلا رو رعایت و کسیکی خوشامد کی
تمنا نہ لوم لائم کا خوف اور نہ کسی سے مقابلہ۔ نہ سبقت لیجانے کی آرزو۔ محض صدق عزم و خلوص
نیت کو اپنا پیش نہاد خاطر رکھنا بہت بڑا سبب ہے یہان تک کہ خوشامدی شاعرون
کی طرح اپنے بادشاہ کی مدح مین مبالغہ کرنا پسند نہین کیا اور صاف کہدیا شعر مرا طمع
زین نوع خواہان نبود ٭ سر مدحت پادشاہان نبود ٭ پس ایسے شخص کے لیئے قبولیت عالم بالا
کی استقبال کرتی ہے ستارہ اسکی پزیرائی اور برگزیدگی کا فلک اعلیٰ سے تمام عالم پر چمکتا ہے
اسکی تاثیری کشش سے کسیکا دل سرتابی نہین کرسکتا اسکے یہ معنی نہین ہین کہ جو کلام اُسکے مقابلہ
مین ہے وہ بحیثیت کلامی قبیح اور معیوب ہے۔ اب ہم خرابات کے ان سات شعرونکی نسبت
یہی کہین گے کہ بغیر امعان نظر محاکمہ کردیا گیا چنانچہ ہمنے اوپر حیات سعدی کے صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳
سے بلفظہ اُس محاکمہ کی نقل کردی ہے اگر ذرا تامل اور انصاف سے دیکھا جائے ضرور یہ کہنا پڑیگا
کہ پہلا شعر ایسا ہی ہموار اور صاف ہے جیسے شیخ علیہ الرحمۃ کی اکثر حکایتونکے آغاز مین ہے
شعر شنیدم کہ در وقت نزع روان ٭ بہ ہرمز چنین گفت نوشیروان ٭ دوسرے شعر کا مطلب
یہ ہے کہ جب زمین صحرائے محشر کیطرح تپنے لگی سب نباتات جو اُسپر تھی جلکر خاک سیاہ ہوگئی
زمین ہتیلی کی طرح (جو بال سے خالی ہوتی ہے) صاف پٹ میدان ہوگئی زمین کی اس حالت سے
یون معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ آسمان کے آگے ہتیلی پسار رہی ہے اور زمین تفتہ کو صحرائے محشر سے
تشبیہ دینے پر وہی شخص اعتراض کرسکتا ہے جسکے دل مین حشر و نشر کا اعتقاد و ہنگامۂ رستخیز کی
دہشت راسخ نہین قیامت کے شدائد سُنتے سُنتے ایسا خیال پک گیا ہے کہ برائے العین مشاہدہ ہو

بلکہ استعداد انبات اُس سے مفقود ہوگئی

عوام تک بے ساختہ اپنے روزمرہ مین کہتے ہین قیامت کی گرمی پڑرہی ہے یہانتک کہ بمعنی شدت
وبمعنی امر غریب یہ لفظ کنایہ ہوگیا ہے خود شیخ علیہ الرحمتہ فرماتے ہین **شعر** دی زمانی بتکلف بر سعدی بنشست
٭ فتنہ بنشست چو برخاست قیامت برخاست ٭ کسی استاد کا شعر ہے **شعر** آفتاب از آتشم انگارہ ٭
صبح محشر از گریبان پارہ ٭ اسی قبیل سے ہے یہ مطلع ناسخ کا **شعر** مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ
ہجران کا ٭ طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا ٭ پھر اس تشبیہ کو ویسی تعریف الشئے بالمجہول
قرار دینا غضب ہے قیامت ہے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ تیسرے شعر کا یہ مطلب ہے کہ
جب گدا گر کسی کے آگے ہاتھ پسارے وہ شخص اگر سخی کریم ہے مہربان ہوگا اُسپر رحم کھائے گا
یہی مہربانی اور ترحم سبب عطا و بخشش کا ہوتا ہے اور مسلمات سے ہے کہ مسبب سبب کا تابع ہوتا ہے
اور جہان سبب کا وجود ہی متحقق نہو وہان مسبب کا وجود کیونکر ہوگا پس اس مین بڑی بلاغت ہے
کہ سرے سے سبب ہی کی نفی کردی خصوصاً سائل فقیر کے ہاتھ پسارنے پر رحم تک نہ کرسکو بتلانا
بہت دل دکھاتا ہے زیادہ افسوس مین ڈالتا ہے یہان یہی مناسب ہے نہ گریہ وعطا کی نفی اور
کلام شیخ رحمتہ اللہ علیہ مین جہان فرمایا ہے" ابر سیہ دل برایشان گریست" گریستن وعطا کا ثبوت
انسب ہے کیا معنی کہ یہان شہر دین کے قحط زدون پر بارش برسنے کا بیان ہے تو سیاہ دل
سخت جانون کا مصیبت زدگان قحط کی تباہی کو نہ دیکھ سکھکر رو دینے کے ساتھ اُس برسنے کو تعبیر
کرنا بڑا بلیغ ہے معہذا اس قبیل کے گریہ اور بخشش کی علت ترحم ہے تو مقام نفی مین سرے سے
علت شئے کی نفی کردینی جیسے حزین کہتے ہین ابلغ ہے بہ نسبت گریہ اعطائی کے یعنی اگر گریہ اور عطا
کی نفی کرتے نفی ترحم کی بخوبی سمجھ مین نہ آتی کیا معنی کہ ممکن ہے کہ اُسکو رحم آیا ہو مگر ناداری یا اور کسی
وجہ سے عطا نکیا۔ اور شیخ علیہ الرحمتہ کا کلام مقام موجب واثبات مین ہے وہان اگر فقط ثبوت علت
یعنی بیان ترحم پر کفایت کرتے بے شک اتنا بلیغ نہوتا۔ چوتھے شعر کا محاکمہ تو غضب ہے یعنی یہ
فرمانا کہ شیخ کے بیان مین اتنا لطف زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہوجانا زیادہ حسرتناک ہے
بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی جلجائے" مسلم مگر کس لفظ سے تخم کا زمین کے اندر جلجانا مستفاد
ہوتا ہے وہ شعر تو یہ ہے" بسکہ زمین سوخت طفل نبات" ٭ نبات تخم کو نہین کہتے جس لغت مین
چاہین دیکھ لین ہر درخت اور ہریاول کو جو زمین پر جم آوے نبات کہتے ہین تو کھڑی کھیتی پر بھی

اطلاق نبات کا ہو سکتا ہے لیکن طفل کے لفظ نے بتلا دیا کہ نا تمام نارسیدہ درخت اور کھیتیان
مراد ہین گویا اُسی سنے بے رحمی اور نامہربانی کا ثبوت دیتے ہین کہ باوجود سائل کے ہاتھ پھیلانے کے
ایسی سیہ دلی کہ ذرا رحم نکیا یہانتک کہ ننھے ننھے واجب الرحم بچے جنپر ہر کوئی ترس کھاتا ہے افسوس
ہے کہ گہوارے مین جلکر خاک سیاہ ہو گئے۔ ہان البتہ تخم کا زمین مین جلجانا چھٹے شعر سے مستفاد ہے
جہان کہا ہے "زمین مجمر و دانہ بود ش سپند"۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس موقع پر عرض کیا جائیگا۔ اور اُسکا پہلا
مصرعہ "بخیلی نمود ابر بر کائنات" اسکے ما قبل کے شعر کی توضیح لو ربیان نہے کیا معنی کہ سحاب کی سیہ دلی
اور نامہربانی کا ظہور کس رنگ مین اور کس صورت مین ہوا نا معلوم تھا یا اسقدر برسے کہ گاؤن بہہ جائین
کھیتیان گل سڑ جائین یا اس درجہ بارش بند ہو جائے کہ تخم زمین مین جلجائے جمے ہوئے پودے
جلکر خاک ہو جائین اگرچہ اس امر کی جانب لفظ لب تشنہ اور بیان واقعہ خشک سالی سے بخوبی ایما
ہو سکتا ہے مگر پھر بھی توضیح کر دی کہ وہ نامہربانی بخل کی زمین مین نمودار ہوئی ہان شیخ علیہ الرحمۃ
نے بخیلی کو خوب نبھایا کہ ابر بخیل نے زرع و نخیل کو ایک گھونٹ پانی نہ دیا جس سے لب یا حلق انکا
تر ہوتا۔ اور حزین کا سوخت طفل نبات فرمانا اگرچہ سوختِ لازم لازمِ تشنگی ہی کیون نہو بخیلی کے
ضلع کو نبھانے مین قاصر ہے ایسے قصور تو سب مین موجود ہین۔ پانچوین شعر کا یہ مضمون ہے کہ جب
ابر نے اس درجہ بخیلی کی کہ نازک نازک نورس پودے اور ہریاول جلکر خاک ہو گئے کوئی یہ خیال نکرے
کہ بڑے بڑے درخت بوجہ اپنی پختگی اور زمین کے اندر دور دور تک کی ریشہ دوانی کی وجہ سے
خشک نہوئے ہون اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ تھوڑے بہت پانی کے کھنچ جانے سے بڑے درخت
سوکھا نہین کرتے تو اس خیال کی بھی نفی کر دی اور کہدیا "ز خشکی در اندام خاک دوتوہ ؛ عروق شجر
شد چو رگہاے کوہ"؛ یہان عرق سے اصل اور بیخ اور جڑ مراد ہے رگین اور پتون کی نسین مراد نہین چنانچہ
اس معنی مین اسکا استعمال کثیر ہے جیسے عرق السوس اصل السوس کو کہتے ہین عروق الصفر بھی اسیطرح
عروق الاصفر۔ بیخ کبر عروق الطیب زرنباد جو ایک قسم کی خوشبودار جڑین ہین اور لفظی ترجمہ بھی
اُسکا بیخ خوشبو ہے عروق بیض لو زیدان کو کہتے ہین وہ بھی سفید سفید جڑین ہین اور لفظی ترجمہ
بھی اُسکا بیخ سفید ہے۔ اور رگ کوہ وہ پہاڑ کی جڑین کہیے یا رگین جو زمین کے اندر اندر
پھیلتی ہین بعض جگہون پر کنوان وغیرہ کھودنے کے وقت اندر سے نمودار ہوتی ہین جیسے

رگ ابر پارۂ ابر کو کہتے ہین جو بادل سے مستطیل اور دراز نکلے ہوئے ہون۔ اندام جسم کو کہتے ہین
جوذی جرم کثیف ہو اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اثر ایک شئے کا جسطرح کثیف اور گاڑھے جسمونمین
دیر پا ہوتا ہے اجسام لطیف مین نہین ہوتا بوجہ لطافت اجزا کے بہت جلد مستحیل ہوجاتا ہے چنانچہ عطریت
کسی شئے کی جسطرح موم کی شرکت سے دیر تک ٹھہرتی ہے۔ روغن مین شریک کرنے سے اُس
مدت تک نہین ٹھہرتی اور روغن کی شرکت سے جس مدت تک ٹھہرتی ہے اُسقدر پانی کی
شرکت سے نہین ٹھہرتی اسیطرح ادویہ کی تاثیر بہ نسبت شہد اور قوام شربت کے متفاوت
ہے اسیطرح پانی کی رطوبت کا طول مکث جسطرح خاک کی آمیزش سے ہوگا ہوا وغیرہ مین
سوکھ دینے سے نہوگا مثلاً پان کو ہم گیلے کپڑے مین رکھتے ہین تا خشک نہو اگر زیادہ دنون تک
رکھنا ہو رہتے کو پانی مین تر کر کے پانون کو اُس مین دبا دیتے ہین بس لفظ اندام سے اسی امر پر
تنبیہ ہے اور اسی امر کی تاکید لفظ دو توہ سے بھی مقصود ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ گیلے کپڑے
باریک کی ایک تاہ جسقدر دیر ایک شئے کو تر رکھے گی دوہرا کپڑا یا دو تاہ ریت سے زیادہ دیر تک
وہ شئے تر رہے گی تو اس شعر مین بھی خشک سالی کی شدت اور سختی بیان کرتے ہین کہ درختون
کی جڑین جرم زمین کے اندر جو تہ در تہ پہونچ گئی تھین جنکے خشک ہونے کا احتمال بھی نہ تھا
پہاڑ کی رگون کیطرح خشک اور ہمرنگ خاک ہوگئی تھین اب انصاف کرنا چاہیئے کہ اندام
اور دو توہ کے لفظ کو افادہ معنی مین کیونکر کہا جاے کہ دخل نہین غرض بڑے بڑے درختون
کی جڑون کا جو زمین کی تہ در تہ مین ہین سوکھ کر سخت پتھر بنجانا فقط بارش کے بند ہوجانے
سے نہین دہوپ کی تیزی آفتاب کا بے نقاب زمین کو انگیٹھی کی طرح تپانا اُسپر اور غضب کر دیا اور
بارش کی امید پر جو تخم زمین مین ڈالا جاتا تھا وہ سپند کی طرح جل بھن جاتا تھا تو چھٹے شعر کا یہی
مطلب ہے مگر اس شعر کے محاکمہ مین یہ فرمانا کہ "فروزندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت
ہوتا ہے تو ہم کہین گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہوجاتا ہے اور ایسی
دو متضاد صفتین لانی بلاغت کے خلاف ہین" حیرت مین ڈالتا ہے کیا معنی کہ جیسے فروزندہ
کہنے سے گرمی کا ثبوت ہوتا ہے اسیطرح بلکہ اور زیادہ اسکے لیئے بلندی اور اوج گرائی
ثابت کرنے سے کیا معنی کہ اوج گرا اور بلند ہونا آفتاب کا اُسکی سمت الراس اور جانب نصف النہار

آنے کو کہتے ہین۔ اور جب آفتاب عین دائرہ نصف النہار پر پہونچ گیا یہ وقت عین دوپہر کا ہوتا ہے بہ نسبت دن کے حصون کے اس وقت زیادہ گرمی ہوتی ہے اسکو سب لوگ جانتے ہین اور اوج گرائی اس معنی ہین پیچھے کی معمولہ متداولہ کتب مین موجود ہے بلکہ اہل اُردو بھی اپنے روزمرّہ مین دن چڑھ گیا آفتاب بلند ہوگیا کہتے ہین کیون نہ کہین علم ہیائت مین دائرہ نصف النہار کی تعریف مین غایۃ ارتفاع الشمس ان وضولھا الیھا مصرح موجود ہے۔ ہان اگر مطلقاً ہر بلندی کو دوری لازم ہوتی اس خیال کی کچھ گنجائش بھی تھی حالانکہ بلندی کو البعدیت لازم نہین طول مسافت اور شے ہے ارتفاع اور شے یہ امر برہان اور دلیل کا محتاج نہین اور تخم کا سپند کیطرح جل بھن جانا اس امر پر دال ہے کہ بالکل بارش نہوئی اور بہت عرصہ سے نہوئی پس جسقدر بارش سے بُعد ہوگا قحط بھی اُسیقدر شدت کا ہوگا اس شدت کی خشکسالی کو تخم کا زمین مین جلجانا خوب بتلا رہا ہے۔ اور یہ وہ امور ہین کہ شدت خشکسالی مین کم و بیش پیش آتے ہین اگرچہ کھڑی کھیتی کا خشک ہوجانا دولت حاصل شدہ کا زوال ہے جو زیادہ حسرتناک ہے لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کو بند ہوئے ایسا بڑا زمانہ نہین گزرا یا بارش اس درجہ کو بند نہ ہوئی دیکھیئے زمین پر تخم جم آئے اور بالیدہ بھی ہوئے جس پر زرع کا اطلاق درست ہوا خصوصاً ساتوین شعر کا محاکمہ سراسر تحکم ہے اسواسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو لوگ نشہ کے عادی اور خوگر ہوجاتے ہین اُنکو نشہ کا چھوڑنا ایک موت ہے جیسے یارون کا ترک عشق کرنا سخت دشوار اور مشکل ہے تو کہتے ہین کہ ایسا قحط پڑا کہ کسی قسم کی پیداواری نہ ہوئی نہ اناج پیدا ہوا نہ میوہ اب شراب کس چیز کی بنتی لہذا وہ چمڑے کی صراحیان جو بسبب تخلخل و تسدد ابخرہ کے بہت جلد جوش زن ہوتی تھین خالی پڑی رہین چونکہ چمڑے کی تھین سوکھ سوکھ کر بوڑھی عورتون کی سوکھی ہوئی پستانون کی طرح جا بجا سے سکڑ گئین گلے اُنکے تنگ ہوگئے غرض ایسا قحط پڑا کہ نشہ باز نشہ تک بھول گئے جیسے عاشق مزاج عشق بھول گئے۔ اگر یہ بات خلاف مقتضے سمجھی جاوے تو شیخ علیہ الرحمۃ کے شعر (یاران فراموش کردند عشق) کو بھی خلاف مقتضے سمجھنا چاہیئے کسواسطے کہ یہان بھی یون کہہ سکتے ہین کہ یارون کا ترک عشق کرنا اس بات کی دلیل نہین ہوسکتی کہ قحط کی شدت ہورہی ہے ہان جب تک کہ اس مقدمہ کو یہان مسلم نہ کرلین کہ یہ عشق

کھانے پینے کی مستی ہے جیسے مشہور ہے "این خمار از خوردن گندم بود" جب خشک سالی
کی وجہ سے اناج پیدا نہ ہوا غذا جو سبب مادی اُس عشق کا تھا شکم کو نہ ملی مادہ عشق فنا ہو گیا
اب صورت عشق کا فیضان باطل ہو گیا یہ امر علوم حکمیہ مین ثابت ہے کہ فیضان صورت کا بغیر
مادہ کے ممکن نہین - اور یہان عشق سے عشق حقیقی مراد نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اُسکو قحط زائل نہین
کر سکتا اُسکا مادہ تجلیات ذو الجلال والجمال عز اسمہ ہین جو قلب بشر مین چمک جاتی ہین باقتضائے
کشش جمالیہ و جذب جلالیہ اس شخص کو ایسا محو یعنی از خود رفتہ بلکہ از ماسوا گسستہ با جمیل جلیل پیوستہ
کر دیتی ہین کہ سوائے محبوب حقیقی کے سب سے غافل ہو جاتا ہے پس وہی وہ اُسکی نظر و نہین
سما جاتا ہے ہمہ اوست کہنا اُسکے لیئے درست آتا ہے پس خشک سالی تو کیا ہے قیامت بھی اُسکے
مادہ کو فنا نہین کر سکتی چنانچہ مسلم ہے **شعر** عشق آن باشد کہ کم نگردد ٭ تا باشد ازان قدم نگردد ٭
عشقے کہ نہ عشق جاودانیست ٭ بازیچۂ شہوت جوانی ست ٭ معہذا شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین
یاران فراموش کردند عشق - یعنی ہم جیسے لوگ عشق بھول گئے - گو کہ آپ فی الحقیقت مکمّل تھے
مگر مکمّل اپنے آپ کو اپنی زبان سے مکمّل نہین کہتا بلکہ رند اور ہرزہ کار ہی سمجھتا ہے غرض جیسے
وہان ترک عشق کا موجب گمشدگی غلہ پیداواری کا ہونا ہے یہان خشکی صراحی کا سبب میوہ
اور اناج سبکا گم ہو جانا ہے پس علت ہر دو کی ایک ہے لطف ادا و طرز بیان دو واللہ تعالیٰ
شانہٗ اعلم بالصواب اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ٭ کجا بود
مطلب کجا تا ختم ٭ مین اپنے مقصود سے کسقدر دور جا پڑا اوپر یہی بیان تھا کہ اضافت اُن دو
اسمون مین جنمین باہم نسبت مساوات کی متحقق ہو یا مضاف الیہ بہ نسبت مضاف کے عام
مطلق ہو بصریین کے نزدیک ممتنع ہے اور مین یہ عرض کرتا ہون کہ اضافت اُسجگہ ممتنع ہے
کہ جہان مقصود اضافت کا حاصل نہوا ظاہر ہے کہ جہان مضاف مضاف الیہ سے خاص
مطلق ہوگا نہ تو مضاف کو تعریف حاصل ہوگی نہ تخصیص نہ توضیح بلکہ اُلٹا تخصیص سے تعمیم کیجانب
جانا تحصیل حاصل تو کیا حاصل شدہ کا کھو لینا ہے یہ قلب موضوع ہے پھر اس صورت مین تصحیح اضافت
کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے رہا دو مساویون مین اضافت کا امتناع اس مین مجکو کلام ہے اسواسطے
کہ جب تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہ ہوا نہ ہوا یہی فقط توضیح کا حاصل ہو جانا صحت اضافت کیلیئے

کافی ہے ہان جہان کہین یہ توضیح بھی نہ ہوگی اضافت بے شک وشبہ ممتنع ہے اسواسطے کہ تعریف وتخصیص وتوضیح مین جو صحت اضافت کے شروط ہین عطف منع خلو کے لیئے مانا گیا ہے - تیسری عام کی اضافت خاص کی طرف اور یہ دو حال سے خالی نہین یا تو اضافت موصوف کی صفت کیطرف ہوگی جیسے روز جمعہ علم فقہ - کتاب گلستان پیل محمود جانب غربی - نظامی رہ شعر مرا پیل بارا تو مقصود نیست ٭ کہ پیل تو چون پیل محمود نیست ٭ یہ اضافت بھی بمعنی مرو براے ہے لیکن عرف مین اسکو اضافت بیانیہ بھی کہتے ہین اور بعضے توضیحی وتخصیصی اضافت بھی اسکا نام رکھتے ہین مین عرض کرتا ہون کہ یہ موشگافیان زبان عرب کا حصہ ہین - چونکہ عربی مین موصوف وصفت کے درمیان باعتبار تعریف وتنکیر مطابقت شرط ہے اور یوم الجمعۃ وعلم الفقہ وجانب الغربی مین مثلاً وہ مطابقت مفقود ہے تو اس ترکیب کی تصحیح کے لیئے یہ نکتہ تراشا لیکن فارسی مین ترکیب اتصافی و اضافی کی ایک ہی شکل اور ایک ہی صورت ہے جیسے کنارۂ غربی روز جمعہ پھر ضرورت ہی کیا پڑی ہے کہ بنی بنائی اتصافی ترکیب کو چھوڑ کر خواہ مخواہ بتکلف ترکیب اضافی بنائین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب یا اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہوگی جیسے خردان اطفال - سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر بزرگی وعفو وکرم پیشہ کن ٭ ز خردان اطفالش اندیشہ کن ٭ چوتھی مضاف مضاف الیہ مین باہم نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہو اس صورت مین یا تو ایک دوسرے کے لیئے اصل اور مادہ ہوگا یا نہ ہوگا - اگر ایک دوسرے کے لیئے اصل اور مادہ ہے تو دو حال سے خالی نہین یا تو مضاف الیہ مادہ مضاف کا ہوگا یا مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہوگا درصورت اول یعنی اگر مضاف الیہ مادہ مضاف کا ہے تو یہ اضافت بھی بمعنی از ہوگی جیسے خنجر فولاد انگشتر زر اس قسم کی اضافت کا اضافت بیانیہ نام ہے اسی طرح دیو مردم یعنی دیو یکہ از مردم خیزد - نظامی رہ کا شعر ہے شعر زمازندران نایدالا دو چیز ٭ یکے دیو مردم دگر دیو نیز ٭ وله ازین دیو مردم کہ دام و دد اند ٭ نہان نشو کہ ہمصحبتان بدند ٭ چنانچہ عربی مین شیاطین الانس کہتے ہین جیسے اس آیہ وافی ہدایہ مین وکذالك جعلنا لكل نبي عدوا شياطين الانس والجن يوحي بعضهم الى بعض زخرف القول غرورا - اگر مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہے جیسے زر انگشتر و فولاد خنجر وسنگ صنم اضافت حقیقی بمعنی براے و مر ہوگی جزین کا شعر ہے شعر از بتکدہ تا کعبہ رہے نیست برہمن ٭ سدرہ خود

اضافت موصوف بجانب صفت

اضافت صفت بجانب موصوف

اضافت بیانیہ بمعنی از

بیان اس اضافت کا جس مین مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہے

محمود نامہ سے یہ ابیات... [illegible]

ساختہ سنگِ صنم را ۔ اور بعض وقت بغیر اس علاقہ کے کہ مضاف الیہ مادّہ مضاف ہو اضافت
بمعنی از آجاتی ہے۔ طغرای مشہدی شعر دل آزاری بود کردارِ ناصح ۔ نباشم از چہ رو بیزارِ ناصح ۔
اسے بیزار از ناصح۔ مین عرض کرتا ہون کہ یہ توزیع اقسام اضافت کی جو بمعنی مز و بر و در واز کی
گئی ہے باعتبار اُنکے مفہوم محلّل کے ہے ورنہ سبکو ایک قسم یعنی اضافت بمعنی مر بنا دے سکتے
ہین اسواسطے کہ صحت اضافت کے لئے ادنےٰ ملابست کفایت کرتی ہے جیسے دستِ دریغ۔
و بلیناس سنہ و شبستانِ خز اضافت بادنی ملابست ہے سعدی رح شعر بہ تندی سبک دست
بردن بہ تیغ ۔ بدندان برد پشت دست دریغ ۔ نظامی رح شعر بلیناس شہ نیز گنجے تمام ۔ ہم از
شک پختہ ہم از شک خام ۔ بنزد جہانان داور خویش برد ۔ جہان داوری بین کہ چون پیش برد ۔
وصیت سکندر وقت وفات کے بیان مین ہے شعر ہوائے کز و سنگ خارا گداخت ۔ چو نیروی
تن بود با با بساخت ۔ کنون در شبستان خز و پرند ۔ چو پر و نماندہ شدم دردمند ۔ غرض ظروف
کو اپنی ظرف اور انگشتر کو اُسکے زر کے ساتھ مثلا جو ایک اختصاص ہے صحت اضافت بمعنی مر کیلئے
کافی ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ اگر ایکدوسری کے لئے اصل اور مادہ نہین ہے اور باہم
نسبت من وجہ متحقق ہے تو یہان بھی یا صفت عکس کی اضافت موصوف کی طرف ہوگی جیسے ویژگان
سپاہ و ہندیِ تیغ و تقویم خرد۔ نظامی رح شعر چو ہندوے بازیگر گرم خیز ۔ معلق زنان ہندی تیغ تیز
فردوسیؒ بہرام کی اسیابان کی لڑکیون سے شادی کرنے کے بیان مین لکھتے ہین شعر دگر ہفتہ
آمد بہ نخچیر گاہ ۔ خود و موبد و ویژگان سپاہ ۔ جامی رح شعر ز تقویم خرد بہروزیم بخش ۔ بر اقلیم
سخن فیروزیم بخش ۔ استشہاد اس شعر کے ساتھ اُسوقت ہوسکتا ہے کہ ز تقویم کی زا کو بیانیہ
قرار دین اور مصدر کو بمعنی مفعول لے کر مع اُسکے مضاف الیہ کے بہروزی کا بیان بنائین
یعنی خرد مقوَّم واو کی تشدید اور فتح کے ساتھ۔ اور اس مصدر مضاف کو بمعنی مفعول لینے سے یہ
اضافت اضافت لفظی نہین بنجاتی اسواسطے کہ اول تو اضافت لفظی کے لئے صیغۂ صفت کا
مضارع کے معنون مین ہونا شرط ہے اور جو اسم فاعل و اسم مفعول کہ مصدر کی صورت مین
آتا ہے وہ ضرور دوامی و استمراری معنی پاتا ہے دوسرا ہر اسم فاعل و اسم مفعول مضارع کے
معنون مین نہین ہوتا اسواسطے اس قسم کی ترکیب کو کلیۃً اضافت لفظی کا حکم نہین لگا سکتے یا موصوف عکس

پنجم فصل مادہ اضافت بمعنی از

بیان اضافت بادنے ملابست

بیان اضافت صفت جانب موصوف

اضافت موصوف کی جانب صفت اس امر میں اپنی تحقیق

کی اضافت صفت کی طرف جیسے نماز پیشین مسجد جامع - آسمان دنیا -
مگر یہان بھی میری وہی گذارش ہے کہ ان مثالون مین باوجود تحقق معنی مرکب توصیفی اضافت
کا قائل ہونا اور پھر بتکلف متاول کرنا فقط اس مرکب کا اسم اول مجرد عن اللام اور ثانی مجرد و
محلی باللام ہونے یعنی عدم مطابقت دراعراب وتعریف وتنکیر کی وجہ سے ہے جو زبان عرب مین
یہ امر خصوصیات ترکیب اضافی سے ہے جیسے مسجد الجامع صلوة الاولے سماء الدنیا غرض فقدان
مطابقت نے جو شرط ترکیب صفتی ہے نحاۃ عرب کو مرکب اضافی قرار دینے اور متاول کرنے پر
مجبور کردیا یعنی باعتبار صورت ظاہر لفظ مرکب اضافی قرار دیا اور باعتبار معنی متاول یعنی درمیان سے
ایک اسم کو جو واقع مین مضاف الیہ اس مضاف کا ہے محذوف مانا جیسے صلوۃ الساعۃ الاولی مسجد الوقت
الجامع اور جانب الغربی اس آیہ وافی الہدایہ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ مین جانب الجبل یعنے
الطور الغربی - پس غور کرنا چاہیئے کہ زبان فارسی ان خصوصیات اوران شروط سے معرّا ہے اس
زبان مین ترکیب اضافی اور اتصافی کی ایک ہی صورت ہے فارق و فاصل فقط ایک امر معنوی
ہے کیا معنی صرف لحاظ معنی ایک دوسرے کے لئے جُداشناس بنا ہوا ہے پھر ضرورت داعیہ
اور کون سی ہے جو سیدھی سیدھی ترکیب اتصافی کو چھوڑ کر اضافت کے قائل ہونے پر مجبور کرے
حالانکہ خود کلام عرب مین جب بعینہ اسی مرکب کا اسم اول محلّی باللام ہوتا ہے تو اُسکو بغیر تاویل مرکب
توصیفی مانتے ہین چنانچہ لفظ دنیا بروزن فُعلیٰ مؤنث ادنیٰ جو دنوّ بمعنی نزدیک شدن سے مشتق ہے
دونون طرح کلام عرب مین مستعمل ہوتا ہے ایک تو اپنے معنی حقیقی وصفی مین استعمال کیا جاتا ہے
جیسے الحیوۃ الدنیا والعدوۃ الدنیا والجمرۃ الدنیا والسماء الدنیا دوسرا بمقابلہ آخرت کے
اس جہان فانی کا نام رکھ لیا اسوقت اُسکی وصفیت کا لحاظ مغلوب ہوجائیگا اگرچہ یہ نام بھی بنظر
قرب ہی رکھا گیا ہے مگر غلبہ اسمیت کو ہوگا جیسے رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً . وَاكْتُبْ لَنَا فِي
هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ مین اور اسی غلبہ اسمیت کی وجہ سے اسکی جانب اضافت بھی
بلا تاویل درست ہوجاتی ہے جیسے ثواب الدنیا وحرث الدنیا وسماء الدنیاء مجمع البحار مین ہے
الجمرۃ الدنیا ای القریبۃ الی منا فُعلیٰ من الدنو وھی اسم لھذہ الحیوۃ لبعد الاخرۃ عنھا والسماء
الدنیا لقربھا من ساکنی الارض ویقال سماء الدنیا بالاضافۃ - منتہی الارب مین ہے والسماء الدنیا

این آسمان لقربہا من ساکنی الارض وکذا اسماء الدنیا بالاضافۃ اسی طرح ومکر السئی و لا
یحیق المکر السئی۔ اول اضافت کے ساتھ بتاویل مکر العمل السئی دوسرا اتصاف کے ساتھ آیا ہے
غرض جب زبان فارسی مین ترکیب توصیفی کے لیئے کوئی جدی شرط نہین بلاتامل ان مرکبونکو موصوف
صفت کہنا چاہیئے اور بلاضرورت داعیہ صرف اتباع زبان عرب سے تکلف مین پڑنا صواب نہین
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ بعض وقت اہل فارس نے دنیا کو مطلق عالم کے معنون مین استعمال
کیا ہے نظیری کا شعر ہے شعر ہر کہ از معشوق غافل گشت لذت در نیافت ٭ دیدۂ نے معرفت
را در دو دنیا نور نیست ٭ اے در دو عالم۔ یہ بھی سن رکھو کہ جسوقت ترکیب اتصافی اور اضافی ایک جگہ
جمع پڑتی ہین۔ اہل عرب ترکیب اضافی کے جوڑ کو نہین توڑتے بلکہ صفت کو موصوف مضاف سے
منفصل کرکے بعد مضاف الیہ کے ملحق کرتے ہین اور اہل فارس اکثر اتصال توصیفی کو قائم رکھتے
ہین جیسے نام فرخ نوشیروان سعدیؒ شعر زندہ است نام فرخ نوشیروان بعدل ٭ کہ ہستیش
بروے زمین یک نشان نماند ٭ اور کبھی تابع عرب کے ہوجاتے ہین سعدیؒ شعر پسران وزیر
ناقص عقل ٭ بگدائی بروستا رفتند ٭ زوستازادگان دانشمند ٭ بوزیری پادشا رفتند ٭ اے
پسران ناقص عقل وزیر۔ اور کبھی موصوف سے صفت کو مقدم کردیتے ہین تا اتصال مضاف
کا مضاف الیہ کے ساتھ اسی طرح باقی رہے۔ فردوسیؒ جلد دوم شاہنامہ کے اخیر مین بیان
کرتے ہین شعر کہ این نامۂ شہریاران پیش ٭ بہ پیوندم از خوب گفتار خویش ٭ یعنی از گفتار خوب
خویش۔ سوائے اس ضرورت اجتماع کے بھی فاصلہ صفت موصوف اور مضاف مضاف الیہ کے
بیچ مین جائز ہے۔ اول یعنی فاصلہ درمیان موصوف صفت کے جیسے نظامیؒ کے اس شعر مین
شعر سپیدہ بر د رومی از چشم درد ٭ برد تیغ من سرخی از روے زرد ٭ اے سپیدۂ رومی۔ ان
مواضع مین صاحب موہبت عظمیٰ حضرت آرزو عطف بیان کے قائل ہین۔ میرے نزدیک یہ تکلف ہے
دوسرا یعنی فاصلہ درمیان مضاف مضاف الیہ کے اور اس فصل کے بارہ مین کوئی خصوصیت
است رابطہ کی نہین است رابطہ کے سوا دوسرے الفاظ بھی فاصل بنجاتے ہین۔ فردوسیؒ پشنگ اور
افراسیاب کی گفتگو کے بیان مین لکھتے ہین شعر چو دستور باشد مرا بادشا ٭ از ایشان سوارے نمانم بجا
اے دستور بادشاہ مرا باشد۔ سعدیؒ شعر برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ٭ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

بعض مطلق عالم ۱۲

ربط اضافی و اتصافی ایک جگہ جمع ہوجانے مین فرق والتصال کا بیان ۱۲

اے دفتر معرفت۔ وحید شعر اے وحید از مژہ چون ابر بہ ہنگام وصال ✽ گل بہار آمدہ وقت نست مے آشنامیہا ✽ اے وقت مے آشنامیہا۔ اور یہ بھی سن رکھو کہ کبھی مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو باقی رکھتے ہین جیسے سعدی کے اِس شعر مین شعر سنگ بد گوہر اگر کاسۂ زرین شکند ✽ قیمت سنگ بیفزاید و زرکم نشود ✽ اے قیمت زر۔ نظامی رح شعر مبین ننگ طاؤس و پروازِ او ✽ کہ چون گریہ زشت آمد آوازِ او ✽ اے چون آواز گریہ۔ کبھی بقرینۂ مقام مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو باقی رکھتے ہین جیسے شعر دیدۂ سعدی و دل ہمراہِ تست ✽ تا نپنداری کہ تنہا میروی ✽ اے دلِ سعدی۔ اسی طرح مضاف الیہ پر مضاف کی تقدیم بھی جائز ہے جیسے گیہان خدیو جہان بادشاہی شہنشاہ سراپردہ۔ یہ امر سماعی ہے اس مین قیاس کو دخل نہین یعنی جس مضاف الیہ کو چاہئے اُسکے مضاف سے مقدم کر دینا امر فصاحت مین مخل ہوگا اور اس تقدیم خلاف موضوع کو ضرورت شعری پر مبنی کرنا کلام فصحا مین عیب اور عجز کا قائل ہونا ہے یہ خطا ہے استادونکے نثر کلام مین یہ ترکیب موجود ہے اسی طرح صفت کی موصوف پر تقدیم ضرورت شعری پر مبنی نہین جیسے کوتاہ خردمند گلستان کی تیسری حکایت مین مذکور ہے نثر گفت اے پدر کوتاہ خردمند بہ کہ نادان بلند۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصّواب۔

احکام لفظیہ مین امتزاج کا شمار کرنا یہ ہے کہ فارسی مین کل کلمات مبنی علے السکون ہین اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مضاف و مضاف الیہ قبل تعلق اضافت دو مستقل جدے جدے اسم تھے سکون پر مبنی تھے اگر بعد تعلق اضافت بھی مبنی علے السکون رکھے جائین لفظون مین امتزاج ہی کیا حاصل ہو جس طرح قبل اضافت بیگانگی اور علیحدگی تھی اسیطرح اب بھی رہتی تو بنا سے سکون مضاف کو جو علامت کلمہ کی تمامیت کی تھی اُٹھا کر بجاے اُسکے جنبش کسری رکھدی جسکو علامت اضافت کہتے ہین تا بمقابلہ معنوی اتحاد کے کسیقدر لفظی اتحاد بھی ہوجاے جیسے عربی مین حذف تنوین اور نون کا اس امتزاج کے لیئے کیا جاتا ہے چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ مین تصریح کردی ہے فَلَمَّا اَرَادُوا اَنْ یَمْزِجُوا الْکَلِمَتَیْنِ مَزْجًا یَکْتَسِبُ بِہِ الْاُوْلیٰ مِنَ الثَّانِیَۃِ التَّعْرِیْفَ وَالتَّخْصِیْصَ حَذَفُوْا مِنَ الْاُوْلیٰ عَلَامَۃَ تَمَامِ الْکَلِمَۃِ گویا اسوقت مضاف کے اول حرف سے لیکر مضاف الیہ کے اخیر حرف تک ایک کلمہ بنگیا۔ لیکن بعض مواضع بوجہ شذوذ مستثنےٰ ہین اور ان مین بھی دو طرح کے ہین ایک تو وہ کہ جنکے مضاف پر علامت اضافت نہین لائی جاتی جیسے چون وجز و سر و ہمہ سعدیؒ

بیان حذف مضاف

بیان حذف مضاف الیہ

تقدیم مضاف الیہ بر مضاف

تقدیم صفت بر موصوف

اسیطرح سعدی یا کسر حرف مضاف کی ہوتی ہے
شعر ... (marginal verse, partly illegible)

بیان احکام لفظی علامت اضافت

کا شعر ہے شعر مکن تکیہ بر ملک دنیا و پشت ۞ کہ بسیار کس چون تو پرورد و کشت ۞ ولہ ہر کہ شاہ آن
کند کہ او گوید ۞ حیف باشد کہ چز نکو گوید ۞ لیکن یہ شعر اسد اللہ خان غالب کا شعر ساز از دم نائیست
چون نئے زمزمۂ ما ۞ اے ماہمہ ہیچ تو واے تو ہمۂ ما ۞ متاوّل ہے۔ اور اُن مضافون پر بھی علامت
اضافت نہین لائی جاتی جنکے مضاف الیہ مین فصل واقع ہوگیا ہو جیسے دستور باشد مرا بادشاہ و وقت
می آب شامیہا و دفتر سیت معرفت وغیرہ مین اور یہی حال موصوف وصفت کے فاصلہ اور حذف
علامت اتصاف کے بارہ مین سمجھنا چاہیئے جیسے سپیدہ برد زومی مین۔ دوسرے وہ مضاف ہین
کہ جنکو اکثر بغیر علامت اضافت کے استعمال کرتے ہین یہ امر کبھی مضاف کی خصوصیات سے
ہوتا ہے جیسے لفظ صاحب اور سر اور ابن اور نبیرہ اور پسر اور میر اور عاشق اور نیم اور پس اور ولی
سعدیؒ شعر مگر صاحبدلے روزے برحمت ۞ کند در کار درویشان دعاے ۞ ولہ زبان در دہان
خردمند چیست ۞ کلید در گنج صاحب ہنر ۞ ولہ ز صاحب غرض تا سخن نشنوی ۞ اگر کار بندی
پشیمان شوی ۞ امثلہ سر کے جیسے سرمایہ۔ سرچشمہ۔ سرحلقہ بمعنی سردار جماعت سر داستان
بمعنی عنوان داستان سردفتر سرسوزہ سرطوق اُس حلقۂ کلان کو کہتے ہین جو سرے پر زنجیر کے
ہوتا ہے اور کلس کو بھی کہتے ہین جو ملمع کر کے گنبدون پر نصب کرتے ہین۔ کلیم کا شعر ہے شعر
گر حلقۂ دام ست وگر حلقۂ زنجیر ۞ سرحلقہ کدام ست بغیر از من دیوانہ ۞ میرزا رضی دانش شعر
تا ہست حرف زلف تو سر داستان ما ۞ پیچیدگی برون نرود از زبان ما ۞ میر محمد افضل ثابت۔ شعر
بخون رقمزدہ طغراے خط پیشانی ۞ برنگ سرخی سر سورہاے قرآنی ۞۔ سعید اشرف دریا کی تعریف مین
لکھتے ہین شعر خروشان موجہایش چرخ تسخیر ۞ در و گرداب چون سرطوق زنجیر ۞ طاہر وحید مسجد کے
گنبد کی تعریف مین کہتے ہین ۞ شعر ز سرطوق گنبد بگردون رسید ۞ چو پیرے کہ او را پر اندر رسید
لفظ ابن کا جیسے شعر علی الخصوص کہ دیباچۂ ہمایونش ۞ بنام سعد ابوبکر سعد بن زنگیست۔ شعر
خدیو عرصۂ عالم محمد شاہ بن تغلق ۞ کہ در بزم جہانداری سکندر زیبدش چاکر ۞ اور لفظ نبیرہ فردوسی علیہ الرحمہ
کے اشعار مین شعر نبیرہ فریدون شبان پرورد ۞ زراے بلندان کہ اندر خورد۔ شعر نبیرہ فریدون
پیوند شاہ ۞ کہ ہم تاج دارند و ہم جایگاہ۔ شعر نبیرہ سماعیل پیغمبر ست ۞ کہ پور براہیم نیک اختر ست ۞
شعر نبیرہ پشنگے فریدون نژاد ۞ نباید کہ پیچے تو سر راز داد ۞ اور لفظ پسر جیسے پسر عم و پسر ہمشیرہ وغیرہ

لیکن ان مضافون کی علامت اضافت نہین آتی ۔ علامت اضافت نہین آتی
خصوصیات سے بغیر ... نمبر ۲ یہ امر کبھی مضاف کی
صاحب میر۔ نظامی رح شعر گر و پیش خوانند صاحب سریر ۞ ولایت ستان بلکہ آفاق گیر ۞ ۱۲ مصنف

ملک شرفی شعر دیرینہ ہمدمے کہ دلم زخمدار اوست ٭ ما را برادرست ترا گر پسر عم ست ٭ کسی اُستاد
کا شعر ہے شعر آن پسر ہمشیرۂ سید عماد خوشنویس ٭ آن برادر زادۂ شمس الحق شیرین ادا ٭ میر معز
فطرت شعر دلم بردہ ز کف بازآن پسر تنبولے رنجم بزانسے ٭ متاع آرزو ارزان کنے مطلب گران سازے ٭
اور لفظ میر جیسے میر آب میر آتش میر آخر میر انجمن میر بار میر چوپان میرده میر دیوان میر سامان میر سپاہ
میر سلاح میر شب میر شکار میر عدل میر عرض میر عمارت میر قافلہ میر کاروان میر لشکر میر مجلس میر منزل
میر میدان اساتذہ کے کلام مین مستعمل ہین چونکہ یہ لفظ موقوف الآخر ہے اور موقوف اور متحرک مین بحیثیت
وزن عروضی کچھ فرق نہین تو ان الفاظ مین فک و ثبت علامت اضافت کا ثبوت فقط اہل لسان
کے لہجہ سے ہوگا یا مضاف الیہ مصدر بہ الف ہو تو الف کے گرجانے سے یہ امر بخوبی ظاہر ہو سکتا ہی
جیسے میر آب بمعنی داروغہ آب یعنی میر بحر کلیم کا شعر ہے شعر خضر نتواند بآب زندگی از ما خرید ٭ منصب
میر ابی سرچشمۂ آئینہ را ٭ اسی طرح میر آتش داروغہ توپخانہ۔ آرزو کا شعر ہے۔ شعر لشکر اہل سخن راحشم
آرزو میر آتشم شیخ آذر یست ٭ اسی طرح میر آخر داروغہ اصطبل۔ محمد سعید اشرف۔ شعر بسکہ در اصطبلش
آمد باخت اسپ خویش را ٭ در تلاش خدمت میر آخرے سام سوار۔ امیر خسرو شعر رفت امیر آخر و آورد زود ٭
ہر چہ در اطراف جہان بادبود ٭ اسی طرح میر آش بمعنی خوان سالار۔ اسی طرح میر انجمن۔ اور لفظ عاشق
کا جیسے عاشق آفت عاشق بادہ عاشق بناگوش عاشق پلاؤ عاشق جماع عاشق سخن عاشق صحبت
عاشق فغان عاشق گناہ عاشق نالہ عاشق نغمہ عاشق نیام ابو طالب کلیم شعر میرساند خوشہ اش
خود را بہ ابراز شوق برق ٭ مزرع امید ما از بسکہ عاشق آفت ست۔ صائب اصفہانی شعر چون سبو
تا ہست نم ازندگی در پیکرت ٭ دستگیری کن مے آشامان عاشق بادہ را ٭ ولہ ندارد صفحۂ دوران
چون من عاشق بناگوشے ٭ ندارد حسن خط چون من غلامے حلقہ در گوشے ٭ فوقی یزدی شعر بود این
خسیسان عاشق پلاؤ ٭ ز خر پہلوے شان ہمہ حرص گاؤ ٭ ولہ چو من عاشق جماعے کو دران روز ٭ کہ
بر فرہاد و میز دو صد گوز۔ ظہوری شعر درین انجمن کیست عاشق سخن ٭ کہ عشقے نورزید با شعر من ٭
صائب شعر سر نمی پیچد بترک سر ز تیغ آبدار ٭ اینقدر کس چون قلم عاشق سخن باشد چرا۔ ولہ عالم
روشن بچشمش نزو میگردد سیاہ ٭ ہر کہ چون پروانہ بیدرد عاشق صحبت ست ٭ ظہوری شعر بنازک
دلیہاے خوارے کشان ٭ بلبہاے خاموش عاشق فغان ٭ ولہ بعصیان عشقبازیہاے ما چیست ٭

چرا عفوت چنین عاشق گناہ است ٭ شفائی شعر گلبن مہر و وفا را مرغ عاشق نالہ ام ٭ لب نے بندم
زالغعان تا گلے بر شاخ ہست ٭ صائب شعر جوش گل را گوش عاشق نغمۂ ما تازہ کرد ٭ نالۂ بلبل کجا تنہا
بفریادم رسد ٭ کلیم شعر زدستش آنچہ ناید انتقام ست ٭ کہ تیغ کینہ اش عاشق نیام ست ۔ اور لفظ نیم کا
جب مضاف ہوتا ہے ہمیشہ کے لیئے مقطوع الاضافت دیکھا گیا اور یہان بھی میر کی طرح لفظ
نیم کا موقوف الآخر ہے لہجہ اہل زبان سے اسکی فک علامت اضافت کا حال دریافت ہوگا جیسے
نیمروز نیمشب نیمقطرہ نیمنان نیمرخ ۔ سعدی رح شعر ظالمے را خفتہ دیدم نیمروز ٭ گفتم این فتنہ است
خوابش بُردہ بہ ٭ نظامی رح شعر چو در نیمشب از تو جویم پناہ ٭ بمہتاب فضلم برافروز راہ ٭ عرفی شعر
بہ نیم قطرہ شرابے کہ باز میماند ٭ پس از پیالہ کشیدن بساغر از لب یار ٭ سعدی رح شعر نیم نانے گر
خورد مرد خداے ٭ بذل درویشان کند نیمے دگر ٭ اور لفظ اول کا ہر دو طرح مستعمل ہے جیسے اول
شب یعنی پاس اول شب ۔ نظامی رح شعر چو اول شب آہنگ خواب آورم ٭ بہ تسبیح نامت شتاب آورم
حاجی محمد جان قدسی شعر چون سر زلفش بدستم افتد از خود میروم ٭ ہمچو طفلان اول شب خواب
مے آید مرا ۔ اور لفظ پس جیسے پس خوردہ پس فردا ۔ میر حسن دہلوی شعر حسن آخر چرا اندیشی امروز ٭
ازان فردا کہ پس فردا اندارد ٭ اسی قبیل سے ہین پدرزن برادرزن شاہجہان ۔ ولی نعمت
ولی دولت کافر نعمت ولی عہد مالک رقاب ۔ نظامی رح شعر زیارتگہ اصل زاران پاک ٭ ولی نعمت
فرع خواران خاک ٭ **ولہ** دگر بارہ دولت درآمد بکار ٭ ولے دولتے باسخن گشت یار ٭ میر صبحی مازندرانی
شعر تو کافر نعمتے صبحی وگرنہ ٭ بخون دل تنعم مے توان کرد ٭ صائب شعر اگر بر زخم کافر نعمتان
باشد گران پیکان ٭ زبان شکر گردد زخم ما را در دہان پیکان ٭ نظامی رح شعر بزرگان لشکر نمودند جہد ٭
کہ با آن ولی عہد بندند عہد ٭ جلال الدین دوانی شعر خسرو مالک رقاب دین پناہ ٭ آفتاب مکرمت
ظل الٰہ ٭ ۔

یہان تک وہ امر بیان ہوا کہ فک علامت اضافت جو خصوصیت مضاف سے ہوتا ہے اب اون
مضاف الیہونکا بیان ہے جنکی خصوصیت سے کسرۂ اضافت تخفیف مین آجاتا ہے جیسے لفظ ایزد اور آب
یہ دو لفظ جب مضاف الیہ واقع ہون انکے مضاف پر سے اکثر کسرۂ اضافت کو گرا دیتے ہین ۔ جامی رح
شعر بنامیزد چہ زیبا صورتے بود ٭ کہ صورت کاست اندر معنی افزود ٭ نظامی رح شعر چو ایزد بمن نعمتے

ع مالک رقاب اضافت کے ساتھ جیسے فارابی شعر خدایگان جہان مالک رقاب امم ٭ زہی کہ ہست زبان تو ترجمان قضا ۱۲ منہ

ع ولی عہد اضافت کے ساتھ جیسے خاقانی کا شعر ہے برنو بہ عرش عہد او بادہ ٭ اقبال ولی عہد لو بادہ ٭ ۱۲

مضاف الیہ کی خصوصیت سے کسرۂ اضافت کا گرانا

درفزود ٭ سپاس ایزدم چون نباید نمود ٭ اور لفظ آب سیلاب تالاب آسیاب دولاب وغیرہ مین
دُول بالضم کوزۂ آب کو کہتے ہین کمال اسمٰعیل شعر چو دُول این یکے ریسمان در گلو ٭ چو چرخ آن
یکے کندہ بر ہر دو پا ٭ ۔ اور یہ بھی جان لینا ضرور ہے کہ بعض وقت اس مرکب سے ایک شے کا نام
رکھدیا جاتا ہے تو لحاظ معنی ترکیبی کا اُسوقت مغلوب ہوجاتا ہے اسمیت غالب ہوجاتی ہے اس حال
مین اسکا مقطوع الاضافہ ہونا ضروری سمجھا جائیگا جیسے سرمایہ میزاب سیلاب تالاب اور جامہ غوک (کائی)
جامہ خواب (رات کو پہنکر سونے کے کپڑے) شب خون جو مقابل روزخون کا ہے یہ سب اسی قبیل سے ہین کمال اسمٰعیل شعر خنک کسیکہ
ازین بادہ مست و بیخبرش ٭ بغل گرفتہ ز مجلس بجامہ خواب کشید ٭ ابو البرکات منیر شعر شب چو دل سر
میکند حرفے ز درد ہجر دوست ٭ گریہ شبخون میزند افسانہ در خون میرود ۔ ملا شانی تکلو شعر رائے تو
رائتے ست کہ گیسوے پر خمش ٭ شبخون روشنی بشب تار میزند ٭ اگر بحیثیت اسمی نہ بیان ہون اسوقت
علامت اضافت ظاہر کردیجاتی ہے فردوسیؒ سکندر اور فور کی جنگ کے بیان مین لکھتے ہین شعر
خروش آمد از دشت کاے دوستان ٭ سرمایۂ مرز ہندوستان ٭ باقر کاشی شعر در دل ماشنیدنی
نیست ٭ مکشا سر داستان مارا ٭ قلی میلی شعر دوران بکلید مہ نوشا نگہ عید ٭ بکشاد سر طوق اسیران
رہا کرد ٭ امیر خسروؒ شعر میلے بخسروت نشداے آب زندگی ٭ باآنکہ سیل آب جز اندر نشیب نیست ٭
طغرا شعر بہ پہلوئے مسجد یکے تال آب ٭ بود پاک چون چشمۂ آفتاب ٭ سعدی شعر نگویند از سر
بازیچہ حرفے ٭ کزان پندے نگیرد صاحب ہوش ٭ حافظؒ شعر اے صاحب کرامت شکرانۂ سلامت ٭
روزی تفقدی کن درویش بینوا را ٭ بابا فغانی شعر چہ عیش از مستی یکساعت شب تیرہ روزان را ٭
کہ آتش از غم فردا بود در جامۂ خوابش ٭ سعدیؒ شعر پسر نوح بابدان بنشست ٭ خاندان نبوتش گم
شد ٭ نظامیؒ شعر ازان پیش کار شب خون شتاب ٭ چو دراج در دہ صلاے کباب ٭ اسکا مقابل
روزخون بھی آتا ہے ۔ حکیم نزاری قہستانی شعر کنم اینک خبردارت کہ چونست ٭ شب خون مصلحت یا روز
خون ست ٭ ان امثلہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض موقعون مین ان الفاظ مین اثبات کسرہ اضافت کا
ہوتا ہے مگر کم اسیواسطے ہم نے پہلے کہدیا ہے کہ فک علامت اضافت کے ساتھ یہ الفاظ اکثر استعمال
کیئے جاتے ہین اسیطرح جب ضمیر متصل کسیکے مضاف الیہ واقع ہو جیسے کتابش کتابت کتابم کتابشان
کتابتان کتابمان اسکی تحقیق ضمیر کے بیان مین گزر چکی ۔ اب سنو جب یہ الفاظ بشرط وقوع طرف

مرکب اضافی بحسب خصوصیت فک علامت اضافت کے ساتھ اکثر مستعمل ہوتے ہین تو یہی کثرت
استعمال اسکی اولویت کا سبب ہوگی اور اسکا خلاف خلاف اولی۔ اور جن مضافون کے اخیر مین
نون بعد مدّہ ہو جیسے شبان کمان یا ہاے مختفی یا یاے معروف ہو کبھی کبھی فک علامت اضافت کے
ساتھ بھی مستعمل ہوجاتے ہین مگر اکثر نہین بہت کم تو یہان بوجہ قلت استعمال اولویت اثبات علامت
اضافت مین ہوگی۔ خاقانی **شعر** ضمیر من امیر آب حیوان ٭ زبان من شبان وادی ایمن۔ بدرچاچ
شعر روے زمین چو تیر شد راست زنوک کلک تو ٭ جز کجی کہ در کمانِ ابرو طاق دلبرست۔ سعدیؒ
شعر بماند سالہا این نظم و ترتیب ٭ زما ہر ذرہ خاک افتادہ جاے ٭ اے ذرۂ خاک۔ نظامیؒ **شعر**
گرفتم ہمہ آہن آری زروم ٭ در آتشکدہ با چہ آہن چہ موم ٭ اے آتشکدۂ ما۔ خاقانیؒ **شعر** جملہ بدین
وادی بردر عنقا شدند ٭ کوست خلیفہ طیور داور مالک رقاب ٭ اے خلیفۂ طیور۔ مولوی معنوی
قدس سرہٗ **شعر** گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش اندر طعنہ پاکان برد۔ اے پردۂ کس۔ سعدیؒ
شعر اے کہ شخصے منت حقیر نمود ٭ تا درشتی ہنر نہ پنداری۔ اے درشتی ہنر۔ مولوی معنویؒ **شعر**
پیر پیر عقل باشد اے پسر ٭ نے سفیدی موے اندر ریش و سر ٭ اے سفیدی موے نظامیؒ **شعر**
بھی چہرۂ باغ چندان بود ٭ کہ شمشاد با لالہ خندان بود ٭ یہ بھی سن رکھو کہ اگر مضاف کا اخیر حرف
الف مدہ ہو اس پر کسرہ اضافت کا ثقیل سمجھا جاتا ہے لہذا ایک یاے تحتانی تحمل کسرہ کے لیئے زیادہ
کیجاتی ہے جیسے داناے راز۔ اس بارہ مین الف مقصورہ اور ممدودہ ایک حکم مین ہین۔ عرفی **شعر** مصر ویران کرد
رود روادی ایمن نہاد ٭ رود نیل شوق یعنی گریۂ موساے من ٭ **شعر** بخدا کہ جرعۂ دہ تو بحافظ سحر خیز
کہ دعاے صبحگاہے اثرے کند شمارا ٭ مگر جسوقت جانب ضمیر متصل اضافت اسکی کیجاتی ہے تو پھر الحاق
یاے تحتانی کا واجب نہین رہتا جیسے عصاش دعاش **مصرعہ** حسن زیباش خیل عشق آورد ٭ امیر خسروؒ
شعر مور کہ بر سقف وود بے قیاس ٭ پاش بلغزد چو در افتد بطاس ٭ درصورت زیادتی یا یا کو حرکت فتح
دیجائیگی اور باوجود جانب ضمیر متصلہ اضافت ہونے کے بغیر یا کے استعمال کرنا جیسے ظہیر فاریابی کے
اس شعر مین **شعر** نثار مجلست از چرخ گوہرے بادا ٭ کہ در حساب نیاید بہا چنان گوہر۔ بحکم ضرورت ہی
غایۂ آمدن سے نہ کہ یافتن سے۔ اور اگر حرف اخیر مضاف کا واو مدہ کلمہ ثنائی کے اخیر مین واقع ہو
جیسے بو خور رو مو وغیرہ یا متوالی الحرکات کے جیسے رفو سبو گلو نکو وغیرہ تو یہان بھی الف والے

مضافون کی طرح جنکا بیان ابھی اوپر گذرا تحمل کسرۂ اضافی کے لیئے یاے تحتانی کا الحاق واجب ہوگا جیسے بوے گل - روے زمین - موے سر - اندر سبوے آب - گلوے صراحی وغیرہ - اور جب ضمیر متصل کیجانب انکی اضافت کیجاتی ہے یا کے ساتھ اور بغیر یا کے یہ دونون امر جائز ہو جاتے ہین - جیسے بوش روش بویش رویش اور سبوت گلوت - سبویت گلویت - حافظ رح شعر لطف باشد گر نپوشی از گدایان روت را ؛ تا بکام دل ببیند دیدۂ ما روت را ؛ اے روے ترا - اگر کلمۂ غیر ثنائی متوالی الحرکات نہو جیسے ابرو - بازو - پہلو - گیسو - ہندو وغیرہ تو الحاق یا کا واجب نہوگا خواہ سائر مضافات کی طرح کسرۂ اضافی پر کفایت کرین جیسے رفیع کے اس شعر مین شعر توان بمعنی وحدت ز حسن یار رسید ؛ ہلال ابروِ او مطلعیست در توحید - مصرعہ در پہلوِ من نشست آن شوخ ؛ شاہی سبزواری شعر دو روزہ مہلت باقی بعیش دہ ساقی ؛ چو عمر بالب ساغر گذشت و گیسوِ چنگ ؛ خواہ کلمۂ ثنائی اور متوالی الحرکات کی واو کی طرح یا توصرف یاے تحتانی ملحق کرین جیسے خواجہ کرمانی کے شعر مین شعر برآرندۂ تیغ صبح از نیام ؛ کشایندۂ چین زابروے شام ؛ حکیم زلالی شب کی تعریف مین لکھتے ہین شعر ز تنگی آن چنان پیچیدہ در ہم ؛ کہ موئیدہ بر و گیسوے ماتم ؛ یا بعد الحاق یاے تحتانی بوجہ عدم تعذر ثقالت توالی ماقبل یا کو اذا حرّک حرّک بالکسر و بمناسبت یا کسرہ دیتے ہین پس یہ کسرہ کسرۂ اضافی اور یا یاے اشباعی نہوگی جیسے امیر خسرو علیہ الرحمہ کے اس شعر مین شعر طلب کرد خاقان آفاق را ؛ گرہ باز کرد ابروے طاق را ؛ نظامی رح شعر درم پہلوے پہلوانان بہ تیغ ؛ خورم گردۂ گردنان بیدریغ ؛ صائب شعر نبید مجنون گیسوے ماتم پریشان کردہ است ؛ تا کرا قسمت شہید سنگ طفلان کردہ است - اور جب ضمیر متصل کیجانب انکی اضافت ہوتی ہے بزیادتی یاے تحتانی و بغیر یا دونون طرح مستعمل ہے لیکن سائر ضمائر متصلہ کے ماقبل کیطرح اسکو بھی حرکت فتح دیجائیگی جیسے ابروش ابروت پہلوش - پہلوت ابرویش پہلویش - ابرویت - پہلویت - اور یہ امر بھی جائز ہے کہ خود واؤ کو اجتماع ساکنین کی ثقالت دفع کرنے کے لیئے اخف الحرکات یعنی حرکت فتح دیجاے جیسے پہلوَش ہندوَش - حافظ رح شعر اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا ؛ بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را ؛ غرض یہ واؤ واؤ مدہ ثنائیہ و متوالیہ سے احکام لفظی مین ممتاز ہے مگر لفظ سو بحکم شذوذ جمیع احکام مین شریک واو متوالی الحرکات

ہے جیسے **مصرعہ**۔ زمان زمان سوِ من کن لعبین لطف نگاہ ؛ نظامی رحہ **شعر** سوے مخزن آوردم اول پسیچ ؛ کہ سُستی نکردم دران کار ہیچ ؛ **ولہ** تو اے پہلوان کامدی سوے من ؛ نگہدار پہلو ز پہلوی من واللہ تعالےٰ شانہٗ اعلم بالصواب ۔ اور اگر حرف اخیر یاے تحتانی مدہ ہو بوجہ عدم تعذر ثقالت کسرۂ اضافی پر کفایت کرنا اور نظر بر اخوت الف وواوٗ مدتین یاے تحتانی کا بڑہانا یہ دونون امر جائز ہین اول جیسے حافظ رحہ کے اس شعر مین **شعر** ساقی بہ بے نیازیِ یزدان کہ مے بیار ؛ تا بشنوی ز صوت مُغنّیِ ہو الغنی ؛ طالب آملی ۔ **شعر** آیم مکن اے شرم بہ نزدیکیِ آن کو ؛ شاید بغلط یار ز من دست بشوید ؛ دوسرا امر یعنی یاے تحتانی کا زیادہ کرنا اس مین پھر دو باتین ہین ایک تو بوجہ اجتماع ساکنین یاے اول کو بموافقت یاے مابعد حرکت کسرہ دیکر یاے ثانی کو اُسکے اصلی سکون پر چھوڑ دیتے ہین نظامی رحہ **شعر** کسے راکہ قہرے تو از سر فگند ؛ بہ پامردیِ کس نگردد بلند ؛ اسکو اشباع نہ سمجھین ۔ دوسرا یہ کہ یاے اول کو اُسی حالت سکون مین رکھکر یاے ثانی کو بحکم اذا حرک حرک بالکسر کسرہ دیتے ہین اور اور پھر چونکہ اسمین قاعدہ ادغام کا پایا جاتا ہے ادغام کر دیتے ہین ۔ حافظ رحہ **شعر** خنگ چوگانیِ چرخت رام شد در زیر زین ؛ شہسوارا خوش بمیدان آمدی گوے بزن ؛ اور یہ بھی یاد رکھو جب کوئی اسم اس قسم کی یاے نسبت والا جانب ضمیر متصل مضاف ہوتا ہے تو ماقبل اُس ضمیر کا متحرک بحرکت فتح رکھا جاتا ہے جس طرح اُن ضمائر کے سائر مضافات کا حال ہے لیکن بعض وقت بحکم ضرورت اُس یاے ماقبل ضمیر کو ساکن بھی کر دیتے ہین مولوی معنوی[۱۴۵] رحہ **شعر** صد گمانت بود در پیغمبریم ؛ با چنین برہان و این خلق کریم ؛ مگر یہ کم آتا ہے ۔ اور اگر اخیر حرف مضاف کا ہاے مختفی ہے تو چونکہ اُس مین صلاحیت کسرہ قبول کرنے کی نہین ہے تحمل کسرہ اضافت کے لیے ایک ہمزہ زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے بندۂ خدا مجھسے پوچھیئے تو وہ یاے تحتانی بصورت ہمزہ ہے جیسے ہمزہ یا کی صورت پاتا ہے یا بھی ہمزہ کی شکل مین آتی ہے اسیوجہ سے ہمزہ قافیہ یاے تحتانی کا واقع ہو جاتا ہے ۔ مولوی معنوی رحہ کا شعر ہے **شعر** لیک میگویم حدیثِ خوش پئے ؛ بر امید آنکہ تو کنعان نہٗ ؛ مہستی دبیر **شعر** با روے چو نوبہارِ باخوے دئی ؛ با ما چو خمار و با دگر کس چو مئی ؛ بخت بد ما ہمی کند سست پئی ؛ ورنہ تو چنین سخت کمان نیز نۂ ایک لطیفہ ذرا غور کرنیکے قابل اور حظ لینے کے لایق عرض کرتا ہون ملاحظہ فرمائین کہ واضع حروف وصور حروف حکیم مطلق جلّت حکمتُہ نے معنیِ لفظ کو حروف لفظ کے ساتھ اتنی مناسبت قویہ

رکھدی جسطرح تمہید مین اس رسالہ کی مبرہن ہوچکا ہے پھر شکل حروف مین کیونکر اہمال تناسب کرتا پھر ہر ایک حرف اپنی زبان حال سے پوچھتا کہ ہمین یہ شکل کیون ملی وہ کیون نہ ملی اور حکم آیۂ وافی الہدایہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ سے یہ نہ سمجھنا کہ مالک مختار نے جس طرح چاہا بمناسبت و بلا مناسبت وضع کر دیا بلکہ اُسکا ہر کام عین حکمت ہے مگر ہمکو اپنی نے سمجھی سے مناسبت پر پتے نہ لیجا کر خواہ مخواہ اعتراض مین مُنہ نہین کھولنا چاہیے پس اُن حروف کی یہ خاص خاص شکلین اور صورتین بھی ضرور خاص خاص مناسبتون کی وجہ سے ہونگی گو کہ ان دقائق غامضہ پر ہماری نظر نہ پہونچے مثلاً اس شکل (ی) ہمزہ کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے یہ بعینہ نصف بالائی حصہ یا کا ہے بلکہ کامل یا ہے صرف ایک دامنہ جو روانی قلم مین نکلتا ہے رہ گیا ہے اور اگر اسکے بالائی سرے کو نکال ڈالیے دیکھیے (ی) کامل واو ہے - اور جو اسکے انحنا کو لحاظ نکرین ایک مرتعش کے ہاتھ کا لکھا ہوا الف ہی چنانچہ غالب فرماتے ہین مصرع الف منحنی بود ہمزہ غرض جبکہ اس مین کیفیت ان تینون حروف علت کی بالقوۃ موجود ہے تو حالت فتحی مین الف کی صورت پاتا ہے حالت ضمی مین واو کی شکل لیتا ہے حالت کسری مین یا بنجاتا ہے جیسے ماموں مومن ایمان - آمدم برسر مطلب اور وہ گرہ کی سی شکل جسکو ہاے مختفی کہتے ہین میرے نزدیک کوئی حرف جو ہر کلمہ کا نہین بلکہ علامت کلمات متحرک الآخر کی ہے - اور یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ بعض قواعد نگارون نے کلمات فارسی مین ماقبل ہاے مختفی کو بھی مکسور رکھا ہے اور میا نجیون نے مکتبون مین اسیکو رواج دیا ہے یہ خطا ہے چنانچہ کلام اساتذہ اُسکے فتح پر دال ہے - میرزا غالب کا شعر ہے **شعر** شورش آمادہ رفتہ اندہمہ ٭ ہم برین جادہ رفتہ اندہمہ ٭ در نورد گزارش زدہ ہا ٭ کردہ انداز نشاط عربدہ ہا ٭ لیک در بعض جا نہ در ہمہ اش ٭ لفظ ماری ہوی ست ترجمہ اش ٭ دیکھیے قافیہ آمادہ اور زدہ اور ہمہ کا جادہ اور عربدہ اور ترجمہ کو ڈالا ہے - یہ الفاظ عربی کے ہین انکا ماقبل اخیر مفتوح ہے اور یہان اختلاف روی کا قائل ہونا تحکم ہے - ہان ہاے ظاہر کا ماقبل البتہ مکسور بکسرۂ اصلی رہتا ہے لیکن اس ہا کے اور حرف ماقبل کے درمیان سے کوئی حرف علت حذف نہ ہوا ہو جیسے رَہْ بمعنی طریق بفتح ماقبل و کُہْ بمعنی جبل بضم ماقبل و دِہْ بمعنی قریہ بکسر ماقبل عارضی اسواسطے کہ اول سے الف ثانی سے واو ثالث سے یاے تحتانی محذوف ہے اصل انکی راہ و کوہ و دیہ ہے **ع** راہ و کوہ معروف ہین مگر دیہ امیر خسرو

کے اس شعر مین شعر قدرے چون برین نمط بشتافت ۔ راہ اندر سواد دیہے یافت ۔ میر حسن دہلوی
شعر سلامت از دل ودین حسن چہ میپرسی ۔ نہ دیہ ماندہ نہ دہقان چہ واجب ست خراج ۔ غرض جہان
حرف علت حذف نہوگا ضرور ماقبل اُس ہا کا مکسور بکسرہ اصلی ہوگا مثلاً بہ وکہ ومہ وگزہ وفربہ وزہ -
سعدی رح کا شعر ہے شعر چو از قومے یکے بیدانشی کرد ۔ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را ۔ نمے بینی کہ گاوے
در علف زار ۔ بیالاید ہمہ گاوان دہ را ۔ ولہ آن شنیدی کہ لاغرے دانا ۔ گفت روزے بابلہ فربہ ۔
اسپ تازی اگر ضعیف بود ۔ ہمچنان از طویلۂ خر بہ ۔ فردوسی رح اشکبوس پر رستم کے تیر چلانے کی تعریف
کرتے ہین شعر قضا گفت گیر وقدر گفت دہ ۔ فلک گفت احسن ملک گفت زہ ۔ اور لفظ زہ بفتح زاے
معجمہ جیسے مولوی معنوی قدس سرہ کے ان اشعار مین [156] شعر تا نگیرد مادران را درد زہ ۔ طفل در زادن
نیابد ہیچ رہ ۔ [200] ولہ پیش مے آمد سپش میرفت شہ ۔ جملۂ شب ہمچو حامل وقت زہ ۔ اصل اس ہا کی الف
ہے یعنی یہ زہیدن کا حاصل مصدر ہے اور زہیدن زادن سے مجعول ہے معنی مین اُسی زادن
کے ہے جیسے شرط اس جعل کی ہے بحث مصدر مین اسکی تحقیق آجائیگی انشاء اللہ تعالے مولوی
معنوی قدس سرہ فرماتے ہین شعر زرّ ہا را زر ہا او مید ہد ۔ ورنہ گندم نے غذاے کے زہد ۔
اے کے زاید ۔ اور زہ بمعنی زادہ یعنی بچہ کے معنون مین بھی مستعمل ہے جیسے آفرینش حاصلمصدر
بمعنے آفریدہ یعنی مخلوق مستعمل ہوتا ہے اور اسی سے زہدان بچہ دان یعنی رحم کو کہتے ہین ۔ رہا لفظ
دہٗ کا جو عدد معروف ہے سو وہ لفظ ہندی دس کا مفرس ہے جیسے ماس سے ماہ بمعنی قمر اسی پر
ہمزہ نفی کا لگا کر اماس کہتے ہین اور ہمزہ نفی کے لیئے جیسے ہندی زبان مین آتا ہے فارسی زبان
مین بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ اکثر جگہ دساتیر مین لفظ اخواستی بمعنی غیر ارادی واجنبان بمعنی
غیر متحرک آیا ہے اسیطرح امیر بمعنی نامیرندہ یعنی حی غرض اماس وہ شب جس مین چاند بالکل
نہین نکلتا بلکہ اس لفظ دہ کو مفرس ہی کیا کہیئے توافق واشتراک دو زبانون کا سمجھنا چاہیئے ۔ رہا
مبادلہ سین کا ہاے ہوز کے ساتھ اکثر ہے جیسے راہ بمعنی طریق اس معنی مین لفظ راس جسکا مزید علیہ
راستہ ژند پاژند یعنی لغت باستانی فارسی مین مستعمل ہے اور آماس وآماہ بمعنی ورم اور جستن ورستن
بالفتح بحث مضارع مین جہ ورہ ہو جاتے ہین ۔ شرف شفروہ کا شعر ہے شعر خصمت از فربہی یافت
زبجون غرور ۔ چہ شود فربہی طبل ز آماہ بود ۔ مگر خہ اور خہ اور پہ پہ یہ بعض الفاظ ایسے ہین کہ انکا

لفظ زہ بفتح زاے معجمہ کی تحقیق

لفظ دہ کی تحقیق جو عدد معروف ہے

ماقبل اخیر مفتوح ہے۔ حکیم زلالی ایاز محمود مین لکھتے ہین **شعر** صراحی بر قدح چون کیک قہقہہ ؎ زد و گفتش کہ اے گلدستہ خہ خہ ؎ اور پَہ پَہ وَہ وَہ کا ہم معنی لفظ ہے یعنی ایک حیرت کے ساتھ واہ وا کرنے مین استعمال کیا جاتا ہے جیسے **شعر** بوحدت فرو ناوری ہیچگہ سر ؎ چو حلوا خوری زود گوئی کہ پَہ پَہ ؎ **شعر** چہ میگفتم و درچہ پرداختم ؎ کجا بود اشہب کجا تاختم ؎ آمدم بر سر مطلب چونکہ ہاے مختفی ہاے ظاہر کی ہمشکل ہے تو بطور ایک مستقل حرف کے ملحوظ ہوتی ہے۔ کیا آپ نہین دیکھتے علم ہیأت مین جب دوائر وقسی کی پیمائش کرتے ہین ساٹھ پر اگر سہ لکھدیتے ہین حالانکہ باعتبار حساب جمل فقط اس کے ساٹھ ہوئے ہین اگر یہ شکل واقع مین مستقل حرف سمجھی جاتی پینسٹھ ہنجاتے لیکن مادہ تاریخ مین اسکا اعتبار اسوجہ سے ہے کہ مدار اس صنعت کا فقط صورت و شکل مکتوبی پر ہے اصلیت اور واقعیت ملحوظ نہین ہوتی جیسے مشدد جو کہ اصل مین دو حرف ہین یہان ایک ہی اعتبار کیا جاتا ہے اسی بنا پر تاء عربی جو کہ گول گرہ کی سی شکل مین لکھی جاتی ہے اور حالت وقفی مین ہا بنجاتی ہے اسکے اعداد مین فضلاے مورخین کا اختلاف ہے لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر وہ ترکیب عربی مین اس طور پر واقع ہو کہ تلفظ مین بھی تا ہی پڑھی جاے اسوقت اسکے عدد چار سو ہی لیئے جائینگے اور وہ جملہ تاریخی خواہ عربی کی عبارت ہو یا نہو مگر وہ کلمہ جس مین یہ تا واقع ہے ترکیب عربی رکھتا ہو۔ جیسے رحمۃ للعالمین مولانا جامی قدس سرہ کا شعر ہے **شعر** نہ آخر رحمۃ للعالمینی ؎ ز محرومان چرا غافل نشینی ؎ اسیطرح جنۃ النعیم و کعبۃ اللہ وغیرہ۔ اور اس مین کچھ شک نہین کہ اس صنعت مین فقط مکتوبی کا اعتبار ہوا کرتا ہے ملفوظ کا کچھ بھی اعتبار نہین ہوتا۔ اسیوجہ سے خدائی پادشائی مین اگرچہ ایک ہمزہ اور ایک یا ہے مگر بلحاظ صورت مکتوبی دو یا شمار کیجاتی ہین اور انکے عدد بیس لیئے جاتے ہین اور عبد الرب عبد الرحمن مین الف لام اگرچہ ملفوظ نہین مگر بلحاظ مکتوب انکے عدد اکتیس لیئے جاتے ہین راے مشدد ایک ہی شمار کیجاتی ہے فقط دو سو انکے عدد لیئے جاتے ہین اگرچہ بولنے مین دو رے بولی جاتی ہین۔ لیکن یہ قرار دینا کہ یہ گرہ کی سی شکل عربی و غیر عربی مین ہا کے لیئے مختص ہے میری سمجھ مین نہین آتا البتہ غیر عربی کے لیئے یہ اختصاص ثابت کر لو بجا ہے مگر عربی مین یہ شکل تا اور ہا دونون مین مشترک ہے لیکن مابہ الامتیاز اور جدا شناس اوپر کے دو نقطون کا وجود اور عدم ہے جیسے حا اور خا اور را شکل مین مشترک نقطہ سے ممتاز ہین ہان اتنی بات ہے کہ یہی تا حالت وقفی مین ہا

یا مدور جو بنجاتی وقفی مین ہا بنجاتی ہے جیسا جمع ہے اسکے عدد کی تحقیق

خدائی پادشائی کی ہمزہ کی عدد یا لینی چاہیئے۔

بنجاتی نہے تو اُسوقت اُسپر نقطے بھی دیے نہ جاینگے اور عدد بھی پانچ ہی لیئے جاینگے جیسے علیہ الرحمہ
ورب الکعبہ۔ اور آیات کریمہ قرآنی مین جو باوجود وقف نقطے دیے جاتے ہین باعتبار ما کان حالت
اصلی کے لیئے ہے تا نو آموزون کو تہجی کے وقت دقّت نہ پڑے غرض نظم الفاظ تاریخ عبارت عربی
ہو یا غیر عربی مگر وہ کلمہ جس مین یہ تاے مدور واقع ہے عربی ترکیب پر ہو پس مرزا قطب الدین کی تاریخ
وفات جو یگانہ عصر محمد عاکف رحمہ اللہ نے جعل الجنة مثواہٗ سے نکالی ہے اور اس تاء جنت کے
چار سو عدد لیئے ہین بہت درست ہے اور اُسپر غلام علی آزاد جیسے نے بدل ادیب بلند اندیشہ فاضل
نے جو طعن کیا ہے بجز اسکے اور کیا کہا جاسے کہ سخت ہٹ دھرمی کی ہے رہا بعض غیر منقوطہ صنعت
کی عبارتون مین جیسے فیضی کی موارد الکلم اور خطبہ غیر منقوطہ علامہ حریری ہے اس قسم کی تا کا لانا اور
اُسکو مہملہ سمجھنا بوجہ تنگی مقام وضرورت صنعت کلام ہے۔ اگر یہی کلمہ ترکیب غیر عربی مین واقع ہو بحسب
املاے عجمی دراز بھی لکھا جائیگا اور عدد بھی بالاتفاق چار سو لیئے جاینگے جیسے صاحب مخبر الواصلین
حضرت شیخ الشیوخ عقد سلسلة الاولیا رحلة العلماء والفقراء صاحب النسبة العلیا الشیخ شہاب الدین سہروردی
قدس سرہ کی تاریخ وفات مین لکھتے ہین **شعر** آنکہ شیخ الشیوخ عالم بود ٭ زبدۂ اولیاے اعظم بود ٭
عمدۂ واصلین شہاب الدین ٭ قدوۂ کاملین شہاب الدین ٭ سال نقلش بگفت ارض وسما ٭ ساکن اوج
جنت والا ٭ ملا حیدر ذہنی اپنے والد بزرگوار کی تاریخ وفات مین لکھتے ہین **شعر** تاریخ وفات فایضاے
مرحوم ٭ کردند رقم کہ شد برحمت واصل ٭ اور اگر حرف قوی حرکت کے لیئے جو بہ نسبت حرف کے ضعیف
ہے علامت بننے کو کوئی ممتنع سمجھے تو عربی کا نون اعرابی جو مضارع پر آتا ہے حروف کے علامت
حرکات ہونے کے امتناع کو اُٹھاتا ہے۔ میرا یہ قول گو کہ اجنبی معلوم دیتا ہے لیکن اور بلند اندیشہ
قواعد نگارون کے کلام سے بھی اشارۃً یہی سمجھا جاتا ہے جیسے ٹیکچند بہار مصنف جواہر الحروف ست
کے استعمال کے بیان مین تحقیق کرتے ہین کہ ست الف کے ساتھ اُس جگہ پر آتا ہے کہ جہان کلمہ
متحرک الآخر ہو اب اگر ہاے مختفی بھی کوئی حرف مستقل جو ہر کلمہ سے مان لیا جاے پھر کلمہ متحرک الآخر ہی
کہان رہا۔ فارسی کے استاد فخر المتاخرین نواب اسد اللہ خان غالب دہلوی درفش کاویانی مین ضمیر خطاب
ت کے بیان مین لکھتے ہین جسکا حاصل یہ ہے کہ ہمزہ ضمائر پر اُس جگہ وصل پاتا ہے جہان کلمہ ہاے غیر اصلی
مختفی پر ختم ہو جو محض اظہار حرکت ماقبل کے لیئے لایا گیا ہے "تا پدید آید کہ ہاے اِیماے حرکت را وجود

حرف حرکت کیلیے علامت بن سکتا ہے

اعتباری ست نہ وجود حقیقی لاجرم جز بوساطت ہمزہ بحرف دیگر نمیتواند پیوست'' اور ہفت قلزم کی ساتوین جلد مین مصادر جعلی کے بیان مین لکھتے ہین ''از اندیشہ اندیشیدن و ہاے مظہر حرکت را حذف کردند'' اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہا مظہر حرکت و علامت کلمات متحرک الآخر ہے غرض میری پریشان تقریر کا حاصل یہ ہے کہ جس کلمہ کے ساتھ ہاے مختفی قائم ہے وہ متحرک الآخر دائم ہے اور اضافت کا تقاضا ہے کہ اُسپر کسرہ اضافی ضرور ہو تو ہم اُسکی حرکت لازمی کو چھیڑ نہین سکتے مگر حروف لازم الحرکت پر ایک الف متحرک زیادہ کرتے ہین جو کہ حروف علت مین سے ہے جنسے ہمیشہ دعامون اور زیادتیون مین کام لیا جاتا ہے وہ پہلا حرف ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر ماقبل اس ہا کا مفتوح ہوتا ہے اور فتح کے بعد بہ نسبت اور حروف علت کے الف کا زیادہ کرنا انسب ہے پھر اُس الف زائدہ پر کسرہ اضافت لایا جاتا ہے اور اس قسم کے الف متحرک کو عرف مین ہمزہ کہتے ہین اور اگر یاے وحدت یا تنکیر یا تعظیم یا خطاب کی اُس پر لائی جاتی ہے تو رسم الخط مین کوئی صورت اُسکے لیئے الگ نہین ہوتی یہی ہمزہ اُسکے ادا کی خاطر کفایت کرجاتا ہے جیسے لفظ بندۂ کا سعدیؒ کے اس شعر مین **شعر** حکمت محض ست اگر لطف جہان آفرینؒ خاص کند بندۂ مصلحت عام را ۔ یعنی کسی ایک بندہ کو خاص کرے۔ اور یہ وہی یاے مجہول ہے جو اور اسمون پر ان معنون کے لیئے داخل ہوتی ہے لیکن ہمزۂ ماقبل یا صرف تحمل کسرہ کے لیئے واجب کی گئی اور نیز صیغہ واحد حاضر سے اس فعل کے جس کو ماضی قریب نام دے رکھا ہے اسکا پتہ لگتا ہے اسواسطے کہ کردۂ مثلاً واحد حاضر کا صیغہ ہے اور واحد حاضر کی ضمیر یاے معروف ہے اور است والی گردان مین ایک الف متحرک قائم مقام فعل ناقص کے چلا آتا ہے تو یہان بھی ایک الف متحرک اور یاے ساکن صورت ہمزہ کے لیئے ہوئے ہین۔ اور عربی کی تاءات جو حالت وقفی مین ہا بنگئی ہین گو اس قسم کی علامت حرکت نہین ہین لیکن عمومیت احکام کے لیئے انہین کے تابع کردیا جیسے روضۂ رضوان ترجمۂ قرآن اور ان چار حرفون یعنی الف اور واؤ اور یاے مدہ اور ہاے مختفی کے سوا سب جگہ مضاف پر کسرہ واجب ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔

الحمد للہ والمنۃ اضافت معنوی کا مختصر سا بیان لکھ چکا اب اضافت لفظی کا کچھ تھوڑا سا پتہ بتلا دیتا ہون ملاحظہ فرمائیگا۔ کیا کیا جاے خاطر کی تشویش اور طبیعت کی کاہلی یہ دونون امر ایسے ہاتھ دھوکر میرے پیچھے پڑگئے ہین کہ کسی کام مین دل نہین لگتا۔ اللہ تعالےٰ میرے حال پر رحم فرماوے ؎

الاضافة اللفظیة

صیغہاے صفت کو اُنکے معمولون کی طرف نسبت کرنے کا نام اضافت لفظی ہے اور ان صفات کا مضارع کے معنی مین ہونا شرط ہے جیسے نویسندۂ نامہ وکشتۂ غم اور غیر معمول کیطرف نسبت کرنے سے اضافت لفظی نہین بنتی جیسے خواہندۂ مغرب و دانا بے طوس سعدی رح فرماتے ہین **نثر** خواہندۂ مغرب در صف بزازان حلب مے گفت۔ یعنی ایک سائل ملک مغرب کا رہنے والا الخ بعض نسخون مین یاے نسبت کے ساتھ خواہندۂ مغربی آیا ہے اب ترکیب اتصافی ہو گی اور جو لوگ کہ مغربی بمعنی زر مغربی کے لیتے ہین اسوقت البتہ اضافت لفظی ہو گی مگر یہ معنی لینا مجاز بے قرینہ ہوگا سو یہ قبیح ہے۔ اسی طرح جب وہ صیغہاے صفت معنی مضارع کے نہ رکھین بلکہ دوام و استمرار اُنکے معنون مین پایا جاے بحکم اذا فات الشرط فات المشروط اضافت لفظی نہ بنیگی گو کہ اُنکی اضافت اپنے معمولونکی طرف ہو جیسے۔ مصرعہ آفرینندۂ بحر چیست۔ غرض ان دونون صورتون مین اضافت معنوی ہو گی ہمنے یہان اضافت لفظی مین اس امر سے بحث نہین کی کہ اُسکے وضع سے کوئی معنوی مفاد بھی ہے یا صرف لفظ ہی مین تخفیف ہے اسواسطے کہ زبان فارسی مین معرفہ اور نکرہ کے احکام بخوبی نہین کھلتے یہ تمام وسعت زبان عربی مین خداداد ہے جیسے رَجُلٌ اور الرجل مین تعریف و تنکیر کا فرق ہو گیا بخلاف فارسی کے اُس مین ایسا کوئی تفرقہ اور جدا شناس نہین اور ہمنے فقط اپنی تحقیقات مین یمن و برکت حاصل کرنے کی نیت سے اتباع زبان عرب کا کیا معنوی اور لفظی پر اضافت کی توزیع کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

معرفون مین سے چھٹا وہ اسم ہے کہ جس پر کلمہ ندا کا داخل ہو جیسے دوست کا لفظ اس شعر مین **شعر**

اے دوست اگر جان طلبی جان بتو بخشم ❊ از جان چہ عزیز ست بگو آن بتو بخشم ❊۔ لفظ دوست نکرہ غیر معین تھا بعد ندا کے متعین ہو گیا فلان دوست ہے کسواسطے کہ دانا بینا جسوقت ندا کرتا ہے تو اُسے کسی خاص شخص کی توجہ مطلوب ہوتی ہے ہان اگر کوئی اندھا ندا کرے اور کہے اے جانیوالے میرا ہاتھ پکڑلے یا کوئی مصیبت کا مارا کسی حصار مین گھرا ہوا یا کنوئین مین گرا ہوا بغیر دیکھے یا پہچانے کسی کی آہٹ پر آواز دیوے کہ اے شخص میری مدد کو پہونچیو تو نکرہ کا نکرہ ہی رہیگا کسواسطے کہ یہان کسی کی تعیین نہین۔ اب سنو کلمات ندا کے معاملہ مین جنکا بیان بحث حرف مین آئیگا مین ابو علی کا تابع ہون انکے حرف ہونے مین مجھے کلام ہے میرے نزدیک اُنکا اسماے افعال ہونا تحقیق مقام ہے

یعنی اسم فاعل و اسم مفعول و صفات مشبہ و اسم تفضیل ۱۲

لا علے التعیین پکار کر بلانے والے کو معرفہ نہین بناتا

یعنی اکثر کی تعریف

اور اس کے معنی اقْبِلْ یعنی متوجہ شو کے ہین۔ رہی یہ بات کہ انکا فاعل انہین اسماے منادا کو
مانین یا کوئی ضمیر اسماے افعال ہین مستتر سو میرے نزدیک انہین اسماے منادا کو اسماے افعال
کا فاعل کہنا بہتر ہے۔ باقی استتار ضمائر وغیرہ تکلف سراسر ہے۔ اب کلمۂ ندا کو بجو انکے قائم مقام
کرنے کی ضرورت رہی نہ اُسکے مفعول کہنے کی احتیاج۔ گو کہ نحویون مین اسیکا رواج ہے۔ کسواسطے
کہ نحاتِ عرب نے جب دیکھا کہ منادا کو رفع بھی ہوتا ہے نصب بھی ہوتا ہے تو اُنکو کہین فاعل اور
کہین مفعول کھینچ تان کر بنانا ضرور پڑا۔ زبان فارسی مین نہ تو نصب ہے نہ رفع پھر یہ تکلف بھی
اُن سے دور پڑا۔ واضح رہے کہ جب کسی غائب کو ندا کرتے ہین تو منظور یہ ہوتا ہے کہ اُن غائبون کو
مخاطب بنالین اپنی جانب متوجہ کرلین اور وہ منادا خواہ غائب حقیقی ہو خواہ مجازی۔ غائب حقیقی ظاہر
ہے جیسے کوئی شخص دور ہو یا بسبب کسی حجاب کے نظرون سے مستور ہو یا مُنہ پھیر کر بیٹھا ہو لیکن
آواز ندا کرنے والے کی اُس تک پہونچتی ہو تو اُسکو تعیین کے ساتھ آواز دین۔ غائب مجازی وہ ہے
جیسے کوئی سامنے روبرو اپنے بیٹھا ہو اور وہ مخاطب ہی کیون نہو یہان خوب ہوشیاری اور توجہ
دلی کے ساتھ اُسکو متوجہ کرنا منظور ہوتا ہے اس جگہ غیبوبت سے عدم اقبال مراد ہے۔ یہی حال
ندا کا ہے یعنی حقیقۃً ندا اُسکی طرف ہوتی ہے جو صلاحیت ندا کی رکھے یعنی اُسکی پکار کو سُنے اور
جواب دے جیسے اے زید اور جو صلاحیت ندا کی نہ رکھے اُسکو پکارنا مجازا ہوتا ہے جامیؒ فرماتے ہین
شعر دریغا اے فلک بامن چہ کردی ؛ رساندی آفتابم را بزردی ؛ اس سے معلوم ہو گیا
کہ کوئی شخص اتنے فاصلہ پر ہو کہ ندا کو سن نہین سکتا اُسکی جانب بھی ندا مجازی ہوگی مثلاً اپنے گھر
بیٹھے ہوئے اپنے شوق مین مطلوب کو ندا کرتے ہین گویا اُس تصویر و خیال حاضر در دل کیجانب
ندا ہوتی ہے شوق و عشق مین منادائے حقیقی کو اپنی ندا کا سُنانا کچھ مقصود بھی نہین ہوتا فقط اُس
تصور اور خیال کے ساتھ دل پردازی کیجاتی ہے جو ہمیشہ ذہن عاشق مین حاضر رہتی ہے اسیطرح
مُنہ مُنہ مین پکار لینا کہ اُسکی آواز مخاطب کے کان تک نہ پہونچے ندا مجازی ہی ہوگی۔ اور اگر آلہ
ندا کا لفظون مین مذکور ہو ندا تحقیقی کہلاتی ہے جیسے یا زید۔ اگر مذکور نہ ہو ندائے تقدیری کہتے ہین
جیسے **شعر** نظامی بیا صاحب آوازہ ؛ کہن گشتی و ہنجان تازہ ؛ یعنی اے نظامی الخ اسیطرح
کبھی منادا مذکور ہوتا ہے کبھی اُسکو ذکر نہین کرتے ذکر کرنا تو اُسکی اصلی حالت ہے لیکن کبھی کوئی

غائب حقیقی

غائب مجازی

ندا بر حقیقی۔ ندا بر مجازی

ندا تحقیقی و تقدیری کا بیان

ذکر منادا مین نکتہ

نکتہ اُسکے ذکر سے مقصود بھی ہوتا ہے مثلاً اُسکے ذکر سے جان کو لذت حاصل ہوتی ہو جیسے **شعر**
اے دوست دست حافظ تعویذ چشم زخم ست ٭ یارب بہ بینم آنرا در گردنت حمائل ٭ کبھی جل بھنکر
اپنے خشم وغضب کا مورد بنانے کے لیئے جیسے کہتے ہین **شعر** شاہد معنی عیان وما بصورت
ملتفت ٭ اے درون جہل خون اے روے نادانی سیاہ ٭ یعنی دانت پیسکر جہل اور نادانی
پر غصہ اُتارتا ہے اور کہتا ہے اے جہل تیرا دل خون ہوجاے اے نادانی تیرا کالا منہ۔ کبھی
اس غصّہ اور ملال مین ایسا مضطر او رعجول ہوجاتا ہے کہ آلۂ ندا کے ذکر کیئے تک صبر نہین ہوتا

آلۂ ندا کے مقدر کرنے مین نکتہ

خان آرزو کا شعر ہے **شعر** گلہ آہ از تو دارم کہ چہ کردۂ تو با من ٭ بفلک ترا رسانم کہ گہے اثر نکردی
اور جب تحقیر یا تعظیم یا تعمیم منادا منظور ہوتی ہے تو بھی منادا کو ذکر نہین کرتے اُسکی جگہ اُسکی صفت کو قائم مقام

کسی نکتہ کی غرض سے منادا کا عدم ذکر

کرتے ہین تا وہ وجہ تحقیر یا تعظیم بھی سامع کو معلوم ہوجاے اور عذر ترک منادا بھی مسموع صائب کا
شعر ہے **شعر** چہ محجوب ناخدا گر دیدۂ اے از خدا غافل ٭ چونکہ یہ صفت جملہ نہین مصدر بکاف رابطہ
نہین سعدی رح **شعر** اے پسندیدہ حیف بر درویش ٭ از براے قبول منصب خویش ٭ تا دل بادشہ
بدست آری ٭ حیف باشد کہ حق بیازاری ٭ یعنی اپنے نفع کے لیئے غریب مسکینون پر ظلم کرنا بادشاہ
کی خوشامد مین حق جل وعلا کو ناراض کرنا بے شک تذلیل وتحقیر کے مستوجب ہے پھر مخاطبہ اور مکالمہ
مین ایسے نالائق کا کیا نام لین اور کسیکی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے بفحواے نامش بزبان گفتنم از
بیخبر دلیست منادا کو ذکر نکرنا جیسے سیاوش اپنے قتل کے وقت خداے عزوجل سے التجا کرتا ہے۔
شعر سیاوش بنالید بر کردگار ٭ کہ اے برتر از گردش روزگار ٭ اے وہ خداوند کہ گردش زمانہ کا برا
یا بھلا اثر تیری ذات پاک تک نہین پہونچتا تیری ذات پاک اُس سے برتر ہے۔ بجاے منادا اس
خاص صفت کے ایراد سے بطریق براعت ایما کرتا ہے کہ وہ گردش زمانہ کا مارا ہوا ہے۔ اسیطرح
تعجب وتحسر وتمنا کی محویت مین منادا کا ذکر کرنا بھولجاتا ہے انکے امثلہ آگے آتے ہین غرض اس قسم کے
نکات معنوی بیان کیئے جائین یہ دستور نامہ کا ہیکو رہیگا بستان خیال بنجائیگا فقط آپکی لطف اندوزی
کے خیال سے بطریق نمونہ کچھ بیان کردیا حاصل کلام یہ ہے کہ ندا سے غائب معرض خطاب مین آتا
ہے اسیواسطے بعد ندا کے یعنی جواب ندا مین وجوباً صیغہ خطاب کا استعمال پاتا ہے جیسے ظاہر ہی
لیکن یہ نکتہ ذرا یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عین حالت ندا مین وہ اسم جسکو ندا کر رہے ہین بزرخ یعنی

یعنی حالت ندا مین منادا [illegible] حقیقت وصورت [illegible]
[illegible] اعتبار استعمال [illegible] صیغہ [illegible]

بین بین حاضر و غائب کے رہتا ہے نہ تو اُسکو پوری طرح غائب ہی کہیئے نہ حاضر اسیواسطے اس حالت
توسطی مین استعمال ہر دو صیغون کا غائب ہو یا حاضر جائز ہے یہ امر اُسوقت بخوبی مبرہن ہوتا ہے
کہ موصول یا موصوف پر جسکی صفت جملہ ہو منادا واقع ہو لیکن عربی مین صیغہاے غائب کا استعمال اکثر
ہے حاضر کا کمتر اسواسطے کہ جسکو ہم پکارتے ہین وہ غیبوبت حقیقی یا مجازی مین ہوگا اگر یہ بات
نہوتی ندا کرنے کی ضرورت نہی کیا پڑی تھی پس اُسکو ندا کرنا غیبوبت سے نکال کر خطاب مین داخل
کرنے کے لیئے ہوتا ہے تو جب تک ندا پوری نہوگی وہ غیبوبت سے شرف خطاب مین نہین آسکتا

وجہ اول ضمیر غائب بمنادا

یعنی عین حالت ندا مین وہ پورے طور سے مخاطب نہین بنا جیسے وہ پورے طور سے غائب بھی نرہا
لیکن فقط اس مخاطب نہ بننے کو لحاظ کرکے احکام غائب کے اُسپر جاری کیئے جاتے ہین یا یہ کہ منادا

وجہ ثانی ضمیر غائب بمنادا

اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسماے ظاہر ہمیشہ غائب ہوتے ہین تو یہان بھی لفظ کے اعتبار سے منادا
غائب ہوا پھر اب غائب کیطرف ضمیر خطاب کا پھیرنا مکروہ جان کر استعمالاً حالت ندا مین غائب ہی رکھتے

وجہ ثالث ضمیر غائب بمنادا

ہین۔ یا یہ وجہ ہے کہ جب منادا حالت ندا مین نہ غائب رہا نہ مخاطب بنا گویا ایک اطلاق کے درجہ مین
آگیا تو اُسکے لیئے کوئی صیغہ بھی مطلق ہونا چاہیئے اور خارج مین مطلق کا کوئی وجود نہین تو ناچار اُسکو
فرد کامل کی زد مین لایا اور غائب کا فرد کامل ہونا رسالہ زرشت افشار مین ہمنے مبرہن کردیا ہے
یہ مختصر ان تطویل اور تمہیدون کی گنجایش نہین رکھتا جیسے ارشاد ہدایت بنیاد ہوتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ
آمَنُوْا آمِنُوْا تبنی کا شعر ہے **شعر** یَا مَنْ تَحَكَّمَ فِیْ نَفْسِیْ فَعَذَّبَنِیْ ؛ وَمَنْ فُوَادِیْ عَلٰی قَتْلِیْ
یُضَافِرُهٗ ۔ اور وجہ استعمال حاضر ظاہر ہے کہ وجوہات اولی کی عکس ہے یعنی استعمال صیغہ غائب

وجہ استعمال حاضر منادا

کی وجہ یہ تھی کہ وہ غیبوبت سے حیز خطاب مین کامل طور سے نہین داخل ہوا تو گویا ابتک غائب
ہی رہا پس استعمال صیغہ حاضر کی یہ وجہ ہے کہ وہ غیبوبت سے جانب خطاب چل پڑا ہے تو اب وہ
پورا غائب نرہا گویا مخاطب بنگیا اور یہ کلام عرب مین بہت کم ہے شاعر کہتا ہے **شعر** مِنْ اَجْلِكِ
یَا الَّتِیْ تَیَمَّتِ قَلْبِیْ ؛ وَاَنْتِ بَخِیْلَةٌ بِالْوَصْلِ عَنِّیْ ؛ مگر فارسی مین صیغہ حاضر ہی کا بیشتر مستعمل
ہے جیسے **شعر** اے کریمے کہ از خزانۂ غیب ؛ گبر و ترسا وظیفہ خور داری ؛ مولوی معنوی رح فرماتے ہین
شعر گوش نہ اے تو طلبگار صواب ؛ بشنو این اشکال و شبہت را جواب ؛ اور غائب بھی مستعمل ہے
مگر کمتر جیسے نظامی رح حمد مین فرماتے ہین **شعر** اے جہان را نہ ہیچ سازندہ ؛ ہم نوا بخش وہم نوازندہ ؛

اور نیز اس مین یہ بات بھی ہے کہ عربون نے لفظ اور معنی دونون کی رعایت کی معنون کی رعایت یہ ہے کہ پہلے سے اُسکو غیبوبت حاصل ہے لیکن اس خطاب کی وجہ سے وہ پورا غائب نہ رہا غیبوبت اُسکی ناقصہ رہ گئی تو اُسکو ابھی سے بہ نسبت حاضر کہنے کے غائب کا اطلاق امر حقیقی ہوگا اور رعایت لفظی یہی ہے کہ منادا اکثر اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسم ظاہر غائب تو اس غائب صوری کی جانب ضمیر خطاب کا پھیر نا مکروہ سا ہے۔ یا یہ کہ عربون نے ما کان کا اعتبار کیا فارسیون نے مایؤل کا واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب۔ کلمات ندائیہ یا و آیا و ایٰ بالکسر و اَرے یہ سب منادا رف کو مقتضی ہین جیسے یارب۔ اہل فارس اس مرکب کو ایک کلمہ قرار دیکر بمعنی ہائے واے کے لیتے ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ درد و مصیبت کے وقت ہر پہلو ہر آن یارب یارب کرتا رہتا ہے تو اُسکو معنون مین ہائے و واے کے کرلیا اسی بنا پر صائب اصفہانی نے اپنے شعر مین اسکی جمع یار بہا تراشی ہے **شعر** چہ محو نا خدا گردیدۂ اے از خدا غافل ٭ ندارد این سفر بادمرادی غیر یار بہا ٭ اور یا ے تنکیر کا اسیوجہ سے اسپر لانا جائز سمجھا گیا مولوی معنوی رح فرماتے ہین **شعر** نیز روزے با خدا زاری نکرد ٭ یا ربے نامد از و روزے بدرد ٭ سعدی **شعر** نترسی کہ پاک اندرونی شبے ٭ برآرد ز سوز جگر یاربے ٭ مثال ایا کی فردوسی کا شعر ہے **شعر** ایا شاہ محمود کشور کشاے ٭ گر از من نترسی بترس از خداے ٭ اور اے بھی بوجہ توافق لسانین عرب و عجم مین مشترک ہے لیکن عرب بالفتح بولتے ہین اور عجم بالکسر جیسے اِے کریم اور ارے تحقیر کے موقع مین مستعمل ہوتا ہے شرف شفائی کا شعر ہے **شعر** ارے گیدی تو کجا شعر کجا درک کجا ٭ لاف چیزے کہ ندانی چہ زنی پیش کسان اور الف ندائیہ منادا کے اخیر مین لاحق ہوتا ہے جیسے **شعر** کریما ببخشاے بر حال ما ٭ کہ ہستم اسیر کمند ہوا ٭ اب سُنو کلمات ندا کو ایک سے زیادہ ایک منادا پر لانا بعلت حصول استغنا ممنوع سمجھا گیا ہے چنانچہ زوزنی نحاۃ عرب کا قول نقل کرتے ہین الممنوع اجتماع آلتی التعریف لاستغناء حاصل باحدھما لیکن بعض وقت استماع مدح کے موقع مین زیادہ توجہ دلانے کے قصد سے یا کمال تضرع یا زیادہ آرزو و حسرت و افسوس جتلانے کے لئے جو ندا پر ندا کیجاتی ہے متاوّل ہے یعنی یہان یہ نہین ہوتا کہ ایک ہی منادا پر ادات ندا دوبار لاے جاتے ہون بلکہ جسطرح کلمہ ندا مکرر ہے تکرار منادا بھی مقدر ہے فردوسی رح جنگ بیژن و ہومان مین لکھتے ہین **شعر** بدادار گفت اے جہان داورا ٭ سزد گر بدین خستہ دل بنگرا ٭ یعنی اے دادار اے جہان داور۔ بیژن کا محل شاہی مین منیژہ کے ساتھ داخل ہو کر گھبرا جانا بیان کرتے ہین **شعر** چنین گفت

غیبوبت منادا کہ کیسلئے کی ہے الفاظ التفاتات بین مراجع اور ضمائر کا اختلاف تو ہوتا ہی اگر ہوان بھی جائز ہو تو کا منضف ہے (وجوہ التفات غیبوبت منادا و وجوہ ثانی نظم خطاب بمنادا) کلمات ندا کا بیان

منادا پر کلمات ندائیہ کا مکرر لانا
متقدمین سے صرف مزید اس امر کی تقاضا ہے کہ رستنا ہی حضرات کے ہی قطع نظر ایک منادا پر دو ادات ندا لانے کا جواز بیان

کاے کردگارا مرا * رہائی نخواہد بدن ایدرا * یعنی اے خداے کردگار۔ چنانچہ کلمہ ندا اے کا جو صدارت
کو مقتضی ہے منادا یا حرف ندا سے موخر واقع ہونا اس امر کو محقق کرتا ہے جیسے عرفی کے اس شعر مین شعر
داورا اے نہ سزا اے تو ہمین تعریف بست * کہ عدیم ست عدیلت چو خداوند علیم * یعنی اے داور اے
شاہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اشعار سابق مین الف کو جو منادا کے اخیر مین ملحق ہے ندا کا حرف نہ کہین بلکہ
ایک زائد محض سمجھین جسطرح مصرعہ دوم خستہ دل بنگرا مین ہے یا اُس قسم کا زائد سمجھا جاے جو ندبہ اور
استغاثہ کی خصوصیات سے مخصوص کے لیئے لایا جاتا ہے یا جسطرح عرب یا غلامی کی یاے متکلم کو
الف سے بدل کر یا غلاما کہتے ہین اور فارسی مین بھی بعض محققین نے ملاذا معاذا کے الف کو متکلم کا
مانا ہے اگر فارسی مین الف متکلم کا ثابت ہو جانے یہان منادا پر الف متکلم کا خاصہ کہسکتے ہین یعنی اے
کردگارا اے کردگار من۔ پس بہرحال مصنف شاہنامہ فردوسی علیہ الرحمۃ پر دربارۂ تکرار کلمہ ندا صاحب صولت
فاروقی کا اعتراض بے اعتنائی کی وجہ سے ہے اور یہی حکم ہے تعجب وتہدید واستغاثہ وندبہ کا دربارۂ
استعمال آلات ندا خصوص استغاثہ وندبہ کے لیئے وا بھی لاتے ہین میر مغیث ہمدانی محوی کا شعر ہے شعر
وافریاد از عشق وافریادا * کارم بیکے شوخ نگار افتادا * گر داد من شکستہ دادا دادا * ورنہ من و
عشق ہرچہ بادا بادا۔ اور ندبہ کے وقت یعنی کسی نعمت کے زوال وفوت پر یا کسی مصیبت کے پہونچنے
پران ندائیہ حروف کے ساتھ رویا جاتا ہے جیسے شاہنامہ[129] مین سیاوش کی خبر موت سنکر پیران ویسہ کا
زاری کرنا شعر ہمیگفت زارا اے سزاوار تاج * کہ چون تو نہ بیند دگر تخت عاج * مقتل مین
سیاوش کو ہونے کشان لیجاتے ہوئے دیکھکر فرنگیس ندبہ کرتی ہے[130] شعر بگفت این ورے وے سیاوش
بدید * دو رخ را بکند وفغان بر کشید * کہ شاہا دلیرا گوا سرورا * سرافراز شیرا و کند آورا * بایران
بر و بوم بگذاشتی * سپہدار را باب پنداشتی * کنون دست بستہ پیادہ کشان * کجا افسر و گاہ و گردن
کشان پر ستم کا مرگ سیاوش پر زاری کرنا[131] شعر ہمی گفت رستم ایا نامدار * ندیدست دوران چو تو شہریار *
اسیطرح اظہار تعجب وحسرت وآرزو واستغاثہ وتہدید کے لیئے بھی ندا کرتے ہین جیسے قتل سیاوش
کے بیان مین فردوسی کہتے ہین[132] شعر بزد دست وریش شہنشہ گرفت * بخواری کشیدش بخاک ای شگفت
نظامی رح شعر شہ ار ملک عالم گرفت اے شگفت * من آنرا گرفتم کہ عالم گرفت * حسرت مین جیسے
مصرعہ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ * تمنا اور آرزو مین جیسے شعر مرا اے کاشکے مادر نزادے

تعجب حسرت آرزو استغاثہ کی ندا

اگر ندا دے کسے شیرم ندا دے ۔ درحقیقت خصوص ان مواقع مین منادا محذوف ہوتا ہے تا معلوم ہوجاے کہ متکلم اپنے تعجب و تحسر و تمنا مین ایسا محو ہے کہ اُسکو منادا یعنی اپنے مخاطب کا بھی دہیان نہین رہا۔ اور بعد کلمہ ندا کے جو مذکور ہے وہ جواب ندا ہے مثلاً اے شگفت یعنی اے مخاطب تعجب ست رہا قواعد عربیہ مین ان پر لام وغیرہ کا لانا اور استغاثہ کی بحث مین درج کرنا اُس زبان کی ترکیبونکی خصوصیت ہے اور استغاثہ جیسے **شعر** بدادار گفت اے جہان داورا ۔ بسوز و گر بدین خستہ دل بنگرا ۔ اور تہدید جیسے
شعر ایا شاہ محمود کشور کشا ۔ گر از من نترسی بترس از خدا ۔

المصدر

مصدر ایک اسم ہے جو حدث کے لیئے وضع کیا گیا ہے اور حدث ایک معنی قائم بالغیر بشرط الحدوث والتجدد کا نام ہے اور اسی شرط کا اعتبار و عدم اعتبار مصدر و حاصل مصدر کا جدا شناس بنا ہوا ہے خواہ وہ معنی اُس غیر سے صادر ہون جیسے رفتن و زدن یا صادر نہون بلکہ اُس غیر کے ساتھ محض اتصاف و قیام کا علاقہ رکھتے ہون جیسے زیستن و مردن و بودن و شدن پس معلوم ہوا کہ مصدر کو اس اعتبار سے مصدر نہین کہتے کہ معنی قائم بالغیر اُس غیر سے صادر ہوتے ہین بلکہ باین اعتبار کہ افعال اور صیغہاے صفات اُس سے نکلتے ہین ۔ جاننا چاہیئے کہ بحث مصدر اور حاصل بالمصدر دقیق اور بڑے غور سے سمجھنے کا مقام ہے ۔ مین اپنے اکثر خیالات کو اس مقام مین بعض فضلاء کے خلاف پاتا ہون جو امر اپنے نزدیک محقق ہے وہی معرض عرض مین لاتا ہون ۔ ذرا نظر غور سے دیکھا جاے معلوم ہوتا ہے کہ مصدر مین تین درجے ہین ایک مطلق مصدر جو درجہ مین لابشرط شے کے ہے یعنی اُس مین نہ اعتبار وجود ساذجیت حدث کا ہے نہ اُسکے عدم کا ۔ دوسرا مصدر مطلق جو بشرط لا شے کے درجہ مین ہے یعنی اُس مین از روے وضع حدث ساذج معتبر ہے یعنی اُس مین نسبت جانب فاعل تا کا عدم لحاظ معتبر ہے کیا معنی کہ نسبت جانب فاعل مفہوم مصدر مین ماخوذ نہین بخلاف فعل کے اسیوجہ سے فعل کو از روے عمل اصل قرار دیتے ہین اور مصدر کو فرع ہان از روے اشتقاق اُسکا عکس یعنی مصدر اصل ہے ۔ تیسرا درجہ وہ ہے جس مین نسبت فاعل تا ملحوظ ہے یعنی وہ مقید ہے بقید معروف و مجہول یہ درجہ بشرط شئے کا ہے لیکن ہم جس مصدر کو مقسم بنایا چاہتے ہین وہ مصدر مطلق ہے جس مین از روے وضع حدث ساذج معتبر ہے چونکہ مطلق خارج مین اپنا ذاتی اور اصلی وجود

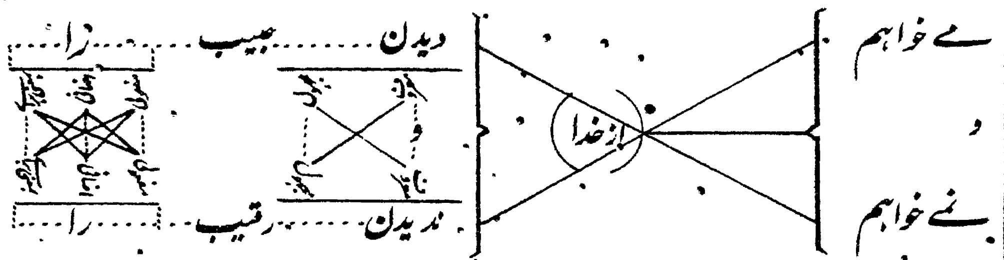
نہین رکھتا تو ضرور وہ مصدر مقید کے ضمن مین ہو گا جیسے آراستن زید وستودہ شدن بکر۔ اور اگر وہ کسی سے بنا ہوا نہ ہو تو اصلی اور وضعی ہے۔ اگر بنا ہوا ہو جعلی و غیر وضعی لیکن مصادر جعلی ہون یا اصلی اُن سے اشتقاق افعال کا تحقیقاً ہو یا تقدیراً ضروری امر ہے۔ اور پھر یہ اشتقاق جمیع افعال وصفات کا ہو تو کامل التصریف کہلاتا ہے جیسے گفتن وکردن جنسے گفت گفتہ گوید گوئی گوینده اور کرد کرده کند کن کننده مشتق ہین ورنہ ناقص التصریف ومقتضب کہلاتا ہے جیسے آختن وسختن اسکی بحث مضارع مسموع نہین مگر فارسی مین کوئی ایسا مصدر کہ جس سے کوئی فعل مشتق نہ ہو نہین دیکھا گیا البتہ عربی مین موجود ہے جیسے اَفْکَلٌ اَجْمَدُ کے وزن پر کانپ اُٹھنا اسکے معنی ہین جیسے کہتے ہین اَخَذَہٗ اَفْکَلٌ اِذَا اِرْتَعَدَ مِنْ بَرْدٍ اَوْ خَوْفٍ اسی لئے تعریف مصدر مین اشتقاق افعال کو جو ضروری مانا گیا ہے تحقیقی وتقدیری ان دونون مین عام رکھا گیا ہے تا اس نوع مصدر معدوم المشتقات کو بھی شامل رہے یہ امور سماعی ہین قیاس کو اس مین دخل نہین۔ مصدر کی علامت فارسی مین نون ہے بعد تا کے یا دال کے بشرط حصول صیغۂ ماضی بعد ازالۂ نون جیسے گفتن وکردن اس سے واضح ہو گیا کہ گردن بوزن کردن وآبستن بوزن دانستن وخویشتن بوزن رشتن مصادر نہین گوکہ ان کے اخیر مین نون بعد تا یا دال ہے مگر شرط (حصول صیغۂ ماضی بعد حذف نون) نہین پائی جاتی تو بحکم اذا فات الشرط فات المشروط یہ اسم مصدریت سے خارج ہو گئے۔ اور مصدر کے تین حال ہین لازم یا متعدی یا مشترک لازم جیسے آمدن ورفتن متعدی جیسے کردن وگفتن مشترک جیسے سوختن وکشادن **شعر** آخر دیدم کہ در وفا مہرت ٭ گر دل سوزم نسوزدت دامانے ٭ اے دل راسوزم **شعر** در خم زلفش دل دیوانہ دار د پیچ وتاب ٭ چون کشاید زلف بکشاید گرہ از کار ما ٭ اے کشاید زلف را۔ اور متعدی کی دو قسم ہین۔ معروف مجہول۔ معروف وہ ہے کہ جس مین فاعل کی جانب اسناد کرنے کی صلاحیت ہو جیسے کردن وگفتن صلاحیت مذکورہ کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہین کردن زید کار را وگفتن او سخن را۔ مجہول وہ ہے کہ صلاحیت اسناد مفعول کی رکھے جیسے ترکیب مشہور کرده شدن وگفتہ شدن جس صلاحیت کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہین کرده شدن کار وگفتہ شدن سخن۔ یہان یہ بات بھی مدنظر رکھین کہ اہل فارس کبھی ایک ہی صورت کو معروف ومجہول کے لیئے استعمال کرنے مین اہل عرب کے ہمقدم بھی ہو جاتے ہین جیسے نظامی رح دارا کے مارے جانے کے داستان مین لکھتے ہین **شعر** چو در نسل ما کشتن آمد نخست ٭ کشنده نسب کرد بر ما درست ٭

(حاشیہ: بمعنی زنگ گردن وآمیختن ۱۲ — لازم ۱۲ — متعدی ۱۲)

(حاشیہ بر کنارہ: مصادر ناقص التصریف — مصادر معدوم المشتقات — فارسی مین علامت مصدر — مصادر کے تین حال لازم متعدی مشترک — مصادر معروف — مصادر مجہول — فارسی مین معروف ومجہول کے لیے ایک ہی صورت)

سعدی رح شعر اگر عاشقی خواہی آموختن ٭ زکشتن فرح یابی وز سوختن ٭ اے کشتہ شدن ـ نظامی رح
شعر بخود گم شوم خلق را رہنمائے ٭ ہمایون زکم دیدن آمد ہمائے ٭ اے کم دیدہ شدن ـ اسی طرح لفظ
دیدن کا اس مشہور شعر مین شعر می خواہم از خدا ومی خواہم از خدا ٭ دیدن حبیب راو ندیدن رقیب را٭
لیکن یہ سند اُسوقت واضح تر سمجھ مین آئیگی کہ معنی شعر کے بطور لف ونشر غیر مرتب لیئے جائین یعنے شاعر
کہتا ہے کہ مین خدا سے چاہتا ہون کہ رقیب کو نہ دیکھون اور خدا سے مین نہین چاہتا دیکھے جانے حبیب کو
یعنی یہ نہین چاہتا کہ کوئی شخص اُس کو دیکھے اس شعر کے معنون مین اور بھی احتمالات ہین چونکہ وہ اکثر
بطریق طبع آزمائی پوچھے بھی جاتے ہین اسوقت جو کچھ میری سمجھ مین آئے لکھدیتا ہون اگرچہ بعض معنی
مفید استناد نہون غرض شاعر کہتا ہے کہ مین خدا سے چاہتا ہون کہ حبیب کو مین دیکھون یا حبیب
مجکو دیکھے (اس صورت ثانی مین را اضافی ہوگا یا بمعنی برائے) اور رقیب کو مین نہ دیکھون یا رقیب مجکو
نہ دیکھے یا حبیب رقیب کو نہ دیکھے یا رقیب حبیب کو نہ دیکھے (ان اخیر کی دونون صورتون مین را اضافی
یا بمعنی برائے ہوگا) اور یہ کل معنی دونون مصدرون کو معروف قرار دینے کی تقدیر پر ہین اگر دونون
مصدر مبنی للمفعول یعنی مجہول بنائے جائین یہ معنی ہونگے کہ مین خدا سے چاہتا ہون دیکھے جانے
حبیب کو یعنی مین اُسکو دیکھون اور رقیب کے نہ دیکھے جانے کو یعنی رقیب کو مین نہ دیکھون یا حبیب
نہ دیکھے اور خدا سے نہین چاہتا دیکھے جانے حبیب کو یعنی رقیب کا یا کسی غیر کا حبیب کو دیکھنا اور
نہ دیکھنا رقیب کو کسی غیر کا یا رقیب کا کسی غیر کو اسوقت بھی را اضافی یا بمعنی برائے ہوگی یا نہ دیکھے
جانے رقیب کو یعنی کوئی غیر شخص اُسکو نہ دیکھے یعنی ہمین کوئی غرض نہین کہ کوئی غیر شخص رقیب کو
دیکھے یا رقیب اس غیر کو یا نہ دیکھے ـ اور یہ معنی بھی ممکن ہین کہ مصرعہ ثانی میخواہم کے متعلق کر دیا جائے
اور نمیخواہم کا مفعول مقدر مانا جائے یعنی نمیخواہم غیر ازین چیزے دیگر ـ اور یہ معنی بھی ممکن ہین کہ
خواہم و نخواہم کے دو متضاد صیغون سے جو تعمیم مفہوم ہوتی ہے اُس نے یا تو اپنی تمام آرزو اور
کل خواہش یعنی مقصود حصر مضمون مصرع ثانی کو ٹھہرالین تقریر اسکی اسطرح کیجائے کہ مین چاہتا ہون
جب اور نہین چاہتا ہون جب مطلوب یہی ہے کہ یار کا دیدار ہو اور غیر سے بیر ـ اسکے سوا خدا سے کچھ
نہین چاہتا ـ یا اس تعمیم سے مستغاث کا حصر مطلوب ہے یعنی یہ کہتا ہے کہ اپنی مراد جو مصرع ثانی
مین مذکور ہے چاہون تو اپنے خدا سے اور نہ چاہون تو اپنے خدا سے یعنی سوا خدا کے کسی سے

نہین چاہتا۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ یہ کل معنی لف ونشر مرتب وغیرمرتب وغیرہ اس جدول ذیلہ سے بوضاحت مفہوم ہوتے ہین ملاحظہ فرمائین۔



تعریف مصدر اصلی و وضعی

پھر مصدر معروف اصلی اور جعلی پر منقسم ہوتا ہے اصلی وہ ہے کہ بذات خود مصدر ہی وضع کیا گیا ہو یعنے وہ اپنی وضع اوّلی مین مصدر رہو اسی سبب سے اُسکو وضعی بھی کہتے ہین جیسے کردن ورفتن وغیرہ۔ جعلی وہ ہے کہ وضع اوّلی مین بذات خود مصدر نہین وضع ہوا بلکہ کسی ترکیب سے وضع ثانوی مین جاکر وہ مصدر بنگیا ہو اسی وجہ سے اُسکو غیر وضعی بھی کہتے ہین اور وہ ترکیب بجب استقرا اسم پر علامت مصدر دن تن کی لگانی اور اُنکے بیچ مین ایک دعامہ یعنی پرکن یائے تحتانی داخل کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور وہ اسم عام ہین اس سے کہ جامد ہون یا مصدر ہون یا مشتق۔

تعریف مصدر جعلی

مصدر جعلی کے اعلام سے ترکیب

اور اسماے جامد بھی عربی کے ہون خواہ فارسی کے پھر اُس مین بھی اعلام لیکن ہندی کے اسم جامد سے ترکیب مسموع نہین اگرچہ قیاس اسکو بھی مقتضی ہے اوّل جیسے مکیدن ومدنیدن وابابکریدن وعمریدن یعنی انکی زیارت قدس امارت سے شرفیاب ہونا ملاطرزی کا شعر ہے **شعر** مدنیدیم پس از مکیدن ٭ نہ بکس حیلہ دنے نکریدن ٭ مرقد پاک نبی طوفیدیم ٭ عمریدیم وابابکریدیم ٭ ثانی یعنی فارسی کے اسماے جامد سے مصدر بنالینا جیسے جنگ سے جنگیدن دیر سے دیریدن دیر کرنا۔ پرہیز سے پرہیزیدن خواب سے خوابیدن شکوہ سے شکوہیدن۔ نظامی رح **شعر** شکوہید دارا زنزلی چنان ٭ کہ در ابروتیز ترشد عنان ٭ ایسے ہی گمان سے گمانیدن فردوسی رح **شعر** سپاہی کہ سکسار خوانند شان ٭ پلنگان جنگی گمانند شان ٭ اسیطرح چراغ سے چراغیدن بمعنی چراغ روشن کرنا بلکہ ترنگ سے جو آواز شمشیر وتیر وکمان وغیرہ ہے ترنگیدن بنالیتے ہین اثیر الدین اومانی کا شعر ہے **شعر** زکوب گرز وترنگیدن حسام بود ٭ فضاے معرکہ ہمچون دکان آہنگر ٭ اور مصادر بھی خواہ عربی کے ہون خواہ فارسی کے خواہ ہندی کے اوّل جیسے طلبیدن وفہمیدن وطلوعیدن وسیریدن میر یحیی شیرازی کا شعر ہے **شعر** شد ہوسے سپید وخبرم نیست زغفلت ٭ چون خفتہ کہ غافل زطلوعیدن صبح مست ٭ ملاشانی تکلو

مصدر جعلی کی اسماے جامد فارسی سے ترکیب

مصادر عربیہ سے مصدر جعلی کی ترکیب

مصادر فارسی سے مصدر جعلی کی ترکیب

شعر جہان در سایۂ خورشید مین معمور و من محروم ؎ بکام غیرے سیر و عجب بیچارہ دارم ؎ ثانی
یعنی ترکیب مصادر فارسی سے لیکن وہ مصادر صورت مین امر حاضر کی آتے ہین جیسے روئیدن و
کوبیدن و خیسیدن و کاویدن و گسلیدن و کاہیدن و آوریدن و رہیدن و آگنیدن ۔ نظامی رح
شعر چو ماشورۂ ہندوانی برنگ ؎ میان آگنیدہ بہ تیر خدنگ ۔ ظہوری شعر نکاہیدۂ یک جو از بود خویش ؎
ز خلوت نشینی بگو سود خویش ؎ جامی رح شعر بکوہ قاف رفتن پا برہنہ ؎ وزانجا سنگ صد من آوریدن
سعدی رح شعر بکوشش فرو گفت کاے ہوشمند ؎ بدانگہ زجان فے رہیدم زبند ؎ ثالث یعنی مصدر

مصادر ہندیہ سے مصدر جعلی کی ترکیب

ہندی کے ساتھ ترکیب یہان بھی وہی مصادر جو بصورت امر حاضر ہون جیسے ماریدن و چلیدن ۔
اُستاد عنصری کا شعر ہے شعر اگر مارے وکژدمے ہست طبعش ؎ بصحراش چون مار و کژدم بارے ؎
خسرو شعر از چل چل تو پاے من زار شد کچل ؎ من خود نمی چلم تو اگرے چلی بچل ؎ میر نجات صاحب
گل کشتی کا شعر ہے شعر عالمے را بکشی گر بجفاے چلدت ؎ ہرچہ خواہی بکن اے شوخ بماے چلدت
لیکن الفاظ ہندیہ کی ترکیب اکثر مطائبہ مین مستعمل ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ الفاظ ہندی الاصل
نہ ہون بلکہ توافق واشتراک لسانین کی وجہ سے فارسی مین بھی مستعمل ہوگئے ہون مثلاً چل چال کا

بیان ان مصادر کا جو ہندی اور فارسی مین مشترک ہین

مخفف ہو جسکا حاصل مصدر چالش آتا ہے سعدی رح شعر بیا تا درین شیوہ چالش کنیم ؎ سر خصم را
سنگ بالش کنیم ؎ جسطرح فعل رابطہ ہے ہیں زبان دری اور ہندی مین مشترک ہے حافظ رح کا شعر
ہے شعر ساقی اگرت ہواے ماہے ؎ جز بادہ میار ہیش ما شئے ؎ مولانا ے روم قدس سرہ القیوم
فرماتے ہین ص ۳۱۸ شعر گفت یارب گر ترا خاصان ہینہ ؎ کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند ؎ اور یہ مصادر
فارسی کے ہون خواہ ہندی کے جو بصورت امر حاضر جزو مصدر جعلی ہین اگرچہ جداگانہ مستقل افرادی
حالت مین کل کے کل بمعنی مصدر مستعمل ہوتے نہین دیکھے گئے مگر بعض مصادر جیسے کوبیدن بمعنی مصدری
مولوی معنوی کے شعر مین شعر بر جہید و سنگ پران کرد و چوب ؎ جملگان بگریختند از بیم کوب ؎
اسیطرح لفظ ہندی کی ترکیب مین جیسے ماریدن مین مار چنانچہ کہا جاتا ہے خدا کی مار سخت ہے
اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ جب پہلے ہی سے ان مین معنی مصدری موجود حاصل تھے پھر اس تکلف
سے اُس معنی مصدری کا حاصل کرنا تحصیل حاصل ہے سو یہ محال باطل ہے مین عرض کرتا ہون
کہ وہ مصدر جو جزو اس مرکب کا ہے بہر نوع صلاحیت اشتقاق نہین رکھتا اب اس ترکیب خاص

کی بدولت اس نوع کا مصدر بنجاتا ہے جس مین صلاحیت اشتقاق موجود ہوتی ہے پس یہ تحصیل
امر جدید ہوئی نہ تحصیل حاصل اس صورت مین کہ یہ خود مصادر امر صورت سے مجعول ہین تو انکو مصادر
مضارعی کہنا خوب نہین۔ اسماے مشتق کے جعل مین سواے مشتقات فارسی مسموع نہین اسمین
بھی صیغہ حالیہ کے ساتھ لیکن نگہداشتن وکشتہ شدن میرے نزدیک اس نوع ترکیب سے خارج ہین
اگرچہ ہمنے اس جعل کو مؤلف مانا ہے مگر اسکی تعریف بہ نسبت اصلی کے ہے ورنہ دراصل یہ بھی مفرد ہی ہے
کیا معنی کہ یہ دعامہ اور علامت مصدر یعنی ی د ن اگر نظر استقلال سے دیکھے جائین کوئی معنی دار لفظ
نہین بنتا فقط ابن جعل خاص کی علامت ہے۔ بخلاف نگہداشتن وکشتہ شدن کے کہ نگاہ اور کشتہ
دونون اسم مصادر ناقصۂ جزو مرکب کی خبر ہین فافہم ولا تغفل۔ غرض صیغۂ حالیہ کی ترکیب جیسے
خورانیدن گریانیدن خندانیدن خوابانیدن۔ لیکن اس جعل خاص کو تعدیہ لازم ہے یعنی اگر وہ مشتق
مصدر لازم کا ہے تو اس جعل سے تعدیت یک مفعول کی حاصل ہوگی۔ سعدی رح **شعر** بہ نرمی و
آہستگی کردہ چیرہ طعامش خورانید درویش سیر * اور مشہور شعر ہے ع بخندانم بگریانم جہان را *
صائب **شعر** بہ بیداری چہ خواہد کرد یارب بانظر بازان * کہ خوابانیدن تیغست خوابانیدن چشمت *
اور اس مین تخفیف منظور ہوتی ہے تو کبھی یاے دعامہ کو حذف کر دیتے ہین جیسے روانیدن سے رواندن
جسکا مخفف راندن مستعمل ہے ونشاندن ورماندن وغیرہ چونکہ اس تخفیف مین دعامہ جو ایک حرف زائد
ہے محذوف ہوا ہے اکثر یہی مستعمل ہوتا ہے اور کبھی الف ماقبل نون کو حذف کر دیتے ہین۔ جیسے
خوابانیدن سے خوابنیدن اور اس سے خوابنید وخوابنیدہ وغیرہ مشتق ہے۔ فردوسی رح رودابہ
دختر مہراب اور زال زر کے تعشق کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** سیہ مژہ بر نرگسان دژم * فرو خوابنیدہ و
نزد ہیچ دم * اے فرو خوابانید۔ نظامی رح **شعر** درین رہ چو من خوابنیدہ بسے ست * ندارد کسے یاد
کاینجا کسے ست * لیکن خاص اس مصدر مین جعل پر جعل واقع ہوا ہے یعنی خوابیدن خود اسم جامد
خواب سے مجعول ہے اور پھر اسکی مشتق صیغہ حالیہ پر دوسرا جعل واقع ہوا۔ واضح ہو کہ لفظ خواب مین
دو اعتبار ہین ایک اعتبار سے وہ اسم جامد ہے جسکا ترجمہ نیند ہے اور اسی اعتبار سے اصل اور مادہ
خوابیدن کا ہے اور ایک اعتبار سے حاصل مصدر بصورت امر بھی ہے اور خود امر بھی اس اعتبار سے
فرع خوابیدن کی ہے یہ فرعیت واصلیت باعتبار لفظی اشتقاق کی ہے ورنہ حاصل بالمصدر کی

بحث مین یہ امر ثابت کیا جائیگا کہ حاصل بالمصدر اصل اور منشاے مصدر ہے یعنی باعتبار معنی -
صہبا کش مصطبۂ نازک خیالی دریانوش خمستان نکتہ سرائی حضرت امام بخش صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے
اس خوابیدہ کے نون کو نازنین کے نون کیطرح زائد مانا ہے - آپ غور کرین یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ جب جعل
خاص اور تعدیت باہم لزوم مساوی رکھتے ہین یعنی اس تالیف کو تعدیت جعلی عارضی لازم اور تعدیت جعلی عارضی
کے لیئے یہ ترکیب لازم کیا معنی کہ باقی مصادر جعلیہ مین عدم تعدیت جدید شرط ہے مصدر کی حالت جو تعدیت
و لزوم کے باب مین پہلے سے تھی بعد جعل کے بھی وہی ہونی چاہیئے پس اگر یہ نون خوابیدن کا زائد مانا
جائے تو بمعنی ولفظ عین خوابیدن ہوا جسکا جعل جامد اسم سے ہے تو خوابیدن کو کہین متعدی مستعمل ہوتے
نہ سنا نہ دیکھا - اگر بحسب راے بعض محققین اسکو خفتن کے امر سے مجہول کرین تو بھی اسمین بقاے حالت اصلی
مشروط تھی تو اس تعدیت جدید کا حصول مبطل شرط ہوگا اذا فات الشرط فات المشروط خوابنیدن
و خوابیدن کا ایک جعل نہوگا ایسے نازک خیال نغز اندیشہ محقق کو بجز اس شعر کے (درین رہ چو من
خوابیدہ بسے ست) کوئی اور مثال جس مین اس مصدر کا کوئی فعل مستعمل ہو شاید نہین ملی جس سے
امر تعدیت و لزوم بخوبی اُنپر واضح ہوتا خوابیدہ اسم مفعول ہے اور صیغہ مفعول کا چونکہ اصل اور مادہ
مجہول کا ہے اور مجہول قوت مین لازم کے ہوتا ہے یہ امر تعدیت ظاہر نہوا الحمد للہ و المنۃ مین نے
اس امر کے ایضاح کے لیئے شعر فردوسی رح کا ٥ سیہ مژہ بر نرگسان دژم ٭ فرو خوابنید و نزد ہیچ دم ٭
پیشکش نظر تحقیق جویان کر دیا ہے - اور یہ بھی سن لو کہ مصدرون پر باے زائد بہت کم شاذ و نادر آتا ہی
افعال پر کثرت سے استعمال پاتا ہے لیکن اس قلت استعمال کی وجہ سے حکم غیر فصیح کا لگانا سخت گستاخی
ہے سعدی رح کا شعر ہے شعر تبے چون برآرد مہمات کس ٭ کہ نتواند از خود برآندن مگس - ولہ چہ میخواہی
از طارم افراشتن ٭ ہمینت بس از مہر بگذاشتن ٭ فردوسی رح کتاب یوسف زلیخا کے دیباچہ مین لکھتے ہین
شعر کنون چارۂ بایدم ساختن ٭ دل از کار گیتی بپرداختن ٭ ہان شاہنامہ مین کاوس کو سودابہ کے
فریب دینے کے داستان مین جو بسودن کا لفظ آیا ہے اُس مین با جوہر کلمہ ہے اور وہ مخفف ہی بپسودن کا یعنی
چھونا شعر ندید از سیاوش جنان نیز بوے ٭ نشان بسودن ندید اندر روے - دوسری جگہ اسکا مشتق بھی
مستعمل ہے شعر بتان را بشاہ نو آئین نمود ٭ کہ بودند چون گوہر نابسود (اے اچھوتا) - اور بپسودن میر معزی کے شعر مین
شعر سینۂ برمش چو بپسودم بزیر پیرہان ٭ گفتم این سینہ بنرمی پرنیانی دیگرست ٭ اسکی تحقیق اس اخیر حصہ مین

قول صہبائی خوابیدہ کے نون کو نازنین و مہمانان کے نون کیطرح زائد محض مانا ہے یہ ٹھیک نہین

مصدرون پر باے زائد بہت کم آتی ہے لاحق ہوتی ہے

بسودن مین با جوہر کلمہ کی ہے زائد نہین

مصادر کے اخیر میں الف زائد بھی ہوتا ہے

جو بیان مصادر کے لئے خاص ہوگا بخوبی کیجائیگی انشاء اللہ تعالے آور یہ بھی سن لو جیسے افعال مین الف زائد لاحق ہوتا ہے مصدر کے بھی اخیر مین الف زائد لایا جاتا ہے مثلاً رفتنا و کشتنا - فردوسی بیژن و گرگین کی داستان مین لکھتے این شعر ۔ بہ گرگین چنین گفت پس بیژنا ۔ کہ من پیشتر سازم این رفتنا ۔ و لہ ۔ چہ باشد مرا گفت ازین کشتنا ۔ مگر کام بد گوہرا ہرمنا ۔

الحاصل بالمصدر

بیان حاصل بالمصدر

واضح ہو کہ مصادر مثلاً زدن زید و کوفتن بکر مین معنی مصدری یعنی اتصاف زید و بکر کا حالت زدو کوب کے ساتھ لعر انتزاعی اور وصف اعتباری ہے جسکا منشاء انتزاع وہی حالت ہے جو زید و بکر کے ساتھ قائم ہے اسی حالت کو جو منشاء انتزاع معنی مصدری ہے ہم حاصل بالمصدر کہتے ہین اور یہ حالت دوسری شے یعنی زدہ و کوفتہ کے ساتھ تعلق وقوعی پائے تو اس امر آخر کے ساتھ متعلق ہونیکا نام مصدر مجہول ہے جیسے زدہ شدن و کوفتہ شدن پھر اگر معنی مشتق یعنی ذات اور نسبت مصدر معلوم کے ساتھ اعتبار کر لیئے جائین یعنی زنندہ و کوبندہ کے ساتھ حالت زدو کوب کے قیام پر نظر کر کے اس زنندہ و کوبندہ کی ذات متصف بآن حالت ہونے کو عقل انتزاع کرے اسکو مصدر مبنی للفاعل کہتے ہین جیسے زنندگی و کوبندگی - مولوی معنوی رح شعر او بفرمود ست مان این بندگی ۔ نیست مارا از خود این کوبندگی ۔ اور کبھی وہ مشتق مصدر مجہول کے ساتھ اعتبار کر لیا جاتا ہے یعنی تعلق وقوعی زدو کوب کو زدہ و کوفتہ پر نظر کر کے اُسکی ذات کے محل وقوع زدو کوب ہونے کو عقل انتزاع کرے تو مصدر مبنی للمفعول کہلاتا ہے جیسے زدگی و کوفتگی لیکن درصورت اضافت مصدر معلوم بسوے فاعل و مصدر مجہول بسوے مفعول عین مصدر مبنی للفاعل و مصدر مبنی للمفعول بنجاتا ہے

بیان مصدر معروف و مجہول

پس زدن زید و کوفتہ شدن بکر اور زنندگی و کوفتگی کا (چونکہ اضافت مین قید خارج اور تقیید داخل ہوتی ہے) ایک مفاد ہے غرض ان مین فرق اعتباری ہے اگر اضافت کا اعتبار کرین باہم اتحاد ہے اگر اعتبار نکرین تغائر ہے - غرض حاصل بالمصدر مین بھی دو اعتبار معروف و مجہول کے کئے گئے ہین معروف جیسے گفتِ عالم و آفرینشِ خدا و جنبشِ افلاک و رفتارِ اسپ اور مجہول جیسے دوخت جامہ و تراشِ قمیص یعنی بعد تیار ہونے کے یون کہا جائے دوخت جامہ و تراش قمیص زیباست تو دوخت و تراش کو جامہ اور قمیص کے ساتھ تعلق وقوعی ہے کیا معنی

حاصل بالمصدر مین معروف و مجہول کا اعتبار

کہ دوزندہ اور تراشندہ تو درزی ہے جامہ اور قمیص دوختہ اور تراشیدہ ہین تو دوختگی و تراشیدگی
اُسکا مفاد ہوا یہ حاصل مصدر مجہول ہے اور یہ بات محض مسامحت ہے کہ جس لفظ پر علامت مصدر دن یا
تن نہ ہو اور پھر وہ معنی مصدری دیوے اُسکا حاصل بالمصدر نام رکھین حالانکہ حاصل بالمصدر ایک معنی ہین
جسکو ہم حالت کہہ آئے ہین اور وہ منشاے انتزاع معنی مصدری ہے پس یہ معنی جس صورت مین پائے جائین
وہی حاصل بالمصدر ہے اور وہ صورت مین مصدر حقیقی اصلی ہی کی کیون نہو ہان اُس حالت کے لیئے اُس مرتبہ
مین تعلق ایقاعی و وقوعی کا وجود و عدم غیر ملحوظ ہے البتہ تحقق کسی نہ کسی فرد مین ہونا ضرور ہے۔ اول یعنی
تعلق ایقاعی حاصل بالمصدر کا زیّ مصدر حقیقی مین ظہوری کے اِس شعر مین **شعر** زخلش سرمہ پرور چشم دیدن
؛ زسازش حلقہ در گوش شنیدن ؛ یعنی چشم دیدن ناظر کی سرمہ پرور یعنی منور ہوتی ہین۔ ثانی یعنی تعلق
وقوعی حاصل بالمصدر کا زیّ مصدر حقیقی مین جیسے نظامیؒ کے اس شعر مین **شعر** نشست از بر بارہ کوہ وش ؛ بدیدن
ہمایون برفتار خوش ؛ یعنی دیدار بارۂ منظور کا ہمایون یعنے از روے دیدار ہمایون اور از روے رفتار خوش۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ خیر یہ سب سہی مگر اُس حالت قائمہ کا نام حاصل بالمصدر رکھنا ظاہر نظر مین ہماری
تحقیق کے خلاف ہوگا کیا معنی کہ حاصل بالمصدر مین سے توسل اور آلہ متبادر ہوتا ہے اور وہ اس امر کا شعر
ہے کہ وجود مصدر کا اُس حاصل سے پہلے ہو بلکہ علت اُس حاصل کی ہو حالانکہ وہ حالت قائمہ یعنی حاصل
بالمصدر منشاء انتزاع معنی مصدری یعنی علت او سبب مصدر ہے تو وہ محصّل مصدر ہوا نہ حاصل بالمصدر
بنابران فرزانہ فاضل سیالکوٹی رحمہ اللہ نے شرح جامی کے حاشیہ مین لکھدیا ہے والحاصل بالمصدر
الھیئۃ القارۃ المترتبۃ علیہ ای علی المصدر انتہے۔ اول تو حاصل بالمصدر کا
مصدر پر مترتب ہونا ناصواب ہے چنانچہ ہمنے عنوان بیان مین اتباعاً لصدر الشریعۃ
و بحر العلوم بیان کر دیا ہے کہ حاصل بالمصدر منشاے انتزاع مصدر ہے اور اسکا قارہ ہونا بھی
باطل ہے اور بعض فضلاء نے اُسکو ایک کیفیت بتلائی ہے یعنی مقولۂ کیف مین داخل کیا ہے وہ بھی
باطل ہے۔ کسواسطے کہ بعض حالات مین سے حالت جنبش بھی ایک حاصل بالمصدر ہے جسکو عربی مین
حرکۃ کہتے ہین سو علوم حکمیہ مین مبرہن ہے کہ نہ وہ قارہ ہے نہ کیف پھر صحت تسمیہ کی وجہ بھی یہی
سمجھ مین آتی ہے کہ حاصل بالمصدر مین باتعدیہ کی قرار دیجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
واضح ہو کہ حاصل بالمصدر کئی ہیاٗت اور کئی ترکیبون مین رونما ہوتا ہے کبھی مصدر حقیقی کی ہیاٗت

ہیئات مین جیسے فردوسی نبرد سہراب و رستم کی داستان مین لکھتے ہین شعر میا ئید یک تن
بہ آوردگاہ ٭ مسازید جستن سہے بزم راہ ٭ ظہوری شعر بہ ادا یشش ادا رسیدہ تنہا ٭ عاشق گفتنش
شنیدہ تنہا ٭ اور اس صورت مین حاصل بالمصدر یعنی جو مصدر حقیقی کی زی مین آتا ہے بمعنی مفعول بھی
مستعمل ہوتا ہے جیسے شعر مذکور مین گفتنش کا لفظ بمعنی گفتارش اے سخن او ۔ نظامی شعر ہمہ خون
خاست نوشیدنم ٭ ہمہ چرم خاست پوشیدنم ٭ اے چیزیکہ فعل نوشیدن من بر او واقع ست
آن خون خاست ولباس من چرم خام ست ۔ دوسرا صورت مین مطلق ماضی کی اور یہ یا تو تنہا ایک
مفرد صیغہ ہو یا دو صیغے ماضی کے مختلف اللفظ متجانس المعنی بترکیب عطفی ہون ۔ اول جیسے نظامیؒ
حمد مین فرماتے ہین شعر بحکم آشکارا بحکمت نہفت ٭ شناسندہ حیران از و وقت گفت ٭ امیر خسروؒ شعر
آنکہ بہ بد گفت گرفتست خو ٭ نیک نگوید کہ نیاید ازو ٭ سعدیؒ شعر گفت عالم بگوش جان بشنو ٭ ورنہ ماند
بگفتنش کردار ٭ یہ حاصل بالمصدر بمعنی مفعول کے ہے یعنی گفتۂ عالم اے سخن عالم اور نیز یہان ہاے
مفعولی کی تخفیفاً حذف ہو جانے کا احتمال بھی ہے جیسے مانستن کی اسم فاعل مانندہ پر سے ہاے
فاعلی کو تخفیفاً حذف کر کے مانند کہتے ہین اور بعض وقت ہاے فاعلی کو ثابت بھی رکھتے ہین
فردوسی فریدون کی داستان مین لکھتے ہین شعر بہ بالا چو سرو و برخ چون بہار ٭ بہر چیز مانندۂ
شہریار ٭ مثال مذکور مین اضافت مصدر کی جانب فاعل تھی اور جانب مفعول بھی حاصل بالمصدر کی
اضافت کر سکتے ہین ۔ فردوسیؒ شعر ز شب نیمۂ گفت سہراب بود ٭ دگر نیمہ آرامش و خواب بود یعنی
بزم رستم مین آدھی رات تک سہراب کا ذکر رہا ۔ اسیطرح حاصل بالمصدر خورد اُس معنی مین مستعمل
ہوتا ہے جسپر خورندہ کا فعل واقع ہوتا ہے یعنی طعام ۔ نظامیؒ شعر بفرمود کارند خوانہاے خورد ٭
ہمین نقلدانہاے نادیدہ گرد ٭ اے خوانہاے طعام حق یہ ہے کہ یہان خورد حاصل بالمصدر اپنے
معنی مین ہے اور اضافت کے لئے ادنے ملابست کفایت کر جاتی ہے ۔ ثانی یعنی دو صیغے جو
صورت ماضی مرکب بترکیب عطفی ہین جیسے سعدیؒ فرماتے ہین شعر انگشت تعجبی جہانے ٭
از گفت و شنود ما بدندان ٭ ایسا ہی آمد و رفت یا رفت و آمد ۔ نظیری شعر جز رفت و آمد نفسے نیست
بود ما ٭ جاوید زیست ہر کہ ازین یک دو دم گزشت ٭ اور نیز ان دونون ماضیون مین فصل روابط
کا بھی جائز ہے ۔ نعمت خان عالی شعر حالی تو از کدام طرف حرف مے زدی ٭ روزے کہ داد و

حاصل بالمصدر مطلق ماضی کی زی مین آتا اور اسکے بمعنی مستعمل ہوتا بمعنی مفعول اور اسکی جانب اضافت

حاصل بالمصدر دو ماضیون کی صورت مین

حاصل بالمصدر فصل رابطے کے ساتھ

بستد نازو نیاز بود ٭ **شعر** زوسخن برلب نظیری خوش ٭ عشق درگفت ودرشنود آمد ٭ تیسرا امر واحد حاضر کی صورت ہین اور اسکا حال بھی افراد وترکیب کے بارہ مین بالکل اُن مصادر کاسا ہے جو بصورت صیغۂ ماضی آتے ہین اول یعنی افراد جیسے نظامیؒ فرماتے ہین **شعر** گریزندگان رادران رستخیز ٭ نہ روے رہائی نہ راہ گریز ٭ سعدیؒ **شعر** اگر گنجے کنی بر عامیان بخش ٭ رسد ہر کتخدائے را برنجے ٭ یہان مصدر بمعنی مفعول ہونے کا احتمال بھی ہے جیسے آفرین بمعنی آفریدہ یعنی مخلوق۔ نظامیؒ دربیان مناظرہ حکماء ہند باسکندر فرماتے ہین **شعر** دو پرکار بر زد جہان آفرین ٭ درین آفرینش دران آفرین ٭ اے درین آفریدہ ودران آفریدہ اے دو جہان اسی طرح گزین بمعنی گزیدہ اے مقبول ومختار و بُرین بالضم بمعنی بریدہ یعنی قاش خربزہ وغیرہ کو قیاس فرمایئے سعدیؒ **شعر** تواضع کند ہوشمند گزین ٭ نہد شاخ پرمیوہ سر بر زمین ٭ مولوی معنویؒ[۱۳۴] **شعر** چون بریدا وداد اور ایک بُرین ٭ ہمچو شکر خوردش وچون انگبین ٭ لیکن یہ امر سند طلب ہے کہ بریدن کی بحث امر بقیاس گزیدن بالضم وآفریدن بُرین آتی ہے یانہین سوعرض کرتاہون کہ اسکے امر مین بُرو بُرین دونون قاعدے جاری ہین۔ انشاء اللہ تعالے اسکا بیان بحث فعل مین آجائیگا لیکن اول کثیر الاستعمال ہے جس سے بُرش حاصل بالمصدر حاصل ہوتا ہے۔ طاہر وحید قاش فروش کی تعریف مین لکھتے ہین۔ **شعر** مرا نیست غیر از غم تو خورش ٭ ز دنیا مرا بس بود یک بُرش ٭ اے یک قاش اور ثانی کم مستعمل ہے جس سے بُرین وبرینش حاصل بالمصدر حاصل ہوتا ہے۔ نظامیؒ **شعر** ولے باید اندیشہ را تیز وتند بُرینش نیاید زشمشیر کند ٭ اے برندگی نیاید الخ۔ اسیطرح آگین حاصل بالمصدر بمعنی مفعول مصدر آگندن بمعنی پُرکردن سے۔ فردوسی داستان دفن سہراب مین لکھتے ہین[۱۸/۱۰۱] **شعر** ہمیگفت اگر دخمہ زرین کنم ٭ ز مشک سیہ گردش آگین کنم ٭ ثانی مرکب بترکیب عطفی عالم نشین کشور نظم فرماتے ہین **شعر** اے مجلسیان سوز دل حافظ مسکین ٭ از شمع بپرسید کہ در سوز وگداز ست ٭[۱/۱]

درسوز ودرگداز فصل رابط کے ساتھ کہنا بھی جائز ہے۔ چوتھا ماضی اور امر کی صورت مین **شعر** بظاہر باہمہ گفت وشنود اشت ٭ ولے دل جاے دیگر در گرو داشت ٭ یہان شنود کا مرخم کہہ نہین سکتے۔ کسواسطے کہ قافیہ گرو کا واقع ہوا ہے جس کا واؤ مفتوح الماقبل ہے ایسا ہی گفتگو یہان بوجہ کثرت استعمال واو فاصل حذف کردیا گیا اور ایسے ہی شست وشو پخت وپز

حاصل بالمصدر امر حاضر کی صورت مین

حاصل بالمصدر بصورت امر حاضر مفعول کے معنون مین

بُریدن بمعنی قطع کا امر بُرین بھی آتا ہے

حاصل بالمصدر ماضی اور امر کی صورت مین

اور بعض وقت اسکا عکس یعنے امر بر ماضی کی صورت مین مولوی معنوی کے شعر اندرین اندیشہ تشویشش فزود ٭ کہ جزاو را نیست اینجا باش و بود ٭ پانچوان صیغہ ماضی کے اخیر مین الف و را کا لحوق جیسے رفت سے رفتار گرفت سے گرفتار۔ کبھی اس ترکیب مین مصدر مبنی للمفعول بھی آجاتا ہے جیسے غزالی مشہدی کے اس شعر کے مصرعہ ثانیہ مین ۔شعر کس بخوبان پر بچہرہ گرفتار مباد ٭ ہیچکس را بچنین قوم گرفتار مباد ٭ ای گرفتہ شدن مباد۔ اور محتمل ہے کہ الف و را نسبت کے لیئے لایا گیا ہو اور صیغہ ملحق بہا حاصل بالمصدر ہو اور وہ حاصل بالمصدر کبھی تو مبنی للفاعل آتا ہے کبھی مبنی للمفعول یہ دونون امر لفظ دیدار مین مثلاً بخوبی متحقق ہین اور جب اس نسبت کو مصدر مجہول پر مانیئے دیدار سے منظورات مراد ہونگی جیسے چہرہ وغیرہ جسکو طلعت کا ترجمہ سمجھیئے مثلاً ماہ طلعت ماہ دیدار منیژہ و بیژن کی عاشقی کی داستان مین فردوسی کا شعر ہے ۔شعر فرستاد مر دایہ را چون نوند ٭ کہ رو زیر آن شاخ سرو بلند ٭ نگہ کن کہ آن ماہ دیدار کیست ٭ سیاوش مگر زندہ شد یا پریست ٭ اور جب اس نسبت کو مصدر معروف پر مانیئے تو دیدار سے ناظر مراد ہونگے جیسے چشم وغیرہ ۔ فردوسی پیران کے قتل کی داستان مین لکھتے ہین ۔شعر بدید ندکشتہ بدیداز خویش ٭ سپہبد برادر جہاندار خویش ٭ (ای بچشم خویش ۱۲)
اور اس لفظ گرفتار سے جو غزالی مشہدی کے شعر مین مذکور ہوا ہے شبہ مین نہ پڑ جائین کہ اس مین الف اور را نسبت کا نہین کسواسطے کہ وہ لفظ متاوّل ہے کیا معنی کہ وہان مصرعہ ثانیہ مین لفظ گرفتار مرخم واقع ہے یعنی اسکے اخیر سے یاے مصدری محذوف ہوگئی ہے جیسے تاوان و نادار سے الف فاعلی حذف ہوکر مرخم ہی اکثر مستعمل ہوتے ہین بعض وقت بلا ترخیم الف بھی آتے ہین اسکا بیان مشتقات مین بالتفصیل کیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ اسکی نظائر بلا ترخیم یاے مصدری خریداری وغیرہ موجود اور خود لفظ گرفتاری بھی مستعمل ہے اور یہ کل ترکیبین سماعی ہین قیاس کو اس مین دخل نہین اور اسماے جامد پر اکثر اس کلمہ نسبت مین سے بہ نظر تخفیف فقط را ملحق ہوتا ہے جیسے انگشتر و زیور۔ اور زیور مین واو باے موحدہ کا مبدل ہے جیسے سیب سے سیو۔ بعض محققین نے زیب اور کلمہ نسبت ور کے ساتھ مرکب مانا ہے جیسے ہنرور مگر بوجہ قرب مخرج بقاعدہ بتر باے موحدہ حذف ہوگئی۔ میرے خیال مین یہ بات آتی ہے کہ ہنرور مین ور کوئی نسبت کا کلمہ نہین بلکہ ور مخفف آور کا ہے جو امر ہے آوردن کا

حاصل بالمصدر امر حاضر و ماضی مطلق کی صورت مین آتا ہے ۔ کبھی یہ صورت مصدر اور ... کے لیئے الحاق ہے

الف و را و الف و را کا حاصل بالمصدر کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے کبھی مبنی للمفعول

پس ہنرور بسرور داور صیغۂ فاعل مرکب از اسم وامر ہے یعنی ہنر آور داد آور سفر آور چنانچہ سر برآوردہ بھی کہتے ہین اسکی مثال بلا تخفیف دل آور اور ولاور موجود ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

چھٹا صیغۂ ماضی کے اخیر مین یاے معروف کالحوق جیسے کاستی و پنداشتی۔ پیشواے سخنوران شیواے طوس فرماتے ہین شعر ولیکن نہ ہنگام پنداشتی ست ٭ کہ ہنگام مہر و گہ آشتی ست ٭ ولہ تو شاہی کنی کے بود راستی ٭ پدید آید از ہر سو کاستی ٭ اسی قبیل سے ہے کشادی بمعنی کشادگی مرشد یزدجردی قلعہ کی تعریف مین کہتے ہین شعر کرد تسخیر قلعہ و زدلی ٭ کاسمان ہست از وے یکے منظر ٭ در بلندی چو دست شاہ جہان ٭ در کشادی چو دست این چاکر ٭ ساتوان امر کے اخیر مین الف کا بڑھانا جیسے رہ بالکسر سے رہا بمعنی رستگاری۔ فردوسی جنگ سفید دیو کی داستان مین لکھتے ہین شعر گراید و نکہ از چنگ این اژدہا ٭ بریدہ پے و پوست یابم رہا ٭ ولہ اگر یابم از جنگ این اژدہا ٭ بدین روزگار جوانی رہا ٭ آٹھوان امر کے اخیر مین شین معجمہ ماقبل مکسور کے لگانے سے جیسے دانش و کنش و آفرینش۔ کنش بمعنی کردار کردن کا حاصل بالمصدر ہے نہ لغت مستقل جیسے بعض فضلانے فرمادیا۔ فردوسی رح گودرز کے ہاتھ سے پیران ویسکہ قتل ہونے کی داستان مین فرماتے ہین شعر سرش راہمی خواست از تن برید ٭ چنان بد کنش خویشتن راندید ٭ اور آفرینش نظامی رح کا شعر ہے شعر ہر اندیشۂ کان بود در ضمیر ٭ خیالے بود آفرینش پزیر ٭ اے خلقت پزیر۔ اس ترکیب کا حاصل بالمصدر بمعنی اسم مفعول بھی آتا ہے جیسے یہی آفرینش بمعنی آفریدہ اے مخلوقات۔ سنائی رح شعر آفرینش نثار فرق تو شد ٭ بر مہین چون خسان زراہ نثار ٭ یہان آفرینش بمعنی آفریدہ مراد اس سے دنیا ہے اور سعدی رح کے اس شعر مین شعر وگر نغز و پاکیزہ دارد خورش ٭ شکم بندہ خوانند و تن پرورش ٭ صرف خور حاصل بالمصدر بصورت امر حاضر ہے اور شین ضمیر مجرور مضاف الیہ یعنی خوراک خود اگر نغز و پاکیزہ دارد او را چنان و چنین خوانند اب تن پرورش کا قافیہ بلا تکلف درست بنجاتا ہے اس سے میری یہ غرض نہین کہ خورش بمعنی حاصل بالمصدر نہین آتا یا شین مصدری شین ماقبل مفتوح کا قافیہ نہین بنتی بلکہ غرض یہ ہے کہ جب بلا تکلف معنی لفظ کے بن سکے پھر تکلف مین کیون پڑیئے اور خورش اس معنی مین بھی آتا ہے جس پر فعل خورندہ کا واقع ہوتا ہے یعنی ماکول و طعام۔ نظامی رح شعر بشہ گفت نوشابہ بکشاے دست ٭ بخور این خورشہا کہ در پیش ہست ٭

حاصل بالمصدر صیغہ ماضی مطلق کے اخیر مین یاے معروف کے الحاق سے

حاصل بالمصدر امر حاضر کے اخیر مین الف کے الحاق سے

امر حاضر کے اخیر مین شین ماقبل مکسور کا الحاق

شین حاصل بالمصدر اسم مفعول کے معنی مین بھی آتا ہے

شین ضمیری کا شین مصدری کے ساتھ قافیہ واقع ہونا

اور یہ بات ظاہر ہے کہ شین ضمیری سے شین مصدری کے رفع التباس کے لیئے یہ کسرہ ماقبل
شین مابہ الامتیاز جداشناس علامت یا شرط بنا دیا گیا ہے پس جب یہ کسرہ ماقبل شین کا شرط اور
علامت اور لازمۂ ذات حاصل بالمصدر قرار دیا گیا پھر بغیر وجود اس کسرہ کے جو شرط یا علامت یا
لازمۂ ذات حاصل بالمصدر ہے حاصل بالمصدر جو اُسکا مشروط و ملزوم ہے ہرگز متحقق نہ ہوگا۔
مگر اُستادان قادر کلام سخنوران بلاغت نظام بحکم ضرورت اس قبیل کے تصرفات کے مجاز مانے
گئے ہیں ہے ع کفر گیرد کاملے ملت شود ٭ جیسے طغرائی مشہدی نے اپنے شعر مین مثلاً لفظ
دریچہ ساکن الاوسط کو متحرک باندھا ہے جہان کہا ہے شعر روز و شب دریچۂ مشرق و مغرب
بازست ٭ ورنہ از تنگیٔ این خانہ نفس میگیرد ٭ اور نظامی رح نے صُحُف متحرک الاوسط کو اپنے
اشعار مین ساکن باندھا ہے جہان فرمایا ہے شعر گہ از لوح ناخواندہ عبرت پذیر ٭ گہ از صحف
پیشینیان درس گیر ٭ اور میر معزی نے نصر بمعنی یاری کردن کو جو ساکن الاوسط ہے اپنے اس شعر
مین متحرک باندھا ہے شعر تاکہ بگیتی مددست از طرب ٭ تاکہ بعالم نصرست از ظفر ٭ از طرب آباد
مدد بر مدد ٭ وز ظفر آبا نصر بر نصر ٭ ایسے ہی قہرمان ملک سخن رانی قافلہ بلاغت بیانی خاقانی رح
اور دیگر اساتذۂ کلام نے شین مصدری مکسور الماقبل کو اپنے اشعار مین مفتوح باندھا ہے۔ خاقانی رح
شعر حاتم کرم و نظام بخشش ٭ بل ہر دو رکابدار رخشش ٭ نظامی رح شعر سنان کش یکے نیزۂ
سی ارش ٭ بہ آب جگر یافتہ پرورش ٭ لیکن یہ امر کہ کسرۂ شین مصدری تابع فتح شین ضمیری
کے ہوگیا ہے یا فتح ش ضمیری تابع کسرۂ شین مصدری کے ہوگیا ہے اہل زبان کے لہجہ سے
واضح ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک ترجیح اسکو ہے کہ حرکت مصدری مین تصرف کیا جائے اس لیئے
کہ ایک اور موقع مین بھی اسی حرکت مصدری مین تصرف کیا گیا ہے یعنی بعض اساتذۂ سخن نے
اپنے اشعار مین بحکم ضرورت شین ضمیری مکسور الماقبل کو بساکن باندھا ہے جیسے لفظ روش شیعولے
طوس فردوسی رح کے اس شعر مین شعر تو این را دروغ و فسانہ مخوان ٭ بیک سان تو روش زمانہ مدان ٭
یا سرے سے یہ بحث عیوب قوافی کے حوالہ کر دیجانے مگر اس مین اتنا نقص ہے کہ اُستادونکے
کلام مین عیب کا تسلیم کر لینا گویا عیب لگانا ہے بہرحال اس عیب خاص کو جو بسبب اختلاف
فتح روی کے پیدا ہوتا ہے اصراف کہتے ہین چنانچہ نورالدین احمد عروضی نے مثال اصراف کی

رنگ دارن سخن کے بعض ترکیبون کے مجازی معنی

شین مصدری اور شین ضمیری کو ایک جگہ کر کے دکھلایا ہے۔ اسی قبیل سے ہے قافیہ باللہ کا بہ کے ساتھ۔ خلاق معانی خاقانی کے اس شعر مین **شعر** در صفت خراس نیست یا اللہ ۔ روغن گری از زبان من بہ اور عالمے مفتوح اللام کو ظالمے کا قافیہ بنانا اسی قبیل سے ہے بوستان کا شعر ہے **شعر** چو خواہد کہ ویران کند عالمے ۔ نہد ملک در پنجۂ ظالمے ۔ اور اس عیب خاص کا نام سناد اشباع ہے۔ مگر یہان بھی میری وہی غرض ہے کہ یہ لفظ ظالم جو ظلم سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اسکے لام کے کسرہ کو فتحہ سے بدلکر مفرس کر لیا گیا جیسے کافر و ساغر وغیرہ کلام اساتذہ مین برابر مفتوح العین کے قافیہ واقع ہین اور تفریس کے لیئے یہ ضرور نہین کہ حروف ہی کی تبدیل ہوا کرے تغیر حرکت و تبدیل لہجہ بھی کفایت کرتا ہے پس اس قول کے بموجب اساتذہ کے کلام بلاغت نظام پر عیب بھی نہین لگتا اور بات بھی بنی رہتی ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جائیگی کہ یکفنی در ہر فن صاحب غوامض سخن حضرت صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے کہ "یہ شین ماقبل مکسور زائد بھی آتی ہے اور ان دو شعرون کو شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے فردوسی **شعر** برفتند شادان دل و خوش منش ۔ پر از آفرین لب زنیکی وہش **وله** زدادار نیکی وہش یاد کرد ۔ بدم پوشہا را پر از باد کرد ۔ وہش کا منش کے ساتھ جسکی شین مکسور الماقبل ہے قافیہ واقع ہونا دھوکے مین ڈالتا ہے اگر غور کیجئے دھوکے کی کوئی بات نہین چنانچہ ہم نے اوپر ثابت کر دیا ہے کہ شین مفتوح الماقبل کا شین مکسور الماقبل کے ساتھ واقع ہونا درست ہے تو یہان بھی برعایت لفظ منش وہش کے شین کو مکسور الماقبل پڑھنا نہ چاہیئے بلکہ یہ شین ضمیر غائب مفتوح الماقبل ہے جسکو قواعد نگارون نے بمعنی خود کہا ہے جسکا اردو ترجمہ اپنا ہے پس ترجمہ شعر کا یہ ہوا کہ اپنے نیکی دینے والے خداوند کی تعریف مین تر زبان تھی۔ جب اس قافیہ کی رعایت سے نیکی وہش کی شین زائد سمجھی گئی اس لیئے کہ شین ضمیر غائب کی مکسور الماقبل نہین ہوتی اور مصدری بھی یہان درست نہین بیٹھتی تو دوسرے شعر کو اگرچہ وہ ایسے موقع مین نہین ہے کہ خواہی نخواہی اُس شین کا ماقبل مکسور رہنا واجب سمجھا جائے جس سے شین مصدری کا دھوکا ہو مگر چونکہ اداے مطلب مین اُس شین کے نہ ہونے سے بظاہر کوئی مطلب فوت نہین ہوتا اسی پر قیاس کر کے زائد فرمادیا اگر بغور ملاحظہ فرمائیے گا تو اپنے مالک اپنے خداوند تعالے شانہ کے ساتھ ہر بار ہر ذکر مین اپنا انتساب کیئے جانا بندہ کے لیئے موجب غایت سعادت وسبب نہایت فخر و عزت ہے اور

تفریس تغیر حرکت و تبدیل لہجہ سے بھی ہوتی ہے [illegible]

حضرت صہبائی [illegible] شین مصدری [illegible] مکسور الماقبل [illegible]

ف
سراج المحققین آرزو
اپنے رسالہ موسومہ بہ عطیۂ عظمیٰ مین
فرق غلط عام و غلط عوام کو
کسی محقق سے نقل کرتے
ہین یکے از متاخرین [illegible]
[illegible] سلف بپسندند منصب
[illegible]
گفتہ فرق ست درمیان
غلط العام و غلط العوام
انتہی اور الغلط العام فصیح
سے بھی یہی معنی ہین لیکن
اثبات تفریس سے بے تکلف
تصحیح عیب [illegible]
جس طرح ہم نے متن مین
عرض کیا واللہ تعالیٰ
اعلم بالصواب

فخر وعزت ہر نفس کو عزیز و لذیذ ہے اگرچہ بیان متکلم اپنی ذات کو منتسب نہین کرتا جسکی حکایت کرتا ہے
اُسکا انتساب کرتا ہے چونکہ یہ بھی خواجہ تاش ہے اسکی جان بھی لذت سعادت وسعادت لذت حاصل
کرتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ نوان اسم اور صیغۂ ماضی واحد غائب کی صورت مین نظامی رح شعر
بجان برو خود ہر کسے گشت شاد ٭ کس از کشتن کس نیاورد باد ٭ دسوان اسم اور امر حاضر کی شکل مین نظامیؒ
شعر بخون ریزمن لشکرے ساختی ٭ شبیخون کنان سوے من تاختی ٭ گیارہوان جو اسم جامد کہ معنی وصفی رکھتا
ہو اُسپر الف کا بڑہانا جیسے پہن سے پہنا فراخ سے فراخا۔ ظہوری شعر در کمالات اے خرد پہنا ببین ٭
کم ز رشحہ بیش باد دریا ببین ٭ بارہوان اسمای جامد وغیر جامد کے بعد یاے معروف کا الحاق۔
لیکن اگر وہ اسم ملحق مصدر عربی ہے تو اُسکو صفت کے معنون مین لیکر پھر یاے مصدری لاحق
کرتے ہین جیسے صفا وسلامت خود مصدر تھی اُنکو بمعنی صاف وسالم کے لے کر بزیادتی یا صفائی
وسلامتی کہتے ہین اور مصدر عربی کو صفت کے معنون مین لینا اہل عجم کا تصرف ہے جیسے صفا
بمعنی صاف صائب کا شعر ہے شعر بصد خون جگر دل را صفا کردم ندانستم ٭ کہ چون آئینۂ روشن شد
بروشنگر نے ماند ٭ اسیطرح سلامت بمعنی سالم دانش کا شعر ہے شعر بزم ما نور ز عکس مئی روشن دارد
شمع اگر مرد سر شیشہ سلامت باشد ٭ اے سالم باشد اسکو از قبیل زَیْدٌ عَدْلٌ سمجھنا نہ چاہیئے۔
اسواسطے کہ یہان عدل اپنے حقیقی مصدری معنون مین ہے مگر اسکی نسبت مجازی ہے غرض
اس قسم کے مصدر کو صفت کے معنون مین لیکر اُسپر یاے مصدر لے آتے ہین۔ سعدی رح شعر
تامل بہ آئینۂ دل کنی ٭ صفائی بتدریج حاصل کنی ٭ امیر خسروؒ شعر دو لپستانش دو لیمون پر ز نورست
٭ بسختی وصفائی چون بلورست ٭ ملا شیانی تکلو شعر چہ فراغ بالی آنرا کہ تو سر دہی ز بندش ٭ چہ سلامتی
کسے را کہ تو تن نمی سلامش ٭ اسیطرح خلاص بمعنی رستگار۔ محمد قلی سلیم کا شعر ہے۔ شعر عقل نگزارد
مرا یکدم ز دور سر خلاص ٭ رہزنی کو تا مرا سازد ازین رہبر خلاص ٭ در قیامت کن خداوندا سلیم خستہ را ٭
ز آتش دوزخ بآب روے پیغمبر خلاص ٭ پھر اس صیغۂ صفت پر یاے مصدری کے الحاق سے
معنی مصدری حاصل کرتے ہین۔ علی خراسانی کا شعر ہے۔ شعر ز فرط رحمت شاہ دین عجب نبود ٭
کہ در خلاصی ما کر د صد وفا زنجیر ٭ ولی دشت بیاضی شعر راضی بخلاصیم نشد مرگ ٭ مردیم وے
نیازمندیم ٭ صائب شعر نیست نے سرگشتگی ممکن خلاصی زین محیط ٭ تا بنا حل از دو صد گرداب

مے باید گزشت ۞ اگرچہ یہ صیغے عربی کے مصادر ہین اور استعمال انکا عربی مین بمعنی مصدری ہین
ہی ہوتا ہے مگر باعتبار استعمال عجم بمعنی صفت کے اُس سے لیئے گئے ہین اب اُسپر یاے مصدری کا
الحاق محصل امر جدید ہوگا برخلاف اُن مصادر عربیہ کے جو فارسی مین بمعنی صفت نہین مستعمل ہوئے اُن پر
یاے مصدری کے الحاق سے معنی مصدری لینا جیسے انتظاری ۔ حضوری ۔ زیادتی ۔ غلطی ۔ فضولی
نقصانی وغیرہ ہین اگرچہ ظاہر نظر بوجہ تحصیل حاصل اُسکو باطل سمجھتی ہے چونکہ کلام فصحاے عجم کا
اس قسم کے تصرفات سے مملو ہے باطل نہ کہنا چاہیئے متناول سمجھنا چاہیئے ۔ ظہوری **شعر** در انتظاری
اشک حنائی بودم ۞ رسید وقت ز شوق نگارے گریم ۞ **شعر** حضوری گرہمی خواہی ازو غائب مشو
حافظ ۞ متی ما تلق من تہوی دع الدنیا واہملہا ۞ صائب **شعر** بر خاک غنی را بدم درویش ۞
اگر زیادتی ہست حسرتے تا چند ۞ ولہ بر جسم آن قدر کہ فزودیم ہیچو شمع ۞ شد مایۂ زیادتی اشک آہ ما ۞
حافظ **شعر** مژہ سیاہت ار کرد برخون ما اشارت ۞ ز فریب او بیندیش غلطی مکن نگارا ۞ **شعر** از فضولیہاے
خود صائب خجالت مے کشم ۞ منکہ باشم تا کنم تلقین کہ رحمت کن مرا ۞ نظامی **شعر** گہر خر چہار اندو
گوہر چہار ۞ فروشندہ را با فضولی چہ کار ۞ خاقانی رح **شعر** بہر ناسازی در ساز و دل بر ناخوشی خوش کن
۞ کہ آبت زیر کاہست و کمالت زیر نقصانی ۞ درویش والہ ہروی **شعر** ز تنگ عرصگی فکر جز بمدحت تو ۞
نمیرہد سخن از تنگناے نقصانی ۞ پس بنظر ظاہر عرفی کے اس شعر پر ع بعہد جلوۂ حسن کلام من اندوخت ۞
قبول شاہد نظم کمال نقصانی ۞ ملا ابو البرکات کا اعتراض محض عدم اعتنا نہین تو اور کیا کہا جاے
محقق فرزانہ بہار نے اس خرابی کے مٹانے کے لیئے اس یا کو نورہانی ارمغانی فلانی بہمانی زبانی
کی یا کی طرح زائد محض بھی مانا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اہل ایران کے لہجہ مین معروف و مجہول کا
امتیاز نہین رہا یعنی یہ یاے مجہول زائد ہے جسکو بتغیر لہجہ معروف پڑھا کرتے ہین مگر میرے نزدیک
یہ متناول ہے یعنی یہ مصدری یا ہے لیکن اسکا مدخول جب مصدر عربی ہوتا ہے تو کبھی اُس مصدر کو
صفت کے معنون مین لے کر یاے مصدری اُس پر داخل کرتے ہین جیسے خلاصی وغیرہ مین اور کبھی
اُس مصدر سے معنی مصدری کی تجرید کر لیجاتی ہے جیسے زیادتی ونقصانی وغیرہ مین اسکی نظیرین
موجود ہین جیسے حور خود حوراکی جمع ہے تو معنی جمع سے مجرد کرکے بطریق فارسی الف و نون
جمع کا اُسپر لاحق کرتے ہین جیسے **شعر** حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف الخ فصحاے عجم اس قسم کے

تصرفات کے مجاز سمجھے گئے ہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اگر وہ اسم مصدر نہو تو اسکے وصف مشہور کی وجہ سے اُس کو بمنزلہ صیغہ صفت قرار دیکر یاے مصدری اسپر لاحق کرتے ہین جیسے خر و بوم کا مشہور وصف حماقت و نحوست ہے تو اِس لفظ بوم و خر سے احمق و منحوس مراد رکھکر خری و بومی سے احمقی و منحوسی کے معنے لیئے جاتے ہین مولوی معنوی رح **شعر** نم نبارد ابر از شومی او ✽ شہر شد ویرانہ از بومی او ✽ اسیطرح جسوقت یہ یاے معروف اعلام پر لائی جاتی ہے تو پہلے اُن سے معنی علمیت کا انسلاخ کیا جاتا ہے فقط اُنکا وصف مشہور مراد لیا جاتا ہے جیسے حاتم سے حاتمی بمعنی سخاوت۔ رستم سے رستمی بمعنی جوانمردی زلیخا سے زلیخائی بمعنے معشوقی۔ جامی رح **شعر** زلیخا از زلیخائی رمیدہ ✽ وزان صورت بمعنی آرمیدہ ✽ اور اعلام سے جب معنی وصفی مراد ہوتے ہین اُنکی دلالت عام ہوجاتی ہے وہ نکرہ بنجاتے ہین غرض اعتبار معنی وصفی سے اعلام ہون یا غیر اعلام اُن مین عمومیت جدیدہ حاصل ہوتی ہے مثلاً خر و شیر دو مخصوص نوع حیوانی تھے جب اُنکے اوصاف مشہورہ حماقت و دلیری مراد ہوئے تو یہ اسم اب منحصر اُسی نوع مین نرہا بلکہ جن مین یہ اوصاف متحقق ہونگے اُن پر اِس اسم کا اطلاق بے غائلہ درست ہوگا اور اعلام کی تنکیر مین بھی یہی سر ہے جیسے **شعر** چونکہ بے رنگی اسیر رنگ شد ✽ موسیٔ با موسیٔ در جنگ شد ✽ **شعر** قرنہا باید کہ تا از فضل حق پیدا شود ✽ بایزیدے در خراسان یا اویسے در قرن ✽ اگر وہ خود صیغہ صفت کا ہے تو پھر کسی تکلف کی حاجت ہی نہین جیسے شکستہ و بستہ سے شکستگی و بستگی اور یہ کاف عجمی ہاے مختفی کا بدل ہے۔ واضح ہو کہ استاذ الاساتذہ اذکی الجہابذہ امام فن نکتہ سرائی حضرت صہبائی رح اور صاحب قوانین دستگیری نے اس نوع کے کاف کو بدون انقلاب از ہاے مختفی جیسے دلسوزگی و خردگی و فرزندگان و قمریگان وغیرہ مین زائد محض بھی مانا ہے اپنی تحقیق پر اِن اشعار سے شاہد گزرانا ہے فردوسی **شعر** مرا بویہ بود کم بود خواست ✽ بدل سوزگی جان ہمی رفت خواست ✽ انوری **شعر** انوری گر خردگیہا میکند ✽ تو بزرگی کن بر و خردہ مگیر ✽ سعدی **شعر** جرو تار خوانت نصیبے و بند ✽ کہ فرزندگانت نظر در رہند ✽ میر معزی **شعر** اندر دہن قمریگان ساختہ بربط ✽ و اندر گلوے فاختگان دوختہ طنبور ✽ یہ امر پسند نظر تحقیق نہین کیا معنی کہ دلسوزگی دلسوزہ اور یاے مصدری سے مرکب ہے ہماری اس تحقیق پر کلام کمال اسمٰعیل کا گواہ عادل ہے **شعر** مجمر آسا سزا ریاے کشد در دامن ✽ زانکہ دلسوزۂ خلق ست و دد چون مجمر ✽ پس کاف عجمی اسی ہاے مختفی

اعلام و غیر اعلام اعلام سے جب معنی وصفی مراد لیے جاتے ہین تو اُن کی دلالت عام ہوجاتی ہے

بعض اساتذۂ تحقیق دلسوزگی و خردگی و فرزندگان و قمریگان کے کاف کو بغیر انقلاب ازہا زائد محض مانا ہے

کا بدل ہے اور دلسوزہ دراصل دلسوز یعنی اسم اور امر کی صورت مین آیا ہوا صفت کا صیغہ تھا چونکہ عمومیت خاصۂ صیغۂ صفت ہے اُس پر ہاے تسمیہ لگا کر معنون مین یک گونہ خصوصیت حاصل کرلی پس دلسوز انسان اور غیر انسان کی صفت واقع ہوسکتا ہے مگر دلسوزہ خاص اُس شخص کو کہین گے جو اورون کے حال پر رحم کھاوے ۔ غیرونکی مصائب پر اپنا دل جلاوے جسطرح خود مراد سے خود مرادہ امیر خسرو دہلوی **شعر** فرمان نبرند زانکہ ہستند ٭ از غایت ناز خود مرادہ ٭ اسیطرح خردگی مین کاف فارسی ہاے مختفی کا بدل ہے کیا معنی کہ خردہ بمعنے ریزۂ ہر چیز و اسباب فرومایہ وعیب ان سب معنون مین مستعمل ہے معنی اول جیسے خردۂ قلم اے ریشۂ قلم خردۂ مینا اے ریزۂ مینا ے شکستہ اور معنی ثانی جیسے خردہ فروش آئینہ کنگھی سرمہ دانی ازار بند وغیرہ کم بہا چیزونکے بیچنے والے کو کہتے ہین اور معنی ثالث یعنی عیب اُسی شعر کے مصرعۂ ثانی مین خردہ گیر موجود ہے اور انتساب شئے کے لیئے ادنے مناسبت بھی کفایت کرتی ہے جس طرح اضافت مین مذکور ہوا پس باعتبار معنی اول اپنے انکسار کی راہ سے جیسے ذرہ بمقدار وغیرہ کہا جاتا ہے اسپر یاے نسبت کے لگانیسے یہ معنی ہوئے کہ انوری حقارت کے کام کرتا ہے آپ بزرگی کو کام فرمائین اُسکے عیب سے درگزرین باعتبار معنی ثانی یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ فرومائگی اور کمینہ پن کرتا ہے آپ بزرگی کرین اور باعتبار معنی ثالث یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ وہ کام کرتا ہے جو منتسب بہ عیب ہین یعنی معیوب ہین آپ بزرگی کرین اور عیب گیری نکرین غرض خاصہ طور پر خردگی مین کاف فارسی خردہ کی ہاے مختفی کا بدل ہے شاید لفظ بزرگی کے تقابل سے شبہ پڑا ہو کیا معنی کہ خرد و بزرگ آتا ہے نہ خردہ و بزرگ اگر غور کیجیئے تو یہ شبہ کوئی وقعت اور توجہ کے قابل نہین یہان بزرگی عمر کی نہین باعتبار خُلق کے ہے اسکے لیئے تقابل خرد کا ضروری نہین ۔ امیر خسرو **شعر** خردہ نگیرند بزرگی کنند ٭ ورنہ چنان نیست کہ گرگی کنند ٭ شیخ شیراز علیہ الرحمۃ نے اُسی مضمون کو ان الفاظ مین ادا کیا ہے **شعر** اگر من ناجوانمردم بکردار ٭ تو برمن چون جوانمردان گزرکن ٭ اور فرزندگان مین کاف عجمی نہین کاف عربی تصغیر و ترحم کے لیئے لایا گیا ہے یعنی لقیاس طفلک فرزندک مصغر پر الف و نون جمع کا لگا کر طفلکان کی طرح فرزندکان کہدیا ۔ صاحب درفش کاویانی مرزا غالب دہلوی ریدک وکودک کے کاف کو بھی اسی قسم کا تصغیری فرماتے ہین فقط رید وکود کو ترجمہ طفل کا بتلاتے ہین چنانچہ لکھتے ہین

بیرون کیا کاف تصغیر کا ریدک و کودک سے

کاف تازی بپارسی درآخر اسما معنی تصغیر وہ چون مردک مردمک وکودک وریدک ہمانا کود و رید ترجمۂ طفلست انتہی۔ مگر فقط رید وکود بمعنی طفل کسی اُستاد کے کلام مین نظر نہین آیا البتہ رید وکود پاخانہ اور کھات کے معنون مین آئے ہین چونکہ بچے اکثر گوہ موت مین آلودہ رہتے ہین ریدک وکودک اُنکا نام ہوگیا پس اس کاف کو چو شک وتیرک کے کاف کیطرح نسبت کا کاف سمجھنا چاہیئے اب اگرچہ وجہ تسمیہ سے قطع نظر کرلی گئی امردون اور نابالغ لڑکون کو بولنے لگے ہین منوچہری کا شعر ہے **شعر** شاد باش و می ستان از ساقیان وریدکان ؛ ساقیان سیم ساعد ریدکان سیم ساق ؛ غرض فرزندکان مین کاف تازی تصغیری ہے کاف عجمی زائد نہین۔ بہار باغ تحقیق باغ وبہار تدقیق صاحب جواہر الحروف اپنے رسالہ مین تحقیق فرماتے ہین واگر قرینہ دالّہ باشد در غیر کلمۂ ذات الہا نیز ہمین عمل کند چنانچہ درین بیت میر معزی **فرد** اندر دہن قمریگان ساختہ بربط ؛ واندر گلوے فاختگان ساختہ طنبور ؛ اے مہیا و موجود شدہ است بربط و طنبور۔ واحتمال بودن کاف تازی برقیاس طفلکان خطاست وہذا غایۃ التحقیق فی ہذا المقام ولامزید علیہ" انتہی کلامہ خلاصہ تحقیق یہ ہے کہ قمریگان مین کاف فارسی زائد محض ہے غیر مبدل بہ ہا اور اس مقام مین اسی کو انتہا درجہ کی تحقیق قرار دیتے ہین مین عرض کرتا ہون کہ قمریگان قمریہ بالہا کی بطریق فارسی جمع ہے صاحب حیواۃ الحیوان نے اسکی بڑی تحقیق کی ہے اور فرماتے ہین قمری طائر مشہور کنیتہ ابوزکری وابو طلحۃ وہو حسن الصوت والانثی قمریۃ الخ منتہی الارب مین ہے قُمرِیّۃ بالضم والیاء مشددۃ مرغیست از جنس فاختہ قَمَاری و قُمر بالضم جمع یا مادہ قُمریّہ است وزرساق حُر انتہی پس معلوم ہوگیا کہ قمریگان مین کاف فارسی زائد نہین بلکہ بعوض الہا ہے اور تخفیف یا فارسیون کا تصرف ہے جو تمامی نسبتی یاؤنمین جائز رکھتے ہین اب کیون کر مان لیا جائے کہ صاحب جواہر الحروف کا قول غایۃ التحقیق لامزید علیہ ہے فقط حسن ظن نے یکے بعد دیگرے آنکھ بند کئے اتباع کرنے پر مجبور کردیا۔ اور یہان یہ بات بھی سن رکھیئے کہ اہل عجم بغیر ارادہ تسمیہ وتانیث ہا مختفی بزیادہ کرتے ہین جیسے کام کامہ معشوق معشوقہ میرزا محمد قلی سلیم طہرانی۔ **شعر** مفلس چو شدیم روبدو آوردیم ؛ معشوقۂ روزنے نوائیست خدا ؛ نظامی رح **شعر** کامۂ دل گرچہ زجان خوشترست ؛ عاقبت اندیشی ازان خوشترست ؛ سعدی رح **شعر** بکامۂ دل دشمن نشیند آن مغرور ؛ کہ بشنود سخن دشمنان دوست نماے ؛

وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

[margin note: زرساق حُر لان حکایۃ صوتہ ساق حر — محیط المحیط]

معنی حاصل بالمصدر بعض اسماء جامد غیر مرکب سے بھی مستفاد ہوتے ہین

تیرہوان بعض اسماء جامد بغیر کسی ترکیب وغیرہ کے مفید معنی مصدری ہوتے ہین جیسے شرمسار و مہمان۔ عرزار فیع واعظ **شعر** زلف او راز بردن دل غیر ٭ موبمو شرمسار بالیستی ٭ اے شرمندگی محتمل ہے کہ یہ مرقوم ہوا ہو واسطے کہ شرمساری بھی مستعمل ہے۔ شاہی سبزواری **شعر** مے کشد سرو پیش بالایت ٭ شرمساری زقد کوتہ خویش ٭ لفظ مہمان فارسی اور ہندی مین مشترک ہے ہندی مین بمعنی ضیافت آتا ہے اسواسطے کہ اسکے اصلی معنی ہندی مین تعظیم وتکریم کے ہین اور ضیافت مین بھی ضیف کی تعظیم وتوقیر ہی منظور ہوتی ہے اور فارسی مین ضیف اور ضیافت دونون معنون مین آتا ہے۔ اول یعنی بمعنی ضیف مشہور ہے ثانی یعنی بمعنی ضیافت جیسے سعدیؒ کے اس شعر مین **شعر** کہ باشند مشتے گدایان خیل ٭ بمہمان دار السلام از طفیل ٭ نظامیؒ **شعر** بمہمان شہ بود خاقان چین ٭ دو خرشید بایکدگر ہم نشین ٭ امیر خسرو **شعر** دل رفت در مہمان او گفت آن اذیم آن او ٭ گرہست این دل آن او آخر از آن من کجا ٭ اور یہ لفظ جب ضیف کے معنون مین ہوتا ہے اُسپر یاے مصدری بھی لے آتے ہین۔ نظامی **شعر** کہ شہ را بہ پاے مزدی شگرف ٭ بمہمانی شہ کند گنج صرف ٭ ملوکانہ مہمانیے سازدش ٭ جہان در رسم مرکب اندازدش ٭ وَاللّٰہُ تَعَالیٰ شانہ اعلم۔

المشتق

بیان مشتق

مراد ہماری یہان مشتق سے اسم مشتق ہے اور وہ مصدر سے نکلا ہوا اسم ہے اور اپنے مصدر کے معنی حدثی پر تضمناً اُسکی دلالت بھی ہوتی ہے جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ اور حالیہ۔ اسم فاعل وہ اسم ہے کہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور اُس شئے کے لئے وضع کیا جاتا ہے جسکے ساتھ وہ فعل یعنی معنی مصدری حدثی قائم ہوتے ہین جیسے کنندہ۔ اور کبھی یہ معنی بعض خاص خاص ترکیبون سے بھی حاصل کرتے ہین۔ ایک تو اسم کو امر واحد حاضر کے ساتھ ترکیب دینے سے جیسے جان آفرین۔ اور اس اسم و امر کے درمیان کبھی کوئی فاصل بھی آجاتا ہے اور وہ فاصل یا اُس اسم کا مضاف الیہ ہوگا جیسے سعدیؒ فرماتے ہین ع نہ بینی کہ چون بار مردم کش است ٭ یا اُسکی صفت جیسے ع اسم ہے کہ گفتار باطل نیوش ٭ یا ظرف جیسے ع حکیم سخن بر زبان آفرین ٭ وزور در پنجۂ شیر شکن ٭ اور بعض اساتذہ کے کلام مین اس ترکیبی اسم فاعل کے جزو اول یعنی اسم پر یاے مجہول اور جزو ثانی امر پر لفظ می بھی زیادہ کیا جاتا ہے یعنی فاصلہ ان دو لفظون کا مابین اسم و امر اسم فاعل ترکیبی

بیان اسم فاعل

جائز رکھا گیا ہے۔ سید حسن اشرفی کا شعر ہے **شعر** من غزلے نے سرایے سوے گلے مے نگر ؛ او طربی

مے فزائے شاخ گلے مے شکن ؛ بعض قواعد نگارون نے اس امر کا لحاظ نہ کیا صرف صیغہ امر کو اسم فاعل

کے معنون مین فرما دیا۔ اور بعضون نے مطلق فاصلہ کو جائز مانا ہے اور ہر دو فریق نے **شعر** حکیم سخن

ہر زبان آفرین کو شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے۔ اسی طرح اسم اور نہی کی ترکیب بھی مفید معنی فاعلیت پیدا

ہوتی ہے جیسے ہیچدان و ہیچ ننگار و ہیچمیرز۔ واضح ہو کہ اس ترکیب کا جزو اول یعنی اسم اکثر جزو ثانی کا جب

وہ افعال متعدیہ سے ہو مفعول بہ ہوا کرتا ہے جیسے جہان آفرین و کارکن اور کبھی جزو اول آلہ ہوتا ہے

جیسے تیغ زن اور کبھی ظرف جیسے شب چرا اے آنکہ چریدن او در شب ست یعنی شب ذُزد رات

مین چوری کرنے والے کو اور شب گز رات مین کاٹنے والے یعنی کھٹمل کو کہتے ہین اور کبھی جزو ثانی کے

معنی مصدری کی صفت بھی واقع ہوتا ہے جیسے بسیار بخش کسیکہ بخشیدن او بسیار ست و سخت کوش

اے کوشیدن او سخت ست اگر جزو ثانی فعل لازم ہے تو جزو اول جزو ثانی کا فاعل ہو گا جیسے خدائے

یا صفت ہو گا مگر اسکا صفت واقع ہونا یا بلا واسطہ ہو گا جیسے تیز رو اے کسیکہ سیر او سریعت۔ و

زود خیز و نظامی رح **شعر** و شاقان موکب رو و زود خیز ؛ بدیدار تازہ برفتار تیز ؛ یا بواسطہ جیسے بیمار خیز

اے کسیکہ خاستن او مثل بیمار ست۔ نظامی رح **شعر** فریبندہ چشمے جفا جوے تیز ؛ وو ابخش بیمار و

بیمار خیز ؛ یا ظرف واقع ہو گا خواہ مکانی ہو جیسے مسند نشین و تارک نشین و خانہ خیز اے جائے نشستن او

مسند و تارک است و جائے خاستن او خانہ است۔ نظامی رح **شعر** زمین را منم تاج تارک نشین ؛

ملرزان مرا تا نلرزد زمین ؛ و لہ گہے باچنان گوہر خانہ خیز ؛ چو بوطا بے راکنی سنگریز ؛ خواہی زمانی

جیسے شب افروز و صبح خیز اے زمانہ روشن شدن او شب ست و وقت خاستن او صبح ست نظامی رح

شعر شب افروز کرمیکہ تابد ز دور ؛ ز بے نوری شب زند لاف نور ؛ دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی

ترکیب سے جیسے ہم نشست۔ سعدی رح **شعر** بشوے خردمند زان دوست دست ؛ کہ با دشمنانت بود ہم نشست

تیسرا امر واحد حاضر کے اخیر مین الف زیادہ کرنے سے جیسے دان سے دانا بین سے بینا دار سے دارا

مخلص کاشی **شعر** دلا بصرفہ قدم نہ کہ در طریق معاش ؛ سکندری خورد از فاقہ ہر کہ دارا نیست ؛ چوتھا

صیغہ ماضی مطلق کے اخیر الف و را زیادہ کرنے سے جیسے خرید سے خریدار خواست سے خواستار

بمعنی طلبگار اور چونکہ شفاعت مین بھی مجرم کو حاکم سے مانگ لینا ہوتا ہے۔ اس لفظ کو شفیع کے

چوتھا ماضی مطلق کے
اخیر مین الف
زیادہ کرنے سے

معنون مین کنایہ کرتے ہین۔ فردوسیؒ کیکاؤس کے قتل سیاؤش پر مطلع ہونے کے داستان مین لکھتے
ہین **شعر** بریدند از تن سر شاہوار ٭ نہ فریادرس بود و نہ خواستار ٭ اب نہ کس فریادرس بود و نہ کسے
شفیع۔ یہان یہ بھی احتمال ہے کہ الف ورا نسبت کے لیئے ہو۔ چنانچہ بیان حاصل مصدر مین محقق
ہو چکا ہے۔ یہان سے اُن اسمائے غیر مشتقہ کا بیان ہے جو تنہا یا کسی ترکیب سے معنی فاعلیت پیدا کرتے
ہین گو کہ وہ مانحن فیہ سے نہین ہین اسواسطے کہ ہمکو مشتقات کا بیان منظور ہے لیکن تبعاً انکا ذکر بھی
ضرور ہے تا بینندہ کو فی الجملہ بصیرت ہو جائے۔ ایک تو وہ کہ تنہا اسم خواہی جامد ہو خواہ مصدر عربی
بمعنی مین فاعل کے آتا ہے جیسے جادو بمعنی جادوگر۔ نظامیؒ **شعر** نگہ جادوان از مین آموختند کہ از
موم خود خواب را دوختند ٭ اور مصادر عربی جیسے رضا و کرم و ضمان بمعنی رضی و کریم و ضامن جیاتی گیلانی
شعر عطیہ فیض رسانست و جرم عفو پذیر ٭ بہرچہ ہست رضائیم غم چرا داریم ٭ سعدیؒ **شعر** بگریست گیاہ و
گفت خاموش ٭ صحبت نکند کرم فراموش ٭ احتمال ہے کہ یہ از قبیل مجاز فی النسبت ہو خصوصاً مثال
ثانی مین یہ بھی احتمال ہے کہ نسبت نفی کی حقیقۃً جانب کرم ہی ہو اسواسطے کہ اہل کرم بھی اگر حق
صحبت ملحوظ رکھتے ہین تو اسی کرم کا اقتضا ہے گو کہ وہ وصف ذی شعور نہین مگر نسبت کے لیئے اسقدر
اصلیت کافی ہے۔ لفظ ضمان **شعر** دوشم نوید داد و بشارت کہ حافظا ٭ باز آ کہ من بعفو گناہت ضمان
شدم ٭ اے ضامن شدم اسی طرح خبر بمعنی خبیر۔ ہاتفیؒ **شعر** خبر شد ازان قصہ والی مصر ٭ کہ آمد خلل
در حوالی مصر ٭ استاذی قلندر حسین اطہر رحمہ اللہ الاکبر اپنے مرشد واعظ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کی
تعریف مین لکھتے ہین **شعر** واعظ نہ سحر گر کہ انیست ٭ در علم خبر خبر کہ انیست ٭ دوسرا اسم پر یائے تحتانی
زیادہ کرنے سے خواہ وہ اسم فارسی ہین جامد ہو جیسے شکار سے شکاری یا عربی مین صفت کا صیغہ ہو
جیسے نظارہ سے نظارگی۔ نظامیؒ **شعر** عجب ماندزان کار نظارگی ٭ بعبرت فرو ماند یکبارگی ٭ کسواسطے
فقط نظارہ بھی بدون یائے تحتانی بمعنی فاعل مستعمل ہے۔ فردوسی جنگ کیخسرو و افراسیاب کی داستان
مین لکھتے ہین **شعر** سپہر اندران جنگ نظارہ بود ٭ ستارہ شمر سخت بیچارہ بود ٭ ہمزے نزدیک یہ یائے
تحتانی نسبت ہی کی ہے لیکن نسبت فاعلی۔ جس طرح اسم فاعل بمعنی نسبت مستعمل ہے مثلاً ارزندہ
بمعنی قیمتی اسیطرح نسبت کو معنی فاعلیت مین دخل ہے چنانچہ اسکی نظیر ہائے مختفی نسبت فاعلی
ومفعولی کے لیئے مستعمل ہوتی ہے اول جیسے فردوسی مدح رستم بزبان سہراب فرماتے ہین **شعر**

اس الف ورا مین نسبت کا احتمال بھی ہے

اسمائے غیر مشتقہ کا معنی فاعلیت مین استعمال

گمانے برم من کہ او رستم ست ٭ کہ چون او نبرد آزمای کم ست ٭ اے نبرد کنندہ۔ جس طرح گار و ناک کا لفظ آموزگار و آموزناک مین۔ نظامیؒ **شعر** تو ئی برترین دانش آموزناک ٭ و لہ نیوشندۂ خواہم از روزگار ٭ کہ گویم بدو راز آموزگار ٭ مگر دونون مین فرق یہ ہے کہ ناک معنی مبالغہ کو متضمن ہے اور لفظ گار مین یہ بات نہین جیسے پرورشگار پروردگار وغیرہ۔ نظامی سبب نظم کتاب سکندرنامہ بحری مین فرماتے ہین **شعر** مرا کاولین پرورشگار بود ٭ ولی نعمتے در دہش یار بود ٭ اور یہ لفظ پروردگار کا مطلق مربی کے معنون مین مستعمل ہے فردوسیؒ فرماتے ہین **شعر** (ص ۱۱۸/۲۵) چو دستان کہ پروردگار من ست ٭ تہمتن کہ خرم بہار من ست ٭ اور دوسری جگہ لکھتے ہین (ص ۵۵۲) **شعر** شما پاک پروردگار منید ٭ ہمان از پدر یادگار منید ٭ نخواہم کہ آید شمار اگزند ٭ مباشید با من بہ بد یارمند ٭ بعض قواعد نگاران تحقیق پیشہ (۱) نازک خیالان نغز اندیشہ نے یاے فاعلی کو مصادر فارسی پر بھی مانا ہے اور یہ شعر نظامیؒ کا اپنے دعوی پر شاہد گزرانا ہے **شعر** توانا و دانا بہر بودنی ٭ گنہ بخش و بسیار بخشودنی ٭ میری راے مین بودنی اور بسیار بخشودنی در صورت فصل (عطف) وہی یاے لیاقت ہے جو مصادر فارسیہ پر آتی ہے اور واو رابط حالیہ ہے نہ عاطفہ اور بسیار بخشودنی خبر ہے مبتداے محذوف کی اور مبتدا و خبر واو رابط حالیہ سے ملکر حال ہوا گنہ بخش کا اور یہ جملہ حالیہ بمنزلہ علت کے ہے کیا معنی کہ وہ گناہ بخش ہے اسلیئے کہ وہ قابلیت و قدرت بخایش بسیار کی رکھتا ہے۔ اور لفظ بسیار کا مبالغۂ بخشایش کے اظہار کے لیئے لایا گیا ہے جس طرح عربی مین لفظ رحیم مبالغہ کے لیئے غرض یہ یاے لیاقت ایسی ہے جیسے کشتنی گردن زدنی سوختنی مین۔ مگر بات یہ ہے کہ اگر وہ یاے لیاقت مصدر مبنی للفاعل پر لاحق ہوگی تو اُس فعل کے فاعل کی لیاقت بتلائیگی جیسے بودنی مین موجود کی ہستی کی اور بخشودنی مین بخشایندہ کی بخشایندگی کی لیاقت کا اثبات ہے۔ اور اگر وہ یاے لیاقت مصدر مبنی للمفعول پر آویگی تو مفعول کی لیاقت کا اشعار کریگی جیسے کشتنی و سوختنی مین قتیل و حریق کے کشتہ شدن و سوختہ شدن کی لیاقت کا اظہار ہے چنانچہ حضرت نظامیؒ دوسری جگہ مناجات مین اُسی بخشودنی کو مبنی للمفعول فرماتے ہین **شعر** تو ئی خالق بود ہر بودنی ٭ بہ بخشاے بر حال بخشودنی ٭ اور در صورت وصل (عطف) یعنی بغیر واو بسیار بخشودنی مین وہی یا سمجھی جائیگی جو اکثر مفعول مطلق پر لاحق ہوا کرتی ہے اور لفظ بسیار کا کثرت پر دلالت کرتا ہے جو صفت بخشودن کی ہے۔

(۱) اے صاحب تحقیق القوانین ۱۲

گار اور ناک مین فرق ہے ۔

پروردگار بمعنی مطلق مربی ۱۲

صاحب تحقیق القوانین نے یاے فاعلی مصادر فارسی پر بھی مانا ہے اور یہ غلطی ہے ۔

واضح ہو کہ مفعول مطلق اپنے فعل کی کمیت وکیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے مثال کمیت کی وہی
بسیار بخشودنی اور یہ شعر نظامی علیہ الرحمۃ کا شعر بیا ساقی از بادہ بردار بند ۔ بپیمائے پیمودن بادہ چند ۔
بعض نسخون مین پیمودن باد چند آیا ہے اسوقت یہ جملہ جدا مستقل ہوگا ۔ مثال کیفیت کی نظامی علیہ الرحمۃ
کا شعر ہے شعر بجنبید جنبیدن بانشکوہ ۔ چو از زلزلہ کالبدہائے کوہ ۔ اور یہ شعر سعدی علیہ الرحمۃ کا
شعر نگہ کرد شوریدہ در من فقیہ ۔ نگہ کردن عالم اندر سفیہ ۔ مگر بخشودن بخش کا مفعول مطلق بغیر لفظہ ہو گا
اسکی نظائر بہت سی ہین ۔ نظامی رح سفارت سکندر بنوشابہ کی داستان مین فرماتے ہین شعر جو ابم
بفرمائے گفتن براز ۔ کہ تا رہ نوردم سوِ خانہ باز ۔ مولانائے روم قدس سرہ[۲۱۶] شعر قاصدا زابر عصایت
دست نے ۔ تو عجب اے شہ مبارک خفتۂ ۔ ان دونون مثالون مین مفعول مطلق بغیر لفظہ مظہر کیفیت
فعل ہے اور اس تقدیر پر یہ یا بودنی و بخشودنی وغیرہ مین زائدہ مجہول ہوگی نہ معروف چنانچہ یہ امر
مولانائے روم کے شعر قاصدا زابر عصایت الخ مین نے نافیہ کے ساتھ قافیہ واقع ہونے سے
بخوبی واضح ہے ۔ اور جن لوگون نے بخشودن کو فقط رحم کرنے اور بخشیدن کو محض عطا کرنے کے
معنون مین خاص کرلیا ہے درست نہین ان دونون معنون مین وہ دونون لفظ مستعمل ہین مگر اول
بمعنی ترحم و ثانی بمعنی اعطا کثیر الاستعمال ہے اور اسکا عکس قلیل سعدی رح شعر کریما بہ بخشائے
برحال ما ۔ کہ ہستم اسیر کمند ہوا ۔ اے رحم کن برحال ما ۔ ولہ خور و پوش و بخشائی و راحت رسان ۔
نگہ مے چہ داری زبہر کسان ۔ اے بخور و بپوش و بدہ الخ میرزا محمد طاہر وحید اعتماد الدولہ محمد بیگ کے
خط مین لکھتے ہین نثر بخشائندہ پیرایۂ وجود و کسوت پوش آراستگان بزم شہود الخ اے عطا کنندۂ
پیرایۂ وجود الخ امیر خسرو شعر نہ من زان فگندم درین کوچہ رخش ۔ کہ با ہم زبخشایش شاہ بخش ۔ نیم نان
اے درکوچۂ سخن
حریفان بسیار جوے ۔ کہ درکار خواہش کنند آبروے ۔ مولوی معنوی[۱۴۱] رح شعر تو شب و روز را
بلے این توم عمر ۔ چون شب و روزے بدو بخشائے عمر ۔ اور ثانی جیسے سعدی رح کا شعر ہے شعر بہ بخشید
اے احمق
برحال مسکین مرد ۔ فرو خورد خشم سخنہائے سرد ۔ اے رحم کرد الخ نظامی رح شعر کہ شاہا مرا یکدم درخورست ۔
اگر بخشی از کشوری بہترست ۔ اے عطا کنی الخ اور اسیطرح رستنی بمعنی نامی مین یائے لیاقت مصدر
مبنی للفاعل پر لائی گئی ہے ۔ نظامی رح فرماتے ہین شعر سرنامہ نام جہاندار پاک ۔ برآرندۂ رستنیہا
زخاک ۔ گو کہ اسکا ترجمہ نامی ہے اور نامی صیغہ اسم فاعل کا ہے مگر معنی فاعلیت کے درست

مفعول مطلق اپنے فعل کی کمیت وکیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا

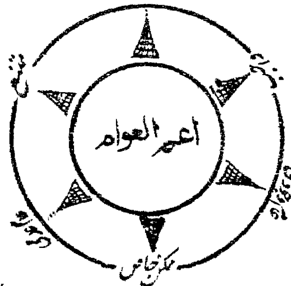
مفعول مطلق بغیر لفظہ

مفعول مطلق پر یاے زائد مجہول ہے نہ معروف

بخشودن و بخشیدن دونون بمعنی ترحم و عطا مستعمل ہین

ی مین یاے لیاقت بمعنی فاعلی

جب ہی ہونگے جب وہ کسی نبات کی صفت ہو اگر استعداد و قوت کی صفت واقع ہوتا ہے تو یہان بھی بیان نسبت کے لیئے ہو جاتا ہے جیسے قوت نامیہ۔ اور یہ لیاقت اور قابلیت جو اُس یائے ملحقہ سے مستفاد ہوتی ہے بمعنی امکان ہے پس حاصل بودنی کا ممکن الوجود کیا معنی کہ بودن بمعنی ہستی جسکو زبان عربی مین وجود کہتے ہین اور جو چیز لیاقت وجود کی رکھے وہ ممکن الوجود ہوتی مگر شدنی و بودنی مثلاً جو واجب الاقتضا ہو جیسے فردوسی سہراب کے رستم کو خودکشی سے روکنے کی داستان مین لکھتے ہین شعر ازین خویشتن کشتن اکنون چہ سود ✲ چنین رفت و این بودنی کار بود ✲ اور ناشدنی کا حاصل ایک امتناع پر جا ٹھہرتا ہے ہماری تحقیق کے کوئی منافی نہین اسواسطے کہ امکان سے وہ امکان عام جسکو اعم العوام کہتے ہین مراد ہے جو واجب اور ممتنع اور ممکن خاص وغیرہ کو شامل ہے لان الامکان ہو سلب الضرورۃ اما عن الجانبین فخاص و اما عن الجانب العدم فوجودی او الوجود فعدمی او احدہما فقط فمبائن او بلا قید فقط فاعم العوام ھکذا



کذا افادہ الاستاذ العلام الامجد مولانا سیدنا المولوی سید احمد قدس سرہ الله الاحد الفرد الصمد۔ اور غالب دہلوی کے اس شعر مین شعر بودنی بخش خوب و زشت توئی ✲ رونق کعبہ و کنشت توئی ✲ اور نظامی رح کے اس شعر مین شعر نخوردہ خورشہاے بالیستنی ✲ ہم از گوسپندان شالیستنی یاے معروف نسبت کے لیئے ہے حاصل بودنی کا وجود پر جو حاصل بالمصدر ہے اور حاصل شالیستنی و بالیستنی کا بایستہ و شایستہ پر جو صیغہ صفت کا ہے جا ٹھہرے گا وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ ✲

اسم مفعول وہ اسم ہے کہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور اُس شئے کے لیئے وضع کیا گیا ہے کہ جس پر وہ فعل واقع ہوتا ہے جیسے زدہ و کردہ۔ اور کبھی یہ معنی اسم اور امر کے ترکیب سے حاصل ہوتے ہین جیسے دست آموز مرزا دانش کا شعر ہے شعر مے کند بلبل گمان باغبان صیاد را ✲ مرغ دست آموز شاخ گل چہ داند دام چیست ✲ لفظ دست یہان آموز کا ظرف واقع ہے۔ اور بعض قواعد نگارون نے فقط صیغۂ امر واحد حاضر کو بمعنی مفعول کہا ہے اور مثال مین لفظ گزین کو بیان کیا ہے اور اس شعر کو سعدی علیہ الرحمۃ کے سند گردانا ہے شعر تواضع کند ہوشمند گزین ✲ نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

اسم مفعول کا بیان

اسم مفعول اسم و امر کی ترکیب سے بنتا ہے

میرے نزدیک یہ درست نہین کسواسطے کہ گزین حاصل مصدر بمعنی مفعول ہنے اسکی تحقیق مع نظائر
بیان حاصل بالمصدر مین گزرچکی ہے۔ اسیطرح امر اور نہی کی ترکیب سے اسم مفعول ترکیبی متصف
بصفت عدمی حاصل ہوتا ہے جیسے کس مپرس۔ دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے جیسے آدمی زاد و
دست پخت۔ نظامی رح شعر ہمین روشنک راکہ دخت من ست ٭ بدین نازکی دست پخت من ست ٭
تیسرا امر کے اخیر مین الف کے زیادہ کرنے سے جیسے پذیرا۔ نظامیؒ شعر پذیرا سخن بود شد جاے گیر ٭
سخن کز دل آید بود دلپذیر ٭ چوتھا ماضی مطلق پر الف ورا کے زیادہ کرنے سے جیسے گرفتار و دیدار وکشتار
بمعنی مقتول۔ فردوسی رح قتل پیران کی داستان مین فرماتے ہین شعر چو گودرز زان گرد دیدار گشت
دل نامداران بے آزار گشت ٭ خلاق معانی خاقانیؒ رح محرمان حج بیت اللہ کی تعریف مین فرماتے ہین
شعر بر چہرۂ تیغ آسمان وار ٭ جوہر ز برہنگی است دیدار ٭ استاد فرخی شعر ہنوز سیخ یکے پیش میر
بردہ نبود ٭ ازان شکار کہ از تیر میر شد کشتار ٭ یہان احتمال ہے کہ الف ورا نسبت کے لیئے ہو
جسطرح بیان حاصل بالمصدر مین محقق ہوچکا ہے۔ اب یہان سے وہ اسماے غیر مشتقہ بیان
کیئے جاتے ہین جو تنہا یا کسی ترکیب سے معنی مفعولی کا افادہ کرتے ہین۔ اول اکیلہ مصدر عربی بغیر کسی
ترکیب کے مفید معنی مفعولی ہوتا ہے جیسے تسلی وعذر واختیار وتربیت وخلاص۔ ظہوری کا شعر
ہے شعر از بخت درین شہر تسلی مے باش ٭ دریاے صور را در معنی مے باش ٭ سعدی رح شعر
آن راکہ بجاے تست ہر دم کرمے ٭ عذرش بنہ از کند عمری ستمے ٭ وله کنج صبر اختیار لقمانست ٭
ہر کرا صبر نیست حکمت نیست ٭ مولوی معنوی رح شعر تربیہ آن آفتاب روشنیم ٭ ربی الاعلی ازان
بر میزنیم ٭ اے تربیت یافتۂ آن آفتاب الخ حافظ رح شعر خونم بریز و از غم ہجرم خلاص کن
منت پذیر غمزۂ خنجر گذار مست ٭ دوسرا اسم کے اخیر مین یاے تحتانی کے الحاق سے جیسے
شکاری وکاغذ مہری طالب آملی شعر پیکان ترا بر غبت دل ٭ چون سبزۂ تر خورد شکارے محتمل ہے
کہ یاے تحتانی یہان نسبت مفعولی کے لیئے ہو جیسے نسبت فاعلی کے لیئے لائی جاتی ہے چنانچہ اسکی
نظیر لفظ رنجہ وبندہ مین ہاے مختفی ہے نظامیؒ شعر بسے بندہ وبندی آزاد کرد ٭ ز زندان بسے
نیکوئی یاد کرد ٭ جیسے نسبت مفعولی کے لیئے لفظ گار بھی آتا ہے نظامی رح شعر چو ہستی بہ پند من
آموزگار ٭ بدین روز تستاندت روزگار ٭ اسواسطے کہ آموزندہ تو ناصح ہے۔ اسم ظرف اور اسم آلہ بھی

ترکیب اسم اور نہی کی سے معنی اسم مفعول پیدا ہوتے ہین
اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے معنی مفعول بنتے ہین
امر واحد حاضر کے اخیر مین الف کے زیادہ کرنے سے معنی اسم مفعول حاصل ہوجاتے ہین
صیغہ ماضی مطلق پر الف ورا کے الحاق سے معنی اسم مفعول حاصل ہوتے ہین
صرف مصدر عربی بغیر ترکیب بمعنی مفید اسم مفعول ہوتا ہے
یاے تحتانی کے الحاق سے معنی اسم مفعول حاصل ہوتے ہین
ہاے مختفی نسبت مفعولی حاصل کرتا ہے
لفظ گار نسبت مفعولی کے لیئے
بیان اسم ظرف ترکیبی

اسم اور امر کی ترکیب سے

اسی قسم کی ترکیبون سے حاصل ہوجاتے ہین اول یعنی اسم ظرف ترکیبی جیسے موج خیز بمعنی جاے خاستن موج۔ آب خیز جاے خاستن آب امیر خسرو شعر دید بہ کشتیش بدانگونہ تیہ ٭ کاتشے برخاست ازان آب خیز ٭ اسکو فاعل ترکیبی کہہ نہین سکتے اسواسطے کہ خاستن بمعنی متعدی مسموع نہین اس ترکیب مین جزو اول جزو ثانی کا فاعل واقع ہے اسیطرح دو اسمون کی ترکیب سے جیسے چار موج یعنی ایسی جگہ کہ چارون طرف سے موج اٹھتی ہو۔ اسی طرح ستان و زار و سار و بار و لاخ و لان و کند و وان پس ستان

چند حروف کی ترکیب سے معنی ظرفی متضمن ہوتے ہین بمبالغیت و کثرت

جیسے ہندوستان و میستان و یوسفستان و بلبلستان فردوسی شعر زخون رود گفتی میستان شده است ٭ زنیزه ہوا چون نیستان شده است ٭ مولوی معنوی شعر آب را در غورہا پنہان کنم ٭ چشمہا را خشک و خشکستان کنم ٭ صائب شعر این چه لطفست که بر خود نظر اندازد ٭ یوسفستان شود از پرتو عارض بدنش ٭

ستان کے سین کو متحرک رکھنا بھی جائز ہے

اور ستان کی سین کو متحرک رکھنا بھی جائز ہے فردوسی گنگ دژ کی تعریف مین لکھتے ہین شعر بہر گوشۂ چشمۂ و گلستان ٭ زمین سنبل شاخ بلبلستان ٭ خاقانی شعر سازی پے نزہت روانہا ٭ در مزدلفہ سمنستانہا ٭

ستان کا مخفف سان بھی مستعمل ہے

اور اسکا مخفف سان بھی مستعمل ہے فرخی شعر گر زجود تو نسیمے بگزرد بر زنگبار ٭ ور ز خشمے تو سمومے در وزد بر ہندسان ٭ ہندوان را آتش سوزنده روید شاخ شاخ ٭ زنگیان را شوشہ از مسکن برآید خیزران ٭ فردوسی شعر بسے شارسان گشت بیمارسان ٭ بسے بوستان نیز شد خارسان ٭

سان کی تحقیق

شارسان مخفف شارستان اور شار بمعنی عمارت اور یہ مبدل شہر ہے اور شہرستان بمعنی شہر کلان یعنی ایسا شہر کہ اور شہرونکے لیئے بمنزلہ ظرف کے ہے یعنی یہ شہر کئی شہرون کو مشتمل ہے یہی معنی نہاوند کے ہین کسواسطے کہ نِہ بالکسر بمعنی شہر ہے

زار کا بیان

اور زار جیسے کارزار یوسف زار ہندوزار۔ گلزار۔ اور بازار بھی اسی قبیل سے ہے اصل اسکی ابازار ہے اسواسطے کہ بازار مین اکثر

لفظ بازار کی تحقیق

کھانے پینے کی چیزین فروخت ہوتی ہین پھر بعد مین مطلق سوق کے معنی مین اس لفظ کو استعمال کرنیلگے۔ سعدی شعر اے تہیدست رفتہ در بازار ٭ ترسمت بر نیاوری دستار ٭ ولہ چہ مردی کند در صف کارزار ٭ کہ دستش تہی باشد و کار زار ٭ عرفی شعر بہ برقع مہ کنعان کہ ہست حسن آباد ٭ بحجلہ گاہ زلیخا کہ بود یوسف زار ٭ ابوطالب کلیم شعر نروید سبزه در ہر جا نمک زار یست حیرانم ٭ کہ خط چون سبز و خرم میکند لعل لب اورا ٭ عرفی شعر فروغ شعلۂ قہرت فتد چو در ارحام ٭ بچشمہ زار بزاید سمندر از خرچنگ ٭ زلالی شعر چو آتش سوے ہندوزار بگذشت ٭ بخار سوختہ خیل شرر گشت ٭

لفظ سار کا بیان

اور سار جیسے چشمہ سار

وچاہسار وکوہسار صائب شعر نے رویم چو ماہی بچشمہ سارندہ ٭ چو تیغ جوہر ذاتی بس ست جوشن ما ٭
فردوسیؒ شعر کشان بیژن گیو از پیش دار ٭ ببروند بستہ بدان چاہ سار ٭ اور ساران اور سارہ اسیکا مزید علیہ
جیسے کوہساران وکوہسارہ وکتف سارہ صائب شعر راہ رو را بال ویر ہست سختیہاے وہر ٭ کوہساران
مے شود سنگ فسان این سیل را ٭ فرخی شعر برکشیدند بکہسارۂ غزنین دیبا ٭ برنوشتند زکہپایۂ غزنین للحم ٭
حکیم مختاری شعر بکتف سلدہ برآوردہ زانو از او بار ٭ بچشم خانہ فرو رفتہ دیدہ از نابار ٭ اور اسکا مخفف
سر بھی مستعمل ہوتا ہے۔ فردوسیؒ شعر منیژہ بیامد بدان چاہ سر ٭ دوان خورونہا گرفتہ ببر ٭ ممکن ہے
کہ یہ کلمہ جو لفظ سار سے مرکب ہے مقلوبی ہو اور لفظ سار مزید علیہ سر کا ہو جیسے نگونسار سرنگون کا مقلوب
اور مزید علیہ ہے اور جیسے اس شعر مین جو رستم اور شنگل کی رزم مین مذکور ہے شعر از ایران بیامد دلاور
ہزار ٭ زرہ دار با گرزہ گاوسار ٭ گاوسار مزید علیہ گاوسر ہے کسواسطے کہ گرز رستم کا بشکل سر گاو تھا
چنانچہ اُس گرز کی گاوچہر بھی صفت کرتے ہین اسی داستان مین فردوسیؒ فرماتے ہین شعر چو نگیدن
گرزہ گاوچہر ٭ تو گفتی ہمین سنگ بارد سپہر ٭ بلکہ گاوسر وگاوسرہ بھی اُسکی صفت واقع ہوئی ہے
اگرچہ یہ ترکیب اور ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ اور بار جیسے جوئبار رودبار و زنگبار وہندوبار وگنجبار اور یہ
دونون لفظ زنگبار وہندوبار بوجہ سیاہی رنگ دوات سے کنایہ ہوتے ہین نظامیؒ شعر زلبس رود
خیزان لب رودبار ٭ فشاندہ زرخسار گیتی غبار ٭ کمال اسمٰعیل شعر بخاتم تو کہ دریاش تا کمرگاہ است
بخامہ ات کہ بسر میرود بہندوبار ٭ اور جویبار کو بتخفیف یاے تحتانی جوبار بھی کہتے ہین ملا مفید
بلخی کا شعر ہے شعر نصیب صاف دلان ست عیش این گلشن ٭ ہمیشہ سرو سہی درکنار جوبارست ٭
فردوسیؒ شعر بیارم نشانمش بر تخت یار ٭ وزان پس کشایم در گنجبار ٭ اور لاخ جیسے سنگلاخ و
دیولاخ۔ صائب شعر روشندلان زسختی ایام خوشدل اند ٭ کز سنگلاخ آب سبکتر کند گذر ٭ ولہ
دیولاخ ست جہان در نظر وحشت من ٭ تا مرا رہ بہ پریخانۂ عزلت دادند ٭ اور لان جیسے تریاق
لان مولوی معنویؒ شعر سروری زہرست جز آن روح را ٭ کو بود تریاق لانی زابتدا ٭ اور کند جیسے
نارکند بمعنے نارستان یعنی باغ انار واضح ہو کہ یہ الفاظ معنی مبالغیت کو متضمن ہین یعنی اپنے
مدخول کی کثرت اور انبوہی کا افادہ کرتے ہین وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب بعض محققین لفظ دان
کو اسی قبیل کا فرماتے ہین مگر معنی کثرت اور مبالغہ کا افادہ اس سے نہوگا اور یہ لفظ جس اسم کے ساتھ

ساران اور سارہ ... بھی آتا ہے

سر لفظ مخفف ... بھی آتا ہے

لفظ بار کا بیان

جویبار کو بتخفیف یا جوبار بھی کہتے ہین

بیان لاخ کا

بیان لان کا۔

بیان کند کا۔

لفظ دان کا بیان۔

[illegible]

ترکیب پاتا ہے وہ اسم اکثر مظروف ہوا کرتا ہے جیسے قلمدان وجزودان وگنجدان۔ محمد سعید اشرف شعر
آمد آن شوخ وبراوراق دلم گردید ورفت * جزودان سینہ را از یکدگر پاشید ورفت * نظامی شعر گراو بند
آمد توہستی درخش * گراو گنجدان شد تو بی گنج بخش * اسیطرح حبردان حبر بالکسر بمعنی سیاہی حبردان دوات
جیسے کاشی تاریکی شب تار کی تعریف مین کہتے ہین شعر یک قلم از تیرگی شب نہان * پر ز سیاہی
شدہ چون حبردان * اور کبھی نادہ جیسے چرمدان ہمیانی چرمی مولوی معنوی شعر چونکہ حق و باطلی
آمیختند * نقد و قلب اندر چرمدان ریختند * قولہ کہ درین کشتی چرمدان گم شدہ است * جملہ را جستیم
نتوانی تو رست * مگر لفظ چرم بمعنی جلد بسکون راے مہملہ ہے بروزن نرم وگرم اور چرمدان مین را
متحرک ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ واضح ہو کہ یہان اسم ظرف سے وہ اسم مراد ہین کہ ان مین ان
ترکیب خاص سے معنی ظرفی پیدا ہو جائین اسکا کوئی جز بالاستقلال ظرفیت پر دال نہ ہو اسیوجہ سے
تماشاگاہ ودرسگاہ ونہاوند وباز جاے بمعنی ماوا وروزگار وشب خانہ وگنج خانہ وشبگاہ وغیرہ
ان مین نہین شمار کیئے گئے اگرچہ گنج خانہ گنجدان کے معنی مین ہے اور چار موج ان مین یعنی ظرف
ترکیبی شمار کیا گیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ ستان اور کندہ ہی ہندی کے استھان اور کھنڈ ہین استھان
بالفتح والہاء المخلوطہ مطلق جاے اور مکان کو کہتے ہین۔ اور کھنڈ بالفتح والہاء المخلوطہ والدال الہندی
حجرہ وغیرہ کے معنی مین ہے مگر ہندی مین بالاستقلال مستعمل ہوتے ہین فارسی مین ضمائر متصلہ کی طرح
بغیر کسی اسم کے نہین مستعمل ہوتی اسیوجہ سے حروف مین شمار کیئے جاتے ہین لیکن افادہ کثرت و
انبوہی کا ان مین بڑھا ہوا ہے نیز خصوصاً ستان جس طرح ظرف مکان کے لیئے آتا ہے ظرف زمان مین
بھی استعمال پاتا ہے جیسے تابستان وزمستان یعنی زمانہ بسیار گرمی وزمانہ بسیار سردی سو یہ بات
اس زبان کی خصوصیات سے ہے۔ بعض وقت یہ الفاظ بغیر ارادہ کثرت بھی استعمال کرتے ہین
جیسے شبستان مطلق رات کے رہنے کے مکان کو کہتے ہین ایسیطرح چاہسار ورخسار شعر مذکور مین
اسواسطے کہ جس مین بیژن قید ہوا وہ ایک ہی کنوان تھا البتہ اس مین اس تاویل کی گنجایش ہے
کہ وہ کنوان جس مین بیژن قید تھا چونکہ بہت بڑا تھا کئی کنوونکی وسعت اور عمق اس مین تھا مجازا
چاہ سار کہدیا۔ اسیطرح رودبار وجویبار کو سمجھنا چاہیئے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب:

بیان اسم آلہ

اسم آلہ بھی اسم اور امر کی ترکیب سے حاصل ہوتا ہے جیسے نگسران باوزن جاروب منزل شناس

یہان جزو اول جزو ثانی کا مفعول بہ واقع ہے نظامی رح **شعر** زمین را شود میل منزل شناس ؛ بہتری و خشکی رساند قیاس ؛ بعض وقت امر پر ہائے تسمیہ نسبی کے الحاق سے معنی اسم آلہ کے حاصل کرتے ہین جیسے شان نسے شانہ کنگھی کے معنی ہین اور شان شاندن کا امر ہے اور شاندن بال سلجھانے کے معنون مین آتا ہے اور شانہ بھی اسی بات کا آلہ ہے۔ امیر خسرو رح **شعر** چو شانم سر زلف آشفتہ را ؛ بر قص آورم فتنۂ خفتہ را ؛ نسبت کے لیئے ادنے مناسبت بھی کفایت کرتی ہے چونکہ اس ہا کا مفتوح الماقبل ہونا شرط ہے اگر اس ہا کے ماقبل ایسا کوئی حرف واقع ہو جس پر حرکت کا لانا متعذر ہو تحمل حرکت فتحی کے لیئے نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے پیمودن سے پیما صیغہ امر کا ہے اسکا اخیر قبول حرکت سے عاری ہے وقت الحاق ہائے نسبی آلی نون زیادہ کیا گیا تو پیما سے پیمانہ بنا اسیطرح گرس بمعنی بھوک سے گرسنہ مگر یہان ہائے نسبت غیر آلی ہے میر یحیی شیرازی **شعر** عجب ہے کہ آید بشہر صفاہان ؛ عجب نیست گر گرسنہ سیر و ؛ اور نون کی زیادتی افعال اور اسما مین شایع ہے جیسے زدن سے زند ہمہ سے ہمگنان وغیرہ واللہ تعالی اعلم بالصواب

بیان اسم حالیہ

اسم حالیہ یہ مشتق شمار مشتقات عربیہ سے زائد ہے کیا معنے کہ عربی مین کوئی خاص صورت نوع حالی کے لیئے فعل سے مشتق کرنے کی نہین وضع کیگئی جیسے فارسی مین آلہ اور ظرف کے لیئے نہین وضع کی گئی مگر فارسی مین صیغہ اسم حال کا فعل سے مشتق ہوتا ہے اسکے لیئے ایک خاص صورت معین ہے جیسے اسم فاعل و اسم مفعول کیلئے خاص خاص صورتین از روے اشتقاق معین ہین وہ یہ ہے کہ امر حاضر پر الف و نون زیادہ کرتے جیسے افتان و خیزان و گریان امیر خسرو رح **شعر** گریان جگرے زمین کشادند ؛ وان کان نمک درو نہادند ؛ اور اسکے ایراد سے متکلم کو یہ منظور ہوتا ہے کہ فاعل یا مفعول یا ما یتعلق بہا کی ہیأت یا کوئی کیفیت بیان کرے جیسے گریان جگرے زمین کشادند ؛ مین قبر کھودنے والون کی کیفیت بیان کرتے ہین کہ روتے ہوئے قبر کھودتے تھے۔ فردوسی رح افراسیاب کی گرفتاری ہوم کی زبانی بیان کرتے ہین **شعر** بکوہ اندر آورد مش تازیان ؛ خروشان و نوحہ کنان چون زنان ؛ یعنی ہوم کہتا ہے کہ افراسیاب کو پہاڑ پر لے گیا اس حال مین کہ وہ عورتون کی طرح روتا چیختا تھا۔ اور خود اسم فاعل اور اسم مفعول بھی حال واقع ہو جاتے ہین جیسے فردوسی رح سلطان محمود کی ہجو مین لکھتے ہین **شعر** بنالم بدرگاہ یزدان پاک ؛ فشانندہ بر سر پراگندہ خاک ؛ عرفی **شعر** آمد آشفتہ بخوابم شبے آن مایۂ ناز ؛ بروش مہر فزا

وبنگہ صبر گداز ٭ اسی طرح اسم فاعل اور اسم مفعول ترکیبی جیسے عذر خواہ ع عقوبت مکن عذر خواہ
آمدم ٭ اور کبھی صفت مشبہ کے صیغے مطلقاً کسی ترکیب کے ہون حال واقع ہوجاتے ہین جیسے مردہ
مشتقات مین سے سعدیؒ کے اس شعر مین شعر یا زر بہ ہر دو دست کند خواجہ در کنار ٭ یا موج روز نے
افگندش مردہ بر کنار ٭ اور روسیاہ دو اسمون کی ترکیب سے نظامیؒ شعر عقوبت مکن عذر خواہ آمدم ٭
بدرگاہ تو روسیاہ آمدم ٭ اور روے بر خاک عجز اسم اور ظرف کی ترکیب سے یعنی بتوسط حرف جار
یہ تینون صیغے صفت مشبہ کے ہین سعدیؒ شعر روے بر خاک عجز مے نالم ٭ ہر سحر گہ کہ باد مے آید ٭
یہان عذر خواہ و روسیاہ و روے بر خاک عجز آمدم و مے نالم کی ضمیر مرفوع متکلم سے اور مردہ افگندش
کی ضمیر غائب منصوب سے حال واقع ہے ۔ بعض محققین نے روے بر خاک عجز کو جملہ قرار دیکر بلبل گلستان
فصاحت پر عدم ربط کا الزام لگایا ہے سو یہ محض بے اعتنائی ہے کیا معنی کہ روے بر خاک عجز
دست بدل و دست بر سر و دست بسر کی طرح جو کنایہ عاجز اور حیران سے ہین اور چشم بر در و
چشم برراہ و گوش بر آواز و گوش برراہ کی طرح جو کنایہ منتظر و متردد سے ہین صفت مشبہ ہے بیدلؒ
شعر چہ سلیمانیست اے غافل ٭ دانہ گیری ز مور دست بدل ۔ سعدیؒ شعر آن سرور کائنات
وآن فخر بشر ٭ جبرئیل امین ز قرب او دست بسر ٭ صائب شعر اے جادۂ سوداے تو ہر رشتۂ آہے ٭
در ہر گذرے چشم براہ تو نگاہے ٭ کسی استاد کا شعر ہے شعر او رفت و لم باز نیامد ز برش ٭
من چشم بدر گوش برہ بر اثرش ٭ معہذا ضمیر مستکن کا ظرف مین موجود ہونا نحویون کے نزدیک
مسلم ہے ۔ یہ بھی سن رکھو کہ صحت حالیت کے لیئے چونکہ کسی اسم کا دال بر ہیأت ہونا کافی ہوجاتا ہے
بعض جامد غیر مشتق بھی حال واقع ہوجاتے ہین جیسے لفظ یار مصرع اولے مین فردوسیؒ شعر نخواہم
ز ایرانیان یار کس ٭ پئے رخش و ایزد مرا یار بس ٭ واضح ہو کہ جب جملۂ خبریہ حال واقع ہو خواہ وہ جملہ
فعلیہ ہو خواہ اسمیہ اس مین عائد و رابط کا ہونا ضروری ہے تاکہ اسکو اپنے ذوالحال سے مربوط کردیوے
اور یہ رابط کبھی صرف واؤ ہوتا ہے کبھی ضمیر فقط ۔ کبھی واؤ اور ضمیر ہر دو ۔ جملہ فعلیہ جیسے محمد قلی
میلی شیرازی کا شعر ہے شعر مردم و بر زندگانم رحم مے آید کہ تو ٭ خون آن بیداد ہا داری کہ با ما کردہ
و بر زندگانم رحم مے آید ۔ مردم کی ضمیر مرفوع سے حال ہے اس مین واو اور ضمیر دو رابط ہین
اور فعل بھی مثبت ہے اور فردوسیؒ فریبرز کی کوہ ہمایون پر لشکر لیجانے کے داستان مین لکھتے ہین

حالیہ اسم فاعل ترکیبی اور اسم مفعول ترکیبی کی نظیر ہین ۱۲

دست بدل ... جسکا دل قابو سے نکلے

جملہ حالیہ مین رابط و عائد کی ضرورت ۱۲

شعر شب تیرہ را تا سپیدہ دمان ❊ بیاید بجوید برہ بر زمان ❊ یہان بجوید فعل مضارع غائب مثبت حال ہے اور رابط صرف ضمیر مستتر ایک ہے اور وہی فاعل بھی ہے ❊ برہ بر ظرف مستقر متعلق فعل یا شبہ فعل محذوف یہ بھی حال ہے زمان ذوالحال کا اسکو حال متداخلہ اور حال در حال کہتے ہین - زمان بمعنی

حال متداخلہ

توقف ذوالحال اپنے حال سے ملکر مفعول بہ بجوید کا بجوید فعل اپنے فاعل رابط اور مفعول سے ملکر حال ہوا بیاید کی ضمیر غائب مستتر کا ضمیر غائب مرفوع مستتر ذوالحال اپنے حال سے ملکر فاعل ہوئی

(اے زمان ۱۲ — اے برہ بر ۱۲)

امشبان

بیاید کا اور مصرعہ اولی شب تیرہ را تا سپیدہ دمان مفعول فیہ ❊ یا تا غائیہ ❊ سپیدہ دم مضاف شب تیرہ مضاف الیہ ❊ مضاف مضاف الیہ مجرور ❊ جار و مجرور متعلق بیاید ❊ سپیدہ دمان مین الف و نون مزیدتان جیسے بامداد بامدادان امشب امشبان - مولوی معنوی رح شعر ور کہ باور نیستت خیز امشبان ❊ تا ببینی فسق شیخت راعیان ❊ اسیطرح الف نون ہستان مین مولوی معنوی رح شعر[۱۲۹] این جہان نیست چون ہستان شدہ ❊ وان جہان ہست بس پنہان شدہ ❊ یعنی مزید علیہ سپیدہ دم ❊ را اضافی اے تا صبح امشب بیاید - یہ بھی سن لو کہ ان ضمائر سے جو جمل حالیہ یا صفات حالیہ مین ہوتے ہین یا انکے کسی متعلق سے دوسرا حال واقع ہوجاتا ہے اسکو حال در حال یا حال متداخلہ کہتے ہین جیسے اوپر بیان ہوا اور کبھی

حال مترادفہ ۱۲

ایک ذوالحال کے چند حال متساوی الرتبہ واقع ہوتے ہین انکو حال مترادفہ یا حال بر حال کہتے ہین فردوسی رح رزم رستم و شغل مین لکھتے ہین شعر[۱۹۲] بیک زخم صد نیزہ کردی قلم ❊ خروشان و جوشان چو شیر دژم ❊ خروشان و جوشان کردی کی ضمیر مرفوع سے متساوی الرتبہ حال ہین اور جملہ اسمیہ جیسے سعدی کا شعر ہے شعر بہ بدبختی و نیکبختی قلم ❊ بگردید و ما ہمچنان در شکم ❊ وہمچنان در شکم بگردید کی ضمیر مرفوع مستتر سے حال ہے ولہ بلند آسمان پیش قدرت خجل ❊ تو مخلوق و آدم ہنوز آب و گل ❊ ان دونون مین فقط ایک واؤ رابط ہے - کبھی بنظر تاکید صیغہ حال کو مکرر بھی کرتے ہین اسوقت اول پر سے الف و نون حالیہ کا تخفیفاً حذف کرنا بھی جائز ہے تا دونون صیغے ملکر بمنزلہ ایک صیغہ کے ہوجاوین جیسے پرس پرسان و کش کشان و خند خندان - مولوی معنوی رح شعر پرس پرسان میکشیدش تا بصدر ❊ گفت گنجے یافتم اما بصبر ❊[۲۷] ولہ فکر در سینہ در آید نو بنو ❊ خند خندان پیش او تو باز رو ❊ جنب جنبان فردوسی رح شعر زمین جنب جنبان شد و روز تار ❊ پس اندر فراز آمد و پیش غار ❊ اور حال اپنے ذوالحال سے مقدم بھی ہوتا ہے مؤخر بھی جیسے امثلہ بالا سے ہویدا ہے

(اے ضرب ۱۲)

واللہ تعالے اعلم بالصواب - کبھی اسم اور امر کی ترکیب لفظ وار کیطرح قدر امر اندازہ کو بتلاتی ہے نظامی
شعر بموران وہد کو بود مور خوار ✤ وہد پیل راطعمہ پیل وار ✤ **صفت مشبہ** وہ اسم ہے کہ وہ فعل لازم
سے اُس شئے کے لیئے اشتقاق کیا جاتا ہے کہ جسکے ساتھ وہ فعل قائم ہے یعنی قیام فعل کا اُس شئے کے
ساتھ اکثر بحیثیت ثبوت ہوتا ہے نہ بحیثیت حدوث و تجدد و اکثر کی قید اس لیئے ہے کہ تا خفتہ و رفتہ و مردہ
وغیرہ اس سے خارج نہ ہوں اسواسطے کہ سونا اور چلنا اور مرنا انکے فاعلوں مین امر حادث ہے نہ ثابت
کیا معنی کہ سونا بعد بیداری کے چلنا بعد سکون کے مرنا بعد حیات کے ہے ۔ اسکے صیغے سوائے صورت
اسم فاعل کے کبھی طرح مستعمل ہین ۔ ایک تو جسطرح عربی مین فعیل جیسے اسم مفعول (مثلاً قتیل و جریح)
کی میزان ہے صفت مشبہ (مثلاً رحیم و کریم وغیرہ) کا وزن بھی قرار دیا گیا ہے ۔ اسیطرح فارسی مین خفتہ
و رفتہ و مردہ وغیرہ کا وزن اسم مفعول اور صفت مشبہ مین مشترک ہے سعدیؒ **شعر** باطل ست
آنکہ مدعی گوید ✤ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار ✤ **ولہ** نام نیک رفتگان ضائع مکن ✤ تا بماند نام نیکت
برقرار ✤ انکی صورت ظاہری پر نظر کرکے انکو اسم مفعول کہدینا بے توجہی کی بات ہے اسواسطے
کہ اسم مفعول اُس شے کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا اب یہان خفتہ پر کس کا خواب اور رفتگان
پر کسکی رفتار واقع ہوئی ۔ دوسرا اسم حالیہ کی شکل مین جیسے روان و درخشان و دمان و جہان جیسے
آب روان و مہر درخشان و پیل دمان و برق جہان اضافت کے ساتھ تا معنی حال کا شائبہ نرہے
سعدیؒ **شعر** نہ مردست آن بہ نزدیک خرومند ✤ کہ با پیل دمان پیکار جوید **ولہ** بگفت احوال ما برق
جہانست ✤ دمے پیدا و دیگر دم نہانست ✤ فردوسیؒ کاموس کے قتل کی داستان مین لکھتے ہین
شعر چنین ست رسم جہان جہان ✤ گہے با غم و در وگہ شادمان ✤ اردشیر کے خاتمہ کار مین لکھتے ہین
شعر بیا تا ہمہ دست نیکی بریم ✤ جہان جہان را بید نسپریم ✤ اے روزگار بے ثبات ناپائدار را ۔
جاننا چاہیئے کہ جہان بالکسر تیزی سے نکلجانے والا یعنی بے ثبات غیر قار کیونکہ یہ جستن بالفتح سے
مشتق ہے اور وہ معنی مین کودنے کے ہے لیکن جب نام ایک شئے کا رکھدیا اُسکے کسرہ حرف اول کو
فتح سے بدلدیا تا معنی وصفی سے ذہول ہو جائے یعنی وہ صفت کا صیغہ نہ سمجھا جائے جس طرح
ہائے تسمیہ صیغہائے صفت پر بڑہائی جاتی ہے جیسے دلسوز سے دلسوزہ اسیوجہ سے جیسے دنیائے
ناپائدار کا جہان نام رکھا ہے دولت زوال پذیر کو بھی جہان سے کنایہ کرتے ہین نظامیؒ کا شعر ہے

اسم اور امر کی ترکیب سے قدر اور اندازہ

تعریف صفت مشبہ

صیغہ صفت مشبہ بوزن اسم مفعول

صیغہ صفت مشبہ بوزن اسم حالیہ

لفظ جہان کی تحقیق

شعر جہان خوش بدان نیست کارے بدست ❊ بزنجیر وقفلش کنی پاے بست ❊ اور کبھی دو اسمون کی ترکیب سے معنی صفت مشبہ کے حاصل کرتے ہین جیسے سروبالا ❊ گلعذار ❊ میر نجات صاحب گل کشتی کا شعر

شعر سروبالا صنمے آمدہ خوش برسر پا ❊ از سر عدق بگوئیم ہمہ نام خدا ❊ اس مقام پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ معنی صفت کے فقط اس ہیأت خاص ترکیبی سے کہ متکلم نے دو کلمون کو بمنزلہ ایک کلمہ کے قرار دیا ہے پیدا ہوتے ہین اور درحقیقت یہ ہر دو اسم آپس مین اپنی نسبت رکھتے ہین کہ اگر ان سے لحاظ افراد اُٹھا دیا جاوے تو یا تو ترکیب اضافی متحقق ہوگی اور اضافت بھی۔ یا تشبیہی جسکو بیانیہ کہتے ہین جیسے خرشید چہر سروبالا یا حقیقی جیسے جامہ یارسا سعدیؒ فرماتے ہین شعر ہر کرا جامہ پارسا بینی ❊ پارسا دان ونیکمردان گار ❊ اور کبھی یہ دونون ترکیبین مقلوب بھی ہوجاتے ہین اوّل یعنی قلب تشبیہی جیسے ابرش سپہر بدر چاچ کا شعر ہے شعر مہر منوچہر چہر آرش ابرش سپہر ❊ جعفر فغفور فر حیدر احمد شعار ❊ ثانی یعنی قلب اضافت حقیقی جیسے چور پیشہ سپاس اندیشہ سعدیؒ فرماتے ہین شعر نکند جور پیشہ سلطانی ❊ کہ نیاید ز گرگ چوپانی ❊ یا ترکیب اتصافی متحقق ہوگی جیسے روسیاہ لب خشک زبان دراز سینہ صاف جامیؒ شعر تو آب رحمتی آن بہ کہ گاہے ❊ کنی برحال لب خشکان نگاہے ❊ اور اکثر اس ترکیب کا قلب بھی مستعمل ہے جیسے سیاہ روی نیک خوی مرغولہ موی تشنہ لب جیسے ع ما تشنہ لبانیم توئی آب حیات ❊ یا باہم ظرف ومظروف کا علاقہ متحقق ہوگا یعنے ان دونون اسمون کے درمیان مین بر یا در نکالنا پڑے جیسے اژدہا دوش اے کیسکہ اژدہا بر دوش دار د رحمدل اے کیسکہ در دل او رحم ست فردوسیؒ شعر نخواہیم بر گاہ ضحاک را ❊ مر آن اژدہا دوش ناپاک را ❊ اب انہی صیغہاے صفات کی ترکیب اور ڈھنگ سے ضبط کیجاتی ہے تا ناظرین نغز خیال بلند اندیشہ لطف اندوز ہون اور اس اختراع نادر کی داد دین۔

گوہر ازین بیش زکانیکہ زاد		نادرہ چندین ز زبانیکہ زاد	
ہر خرفش زیور معنی ست بین		گرشناسی لغرامت نشین	

وہو ہذا جن دو اسمون کی ترکیب اسنادی سے معنی وصفی حاصل ہوکر متعلق مسند الیہ کو موصوف بنانا چاہین اس مرکب کو مین صفت مشبہ ترکیبی کہتا ہون اُن مین مسند مقدم ہو تو اکثری اور موخر تو اتفاقی پھر ہر ایک مین مسند مسند الیہ بلا تاویل بنے تو صغری جیسے اکثری مین پاک نظر تو آئین چشم

صفت مشبہ ترکیبی کے دونون اسمون سے اگر لحاظ وحدت اٹھا لیا جاوے تو اضافت ترکیب اضافی یا تشبیہی اور یا حقیقی دونون اسمون مین متحقق ہوگی

صفت مشبہ ترکیبی کے دونون اسمون مین ترکیب اتصافی کی اصلا ہے

صفت مشبہ ترکیبی کے دونون اسمون مین ظرف ومظروف کا علاقہ ۱۲

بیان صفت مشبہ ترکیبی کا ایک نادر طرز ۱۲

عصمت بنیاد تقدس فرش قدسی نفس کشادہ رو خیرہ چشم نگارین تمثال زرین پر و بال شور بخت خالی کیسہ تنگ سرمایہ سنگدل پاک گوہر یعنی آنکہ نظر او پاک ست و آئین او نو ست و چشم او سیر ست الخ اور اقلی مین کدورت رفتہ سراپا نگار بسر گرم ۔ دل ریش سربلند جگر خون سراپا نالہ روسیہ زبان دراز سینہ صاف یعنی آنکہ کدورت او رفتہ است سراپا بے او نگارست بسر او گرم است الخ اور جو بر وقت اسناد لفظ مثل مقدر ماننا پڑے تو وسطی جیسے اکثری مین ماہ طلعت خرشید رخ غنچہ طبع یاقوت لب گوہر دندان یعنی آنکہ طلعت او مثل ماہ ست و رخ او چون خورشید است و لب او مانند یاقوت ست الخ ۔ اقلی وسطی جیسے تن البرز و ابرش سپہر یعنی آنکہ تن او مثل البرز کوہ است و ابرش او چون سپہر ست اور جو لفظ مثل و مثل لفظ مسند الیہ مقدر ماننا پڑے تو کبری جیسے اکثری مین صدف دہان سلیمان جاہ سکندر حشمت نجم مرتبت دارا رائے منظفر فر یعنی آنکہ دہان او مثل دہان صدف ست جاہ او چون جاہ سلیمانست حشمت او مانند حشمت سکندر است الخ ۔ اقلی کبری جیسے جامہ پارسا ۔ یعنی آنکہ جامہ او مثل جامہ پارسا ست لے کسیکہ زی پارسایان گرفتہ وَاللہُ تَعَالیٰ شَانُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ✦

بحث الفعل

جو کلمہ کہ اپنے معنی بتلانے مین مستقل ہو محتاج انضمام کلمۂ دیگر نہ ہو یعنی وہ معنی مستقل بالمفہومیت ہون اور اُس سے تینون زمانون مین سے کسی ایک معین زمانے کا اقتران بھی مفہوم ہو تو فعل کہلاتا ہے اور مشہور یہ ہے کہ زمانے تین ہین ماضی حال مستقبل ماضی گزرے ہوے زمانہ کو کہتے ہین مستقبل آنے والے زمانہ کا نام ہے حال ان دونون زمانون کے درمیان کا وقت ۔ اس سے یہ بات سمجھ مین آگئی ہوگی کہ درحقیقت زمانے دو ہین ماضی یا مستقبل اور حال ایک آن کا نام ہے اور یہ آن ماضی اور مستقبل کے درمیان فصل مشترک ہے جسطرح نقطہ خط مین لیکن مجازاً زمانے کی ایک تقسیم سے جسقدر حصے کیئے جائین اُن اقسام متساویہ مین سے جس قسم مین یہ آن دائر و سائر ہوگی اس قسم کو بہ نسبت اقسام گذشتہ و آئندہ حال کہتے ہین جیسے زمانہ کو صدیون برسون مہینون دنون گھنٹون منٹون وغیرہ مین وہ آن ہوگی وہ ہی حال کے نام سے مشہور ہے چنانچہ ماہ حال سال حال محاورہ اور زبان زد ہے ۔ واضح ہو کہ فعل ان تینون معنون کو مشتمل ہے حدث[۱] یعنی معنی مصدری جو مدلول مادۂ فعل ہے ۔ اور نسبت[۲] جانب کسی نہ کسی فاعل معین کے اور اقتران[۳] زمان جسپر ہیأت

فعل کی دلالت کرتی ہے لیکن مادہ اور ہیأت کے جدی جدی معنون پر دلالت کرنے سے فعل حد مفرد سے خارج ہوکر مرکبات مین داخل نہین ہوتا اسواسطے کہ یہ ہیأت اجزاے مترتبہ فی التکلم والسمع نہین ہے صرف مادہ کی تبعیت مین ملحوظ و مسموع ہو جاتی ہے اور مرکب کے لیئے لحاظ تبعیت کفایت نہین کرتا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب جیسے کرد زید یا عمرو وکند زید یا عمرو یعنی کرنا زید یا عمرو کا زمانۂ ماضی اور حال یا مستقبل مین پس دلالت فعل کی ان تینون معنون کے مجموعہ پر دلالت مطابقی ہوئی اور اس مجموعہ مین نسبت فاعلی ایک ایسا جزو ہے کہ وہ غیر مستقل بالمفہومیت ہے اسواسطے کہ وہ آلہ اور واسطۂ ارتباط فعل با فاعل ہے اور آلات و روابط معنے حرفی غیر مستقل بالمفہومیت ہین اور ظاہر ہے کہ مجموعۂ مرکب مین ایسے جزو کی مداخلت جو معنی حرفی غیر مستقل ہو اس مجموعۂ مرکب کو غیر مستقل بنا دیگی تو فعل مستقل بالمفہومیت نہین رہ سکتا پھر معنی فعل کا محکوم بہ واقع ہونا محال ہو جائیگا اسیوجہ سے حضرت جامی قدس سرہ العزیز نے کافیہ کی دلیل حصر ما دل علی معنے فی نفسہ مین دلالت کو اعم یعنی مطلق رکھا ہے اور مطلق کا تحقق کسی نہ کسی فرد مین ہوا کرتا ہے تعریف اسم مین مطابقی کی اور تعریف فعل مین تضمنی کی ضمن مین متحقق ہوگا مگر یہ بات سمجھ مین نہین آتی کیا معنی کہ یہ امر محقق و مسلم ہے کہ تضمنی بغیر ضمن مطابقی کے نہین پائی جاتی تو تضمنی کے استقلال اور مطابقی کے عدم استقلال کا کیونکر حکم لگا سکتے ہین۔ ہان البتہ اجمال و تفصیل کا فرق کر دینے سے کچھ بات بنجائیگی یعنی معنی فعل کو اگر بنظر اجمالی دیکھا جاے ایک گول مول مستقل بالمفہومیت ہونگے اور اگر بنظر تفصیلی ملاحظہ ہون عقل تو بال کی کھال کھینچ ڈالتی ہے تو اسکے کل اجزا نسبت حدث وغیرہ سب کو الگ الگ بکھیر کر رکھدیگی پھر معنی فعل کے مستقل بالمفہومیت نرہینگے چنانچہ میر زاہد رحمۃ اللہ تعالے شرح مواقف امور عامہ کے موقف ثانی وجود و عدم کی بحث مین فرماتے ہین وھکذا ینبغی ان یفھم معنی الفعل فان معناہ معنی اجمالی مستقل بالمفھومیۃ یحللہ العقل الی الحدث والزمان والنسبۃ الی الفاعل المعین واللہ تعالے اعلم بالصواب۔

افعال دو قسم کے ہوتے ہین لازم اور متعدی **لازم** وہ فعل ہے کہ فاعل پر تمام ہو جاے محتاج مفعول بہ کا نہ ہو یعنی اس فعل کا فاعل سے تجاوز کر کے مفعول بہ پر پہونچنا تقدیراً یا تحقیقاً کوئی ضروری نہ ہو پس تعریف لازم مین اعتبار عدم ضرورت سے اس امر کا افادہ ہے کہ اگر افعال لازم کہین مفعول بہ کے ساتھ تعلق پکڑین ہماری تعریف کے منافی نہوگا اور یہ بات عربی فارسی اردو

مادہ حدث پر ہیأت اقتران پر دلالت کرنے سے فعل مرکب نہین بنجاتا

مجموعہ معانی فعل مین نسبت غیر مستقل ہے اور جز غیر مستقل سے استقلال فعل کے جاتے رہنے پر شبہ

مولانا جامی نے معنی کی دلالت کو دلیل حصر مین اعم رکھنے کا جواب

پس عموم تضمنی اسواسطے کافی نہین کہ بجائی اپنے مطابقی

معنی فعل کی اجمال اور تفصیل کے لحاظ سے مستقل وغیر مستقل بنانا

شرح مواقف سے تائید

تعریف فعل لازم

تعریف فعل لازم مین اعتبار عدم ضرورت کا افادہ

سب مین عام ہے جیسے ارشاد قرآنی ہے وَجَاءَتْهُمُ الْمُرْسَلُونَ اور جَنّٰى تَاتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ دیکھیے یہان ضمیر جمع غائب بلا توسط حرف جار خاصہ مفعول بہ ہے اور **شعر** در یغ آمدم زان ہمہ بوستان ؛ تہی دست رفتن سوے دوستان ؛ مصرعۂ اول مین میم متکلم اور مصرعۂ ثانی مین سوے دوستان بلا واسطۂ رابط آمد اور رفتن کے مفعول بہ مین اور اردو مین جیسے کہتے ہین مجکو بخار آیا۔ میر تقی کا شعر ہے **شعر** کس دل سے ترا تیر نگہ پار نہ گزرا ؛ کس جان کو یہ مرگ کا پیغام نہ آیا ؛ **متعدی** وہ فعل ہے کہ فاعل سے تجاوز کر کے مفعول بہ پر پہونچتا تحقیقاً یا تقدیراً اسکو ناگزیر ہے تحقیقاً جیسے زد زید عمرو را تقدیراً جیسے نظامی کا شعر ہے **شعر** زمین نادرہ تا نگوئی بنیار ؛ نبارد ہوا تا نگوئی بباز ؛ اے نیاورد زمین رستنیہا را و نبارد ہوا باران را۔ اب طریقۂ اشتقاق ملاحظہ فرمایئے ؛۔

فعل لازم کا بلا توسط حرف جار مفعول بہ زبان عربی مین

زبان فارسی مین ؛

زبان اردو مین

تعریف فعل متعدی

الماضی

بیان فعل ماضی و طریقۂ اشتقاق وغیرہ

لازمہ ذات مصدر نون کے گرا دینے اور حرف اخیر کو ساکن کر دینے سے ماضی مطلق کا صیغہ بنتا ہے جیسے گفتن سے گفت کردن سے کرد۔ ہم اس ماضی مطلق کو بمقابلہ ماضی ناقص کے بحکم اذا اطلق اطلق الفرد الکامل ماضی کامل کے ساتھ ملقب کرتے ہین۔ اگر اسکے اول مین لفظی یا ہمی یا اخیر مین یاے مجہول زیادہ کیجاے ماضی ناقص جسکو تمنائی۔ شرطی ناتمام دوامی استمراری کہتے ہین ظہور پاے جیسے گفت سے می گفت یا ہمی گفت یا گفتی مگر حروف تمنا کا اقتران جیسے کاش و کاشکے و کاج ان ماضیون کی تمنائیت پر قرینہ ہے قاضی رضی الدین اصفہانی کا شعر ہے **شعر** از خدا قرب تو آن روز کہ مے خواست رقیب ؛ کاش آزادی ما نیز تمنا مے کرد ؛ فردوسی [۱۱۲] **شعر** نزادے مرا کاشکے مادرم ؛ وگر زاد مرگ آمدے بر سرم ؛ اور ادات شرط جیسے اگر و چون و چو کا اتصال انکی شرطیت پر دال ہے۔ سعدیؒ **شعر** نعوذ باللہ اگر خلق غیب دان بودے ؛ کسے بحال خود از دست کس نیاسودے ؛ اور ان ہر دو یعنی ادات تمنا و شرط سے خالی رہنا دوامیت و استمرار کے معنی دیتا ہے۔ اور کبھی سیاق و سباق کلام قرینۂ مقام بنجاتا ہے۔ فردوسیؒ [۱۳۱] **شعر** مرا کاش ہرگز نہ پرورده بود ؛ چو پرورده بودی شبانم ربود ؛ اے نہ پرورده بودے۔ نظامیؒ **شعر** بدارا نداد انچہ داد از نخست ؛ ہمان داده را نیز از و باز جست ؛ اے انچہ مے داد یعنی سکندر نے دارا کو نہ دیا جو کچھ پہلے دیا کرتا تھا۔ اور کبھی یہ علامات زائد محض حسن کلام کے لیئے بھی لائی جاتی ہین جیسے

در داستان مشورہ سیاوش با زال و بہرام

مثال تمنا بلا علامت تمنا ۱۲

مثال استمرار بغیر علامت استمرار ۱۲

فردوسیؔ فرماتے ہین شعر زرومی و مصری و از بربری ٭ سواران شایستہ لشکری ٭ گزین کرد قیصر ده و دو ہزار ٭ ہمہ رزم جوے و ہمہ نامدار ٭ ز اختر شناسان و از موبدان ٭ جہان دیدہ و نامور بخردان ہمی برد با خویشتن شصت مرد ٭ پژوہندہ روزگار نبرد ٭ اسے گزین کرد و با خویشتن برد کہ اگر خصت شاہ بودی کہ من ٭ بیایم بنزدیک این انجمن ٭ نمی ماندمی زندہ از لشکرت ٭ ہمی بر سر نیزہ کردی سرت مولوی معنوی شعر ہمچنین در گریہ و در نالہ او ٭ شمردی جرم چندین سالہ او ٭ یہان یا تو ی و ہمی کی زائد مانین یا یاے تحتانی کو جس طرح اس شعر مین می اور ہمی ہر دو جمع ہو گئے ہین ان مین سے ایک کو زائد ماننا چاہیے۔ مولوی معنوی شعر آن ولی حق چو پیدا شد ز دور ٭ از سراپایش ہمی ی تخت نور اور ماضی کامل ہو یا ناقص انکے اخیر مین ضمائر مرفوعہ متصلہ کے لاحق کرنے سے چھ صیغے پیدا ہوتے ہین جیسے ان جدولون سے واضح ہے۔

جدول تصریف ماضی کامل

جمع متکلم	واحد متکلم	جمع حاضر	واحد حاضر	جمع غائب	واحد غائب
گفتیم	گفتم	گفتید	گفتی	گفتند	گفت

جدول قسم اوّل تصریف ماضی ناقص

جمع متکلم	واحد متکلم	جمع حاضر	واحد حاضر	جمع غائب	واحد غائب
می گفتیم	می گفتم	می گفتید	می گفتی	می گفتند	می گفت

جدول قسم ثانی تصریف ماضی ناقص

جمع متکلم	واحد متکلم	جمع حاضر	واحد حاضر	جمع غائب	واحد غائب
	گفتمے	۔	۔	گفتندے	گفتے

یہان چونکہ صیغہ واحد حاضر مین دو یاے مجہول کا اجتماع ایک ناموزون سا تھا تو وہ صیغہ بہت کم مستعمل ہوا اور اُسکی متابعت سے صیغۂ جمع حاضر اور جمع حاضر کی مطاوعت سے متکلم مع الغیر کو فصحا نے اپنے کلام مین بہت کم استعمال کیا جس سے عوام اُنکو متروک الاستعمال تصور کرنے لگے مگر در حقیقت ایسا نہین جیسے عوام کا خیال ہے بلکہ بطریق شذوذ مستعمل ہو بھی جاتے ہین چنانچہ صیغہ حاضر فردوسیؔ کے اس شعر مین شعر مرا کاش ہرگز نہ پروردیئے ٭ چو پروردہ بودی

بعد وفات سکندر آسمان سے شکوہ کرتے ہین

داستان لشکر آرائی سکندر بر جنگ فور

شاہ مازندران سے کہان رستم کے پیام پہنچانے کی داستان

بجاے نقطہ ی لفظ ہمی کا لانا اسی معنی کا افادہ کرتا ہے بخوف طوالت موجب ملالت اسکو جا جدا نہین بیان کیا

یاے مجہول والی ماضی ناقص کے صیغے مین سے واحد حاضر اور جمع حاضر و جمع متکلم قلیل الاستعمال ہین متروک الاستعمال نہین

نیاز روئے ۔ مولوی معنوی ؒ شعر شاد گشتی ہر کہ رویت دیدئے ۔ دیدنت ملک جہان ارزیدئے ۔

ولہ[185] در نماز استادہ بد بر روے ریگ ۔ ریگ کز تفّش بجوشد آب دیگ ۔ گفتئے سرمست بر سبزہ و گل ست

یا سوارہ بر براق و دلدل ست ۔ اے میگفتی ۔ اور صیغۂ جمع متکلم جیسے مولانائے رومؒ کے اس شعر

مین[206] شعر پس زمستیہا بگفتندے دریغ ۔ برزمین باران بدادیمی چو میغ ۔ گستریدیمی دران بیداد جا

عدل و انصاف و عبادات و وفا ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔ جاننا چاہیئے کہ اگر کسی امر متوقع پر

دلائل خارجیہ سے ایسا ثبوت بہم پہونچ جاے کہ اُسکے وقوع متوقعہ مین کسی نوع کا شک باقی

نہ رہے تو ایسے متوقع بلکہ متیقن الوقوع کو بجاے صیغۂ مضارع صیغۂ ماضی کے ساتھ بیان کرتے ہین

سعدیؒ شعر گذشت آنچہ در ناصوابی گذشت ۔ ورین نیز ہم در نیابی گذشت ۔ اے اگر این باقی عمرا

نیز بغفلت سپاری مثل عمر گذشتہ بگذرد ۔ مولوی معنویؒ[109] شعر پیش شیخ آمد کہ اے شیخ درشت ۔ تو یقین

دان کہ مرا استاد کشت ۔ گر براستاروم دست تہی ۔ او مرا بکشد اجازت میدہی ۔ اے یقین دان

کہ اُستادم را بکشد الخ ۔ فغانی کا شعر ہے شعر تو اے گل بعد ازین با ہر کہ می خواہد دلت بنشین ۔ کہ من

چون لالہ با داغ جفایت زین چمن رفتم ۔ دلے مے باید و صبرے کہ آرد تاب دیدارش ۔ فغانی گر دلے

داری تو باش اینجا کہ من رفتم ۔ پس مین فارسی مین ان دو کامل و ناقص ماضیون کا اور ان تین

تصریفون کا قائل ہون ۔ تصریف تین ہین اسلیئے کہ می اور ہمی کو ایک ہی سمجھتا ہون ۔ پس است و

بود و شاید و باید و توانست و تواند و توان کی ترکیب سے میرے نزدیک فعل مفرد نہین رہتا جملہ بنجاتا

ہے پھر ان جمل فعلیہ کو بسیط صیغے ماننا ماضی قریب ماضی بعید ماضی تشکی ماضی مع القدرت وغیرہ

کے ساتھ ملقب کرنا بڑی مسامحت ہے اسکی کچھ تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ بیان مستقبل کے ضمن مین عرض

کرونگا اگرچہ اس مین ایک جمہور قواعد نگارون کا خلاف ہے مگر خرد خداداد کے نزدیک جو امر محقق ہو

پیش کردینا انصاف ہے ۔ خیر یہ جمل فعلیہ ہون یا فعل مفرد یہان ایک امر جو بڑے بڑے فاضل

انشا پردازون کا مزلّۃ الاقدام بنا ہوا ہے واجب العرض ہے عرض کرتا ہون ذرا توجہ کے ساتھ

ملاحظہ فرمائین وہ یہ ہے کہ **تواند** اُسی جگہ بولا جاتا ہے کہ جہان اُسکا فاعل عبارت مین مذکور ہو

جیسے **قطعہ** بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش ۔ عذر بدرگاہ خدا آورد ۔ ورنہ سزاوار خداوندیش

کس نتواند کہ بجا آورد ۔ اس مین لفظ کس فاعل نتواند کا مذکور ہے برخلاف توان کے کہ اوسکی

صیغۂ ماضی کی بجائے صیغۂ مضارع لانے مین نکتہ

است و بود و شاید و باید و توان و تواند کی ترکیب سے وہ مرکب کلام بنجاتا ہے کلمہ نہین رہتا

توان و تواند کا مابہ الامتیاز

فاعل کا عدم ذکر واجب ہے جیسے شعر توان در بلاغت بسحبان رسید * نہ در کُنہ بیچون سبحان رسید *
بعض وقت اُسکے مفعول کو جو حاصل بالمصدر صورت مین ماضی کی ہوا کرتا ہے حذف کرتے ہین فردوسیؒ
شعر کیے آنکہ از نامداران گوان * پس پرن بدست توان کے توان نہ لے کے توان کرد۔ اس کے فاعل کا عدم ذکر اسوجہ
سے واجب ہے کہ یہ لفظ توان دراصل صیغہ جمع غائب توانند کا مخفف ہے اور صیغہاے جمع غائب بجاے
مجہول مستعمل ہوا کرتے ہین جیسے اس شعر مین سعدیؒ شعر چو دارند گنج از سپاہی دریغ * دریغ آیدش
دست بردن بہ تیغ * یعنی سپاہی سے خزانہ دریغ رکھا جاے الخ ظہوری شعر خبر از راز پنہانیش دادند
سواد خط پیشانیش دادند * ولہ گر اکسیر سرور و سور سازند * زخاک پاک بیجاپور سازند * یعنی ممدوح
کو اسرار نہانی کی خبر دی گئی ہے الخ اگر سور و سرور کے لئے اکسیر بنائی جاے بیجاپور کی خاک سے
بنائی جاے۔ سعدیؒ شعر مشو ناتوانی ز رحمت بری * کہ رحمت برندت چو رحمت بری * اسی طرح
آغاز حکایات مین اکثر مستعمل ہے جیسے بوستان مین ہے شعر حکایت کنند از جفا گسترے * کہ فرماندہی
داشت بر کشورے * چنانچہ عربی مین حُکِیَ ان کے ساتھ حکایت شروع کرتے ہین مدخول ان
یعنی تمام حکایت تاویل مین مفرد کی ہوکر فعل مجہول حُکِیَ کا مفعول مالم یسمّ فاعلہ بنجاتا ہے۔ یہ امر
کچھ فارسی کی خصوصیات سے نہین ہے اُردو مین بھی یہی بات ہے آغاز حکایات مین جیسے
"کہتے ہین کہ کسی شہر مین کوئی بادشاہ تھا" یہان بھی مدخول کہ یعنی تمام حکایت تاویل مین مفرد کے
ہوکر حکایت کنند اور کہتے ہین کا مفعول مالم یسمّ فاعلہ ہے۔ مترجم شمشیرخانی صاحب سرور سلطانی
خاتمہ کتاب مین لکھتے ہین "شر اور ذو القرنین جو لقب ہوا اسکی کئی وجہین لکھی ہین" اور ممکن ہے
کہ ان مثال سے جیسے حکایت کنند سے حکایت کنندگان اور دارند گنج از سپاہی دریغ سے دریغ
دارندگان مفہوم ہوتا ہے انکی جانب یہ جمع کی ضمیر (جو فاعل اس فعل کی ہے) راجع ہو۔ اور یہی
تاویل صیغہ مفرد معلوم محذوف الفاعل مین کیجاتی ہے چنانچہ میر امّن دہلوی نے باغ و بہار کی آغاز داستان
مین اسی تاویل کی مطابقت کی ہے جہان لکھا ہے "کہنے والے نے کہا ہے کہ آگے روم کے ملک
مین الخ" جیسے آفرید مولوی معنویؒ کے اس شعر مین مثنوی شعر زندہ شد او چون پیمبر را بدید * گوئیا آدم
مر او را آفرید * غرض اگر صیغہ جمع غائب توانند بلاتخفیف سالم مذکور ہو تو اُسکے فاعل کو ذکر کرنا اور حذف
دونون امر متساوی ہین درصورت حذف وہی دو تاویلین یا بمنزلہ مجہول قرار دین یا اُس فعل سے

لفظ توان کی تحقیق

صیغہاے جمع غائب کا بجاے مجہول استعمال

زبان اردو مین بھی یہی بات ہے

صیغہ جمع غائب مفرد محذوف الفاعل میں بھی وہی دو تاویلین

صیغہ معلوم مفرد کا محذوف الفاعل ہونا بھی استعمال ہوتا ہے اسکی مثالین

جو صیغہ اسم فاعل کا مفہوم ہوتا ہے اُسکی جانب ضمیر جمع کو راجع کردین اور اگر صیغہ مین تخفیف کر کے توان کہا جاتا ہے تو عدم ذکر فاعل کا بمنزلہ شرط کے ہو کر واجب ہو جاتا ہے تا تخفیف لفظ تخفیف معنے پر دال ہو جاے اب توان کے ساتھ فاعل کا ذکر کرنا خطا ہو گا واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب اسکی نظیر لفظ خواہی اور اُسکا مخفف خواہ عنادیہ ہے چنانچہ بیان حروف عناد مین عرض کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ الحاصل فرق تواند و توان مین معلوم ہو گیا کہ ذکر فاعل تواند مین واجب اور عدم ذکر فاعل توان مین مشروط ہے پس محقق صاحب طبع رسا نکتہ سنجی وقیقہ رسی مین نے نظیر یکتا۔ استاد فن امام سخن حضرت صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ تحقیقات غوامض سخن مین جو فرمایا ہے "توان در محل تواند نیز آید نظیری گوید نگارے تند خو دارم قمر ہیکل فلک شیوہ ٭ بہر کس بد کند خاطر بنا شد روے بہبودش مزاج نازکی دارد کہ بہر ہیچ مے رنجد ٭ چو مے رنجد کسے نتوان بصد جان کرد خوشنودش ٭ غلط نسخہ پر اعتماد کر لیا الحق غلط نویس کاتبون کے تصرفات بیجا ایسے ہی دھوکے مین ڈالدیتے ہین ورنہ یہ شعر اسطرح ہے شعر مزاج نازکے دارد کہ بہر ہیچ مے رنجد ٭ چو رنجید از کسے نتوان بصد جان کرد خوشنودش اور نسخہ مطبوعہ بھی یون ہی ہے پس توان کا تواند کی جگہ استعمال ثابت نہ ہوا واللہ تعالیٰ اعلم

اور مطلق ماضی پر الف زائد بھی لایا جاتا ہے اس مین خصوصیت صیغہ واحد غائب کی کچھ نہین جیسے گفتا گفت صیغہ غائب سے گستردیا گستردی صیغہ حاضر سے آبادما آبادم صیغہ متکلم سے سعدی شعر بگفتا من گلے ناچیز بودم ٭ ولیکن مدتے با گل نشستم ٭ فردوسی شعر نگہ کن کزین بدگمان گستر دیا ٭ اباشاہ ایران چہ برخوردیا ٭ ولہ زبہر نیکوئی بہر وز بودیا ٭ چنان کز دلم زنگ بزدودیا ٭ ولہ زنامردی خویش ترسیدیا ٭ زجان و روانم تو ببریدیا ٭ ولہ من از بادشاہیت آبادما ٭ بزرگان فرخندہ بنیادما

المضارع

حال اور استقبال کے دونون زمانون مین شرکت رکھنے والے صیغہ کا مضارع نام ہے اور لغت مین ایک پستان سے دودھ پینے والے بچون کو آپس مین مضارع کہتے ہین تو مناسبت ظاہر ہے کہ حال اور استقبال کے دونون زمانے اسی ایک صیغہ کے ساتھ جبکا مضارع نام ہے وابستہ ہین تو صیغہ مضارع کو حالی و استقبالی ہر دو معنونکے وضع مین مشترک ماننا بہ نسبت ایک کو حقیقت دوسری کو مجاز کہنے کے اولیٰ و اصوب ہوگا بلکہ معنی امر کے لیئے بھی صیغہ مضارع کا مشترک ہے اسواسطے کہ امر چاہیے

غائب ہو یا حاضر یا متکلم اُس مین یہی ہوتا ہے کہ آمر کو اپنے حکم کرنے کے بعد مامور سے ایقاع فعل مطلوب ہوتا ہے غائب جیسے نظامی شعر چنین داد فرمان بہ سالار بار ۞ کہ با ما نداردکس امروز کار ۞ ولہ بفرمود تازین بر ابرش نہند ولہ فسون نامۂ ژند زاتر کنند ۞ وگرنہ بزندان دفتر کنند ۞ حاضر جیسے فردوسی پیران کے قتل کی داستان مین لکھتے ہین شعر گذر شان وہی تا بتوران شوند ۞ بر ایشان نہ سازی بکینہ گزند ۞ اے ایشان را راہ بدہ تا بتوران روند الخ پھر اگر کاف اور تا مصدری اُن پر آتا ہے تو ان صیغون کو مصدر بنا کر تاویل مین مفرد کے کر دیتا ہے۔ لیکن صیغہ واحد حاضر مین علامت حاضر یا ے تحتانی کا حذف کرنا تخفیفاً کثرت استعمال کے اقتضا سے ہے چنانچہ منادا مین اکثر ترخیم کا قاعدہ جاری ہے کیا معنی کہ ندا اور مخاطبہ کی کثرت سے احتیاج پڑتی ہے جس شئے کی احتیاج اس کثرت کو پہونچے اُس مین تخفیف آسانی اور سہولت کا موجب ہے۔ اور اسی صیغہ مرخم کا معنی مضارع عرفی مستعمل ہونا ہمارے اُس دعوے کا موئد اور ان معنون کے باہم مشترک ہونیکی قوی دلیل ہوسکتی ہے۔ تہمان قلمرو سخن خاقانی رح کا شعر ہے شعر دانی چہ کن بنا خوش وخوش کم کن آرزو ۞ سیمرغ وش زناکس وکس گم کن آشیان ۞ اے دانی چہ کنی الخ فردوسی رح شعر میان دو صف شیدہ اورا بدید ۞ یکے بادسرد از جگر بر کشید ۞ بدو گفت پور سیاوش توئی ۞ خردمند و بیدار و خامش توئی ۞ اگر جنگ جوئی زبیش سپاہ ۞ برو دور بگزین یکے جائگاہ ۞ کز ایران و توران نہ بینند کس ۞ نخواہند یاران فریادرس ۞ چنین داد پاسخ بدو شہریار ۞ کہ اے شیر درندۂ کارزار ۞ زپیش پدر چون بیار استی ۞ ز لشکر نبرد مرا خواستی ۞ مرا خواستی کس نبودی روا ۞ کہ ہشت فرستادمے ناسزا ۞ کنون آرزو کن یکے رزمگاہ ۞ کہ باشد بدور از میان سپاہ ۞ اے اکنون آرزو مے کنی الخ مگر اشتراک زمانی دوہی مین یہ ہیگا اسواسطے کہ امر بھی زمانہ مستقبلہ کو متضمن ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب صیغۂ امر مخاطب مین ترخیم اس درجہ رواج ہوگیا کہ ظاہر نظر اسی کو اصل اور کامل صیغہ تصور کرتی ہے اور جب معنی امر مین صیغہ مضارع کا اسقدر اشتراک متحقق ہوگیا بلا تکلف مین کہہ سکتا ہون کہ الف والے دعائیہ صیغے بھی امر و نہی کے صیغے ہین چنانچہ اُنکی نفی کے لیئے بھی میم لائی جاتی ہے اسواسطے کہ مزید و مرخم یہ ہر دو خلاف اصل تھے تو ان دونون کی نفی پر بخلاف اور صیغون کے میم لاتے ہین ورنہ اصل مین کلمۂ نفی نون ہے یعنی اصل صیغہ وہی ہے جس مین نہ زیادتی ہو نہ کمی پس یہ مزید و مرخم صیغے

امر واحد حاضر مین علامت حاضر یائے تحتانی کی حذف کا سبب

اسی صیغہ مرخم کے معنی عرفی مضارع مستعمل

معلوم ہوا کہ امر کو بھی ... مضارع ...

الف والے دعائیہ صیغے بھی امر نہی ہین

نہی اور دعائیہ الف والے صیغون پر نفی کے لیئے میم لائی جاتی ہے

خلاف اصل ہوئے تو انکی نفی کے لیئے میم ایک ایسا حرف قرار پایا کہ وہ اصلی حرف نفی نہین ہے اسواسطے
کہ نفی کے لیئے فارسی مین مصادر اور سائر افعال پر نون نافیہ لایا جاتا ہے کیا معنی کہ جب تلک یہ صیغہ اپنی
اصلیت پر بلا ترخیم و زیادت رہیگا اُس پر نفی کے لیئے نون ہی لایا جائیگا جیسے سعدیؒ کا شعر ہے شعر
معشوق ہزار دوست را دل ندہی ٭ اے دل مدہ۔ نظامیؒ فرماتے ہین شعر چنان بہ کہ با او مدارا کنید ٭
بپائید و عذر آشکارا کنید ٭ نباید کہ آن آتش آید بتاب ٭ کہ ننشیند آنگہ بدریاے آب ٭ اے مبادا کہ
آن آتش الخ و لہ سکندر کہ شہ ہفت کشور نماند ٭ نماند کسے چون سکندر نماند ٭ اے نماناد ہیچ کس الخ۔ اسی
طرح جب نفی و منفی کے بیچ مین فاصلہ واقع ہو جیسے فردوسیؒ کا شعر ہے شعر تو خون سر شہریاران
مریز ٭ نہ از گاہ ذرغار بے بن گریز ٭ اے بگریز۔ جاننا چاہیئے کہ صیغہاے نہی مرخم و مزید پر جو در حقیقت
امر منفی ہین بخلاف اور منفی صیغون کے میم اس لیئے لاحق کرتے ہین کہ نہی بمعنی طلب ترک ایک مستقل صیغہ
یعنی ایک امر وجودی سمجھا گیا ہے اور بوجہ طلب اور ترک کے گویا مجمع عدم و وجود ہے تو ان دونون معنون
کے ادا کرنے کے لیئے میم ایسا مناسب حرف معین ہوا جو قوت مین نون اور بے کے ہے جو حروف نفی
و اثبات ہین۔ البتہ یہ شبہ واقع ہوگا کہ نون اور بے اسی ترتیب کے ساتھ زتی مین میم کے آتے ہین
اور درصورت عکس ترتیب انکو پیرایہ میم کا ہرگز حاصل ہو نہین سکتا اور ترکیب معنی نہی یعنی طلب ترک
مطابق ترتیب معکوس ہے۔ تو عرض کرتا ہون چونکہ فعل مین حدث کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی فعل متضمن
معنی حدثی ہے اور حدوث کو سبوق عدم لازم اور کل افعال ممکنات کے مسبوق بالعدم ہین پس درصورت
اجتماع وجود و عدم یعنی اثبات و نفی عدم کو وجود پر پیشقدمی کرنے کے لیئے اسقدر حیثیت بس ہے اور یہ
بھی ظاہر ہے کہ وجود اشرف ہے عدم اخس اور از روے مسئلہ مسلمہ کہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے
نفی کو اثبات پر مقدم و بالانشین ہونا لازم ہوا کہ وہ نتیجہ ترکیب کا ہے معہذا یہ فعل باعتبار حقیقت
منفی ہے اور منفی مین نافیہ کا اقتضاے صدارت ایک لابدی امر ہے تو نون بے پر مقدم ہوا اور پھر
قوت مین میم کے ہوکر ترکیب مزجی سے عین میم بنگیا چنانچہ جب فعل پر نون نفی اور باے زائد جمع
پڑ جاتے ہین تو انہین متذکرہ بالا وجوہ سے نون کو با پر مقدم کرتے ہین جلال اسیر شعر از طاقت من
رنجش بیجانہ بپرسی ٭ شاید کہ بگویم بتو عمدا نہ بپرسی ٭ نظامیؒ شعر میان دو پرکار ننشست شاہ ٭
درین دوران گرد نیکو نگاہ ٭ نہ بشناخت از یکدگر بازشان ٭ نہ پے بردہ بر پردۂ رازشان ٭

وجہ اول۔

وجہ دوم

وجہ سوم

تائید ان وجوہ کی اساتذہ کے کلام سے ٭

مولوی معنوی حم شعر وقت غارت خواب ناید خلق را ﴿ تا نہ برباید کسے زو دلق را ﴾ صاحب فرہنگ
رشیدی تقدیم با بر نون کے قائل ہین اس دلیل سے اسکا ثبوت دیتے ہین "چرا کہ با از حروف زیادت
وحروف زائد درمیان کلمہ معقول نباشد" تسامح اس قول کا ظاہر ہے چنانچہ صاحب جواہر الحروف نے
اسکو رد کیا ہے پس تحقیق یہی ہے کہ نون بے پر مقدم کیا جاے اسلیئے کہ با اگرچہ حرف زائد ہے
لیکن وہ اپنے فعل مدخول کے مثبت ہونے پر دلیل ہے اور ورود نفی کا اسپر ایک عارضی امر ہے
چونکہ نفی اور اثبات مین تناقض ہے اور اجتماع نقیضین محال ہے اگرچہ یہان اجتماع متناقضین کا نہین
کسواسطے کہ اثبات ونفی یہان جمع نہین پڑے بلکہ آلات وادوات اثبات ونفی کے اجتماع سے
صرف صورت اجتماع نقیضین کی سی ہوگئی ہے تو بھی اسکا استعمال بہت کم رہا یہانتک کہ خاص
خاص ہی لوگ ان استعمالات پر واقف ہین یعنی اداۃ اثبات ونفی یعنی با و نون ایک فعل پر بہت
کم جمع کیئے جاتے ہین مگر جب کبھی جمع ہوتے ہین وہ با جو آلہ اثبات فعل ہے اُس فعل معروض النفی
کا کالجزو بنا دیا جاتا ہے اب اتصال فعل کے ساتھ اُسکو واجب ہو جاتا ہے۔ اور کالجزو بننے مین اس
باے مثبتہ کو اداۃ نفی پر ترجیح کی وجہ یہی ہے کہ فعل معروض النفی قبل ان دونون نفی واثباتی حالت کے
اپنے درجۂ اطلاق مین زیادہ تر مناسبت اثبات سے رکھتا ہے کیونکہ مثبت فرد کامل ہے بلکہ مثبت
اسی مطلق کے پیرایہ مین استعمال پاتا ہے اور فرد کامل علامت وجداشناس سے بے نیاز ہوا کرتا ہے
یعنی علامت وجداشناس کا اُسپر لانا ضروری اور واجب نہین ہوا کرتا ہان فرد ناقص کے لیئے
علامت وممیز ضرور ہے چنانچہ اصول جبریہ کو ملاحظہ فرمایئے کہ اثبات ونفی یعنی جمع وتفریق کے
لیئے یہان علامتین مقرر ہین ایک سیدھے پڑے ہوئے خط کا ایک سیدھے کھڑے ہوئے خط سے
تقاطع جس سے چار قائمے پیدا ہو جائین جیسے یہ شکل + اثبات یعنی جمع کے لیئے اور صرف
ایک پڑا ہوا سیدھا خط جیسے — نفی یعنی تفریق کے لیئے موضوع ہے با این ہمہ اگر کوئی مسئلہ
حروف مثبتہ سے آغاز کیا جاتا ہے اُسپر علامت اثبات نہین لائی جاتی حروف معدود صرف
اُنکے اطلاق پر چھوڑ دیئے جاتے ہین جیسے ب ۔ ح بخلاف نفی کہ اگر کوئی مسئلہ حروف
منفیہ سے شروع کیا جاتا ہے علامت نفی کا اُسپر لانا ضرور اور واجب ہو جاتا ہے جیسے ب
+ ح اور یہی حال واحد اور جمع کا ہے یعنی واحد کو فرد کامل اور جمع کو فرد ناقص سمجھنا چاہیئے اسی وجہ سے

رشیدی عکس ترتیب کے قائل ہین

وجہ ثانی تقدیم حرف النفی بر حرف اثبات

فرد کامل سے علامت وجداشناس سے بے نیاز ہونے

مطلق صیغہ واحد پر دال ہو جاتا ہے اور جمع کے لیئے علامت ند وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے دیکھیے
اصول جبریہ مین جب حروف معدود عدد سے خالی ہون واحد واحد شمار ہونگے جب واحد سے متجاوز
ہون پھر تعیین عدد اور اُنکا اظہار واجب ہو جاتا ہے جیسے مسئلہ ب + ب + ب = ۳ ب
ہوگا۔ نیز واحد کا فرد کامل ہونا اس سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ اصل ہر کثرت ہے کیا معنے کہ
اُسکے کسور سے کثرت داخلی اور افزایش سے کثرت خارجی پیدا ہوتی ہے۔ غرض فرد کامل علامت
سے نے نیاز ہوا کرتا ہے تو فعل مثبت کو فعل مطلق کے ساتھ زیادہ تر مناسبت بلکہ کمال اتحاد ہوا
تو ادات مثبتہ کو فعل مطلق کا کالجزر بنجانے کا ہر طرح کا استحقاق نہ ہے۔ اور اس سے یہ بات نہ سمجھ جائین
کہ اب میم نہی پر (چونکہ وہ درحقیقت نون نفی اور باے اثبات زائدہ ہے) پھر ایک باے زائدہ
لانا جائز نہین کسواسطے کہ وہ میم نہی ایک حرف جداگانہ اور نہی ایک صیغہ مستقل سمجھا گیا ہے نہ
امر منفی تو اب اس نظر اجمالی نے اُسپر باے زائدہ کا لانا جائز کردیا فرخی کا شعر ہے **شعر** آئین مہ و مہر
تو داری و تو دانی ❊ آئین مہ و مہر نگہدار و بگذار ❊ فوقی یزدی **شعر** بیا زاہد اترک سالوس کن ❊
ریا را بزنجیر محبوس کن ❊ دگرنہ مکن آشنائی بمن ❊ بمفروش زہد ریائی بمن ❊ مگر استعمال اس میم کا
جب ہی تک جائز ہے کہ وہ افعال کے ساتھ متصل ہو جدا نہ ہو ورنہ وہی نون نافیہ با ہاے مختفی
متمہ یعنی لفظ نہ لایا جائیگا۔ محقق دانا بہار فرزانہ نے درصورت فصل بھی میم ہی کو تجویز فرمایا ہے مگر
اس میم کو نون نفی کی طرح مرکب بہ ہاے مختفی جو مظہر حرکت و متمم کلمہ ہے مانا ہے اور ان اشعار کو سند
گردانا ہے حکیم سنائی رح **شعر** بر سرِ جور تو شد دینِ من و دستے من ❊ کہ مہ شب نوش و قبا بادت و مہ
زین و فرس ❊ ناصر خسرو **شعر** بر راہ امام خود ہمی تاز و ❊ اورا مشناس و مہ امامش را ❊ خاقانی **مصرع**
چو صرع آمیخت با عقلی مہ سر باد و مہ دستارش ❊ میرے نزدیک وہی نہ ہے غالباً یہ تحریف خوانی
ہے البتہ کسی اُستاد اہل زبان کے مادہ تاریخ مین یہ لفظ واقع ہو یہ امر طے ہو سکتا ہے وَاللہُ تَعَالیٰ
شَانُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ فعلون پر بجاے نون نافیہ الف کے ساتھ نا بھی آتا ہے نظامی رح **شعر**
دور انجاے کاندیشہ نا دید جاے ❊ درود از محمد قبول از خداے ❊ خواجہ حافظ رح **شعر** ہرگز بہ شمائل تو
سروے ❊ نارستہ ز بوستانِ شاہی ❊ اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ بمناسبتِ جواب بمطاوعت
جنسی مضارع غیر دعائیہ مین الف کو محض زائد بھی لے آتے ہین جیسے لفظ باد نظامی رح کے اس شعر مین

شعر متاع گرانمایہ کاسد مباد ❊ وگر باد جز عیب حاسد مباد ❊ اور یہ دعائیہ صیغے بھی اور صیغوں کیطرح
غائب حاضر متکلم کے ساتھ گردانے جاتے ہیں غائب جیسے عرفیؒ کا شعر ہے شعر زدور دیدۂ تو بگو یاد آسمان
تا حشر ❊ کہ دہد حشمت این رفت و دور آن آمد ❊ نظامیؒ شعر نسبت تو بر گاہ فرخندہ باد ❊ سران جہان
پیش تو بندہ باد ❊ اور حاضر جیسے نظامیؒ شعر جزین نیز بینم ترا شش خصال ❊ کہ بادی برومند از ماہ و سال ❊
فردوسیؒ شعر چو خواہی کہ تاج تو ماند بجائے ❊ مبادی جز آہستہ و پاک رائے ❊ اور متکلم جیسے حسان عجم
خلاق معانی خاقانیؒ نعت میں فرماتے ہیں شعر بینام لباس کار و بارت ❊ مُعلَم بطراز چار یارت ❊
رایات ترا خلل مبیناد ❊ آیات ترا بدل مبیناد ❊ کبھی یہ یائے خطاب بضرورت حذف کیجاتی ہے
نظامیؒ خرد نامہ میں فرماتے ہیں شعر بہر جا کہ باشی تنومند باد ❊ سپندے بر آتش فگن بامداد ❊ اور
کبھی الف دعائیہ حذف کیا جاتا ہے صرف مضارع بغیر زیادتی الف بمعنی دعا مستعمل ہے عرفی کا شعر ہے
شعر بپیکر خصم ترا خاک بر دو سر بہ نشیب ❊ و دشمن جاہ ترا دار کند سر بلفراز ❊ کبھی اس لفظ باد میں جو
مخفف بواد ہے الف دعائیہ کے حذف سے تخفیف در تخفیف کیجاتی ہے۔ فردوسیؒ شعر بریدہ
زبانت بہ شمشیر بد ❊ بست سوختہ ز آتش ہیر بد ❊ اے زبان تو بشمشیر بریدہ باد ولہ بدو گفت شاہا
انوشہ بدی ❊ ترا بر زمین فرۂ ایزدی ❊ ولہ بدو گفت گودرز انوشہ بدی ❊ ز دیدار تو دور چشم بدی ❊
مگر فصحائے متاخرین نے بالتباس قبیح استعمال نہیں کیا۔ اور کبھی دال اخیر کو حذف کر دیتے ہیں۔
فردوسیؒ شعر کہ خرم بوا ایں و مان تو ❊ بگیتی پراگندہ فرمان تو ❊ اے خرم بواد۔ مولوی معنویؒ شعر
حال ما اینست در فقر و عنا ❊ ہیچ مہمانے مبا مغرور ما ❊ اے مباد۔ اور کبھی بحکم ضرورت وقت قیام قرینہ
صیغۂ دعائیہ کامل حذف کیا جاتا ہے جیسے چشم بد دور نظامیؒ شعر نشستہ جہانجوئے با بخردان ❊
ازان دائرہ دور چشم بدان ❊ اے دور باد۔ ولہ سر سبزش از شادی افراختہ ❊ سر خصم در پایش انداختہ
اے افراختہ باد انداختہ باد۔ واضح ہو کہ باد بواد کا مخفف ہے چنانچہ کبھی بغیر حذف حرف اصلی مستعمل
ہو جاتا ہے فردوسیؒ شعر دی داد و مروت خجستہ بواد ❊ در بہر بدی بر تو بستہ بواد ❊ اگرچہ حقیقت میں
لفظ باد بواد کا مخفف ہے اور بواد بود کا مزید علیہ مگر قطع نظر ان تحقیقات سے جسطرح لفظ گزشت
وغیرہ اداۃ استثناء وغیرہ بنا لیئے گئے ہیں یہ لفظ باد بھی ادات دعا و کلمۂ دعا بنا لیا گیا ہے ورنہ ظاہر
ہے کہ باعتبار تحقیق لفظی اس لفظ باد میں دال اخیر علامت مضارع واحد غائب کی ہے پھر اس پر

یاے حاضر کے الحاق سے بادی کہنا کسطرح جائز ہوتا جیسے یارب کو قطع نظر ترکیب ندائی کے
ایک کلمہ قرار دیکر یار بہا دیا ربے جمع وتنکیر بنالی ہے جیسے منادا ہین گزر چکا۔ غرض یہی صیغۂ مضارع
ہے کہ بمعنی حال بھی مستعمل ہوتاہے اور یہی بمعنی مستقبل بھی مستعمل ہوتاہے اور یہی بمعنی امر بھی مستعمل ہوتاہے
البتہ قرائن وعلاماتِ تعیین معنی واحد کے لیئے معین ہوجاتی ہین جیسے کلام عرب مین سین وسوف
علامت مستقبل ہین فارسی مین می وہمی تخصیص معنی حال کی علامت سمجھنی چاہیئے اور کبھی اس باتکا
خیال بھی نہین کرتے ان علامتون کو محض زائد لے آتے ہین۔ کبھی سیاق وسباق پر کفایت کرتے
ہین۔ صائب اصفہانی کا شعر ہے **شعر** در آفتاب قیامت نمی شوی سیراب ٭ ز تشنگی نشود تا دل تو
آب اینجا ٭ یہان نمی محض زائد ہے ورنہ مخل معنی ہوگا کسواسطے کہ قیامت مستقبلہ ہے اور اس علامت
اور فعل مین فصل بھی جائز ہے سعدیؒ **شعر** خور و پوش و بخشاے وراحت رسان ٭ نگہ می چہ داری
زبہر کسان ٭ علاءالدین کا شعر ہے **شعر** طعنہ زنی بمفلیسہا مارا ٭ ما مفلس از آنیم کہ تو سیم برے
مولوی معنویؒ **شعر** مومنان آئینۂ ہمدیگر اند ٭ این خبر می از پیمبر آورند ٭ کسی اُستاد کا شعر ہے
شعر گوئی کہ چنان کودک می کس بجہان بیند ٭ ہم چابک وہم زیرک ہم نیکو وہم بخرد ٭ اکثر یہ
قاعدہ ہے جب اس فعل کی نفی کیجاتی ہے حرف نفی اس لفظ می پر جو علامت حال یا استمرار کی
لاحق کرتے ہین مگر بعض وقت اسکے خلاف حرف نفی خود فعل پر لاحق کرتے ہین اس علامت کو
خالی اور سادہ چھوڑ دیتے ہین سعدیؒ **شعر** مہا زور مندی مکن بر کہان ٭ کہ بر یک نمط می نماند جہان
کبھی یہ علامت مضارع مین صیغۂ ماضی کی طرح معنی دوام واستمرار پیدا کرتی ہے جلال اسیر کا شعر
ہے **شعر** تو بہ قدر شکستگی دانست ٭ بعد ازین گاہ گاہ می شکند ٭ یہان استمرار استقبالیت مین ہے
بقرینہ لفظ بعد اور ترجمہ اسکا ٹوٹا رہیگا۔ مگر عربی کے سین وسوف کی طرح لفظ خواہد کو علامت استقبال
کہنے مین مجکو بڑا تامل ہے اسواسطے کہ مثلاً اشتراک کی وجہ سے جب صیغۂ مضارع معنی حالی اور
استقبالی مین مبہم غیر متعین المعنی رہا تو جیسے تعیین حال کے لیئے می یا ہمی صیغۂ مضارع پر لاحق
ہوتی ہین لفظ خواہد بھی اُسی مضارع پر آنا چاہیئے نہ کہ صیغۂ ماضی پر کسواسطے کہ صیغۂ ماضی مین کوئی
ابہام زمانی نہین ہے جسکو یہ خواہد دفع کرے پس یہ جملہ فعلیہ ہے اسکی ترکیب خواستن کے
مضارع خواہد اور ایک حاصل بالمصدر سے وقوع مین آئی ہے اور یہ حاصل بالمصدر خواہد کا

مفعول نہ ہے اور یہی حال توان اور تواند کی ترکیب کا ہے چنانچہ انکے جزء ثانی کی مصدریت
ان اشعار سے بالتصریح واضح ہے۔ سعدیؒ **شعر** و خواہند بودن بمحشر فریق ٭ ندانم کدامان
دہندم طریق ٭ حزین **شعر** گر عندلیب خامہ ات ترک نوا گوید حزین ٭ گلشن بمرغان چمن
بیت الحزن خواہد شدن ٭ توان اور تواند جیسے سعدیؒ کا شعر ہے **شعر** نہ ہر جای مرکب
توان تاختن ٭ کہ جاہا سپر باید انداختن ٭ حزین **شعر** تو بجز از قصوری ادراک خودی ٭ موجود
نہان نمی تواند بودن ٭ واضح ہو کہ تواند اور خواہد اور انکے مفاعیل کا (جو حاصل بالمصدر صورت
ماضی مین ہے) فاعل علے سبیل التنازع ایک ہی ہے جیسے زید تواند کرد مین توانائی رکھنے والا
اور کرنے والا زید ہی ہے اسیطرح خالد خواہد گفت مین خواہندہ یعنی ارادہ کرنے والا اور کہنے والا
خالد ہی ہے اور اسی وجہ سے کہ انکا جزء ثانی حاصل بالمصدر ہے ضمائر متصلہ مرفوعہ جو خاصہ فعل
ہین اسی خواہد مضارع پر لگائے جاتے ہین مصدر ماضی صورت پر نہین لگائے جاتے جیسے خواہد کرد
خواہند کرد۔ خواہی کرد۔ خواہم کرد۔ خواہیم کرد۔ اسیطرح باید و شاید و است و بود و باشد کو مع انکے اسم
و خبر کے ماضی قریب و بعید و شکی وغیرہ نام رکھے ہین کسواسطے کہ وہ ماحصل مفہوم اس مرکب کا
ہے۔ شاید اس ترکیب کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی یہ وجہ ہو کہ اہل زبان نے مبتدی
کو جب اس لفظ مشترک کند کے مثلاً دونون معنی جدے جدے سمجھائے تو یون تشریح کی کہ این
صیغہ دو معنی دارد یک معنی حالست و معنی دیگر استقبال کہ آن را بعبارت خواہد کرد ون تعبیر توان نمود"
پس یہ مفاد نقل ہوتے ہوتے مسامحت سے عین صیغہ مستقبل بن گیا چنانچہ حضرت نظامیؒ نے
معنی استقبال کو اس نوع کی عبارت مین ادا فرمایا ہے **شعر** شب شب قدر وقت وقت دعا ست ٭
یافت خواہی ہر انچہ خواہی خواست ٭ اے بیابی ہرچہ طلبی۔ ہماری اس تحقیق پر اگر کوئی شبہ
کرے کہ صیغہ مضارع کے معنی استقبالی کی تفہیم مین خواہد کو جو خود مضارع خواستن کا ہی لے آنا
مستلزم دور ہے پھر تفہیم امکان سے دور ہے کیا معنی کہ اس خواہد کی استقبالیت خود مبہم
ہوئی اور اپنے معنی استقبالی کی تعیین کے لیئے ایک دوسرے امر خارج کی محتاج تو اور ونکی
استقبالیت کی تعیین اس قسم کے لفظ سے کب ممکن ہے بقول **مصرعہ** او خویشتن گم ست
کرا رہبری کند ٭ مین عرض کرتا ہون کہ ہمکو بیان فعل آتی مطلوب ہے تو خواہد کا اشتراک و

توان اور تواند کی ترکیب کا بیان

تواند اور خواہد اور انکے مفاعیل کا فاعل علے سبیل التنازع ایک ہے

[illegible]

اس ترکیب کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ

بیان اس شبہ کا کہ خواہد خود مضارع الاستقبال مبہم ہے

اسکا جواب

وابہام ہماری تفہیم مین حرج انداز ہوگا کسواسطے کہ خواہد خواستن سے ہے (جو بمعنی ارادہ کرنے
کے ہے) مشتق ہے اور ارادہ خواہی استقبالی ہو خواہی حالی وہ فعل ارادی جو اُسکے بعد مذکور ہوگا
اُسکا وقوع بعد اُسی ارادہ ہی کے ہوگا پھر اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ ماضی وحال ومستقبل زمانے
کے ٹکڑے اور حصے ہین اور کیا ضرور ہے کہ ارادہ کا فعل پر جو تقدم ہے وہ زمانی ہی ہو تو
عرض کرتا ہون کہ تقدم ارادہ کی تعمیم جو ذاتی اور زمانی کو شامل ہے اس تفہیم کے کچھ مضر نہین
کیا معنی کہ اہل عرف ذاتی اور زمانی کے دقیقون سے غافل ہین اسوقت یہ شعر سعدیؒ کا بلاتکلف
تاویل درست ہوجاتا ہے **شعر** خلاف پیمبر کسے رہ گزید ؛ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید یعنی
پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف راہ اُس شخص نے اختیار کی جو کبھی منزل مقصود کو پہونچنا
نہین چاہتا معہذا ماضی وحال ومستقبل از قسم مفرد ہین کہ نوع کلمہ سے ہین اور یہ است وبود
وباشد وباید وشاید وتوانست وتواند وخواست وخواہد وغیرہ کی ترکیب سے جمل فعلیہ بنتے
ہین جو نوع کلام سے ہین اسواسطے کہ جو کلمات کہ علامت قرار دیے گئے ہین وہ خود فعل ہین
اگر وہ لازم ہین تو بعد انکے صورت ماضی مین جو حاصل بالمصدر مذکور ہوگا وہ انکا فاعل ہوگا جیسے
بایست کرد وباید کرد وشایست کرد وشاید کرد۔ اگر متعدی ہین تو انکا مفعول بہ ہوگا جیسے توانست کرد
وتواند کرد وخواست کرد وخواہد کرد۔ چونکہ یہ کرد مثلاً بلاتاویل حاصل بالمصدر ہے اس پر کاف
مصدریہ نہین لاتے مگر جب یہی خواہد مضارع پر آتا ہے اور مضارع بغیر تاویل مصدر نہین مستعمل ہوتا
تو اُسپر کاف مصدریہ لانا ضرور پڑتا ہے سعدیؒ کا شعر ہے **شعر** چو خواہد کہ ویران کند عالمے
نہد ملک در پنجۂ ظالمے ؛ یعنی اگر خداوند جل وعلا عالم را ویران کردن خواہد ملک را در پنجۂ ظالم می نہد
پسیہان بھی کند تاویل مین مفرد یعنی مصدر کے ہوکر خواہد کا مفعول بہ ہے پس جیسے اس مضارع کند پر
خواہد کے آنے سے مستقل فعل مستقبل نہین کہا جاتا اسیطرح ترکیب غیر مضارع کو بھی سمجھنا چاہیئے
واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔ اسیطرح است وبود وباشد کسواسطے کہ یہ افعال ناقصہ ہین اور افعال ناقصہ
اسم وخبر کو چاہتے ہین تو انکے اندر ایک ضمیر مستتر ہے وہ انکا اسم اور وہ کلمہ جو انکے ماقبل مذکور ہے
وہ انکی خبر جیسے کردہ است وکردہ بود وکردہ باشد بخلاف می اور ہمی کہ یہ صرف ناتمام یا دوام یا حال
کی علامتین ہین اپنی استقلالی اور افرادی حالت مین اُن سے کوئی معنی مفہوم نہین ہوتے

اسکا جواب

یہی خواہد مضارع پر آتا ہے اور مضارع تاویل مین مصدر ہوکر اُسکا مفعول بہ ہوجاتا ہے کوئی نیا فعل یعنی مستقل فعل نہین سمجھا جاتا

می اور ہمی علامت نہین بن سکتے ہین

تو انکی ترکیب سے فعل مفرد کا مفرد ہی رہیگا کلمہ سے نکلکر نوع کلام مین داخل نہو گا۔ کبھی اس
ترکیب مین فصل واقع ہوتا ہے سعدی رح کا شعر ہے **شعر** دران ساعت کہ خواہند این وآن مرد ؛
نخواہند از جہان بیش از کفن برد ؛ کبھی یہ ترکیب معکوس ہو جاتی ہے نظامی رح **شعر** ندانم کہ پرورد
خواہد ترا ؛ کدامی دد ہ خورد خواہد ترا ؛ **ولہ** درین باغ رنگین چو کبک و تذرو ؛ نہ گل در چمن ماند خواہد نہ سرو
اور یہی ترکیب مفید معنی مستقبل خواست کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے فردوسی رح فرماتے ہین **ع**
بدل سوزگی جان ہمی رفت خواست ؛ اسے خواست رفت پس جیسے خواست کو علامت مستقبل اور
خواست رفت کو ایک صیغہ نہین کہتے خواہد کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے واللہ تعالی اعلم صیغہ مضارع
مجازا کبھی کسی نکتہ کے لیئے بجاے صیغہ ماضی مستعمل ہوتا ہے مثلا متکلم کو جب حکایت حال
ماضی مطلوب ہو یا فاعل کے غلبہ و قدرت کا اظہار تو صیغہ مضارع مثبت مین حال ماضی بیان
کیا جاتا ہے یعنی اس امر کا اظہار ہے کہ فاعل مقتدر نے اسطرح کا کام پہلے تو کیا ہی ہے
اور آیندہ بھی کر سکتا ہے سعدی رح **شعر** گلستان کند آتشے بر خلیل ؛ گروہے بر آتش برد
ز آب نیل ؛ چنانچہ یہ سب قصے ہو چکے ہین۔ اگر اس مضمون کا انکار منظور ہو صیغہ مضارع منفی
مین ادا کیا جاتا ہے یعنے یہ مطلب ہے کہ یہ امر نہ کبھی کسی سے زمانہ ماضی مین ہوا نہ اب
نہ آیندہ کبھی ہو سکے سعدی رح **شعر** کس نہ بیند کہ تشنگان حجاز ؛ بر لب آب شور گرد آیند
چنانچہ اس نکتہ کی تصریح سعدی رح کے اس شعر سے واضح ہے **شعر** در اقبال تائید بو بکر سعد ؛
کہ مادر نزاید چنو قبل و بعد ؛ یعنے چون او نزاد کی جگہ نزاید مستعمل ہے لفظ قبل و بعد کا اسی نکتہ کے
اظہار اور تاکید کے لیئے ہے۔ واضح ہو کہ مضارع پر یاء مجہول کبھی حسن کلام کے لیئے محض زائد آتا ہے
کبھی شرط کبھی استمرار کبھی تمنا کے لیئے جسطرح ماضی مین فردوسی رح کا شعر ہے **شعر** (اول ۳۳ ۳۵) کہ گوئی
ہمی آنچنان بایدے ؛ اگر نیستی مہر نفزایدے ؛ **ولہ** اگر نبودے پند آموزگار ؛ بر آوردمے
من زجانت دمار ؛ **ولہ** جہاندار گر داد گر باشدے ؛ زفرمان او کے گزر باشدے **ولہ** اگر
جوییدے ہمنبردش منم ؛ تن و نام او زیر پاے افگنم ؛ مولوی معنوی رح **شعر** گر نبندی واقفان
امر کن ؛ در جہان رد گشتہ بودی این سخن ؛ وافی مین کسی اہل زبان کا شعر ہے **شعر** روزی
بود کہ عشق تو لب بر آیدے ؛ یا آن دولت بمہر من بگرایدے ؛ اور جیسے ماضی مین الف زائد لایا

فعل مفرد والی ترکیب مین فصل بھی واقع ہوتا ہے
اور یہ ترکیب معکوس بھی ہوجاتی ہے
کی ترکیب بمعنی خواست افادہ معنی مستقبل بھی کا ہوتا ہے
صیغہ مضارع کا بجاے ماضی استعمال کسی نکتہ کی غرض سے ہوتا ہے
مضارع مین یاے مجہول کا زائد و شرط و استمرار و تمنا کے لیئے آنا
جیسے مضارع مین بھی الف زائد لایا جاتا ہے

جاتا ہے جیسے گفتا مضارع مین بھی لاتے ہین فردوسی رح کا شعر ہے **شعر** گرایزد دمین بر
بہ بخشایدا ٭ تن رزم جویم نفرسایدا ٭ **وله** پریزادۂ یا سیاوخشیا ٭ کہ دل را بمہرت ہمی بخشیا ٭
وله من اکنون ز بہر سو فراوان سوار ٭ فرستم ہمہ در خور کارزار ٭ ز بیژن مگر آگہی یابما ٭ بدین
کار ہشیار بشتابما ٭ اور اسیطرح صیغہ امر پر بھی الف زائد لے آتے ہین فردوسی رح کا شعر ہے **شعر**
خردمند شاہی دمن کہترا ٭ تو خود چشم و دل باز کن بنگرا ٭ اور مضارع کے اخیر مین ضمائر مرفوعہ
متصلہ کے لاحق کرنے سے چھ صیغے پیدا ہوتے ہین جیسے جدول مذیلہ سے واضح ہے ۔

صیغہ امر حاضر پر بھی الف زائد لایا جاتا ہے

جدول تصریف مضارع

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گوید	گویند	گوئی	گوئید	گویم	گوئیم

جدول تصریف حال

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
می گوید	می گویند	می گوئی	می گوئید	می گویم	می گوئیم

یہ بھی سن لیجے کہ فارسی مین مصدر سے امر کے اشتقاق کرنیکا طریقہ نہایت پریشان قانون کلی
کے احاطہ مین قدم رکھنے سے آبی قواعد کلیہ کے حلقہ مین داخل ہونے سے سرتابی کرتا ہے اور
مین اول سے کاہل سست طبیعت ضعیف القلب خلق ہوا ہون اسیران پریشانیون اور آلام کا تصادم
بس اس سے میرا دل و دماغ کسی قابل نہ رہا اول تو والدین کے انتقال پر ملال نے ہم سب بالکل
بے سہارا ہو گئے تھے مگر پھر بھی برادر معظم مغفور نے وہ وہ عنایات وہ وہ نازبرداریان کین کہ سب
غم بھلا دیئے گویا ہمارے لیئے رہنمای قسمت نے صحراے بے آب و علف سے ایک دوجہ پر ثمر اور
شجر بارور تک پہونچا دیا تھا جس سے ایک زمانہ اسیکے ہوادار روح افزا سایہ مین اُسکے ترمیوے
اور تازہ رطب کھاتے آسودگی کے ساتھ گزار رہے تھے کہ اچانک چلے درش کی تندباد اور مرگ
مفاجات کے جھکڑ نے اُسکو جڑ سے اکھاڑ پھینکا انا للہ وانا الیہ راجعون جوش غم مین یہ
چند مصرعے زبان قلم سے نکل گئے ۔

چو آن سایہ از فرق من شد جدا	ندانم بسر زندہ ام یا بپا

سلہ ندانم بسر زندہ ام یا بپا مثل مست کہ در مقتل کا نشان ترکی گر نہ ۱۱ ہو

نہ کس غمگسارو نہ یاری رسے	بدین بیکسیم مباد اکسے
کرا غم کہ آید غم من خورد	بدرد دلم دل بدرد آورد
بدلسوزگیم نشیند دمے	ز رُخ گرد و از چشم چیند نمے
فرو رفتہ پایم زمحنت بگل	نہ بینم کسے را بمن روئے دل
بہ محنت بربندند نافم مگر	بدل خوردنم کس نسوزد جگر
بزخم جگر کس نہ مرہم نہد	بروے من از درد دل نہ کس دل دہد

اب آفتاب قیامت کی خار اگداز تپش ہے اور ہم سایہ پروردون کا دماغ ضعیف علاوہ برین دوستون کی ناچاقیان ورثا کی ناحق کی نااتفاقیان اُسپر طرہ یہ کہ مجھ جیسا ضعیف القلب پست ہمت خاندان کا سرپرست بنایا جانا اور مجکو بدحواس بنادیا میرے مصائب اور پراگندہ خاطری کو دوبالا کردیا حضرت من باللہ العظیم اگر آپ کی آزردگی کا خوف اور ہاتھ پکڑے کی لاج یعنے قلم اُٹھانے کی شرم نہوتی مین بھول کر ایک حرف کے لکھنے کا نام نہ لیتا اور جو کچھ لکھ رہا ہون معلوم نہین کیا لکھ رہا ہون اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل وکرم سے اسکو عام قبولیت عطا فرماے اور آپکے بھی پسند آجائے آمین آمین اللھم آمین بطفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔ شعر

چہ میگفتم و درچہ پرداختم ✤ کجا بود اشہب کجا تاختم ✤ واضح ہو کہ مضارع جیسے وہ معنی حال اور استقبال مین مشترک ہے معنی امر کے لئے بھی مشترک ہے جیسے اوپر مذکور ہوا مگر مین یہ نہین کہہ سکتا کہ مضارع صیغہ امر کے لئے اصل ہے۔ جس طرح نغزگو نکتہ سنج اسد اللہ خان غالب پنج آہنگ مین نکتہ سرا ہین "مضارع ورگران مایگی پایہ کم از مصدر نیارد ہمچون مصدر وجوب ذاتی دارد وخود منشاء پیدائی فراوان افعال ست وآخر ہر مضارع جز دال نیست چون کند وگوید" اور یہ فرماتے ہین "امر از مضارع میزاید قاعدہ آن برافگندن دال ست وبس چون کن از کند وگوی از گوید" اور یہ بھی کہہ نہین سکتا کہ اسکا عکس ہے یعنی امر حاضر کو اصل قرار دیا جاے اور اسی امر کے اخیر مین دال ساکن ماقبل مفتوح کے الحاق سے مضارع بنایا جاے اسواسطے کہ یہان دونون تقدیر پر آنکھ بند کیے بلا رعایت غیبت وحضور وتکلم غائب سے حاضر اور حاضر سے غائب بنا لیا گیا چاہیئے تھا کہ اگر ایسا بنایا بھی جاتا غائب غائب سے حاضر حاضر سے متکلم متکلم سے بنایا جاتا

یاری رس درمشکلات برا رسے یاری کارسندہ ۱۲ بہار
غمگسار و ہمدرد
ہمدل و دلسوز ۱۲
بردے تلفت و ہمدردی
ز رو بصف ۱۲ مصطلحات
نافم بربندند کنایہ از غایت مشقت
بروے من دل نہ کسی دل دہد

جناب مرزا غالب مضارع کو اصل امر وغیرہ کے مشتقات کے سرے قرار دیتے ہین

امر حاضر کو اصل مضارع قرار دینا

ہان ایک اور بات یہان کہہ سکتے ہین مگر وہ ایک دقیق نظر پر مبنی ہے مجملاً عرض کرتا ہون ملاحظہ
فرمائین وہ یہ ہے کہ دال ساکن ماقبل مفتوح کو مطلقاً علامت مضارع نہ کہین اور ویسے بھی یون ہی
کیا معنی کہ اگر یہ علامت تھی تو لحوق ضمائر کے وقت کس لیئے ثابت نرہی پھر تو یہ علامت علامت
نہوئی یعنے لازم نہ ہوئی عرض متفارق ہوگئی بلکہ حق یہ ہے کہ یہ دال ساکن ماقبل مفتوح یائے
حاضر ومیم متکلم کی طرح واحد غائب کی ضمیر بارز ہی یعنے مطلق مضارع جو لابشرط شے کے درجہ مین
ہے وہ یہی امر حاضر مستعملہ کی صورت ہے اور بوجہ اپنی حیثیت اطلاق کے خارج مین وجود نہین رکھتا
کسی نہ کسی فرد مین غائب ہو یا حاضر یا متکلم اُسکا تحقق ہوتا ہے لیکن صیغۂ امر حاضر مستعمل مشہور اور
مطلق مضارع مین اتنا فرق ہے کہ امر حاضر مین ضمیر خطابی یائے معروف محذوف منوی ہے یعنے
وہ یار خطابی اگرچہ ملفوظ نہین مگر نیت اور لحاظ مین اُسکا اعتبار ضرور ہے کسواسطے کہ وہ مرخم ہی بخلاف
مطلق مضارع کے کہ وہان ان مین سے کسی شے کا اعتبار نہین چنانچہ بعض وقت مضارع حاضر مطلق
مضارع کی رُو مین آتا ہے جیسے شعر " دانی چہ کن بناخوش وخوش کم کن آرزو " الخ جیسے پہلے مذکور
ہوا پس اب باعتبار اس تحقیق کے یہ کہہ سکتے ہین کہ توان مطلق مضارع ہے اگرچہ وہ ابداً محذوف
الفاعل مستعمل ہوتا ہے اسیوجہ سے اُسکا حصول توانند سے (جو صیغۂ جمع غائب ہے) قرار دیا گیا
اس تحصیل وتخریج سے اسکی اطلاقی حیثیت مین کوئی نقصان نہین پہونچتا کسواسطے کہ افراد
وجمع اسی طرح غیبت وحضور وتکلم اُسی مطلق پر انکی خاص خاص علامات کے داخل کرنیسے
حاصل ہوتی ہین اگر اب اُن علامات کو اُس پر سے اُٹھا دیوین پھر وہی اطلاقی حالت باقی
رہجائیگی اسیوجہ سے کہ وہ مطلق ہے اور کل افراد کے ساتھ اُسکا تعلق مساوی ہے کبھی تو
وہ غائب کے موضع مین مستعمل ہوتا ہے جیسے سعدی رح کا شعر ہے **شعر** توان در بلاغت بسحبان رسید *
نہ در کنہ بیچون سبحان رسید * کبھی حاضر کے جیسے **ولہ** مبیز تا برہی ای حسود کاین رنجیست * کہ از مشقت
او جز بمرگ نتوان رست * کبھی متکلم کے جیسے **ولہ** چہ کنم باکہ توان گفت کہ او * در کنار من ومن مہجورم *
اسیطرح انکی جمع۔ حافظ رح کا شعر ہے **شعر** این حال عجب باکہ توان گفت کہ ما * بلبلانیم کہ در موسم گل
خاموشیم * غرض صیغۂ جمع غائب سے اسکی تخریج کی خصوصیت (باوجودیکہ ہر چھ صیغونکے ساتھ اسکا
تعلق برابر ہے) اسوجہ سے ہے کہ صیغہ جمع غائب اور یہ توان بمنزلہ صیغہ مجہول یعنی محذوف الفاعل

امر اور مضارع کے بیچ اصل کونسی چیز ہے دال ساکن ماقبل مفتوح علامت مطلقاً مضارع کے نہین

صیغۂ امر حاضر مستعملہ اور مطلق مضارع کا مابہ الامتیاز

باعتبار اس تحقیق کے توان کو مطلق مضارع کہہ سکتے ہین

توان کو توانند سے نکالنے سے اُسکی اطلاقی حیثیت مین نقصان نہین واقع ہوتا

چونکہ توان مطلق ہے کل افراد غائب وحاضر ومتکلم کے موقع پر مستعمل ہوتا ہے

توان کو صیغۂ جمع غائب سے کیون نکالا

مستعمل ہوتے ہین اگرچہ تاہم ان ہر دو کے استعمال مین جواز و وجوب کا فرق ہے یعنی صیغہ جمع سالم سے فاعل کا حذف و ذکر دونون امر جائز ہین حذف جیسے نظامی رح شعر سر بر و سر اپردۂ و تاج و تخت ❊ بخیدانکہ آنرا توانند سخت ❊ فاعل کا ذکر کرنا تو ظاہر ہے۔ اور اس صیغہ مخففہ توان مین حذف یعنی عدم ذکر فاعل واجب ہے جیسے اوپر مذکور ہوا مگر ترجیح کے لیئے اسقدر مناسبت کافی ہے اور اسکو اطلاقی حالت مین رکھنے مین (باوجودیکہ موقع حضور یا تکلم کا ہے) یہ نکتہ ہے کہ کسی شے کا ثبوت یا اسکی نفی عام طور سے ہر ایک شخص کے لیئے جب متحقق ہوگئی تو مخاطب یا متکلم کے لیئے بھی بالضرورۃ وہ اثبات یا نفی متحقق ہوجائیگی تو اب جز بمرگ نتوان رست اور نتوانی رست اور باکہ توان گفت کہ او النح اور باکہ توانم گفت کہ او النح کا ایک مفاد ہوگا اسواسطے کہ جب کوئی بھی چھوٹ نہین سکتا اور کوئی بھی نہین کہہ سکتا تو اس مخاطب کا چھوٹنا اور اس متکلم کا کہنا بھی ناممکن ہوگا اسواسطے کہ یہ دونون اسی کوئی کے افراد مین سے ہین اور یہ بھی معلوم کر لیجے کہ توان کا مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے کبھی مذکور محذوف جیسے ان مثالون مین ابو طالب کلیم شعر کز اقبال ثانی صاحب قران ❊ شکار سے چنین صید وحشی توان ❊ اسی توان کرد۔ ظہوری شعر مرگ یا وصال سخن ختم میکنم ❊ زین بیش با فراق مدارا نمی توان ❊ اسی نمی توان کرد اگر مذکور ہو یا تو یہ مقدم ہوگا یا موخر پھر یہ دو حال سے خالی نہین یا حاصل بالمصدر یعنے مفرد بلاتاویل ہوگا یا جملہ بتاویل مفرد ہوگا اور پھر یہ حاصل بالمصدر یا بصورت ماضی ہوگا جیسے توان کرد و توان گفت یا بصورت مصدر اصلی جیسے حافظ رح کا شعر ہے شعر تا بود کہ دست در کمر او توان زدن ❊ در خون دل نشستہ چو یاقوت احمریم ❊ اور جملہ جیسے سعدی رح فرماتے ہین مصرعہ توانم آنکہ نیازارم اندرون کسے ❊ لے نیازار دن دل کسے۔ آن اسم اشارہ۔ جملہ نیازارم اندرون کسے بوجہ کاف مصدریہ تاویل مین مصدر یعنی مفرد کے ہوکر مشار الیہ۔ اشارہ مع مشار الیہ مفعول بہ۔ اور بعض وقت یہ کاف مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے اور کبھی اس کاف مصدری کا حذف اور توان کی ضمیر فاعلی کا حذف یعنی یہ دونون حذف جمع پڑجاتے ہین جیسے توان برخیزم بجاے توانم کہ برخیزم شیخ العارفین کے اس شعر مین شعر زاہد از پاے خم بادہ چسان برخیزم ❊ من نیفتادہ ام آنسان کہ توان برخیزم ❊ کمال اسمعیل مصرعہ آن قدر بار بدل نہ کہ توان برخیزم ❊ اسکا ماحصل توانم برخاست پر جا ٹھہرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ❊

توان کا مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے

توان کا مفعول کبھی مفرد ہوتا ہے

خیر مضارع ہو یا امر حاضر جسکو جی چاہے اصل قرار دیجے غرض مصدر ہے اُس اصل کا اشتقاق گیارہ باب پر کیا جاتا ہے اسواسطے کہ علامت مصدر کے ماقبل گیارہ حرفون مین سے کسی نہ کسی ایک حرف کا ہونا ضروری ہے اور وہ گیارہ حرف یہ ہین۔ ا۔ خ ر ز س ش ف م ن و ی جن کے مجموعہ کو ان جملون پر ترکیب دے سکتے ہین میزان خوش فرین ومی از سخن فروش وازسخنم شرف وسے وشر فم ازسخن وسے وفراز سخن شویم وسخن شافی ورزم وشرف آموزی سخن وازسفر خوش نیم وازین سفر خوشم وزسفر خوش مانی ونازفرخ بیم وش وخوشازین فرسم وخوف غم نسازیم وازسر خفیم شنو وسیف راخوش مزن وسیف مراخوش زن وخون ریز سام فش وزمی فنا سرخوشم اور اسیطرح ذرا غور سے بہت سے جملے اور بھی حاصل ہو سکتے ہین۔ یاد رہے کہ مصدر سے اشتقاق مطلق مضارع کا ہوتا ہے اور اوپر یہ بات ثابت کردی گئی ہے کہ وہ امر حاضر عرفی کی صورت پاتا ہے تو یہان اس اشتقاق کی بحث مین وہ مطلق امر کے ساتھ تعبیر کیا جاوے گا۔

باب الالف
قاعدہ اثبات الف
بعد حذف علامت مصدر

باب الالف

اس باب مین تین قاعدے جاری ہین اثبات۔ تبدیل۔ اسقاط **اثبات** یعنی بعد حذف علامتِ مصدر جو بناے امر کے لیئے ایک ضروری امر ہے اُس صیغہ کو جس ہیأت مین ہو اُسی ہیأت وصورت پر ثابت رکھنے اور اُس مین کسی نوع کا تصرف نکرنے کو ہم اثبات کہتے ہین۔ جیسے کشادن سے کشا و کشای۔ زادن سے زا و زای۔ جاننا چاہیئے کہ جو کلمات کہ الف اور واو مدہ پر ختم ہوتے ہین بوقت ترکیب اُن پر تحمل حرکت کے لیئے یاے زائد ضرور لائی جاتی ہے اور بعد انحلال اور قبل ترکیب وجود اس یا کا کچھ ضروری نہین سمجھا جاتا پس یہان بھی یا کے ساتھ اور بغیر یا دونون طرح استعمال جائز ہے اول جیسے **شعر** بکشای تیر مژگان و بریز خون حافظ۔ کہ چنان کشندہ را نکشد کس انتقامی۔ ثانی یعنی بغیر یا طالب آملی **شعر** بکشا کمین فتنہ بانگیز غمزہ۔ در تاز رخش نازے و شبدیز غمزہ۔ اور جب انکے اخیر مین ضمائر وغیرہ ملحق ہوتے ہین تو صرف تحمل حرکت کے لیئے اس یا کا داخل کرنا واجب ہوجاتا ہے جیسے کشاید کشائی کشایم وکشائندہ مگر چونکہ اس یا کا وجود اس اشتقاق مین ضروری نہین ہے اصل قاعدہ کے زیادات مین اسکو شمار نہین کیا۔ دوسرا **تبدیل** یعنے بعد حذف علامت مصدر اُس الف کو ہاء ہوز سے بدلدینا جیسے دادن سے دہ

جب امر کے اخیر الف ہو اسکے بعد یا زائد بھی لانا جائز ہے

ع بکشا کمین الخ کمین کشادن اے ابرو کمین تاختن ہمزہ

ع غمزہ نوعے از ناز و غزیلہ کہ شہوت را برانگیزد ۱۲ منہ

قاعدہ تبدیل

الف کا ہاء ہوز سے بدلنا غیر منکر بلکہ دستور مستمر ہے اور فتح دال کو کسرہ سے بدل دینا اسی قانون
کی پابندی ہے جو فارسی مین اکثر ماقبل ہاء ظاہر کا مکسور رکھا جاتا ہے مع ہذا برفع التباس
دئہ عددی ہے ہوجاوے بعض وقت اس ہاء مبدلہ کے ماقبل کا فتح اصلی بحال رکھا جاتا ہے جیسے
زہ بالفتح جو حاصل بالمصدر زہیدن کا ہے چنانچہ اسکی تحقیق بیان اضافت مین گزر چکی متقدمین
کے کلام مین خاص اس دادن کے اشتقاق مین بجاے ہاے ہوز کے یاے تحتانی بھی لائی گئی
ہے رودکی کا شعر ہے **شعر** آنچہ از رنج یافتیش بدل * تو بآسانی از گذاف مدیش * لے مدہ اورا
اور یہان ان مصادر کے معانی سے بحث نہین کیجائیگی انشاء اللہ تعالی اگر زمانہ مساعدت کرے
اسکے دوسرے حصہ مین جو ان معانی اور صلات کے لیئے مختص ہوگا عجیب وغریب نکات معانی
اس مین بیان ہونگے - تیسرا **اسقاط** یعنی بعد حذف علامت مصدر بقیہ صیغہ مین سے
اور بھی کم کردینے کو اسقاط کہتے ہین جیسے استادن سے است اگر مصدر مشبع ہے امر بھی مشبع
ہوگا جیسے ایستادن سے ایست سعدی رح **شعر** ہمہ اگر شتاب کند در سفر بالیست * دل درکسے
مبند کہ دل بستۂ تو نیست * کبھی ان مصدر مین قاعدہ اثبات کا بھی جاری ہوتا ہے یعنی کشادن
وزادن کے الف کیطرح اسکا الف بھی بحال رکھا جاتا ہے رضی الدین نیشاپوری کا شعر ہے
شعر اسپ چہ طاقت تو دارد زین برگہ نہ * تخت چہ در خور تو باشد بر چرخ استادے * اور اس کے
پہلے کا الف جو صدر کلمہ ہے گرادینا بھی جائز ہے مشبع مین جیسے مولوی معنوی رح کا شعر ہے
شعر ما درین درگہ ملولان نیستیم * تا ز بعد راہ ہر جا بیستیم * اور غیر مشبع مین جیسے امیر خسرو علیہ الرحمۃ
کا شعر ہے **شعر** نہ بدزان ترکتاز ہیچو بادش * بجز از حد ترکستان ستادش * اے اقامتش
ولہ ساقی برخیز و یار بنشین * کاین شستہ و آن ستادہ باید * اور ایک مصدر اسی صورت کا بمعنی
مرادف گرفتن بھی آتا ہے مگر مابہ الامتیاز معنوی ان دونون مین یہی ہے کہ جو بمعنی توقف و
اقامت ہے وہ ایستادن و استادن کا مخفف ہے اور جو بمعنی گرفتن ہے وہ ستدن کا مخفف نہین
اور تفرقہ لفظی یہی ہے کہ اول مین بعد حذف الف اس کا کسرہ نقل کرکے سین کو دیا جاتا ہے اور ثانی
مضموم بضمۂ اصلی رہا کرتا ہے نظامی رح کا شعر ہے **شعر** کہ بخشندہ خبر دارد ز دادن *
نہ آنکس کو بپذیرفت از ستادن * شاہ داعی شیرازی **شعر** ما سر بغیر حضرت تو در دنیا وریم *

دادن کے امر میں کسرہ کی وجہ

بجاے ہاے یاے دادن میں بھی آیا ہے

قاعدہ اسقاط الف

استادن کا امر است بھی آیا ہے

استادن و ایستادن کے پہلے الف کو گرا دیا جاتا ہے

ستدن بمعنی قیام اور بمعنی گرفتن مین مابہ الامتیاز

سلطان زبندہ تو نیار دستاد باج ۔ مگر اسکا استعمال بہت کم ہے اور اسکی مخفف ستدن ہی کا استعمال بحث مصدر مین اور اسکے مزید علیہ ستاندن ہی کا بحث مضارع مین اکثر ہے اور ستدن مین تاء قرشت مضموم نہین بلکہ بعد حذف الف اسکا فتح بحالہ باقی ہے طاہر وحید کا شعر ہے۔

شعر درین بارگہ بے گواہ وسند ۔ بود گرم بازار داد وستد ۔ اب صاحب درفش کاویانی جناب غالب دہلوی کے اس اعتراض کو بجز اسکے اور کیا کہا جاوے کہ جناب نے تحقیق نہین فرمائی ہے صاحب برہان پر صرف پنا غصہ اتارا ہے جہان فرمایا ہے "ستادن کجا و معنی گرفتن کجا سخن اینست کہ ایستادن واستادن ستادن بمعنی قیام آمدہ است الخ"۔ دوسری جگہ فرماتے ہین "ستاد را مخفف ستاند نخواہد گفت مگر کور سواد وستادن استدن را بیکے نخواہد دانست مگر کور مادرزاد" اگر ستد کو مخفف ستاد کا نہ کہین بلکہ اصلی اور مستقل اور کامل بلا تخفیف وحذف مصدر مانین جس طرح وہی فرماتے ہین "امااستدن مصدر یست دیگر بسین مضموم وتاء مضموم در معنی باگرفتن مرادف ومضارع ستاند وامرآن ستان" الخ علاوہ برین کہ خلاف تحقیق ہے اور یہ بات بھی لازم آئیگی کہ ضابطۂ اشتقاق گیارہ باب پر نہ ٹھیگا بلکہ ایک اور باب بارہوان تاے قرشت کا زیادہ کرنا ہوگا یہ خلاف راے جمہور واستقرا ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب اور استادن کا مصدر مضارعی استانیدن بھی مستعمل ہے مولوی معنوی رح شعر مرکب استانید و پس آواز داد ۔ آن سلام وآن امانت بازداد ۔

اسیطرح فرستادن سے فرست بعض وقت اسکا دوسرا حرف تا بھی حذف کیا جاتا ہے مگر استعمال اس محذوف الحرفین کا مشبع مین اکثر ہے جیسے فریس فریسندہ بحث مصدر اس مشبع کی مستعمل نہین اور بحث مضارع مشبع اگرچہ مستعمل ہے مگر غیر مشبع ہی فصیح مانی گئی ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

باب النخاء

اس باب مین صرف تبدیل کا ایک قاعدہ جاری ہے لیکن وہ تبدیل کبھی زای معجمہ سے جیسے آموختن سے آموز۔ اس لفظ پر ایک بات یاد آگئی کہ اکثر فارسی قواعد نگارون کا یہ قول ہے کہ آموختن لازم اور متعدی ہر دو آتا ہے چنانچہ مصنف قواعد فارسی روشن علی انصاری نے لازم اسکو بتلایا ہے جس کا ترجمہ ہندی مین سیکھنا ہے اور متعدی جسکا ترجمہ سکھانا اسیطرح مرزا غالب دہلوی پنج آہنگ مین فرماتے ہین آموختن ہم لازمی ہم متعدی است الخ یہ ناصواب ہے کیا معنی کہ

ستادن بمعنی گرفتن
مخفف ستدن اور اسکے مضارع ستاندن کا بیان
ستادن بمعنی گرفتن
پر مرزا غالب کا اعتراض کیسا ہے

استادن کا مصدر مضارعی
استانیدن آتا ہے

فرستادن کی بحث مضارع
حذف تا و زیادتی یا کے ساتھ فریس
مستعمل ہے مگر فصیح نہین ہے

باب النخاء

آموختن کو جو لازمی یعنی سیکھنا سے لازم قرار دینا ناصواب ہے

جیسے خوردن یعنے کہانا کبھی نہ کسی خوردنی چیز کا ہوتا ہے سیکھنا بھی کسی نہ کسی علم وہنر کا ہوتا ہی
خلاصہ کلام یہ ہے کہ باعتبار معنی اول متعدی بیک مفعول اور باعتبار معنی ثانی متعدی بدو مفعول ہوگا
ہان معنی اول کو بہ نسبت معنی ثانی کے لازم کہہ سکتے ہین مگر یہ لازم اضافی ہوگا نہ حقیقی اور ان مواضع
مین جہان کہین لازم مطلقاً بیان کیا جاتا ہے تو اُس سے فرد کامل یعنی لازم حقیقی مراد ہوتا ہے ورنہ
کردن لبسیط کو (جیسے فردوسی رح کا شعر ہے شعر سپہر و زمین و زمان کردہ است ٭ کم و بیش گیتی برآوردہ است
اے سپہر و زمین و زمان ساختہ است) بہ نسبت کردن مؤلف کے جیسے حضرت خسرو کے اس شعر مین شعر
دیدۂ کج را ز مژہ دام کن ٭ دیدہ ز صاحب نظران وام کن ٭ کسی نے لازم نکہا۔ لیکن سراج المحققین
مصنف چراغ ہدایت جناب آرزو نے اسکا لزوم معنوی اور طرح ثابت کیا ہے اسکے حاصل معنی
خوگرفتن یعنی عادی ہونے کے بتلاے ہین جہان فرمایا ہے ”آموختن معروف واین گاہے متعدی
آید وگاہے لازم اول مشہور ست دوم آنجا کہ حرف با بر مفعول آید چنانکہ راقم گوید شعر در بغل یار وچو موجم
ہمہ تن آغوش ست ٭ حسرتم بسکہ بخمیازہ کشیدن آموخت ٭ بتماشاے تو ترسم کہ نظر نکشاید ٭ دیدہ
بے روے تو ازبس بہ ندیدن آموخت“ ٭ میری گزارش یہی ہے کہ میرزا سعد الدین راقم کے ان
اشعار مین لفظ آموخت اپنے مشہور معنون مین مستعمل ہوا ہے کیا معنی کہ شعر اول مین ضمیر متکلم منصوب
جو حسرتم کے متصل ہے آموخت کا مفعول اول ہے اور چونکہ یہ آموخت متعدی بیک مفعول ہے
بواسطۂ باے تعدیہ جو بخمیازہ مین ہے متعدی بدو مفعول بنا دیا گیا یعنی حسرت مرا خمیازہ کشیدن
آموخت۔ اسیطرح شعر ثانی مین نظر مقدر مفعول اول بہ ندیدن بواسطہ باے تعدیہ مفعول ثانی یعنی دیدہ
کہ بے روے تو آن نظر را ندیدن آموختہ است۔ اور نظر کا دیدن کے ساتھ انتساب کلام اساتذہ مین
موجود ہے چنانچہ پاک بین دور بین کے ساتھ اسکو متصف کرتے ہین صائب کا شعر ہے شعر
در وادیی کہ رو بقفا میروند خلق ٭ در فعر چاہم از نظر دور بین خویش ٭ خصوصاً دوسرے شعر مین
اکثر نسخون مین بجاے باے تعدیہ زای ثانیہ ہے اسوقت یہ آموخت ثانی بحالہ اپنے ایک مفعول
پر قانع ہوگا اور وہ مفعول بھی محذوف جسکا ندیدن بیان پڑا ہوا ہے یعنی دیدہ کہ در فراق روے
تو ندیدن آموختہ است۔ ترسم کہ بتماشاے تو نظر نکشاید۔ اور ممکن ہے کہ مفعول ثانی کشیدن ہو اور
بخمیازہ اسکا متعلق۔ اور اس قسم کا تعدیہ جو بواسطہ روابط ہو کلام عرب مین کثیر الوقوع ہے

مثال کردن لبسیط

مثال کردن مؤلف

جناب آرزو کے آموختن کو لازم کہنے پر مؤلف کی راے

[illegible]

دوسرے شعر مین تعدیہ بجاے باے کسی [illegible]

باے تعدیہ سے زادن لازم کا متعدی بنجانا * دوسری تبدیل سین مہملہ کے ساتھ تیسری تبدیل شین معجمہ کے ساتھ فروختن بمعنی اضاءت بمعنی بیع کا مابہ الامتیاز

اور فارسی مین کم جیسے زادن لازم باے تعدیہ کے ذریعہ سے متعدی بنالیا گیا فردوسی رح کیخسرو کے ولادت کی داستان مین لکھتے ہین شعر در ایوان آن پیرہ سرپرہنر * بزائی بکیخسرو نامور
دوسرا تبدیل سین مہملہ کے ساتھ جیسے شناختن سے شناس - تیسرا تبدیل شین منقوطہ کے ساتھ جیسے فروختن بالضم بمعنی بیع سے فروش اور سینے فروختن بمعنی اضاءت اور بمعنی بیع مین یہی مابہ الامتیاز ہے کہ بمعنی اضاءت محذوف الالف افروختن کا مخفف ہے بعد حذف الف کا فتح نقل کرکے فا کو دیا گیا اور جو بمعنی بیع نہے وہ کسیکا مخفف نہین اس پر ضمہ اصلی ہے - پس اب یہ بات کہ جو بمعنی بیع ہے اسکے مصدر اور بحث ماضی سے حذف الف کو واجب جاننا جیسے فروختن و فروخت الخ اور جو بمعنی روشن کرنے اور روشن ہونے کے ہے اسپر ہمزہ کا وجود ضروری سمجھنا جیسے افروختن وافروخت الخ جسطرح مصنف پنج آہنگ جناب غالب مصدر افروختن کے ذیل مین فرماتے ہین لیکن در بحث مصدر حذف الف نتوان کرد چہ اندران صورت افروختن وافروخت فروختن و فروخت میگردد وآن بحثے است جداگانہ بمعنی جداگانہ" انتہے بجز اسکے اور کیا کہا جاے کہ محض عدم اعتنا ہے اور بس نظامی رح فرماتے ہین شعر سکندر زگرمی چنان برفروخت * کہ از آتش دل زبانش بسوخت *
امیر خسرو رح شعر آتشِ مے گرچہ جہان برفروخت * پنبہ قرابہ ز آتشِ نسوخت * مولوی معنوی شعر آفتابے کز وے این عالم فروخت * اندکے گر پیش آید جملہ سوخت * ولہ عشق آن شعلہ است کوچون برفروخت * ہرکہ جز معشوق باقی جملہ سوخت * اور یہ مصدر جلادینے اور صیقل کرنے کے معنے مین بھی آیا ہے نظامی رح شعر نشاندنش بدانش در آموختن * کہ گوہر شود سنگ زافروختن * ایسطرح دوختن بمعنی سینا یعنی خیاطة اور بمعنی دوہنا یعنی حلب ان دونون معنی مین مستعمل ہے معنی اولی جیسے نظامی رح شعر قباے دوعالم بہم دوختند * وزان ہر دو یک زیور افروختند * او معنی ثانی جیسے سراج الدین راجی کا شعر ہے شعر شیر ہرماس دوخت تدبیرش * وام افلاس توخت احسانش *
[اے ادا کرد ۱۲]
اسکا مخفف دختن بھی آیا ہے فردوسی رح شعر سرانجام چون شیر از و دختہ شد * زن و مرد از کار پردختہ شد * مابہ الامتیاز انکی امر ہین کیا معنی کہ امر بمعنی اول دوز اور اسم آلہ دوزنہ یعنی مخیط اے سوئی آتا ہے اور امر بمعنی ثانی دوش اور اسم آلہ دوشنہ و دوشہ یعنی محلب اے دوہنا مستعمل ہے وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ - گسیختن کی بحث امر مسموع نہین اکثر قواعد نگارون کی یہی تحقیق ہے کہ

دوختن بمعنی سینا اور بمعنی دوہنا دونون مین جدا شناس

آختن اور آہیختن مقتضب ہین انکا مضارع یا امر مستعمل نہین مگر فصحاے عجم نے آزد اور آہیخد استعمال فرمایا ہے فردوسی رح شعر[۱۴۵] گہر آنکہ از فر یزدان بود * نیازد ببد دست و بد نشنود * اسکا مصدر مضارعی آزیدن بھی مستعمل ہے فردوسی رح شعر[۱۴۶] نیازید گرگین میلاد دست * بدان راہ رفتن میان را ببست * اس مین یای تحتانی بوقت ترکیب بانون نافیہ الف کی بدل لائی گئی ہے جیسے آید سے نیاید کہتے ہین۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یاختن بالیا سے بغیر ترکیب آختن کا مبدل ہو چنانچہ فردوسی کا شعر ہے شعر زمان تا زمان دست بر یاختی * سر شکش ز مژگان بیند اختی * کمال اسمعیل شعر ہے فرومایہ کہ او سوے بلندی یازد * زود برگردد و سر زیر شود ہمچو بخار * اسیطرح آہیختن بھی مقتضب نہین اسکا مضارع آہیخد باثبات خاے معجمہ آتا ہے میر معزی کا شعر ہے شعر چون برزم اندر برآہیخی تو تیغی از نیام * چون بصید اندر تو از ترکش کشی تیر گزین * بستہ گردد سرکشان را دست و خصمان را دہن * خستہ گردد آہوان را چشم و گوران را سرین * اسکا مصدر مضارعی آہیخیدن بھی مستعمل ہے ابو المؤید شعر چون برآہیخیدان تیغش بدید * در تن شیر ژیان شد زہرہ آب * اسی سے ہے دم آہیخ بمعنی اژدہا کہ بدم بسوے خود کشندہ است و دود آہیخ دودکش مطبخ وحمام وغیرہ و عالم آہیخ بادشاہ کی صفت ہے کہ وہ عالم کو اپنے زیر حکم کھینچتا ہے۔ اور اسکا مخفف آہختن بتخفیف یا اور ہیختن بحذف الف بھی مستعمل ہے فردوسی رح شعر ز آہیختن تیغہا از غلاف * کہ قاف را در دل افتاد کاف * ابوشکور شعر چنانچہ مرغ ہوا پر و بال برہیخد * تو بر خلائق بر پر مردمی برہیخ * مگر چونکہ یہ تصریف استعمالات شاذہ سے ہے باب الخاء مین قاعدۂ اثبات کو نہین بڑھایا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

آختن اور آہیختن مقتضب ہین انکا مضارع آزد اور آہیخد کلام اساتذہ مین آئے ہین۔

ہیختن اور ہختن آہیختن سے مخفف ہین۔

باب الراء

اس باب مین تین قاعدے جاری ہین اثبات و زیادت و اسقاط مع الزیادۃ۔ اول یعنی اثبات جیسے گستردن سے گستر خوردن سے خور اور یہ مصدر بمعنی لازم بھی آیا ہے فردوسی کا شعر ہے[۱۴۷] شعر در انداخت تیغ برند آورش * ہمی خواست از تن گسستن سرش * سر تیغ بر گردن رخش خورد * ببرید برگستوان نبرد * جسکا حاصل معنی ٹکرانے اور لگنے کے قریب ہی۔ اور بھی سن لیجیے کہ خوردن اور اُسکی ہر دو بخشین (بوجہ واو معدولہ) بفتح خاے معجمہ چاہیئے اسکو ضمہ کے ساتھ پڑھنا ناصواب ہے سعدی رح شعر مکن نماز بران ہیچکس کہ ہیچ نکرد * کہ عمر در سر تحصیل مال کرد و نخورد *

باب الراء

خوردن بمعنی لازم

اور کبھی جو راے مہملہ مضموم الماقبل کا قافیہ واقع ہو جاتا ہے جیسے فردوسی رح شعر ترا زین جہان روز بر خور دنست * نہ ہنگام تیمار و پژمردنست * مولوی معنوی رح شعر ہر کہ تریاک خدائی را بخورد * گرخورد زہرے مگوئیش کہ بمرد * زلالی شعر چنان ساغرکہ در خون غوطہا خورد * بہ تحفہ پیش شاہ غزنوی برد ولہ تعریف عصا مین لکھتے ہین شعر زرنگ زندہ اش فیروزہ مردہ * رگ کان زمردینش خوردہ اُس سے دھوکا نہ کھائین کہ خوردن بالضم مستعمل ہے بلکہ یہ وہی تغائر حرکت ماقبل روی ہے جسکو فصحاے متاخرین نے بھی جائز رکھا ہے جیسے ہش مخفف ہوش کا خوش کو قافیہ کردیتے ہین:۔ فردوسی رح شعر پس گستہم اشکش تیز ہش * کہ بارے دل بود و با مغز خوش * اور اسی قبیل سے ہے کردہ کو بُردہ بالضم کے ساتھ قافیہ کرنا۔ فردوسی رح شعر ہمہ دیدہ اند انچہ من کردہ ام * غم و رنج و سختی کہ من بردہ ام ولہ ازان دشمنان لشکر شصت مرد * نماید یکے پہلوے دستبرد * اور اسی قبیل سے ہے گرد بالکسر گُرد بالضم کا قافیہ پڑنا۔ فردوسی رح شعر ہمہ پاک در پارس گرد آمدند * بر دخمہ یزدگرد آمدند * اسیطرح گرد بالفتح کا گرد بالکسر کے ساتھ قافیہ واقع ہونا خاقانی رح شعر اصنعت چرخ دوست گردش * دوزخ زیر و جحیم گردش * واللہ تعالی اعلم بالصواب دوسرا **زیادت** یعنی قبل راے مہملہ کے یاے تحتانی زیادہ کیجاتی ہے جیسے مردن سے میر اور یہ مشہور ہے استشہاد کی ضرورت نہین اور کبھی بغیر اس زیادتی کے اسکا مضارع مرد بھی مستعمل ہو جاتا ہے امیر خسرو رح فرماتے ہین شعر زندہ باقی کہ جہان آفرید * کے مرد آن زندہ کہ جان آفرید * مولوی معنوی رح شعر بہر یزدان میرمد نے بہر گنج * بہر یزدان می مرد نز خوف و رنج * فردوسی رح شعر مگر خار یا سنگ خارا خورند * چو روزی سر آید خورند و مرند * مولوی معنوی رح شعر صد چراغت ار مرند ار بیستند * باش فارغ چون یگانہ نیستند * ولہ قبطیان تک میمرند از تشنگی * از پئے ادبیر خود یا بدرگی * ولہ گفت اے سگ چون منافق لیتی * ہم منافق می مری تو چیستی * ولہ اگر سر ہمہ سوے خنجر بریم * بروزی بزادیم و روزی مریم * اسکو میرد کا مخفف لکھنے مین سراسر تکلف ہے کیا ضرورت ہے کہ مردن سے میرد اور میرد سے مرد بنایا جاے تیسرا **اسقاط مع الزیادۃ** یعنے بعد اسقاط علامت مصدر راء مہملہ کو حذف کرنے سے فقط ایک حرف کاف باقی رہگیا تو اسپر نون زیادہ کردیا جاتا ہے جیسے کردن سے کُن بالضم اور یہ نون کی زیادتی ویسی ہی ہے جیسے زدن سے زن مین ہے اور خلاف

خوردن الخ کا قافیہ بعض وقت مضموم ماقبل ہو جاتا ہے

کردہ کا بردہ سے قافیہ

گرد بالکسر کا گرد بالفتح کے ساتھ قافیہ

مردن مین قاعدہ بلا زیادت اثبات کا بھی جاری ہوتا ہے

اسقاط مع الزیادۃ

قیاس فتح کاف کو ضمہ سے اس لیے بدل دیا کہ اس تغیر غیر قیاسی پر وہ دلیل ہو اور نیز امر کندن کے ساتھ التباس کا کھٹکا نہ رہے۔ اور اسکی بحث امر باثبات رائے مہملہ بھی بطریق شذوذ مستعمل ہی جیسے کرندہ مرادف کنندہ ساسان پنجم اپنی ہمشیر آزو ساتیر کے نامۂ جمشید مین کہتا ہے دو تو لشید کنندہ

وکرندہ کردہ وآفریدہ رامے بینی و بینائی ۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

باب الزاء

اس باب مین مصادر کثیر الاستعمال مین سوا ایک مصدر زدن کے۔ اور مصادر قلیل الاستعمال مین سوائے آزدن کے پایا نہین گیا۔ اور اس باب مین فقط زیادت مفرد کا ایک قاعدہ جاری ہی اور وہ زیادت صرف ایک حرف نون کی زیادتی ہے جیسے زدن سے زن اور آزدن سے آزن۔ فردوسی رح **شعر** بنزدیک آن گرگ باید شدن ٭ سر وچشم اورا بہ تیر آزدن ٭ فرخی **شعر** چشم مخالفان بیازان بہ تیر ٭ ہمچون کف وعلے بزر آزدی ٭ سید ذوالفقار علی شروانی **شعر** کشف کردار ہر کو در کشید از طوق امرت سر ٭ بسان خار نشتش کرد شست چرخ تیر آزن ٭ اور جیم کے ساتھ آجدن اسکا مبدل ہے اور زدن محذوف الصدر اسکا مخفف بھی آیا ہے فردوسی رح **شعر** بنزدیک آن گرگ باید شدن ٭ ہمہ چرم اورا بہ پیکان زدن ٭ اے بہ پیکان خستن ۔ اور یہ مصدر رنگ کرنے اور استرہ وغیرہ سے بدن پر زخم لگانے اور سل اور حلکی وغیرہ پیڑا نکی لگانے اور تیر یا نیزہ یا سوئی وغیرہ چبونے کے معنون مین آیا ہے باعتبار اسی اخیر معنی کے بخیہ زدن وآلو برجامہ کشیدن سے کنایہ کرتے ہین سکندر فردوسی رح **شعر** بزد نیزۂ بر میان دوہ ٭ کہ شد سنگ خارا بخون آزدہ ٭ **ولہ** ہمہ راہ بیراہ گنبد زدہ ٭ جہان شد چو دیبا بزر آزدہ ٭ **ولہ** بداغ جگر شان کنی آزدہ ٭ کہ بخشایش آرد برایشان دوہ ٭ مگر زدن بمعنی خستن وبمعنی ضرب مین یہی فرق ہے کہ اول آزدن کا مخفف ہی اور یہ زائے فارسی مثلثہ کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے اور ثانی یعنی زدن بمعنے ضرب کامل لفظ بلا تخفیف ہے، اور یہ نون زیادتون مین اکثر داخل ہوتا ہے خواہ افعال ہون خواہ اسماء۔ افعال جیسے کردن ودانستن ودانستن کی بحث امر اور اسمون مین جیسے نازنین کی زا اور ہمگنان کے کاف کے بعد۔ کسواسطے کہ اصل نازنین کے لفظ ناز پر یاو نون نسبت کا لگا یا گیا ہے زرین کی طرح اور اصل ہمگنان کی ہمہ ہے الف ونون جمع کا ہے چنانچہ ہمگان کو بھی فصحاے عجم نے اپنے کلام مین برتا ہے۔ منوچہری کا

کردن کے امر کی ... ضمہ کی وجہ

ساسان ... ایک شاہزادہ ایران ... ترک لباس شاہی کرکے کسوت قلندری اختیار کی تھی اسواسطے اسکو ساسان کہنے لگے

شید بمعنے نور ... [illegible] ... باطن مراد است

زدن بمعنی خستن آزدن کا مخفف ... مین فرق

زدن آزدن ... مین ...

ہمگنان ہمگان کا مزید علیہ ہے

شعر ہے شعر بودن ہمگان را غرض و مصلحت ملک ؛ او را غرض و مصلحت شاہ گہان ست ؛ سید
حسن غزنوی شعر آرامش و رامش ہمگان بلد رماست ؛ نزد ہمگان صورت این حال عیان ست ؛
اور اس مین کاف عجمی ہمہ کی ہائے مختفی کا مبدل ہے ۔

باب السین

باب السین

اس باب مین تین قاعدے جاری ہین : تبدیل اور حذف صرف اور حذف مع الزیادۃ ۔ اول یعنی
تبدیل سین بزائے معجمہ جیسے خاستن سے خیز جسکا امالہ خیستن بھی آیا ہے یہ تورانیونکا محاورہ ہے
اور اسی امالہ کے ساتھ بحث امر مستعمل نہے سین اور زائے معجمہ بوجہ قرب مخرج ایک دوسرے سے
بدل پڑجاتے ہین جیسے ایاز و ایاس اول تو مشہور ہے ایاس جیسے شیخ عطارؒ کا شعر ہے شعر
گر تو مرد طالبے و حق شناس ؛ بندگی کردن بیاموز از ایاس ؛ دوسرا یعنی تبدیل سین بلام جیسے
گسستن سے گسل ۔ لام اور سین مین کوئی قرب مخرج بھی نہین اور نہین معلوم کیا مناسبت خاص
ہے کہ ایک دوسری کا بدل پڑجاتا ہے چنانچہ صاحب جواہر الحروف نے یہ دو لفظ سج و لج
بمعنی رخسار اسی مبادلت کی سند مین پیش کیے ہین اور ممکن ہے کہ یہان حذف مع الزیادۃ ہو یعنی
بعد حذف سین مہملہ لام زیادہ کیا گیا ۔ اور لام کا زیادات اور دعامون مین حروف علت کی طرح
داخل ہونا ثابت ہے جیسے لفظ الف مین جو ایک حرف کا نام ہے یعنی قاف و کاف مین حرف
علت اور الف مین لام دعامہ پڑا ہے تو اب یہ گسستن و گسل کی بحث کی طرح حذف مع الزیادۃ کے
قاعدہ مین درج ہوگا واللہ تعالی اعلم بالصواب تیسرا تبدیل سین بہائے ہوز جیسے کاستن
سے کاہ و خواستن سے خواہ جستن و رستن بفتحہائے جہ و رہ ۔ یہ تبدیل موافق قیاس ہے
جیسے خروس و خروہ اماس و اماہ ۔ اور کسرۂ ماقبل ہا بضرورت ہائے ظاہر ہے اسکی تحقیق
بیان اضافت مین آچکی ہے خصوصاً جہ مین یہ بھی ممکن ہے کہ جیستن اسکی اصل ہو بعد حذف
یائے تحتانی و تبدیل سین باہا جہ رہگیا مولوی معنویؒ کا شعر ہے شعر چون بدیدم صبح رویت
ور زمان بر جہیستم ؛ گرم ور کار آمدم موقوف مطرب نیستم ؛ ثانی حذف صرف جیسے دانستن سے دان مانستن
سے مان زیستن سے زی آراستن و پیراستن سے آرا و پیرا آرائے و پیرائے (یہ وہی یائے
زائد ہے کہ جسکا حال کشادن کے ضمن مین بیان ہوا) اور گریستن سے گری و ریستن سے ری

سین اور لام مین مبادلت

حذف صرف

اور رُیدن مصدر جعلی ہے اور استعمال اسی جعلی کا اکثر ہے رِلیستن اور اسکی بحث ماضی ذرا کم مستعمل ہے شیخ اوحدی کا شعر ہے شعر رلیستن گیر دت زخوردن زشت ؛ بدرت باید آمدن زبہشت ؛ تاج بہا شعر با قناعت ہمیشہ باید زیست ؛ بر بروت طمع بباید لیست ؛ ثالث حذف مع الزیادۃ یعنی بعد حذف سین کبھی صرف ایک حرف نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے شکستن سے شکن اور نون کا زیادات مین داخل ہونا باب الزاء مین بیان کیا گیا۔ کبھی صرف واو زیادہ کیا جاتا ہے جیسے جستن ورستن وشستن بضمہا سے جو وجوے ورو وروے شو وشوے بضمہا یعنی بعد اسقاط علامت مصدر سین بھی حذف کر دیگئی صرف ایک حرف مضموم رہگیا تو بمناسبت اُسی ضمہ کے حروف زیادات علّیہ مین سے واو زیادہ کر دیا گیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہان واو سین کا مبدل ہوان مین کوئی مناسبت خاص ہے کہ جس سے ایک دوسرے کا بدل پڑجاتا ہے اور بعض اسمون مین بھی یہ مبادلت واقع ہے چنانچہ صاحب جواہر الحروف نے اسی کی سند مین یہ دو لفظ بالتُس و یاتو بمعنی ترنج پیش کیا ہے اور یہ تکلفات اس لیئے کیئے جاتے ہین کہ کیف ما اتفق کسی حرف کو کسی حرف کا بدل قرار دینا خلاف تحقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ یاے تحتانی بعد ان واون کے زائد محض ہے جسطرح الف مدہ کے بعد زائد ہوتی ہے۔ اور کبھی دو حرف زیادہ کیئے جاتے ہین اور وہ کبھی نون ودال ہونگے جیسے بستن سے بند پیوستن سے پیوند۔ اور کبھی یا و نون جیسے شستن سے نشین۔ اسکا تعدیہ نشاختن ونشاستن ونشانستن ونشاندن آتا ہے۔ فردوسی رح شعر باکرام شاہانہ بنواختش ؛ برِ خویش بر تخت بنشاختش ؛ اسدی شعر ہم از تخم شہ بادشاہی نشاست ؛ برورسم پاژ انچہ بدکرد راست ؛ مولوی معنوی رح شعر اکنون کہ بدانستم چند انکہ توانستم ؛ بہر تو نشانستم از مات سلام اللہ ؛ نظامی رح شعر نشاندش بدانش در آموختن ؛ کہ گوہر شود سنگ زافروختن ؛ اور اس مصدر اور اسکے کل مشتقات سے الف اول اصلی حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے نشستن سے شستن وشست وشین اور اسکا تعدیہ شاندن آتا ہے امیر خسرو رح شعر شست صراحی بدو زانو بہ پیش ؛ دختر رز شاند بزانوے خویش ؛ نظامی رح شعر کمر بندہ بیداری بخت بین ؛ کلہداری کن سر تخت شین ؛ مولوی معنوی رح شعر بہر این مقدار آتش شاندن ؛ آب پاک وبول یکسان شد بفن ؛ اسکا متعلق جو در اصل اسکا مفعول ہے اکثر حروف صلہ برو در کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے یہ ظاہر اور معروف ہے اور کبھی بغیر حرف صلہ جیسے شعر مذکور مین سر تخت شین

حذف مع زیادۃ نون

حذف مع زیادۂ واو

حذف مع زیادت نون ودال

حذف سین مع زیادت یا و نون

نشستن کا تعدیہ نشاختن ونشاستن ونشاندن ونشانستن آیا ہے

نشستن کی بحث

مصدر وبحث امر محذوف الصدر یعنی شستن وشین بلا نون بھی مستعمل ہے

اس محذوف الصدر کا تعدیہ شاندن آیا ہے

اور کبھی رائے کے ساتھ جیسے فردوسی رح کا شعر ہے **شعر** چو بشنید رستم میان را ببست ٭ وز آنجایگہ رخش را برنشست ٭ وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

باب الشین

اس باب مین پانچ قاعدے جاری ہین اثبات و زیادت و حذف و تبدیل صرف و تبدیل مع الزیادہ اول یعنی **اثبات** جیسے کُشتن بالضم سے کُش بالضم کبھی بحکم ضرورت اُن الفاظ کے ساتھ ہمقافیہ ہوجاتا ہے جنکا ماقبل روی مکسور ہے فردوسی رح کا شعر ہے **شعر** دو بہرہ ز توران سپہ کشتہ شد ٭ ز خون شان زمین چون گل آغشتہ شد ٭ دوسرا قاعدہ یعنی **زیادت** جیسے شُدَن سے شُو بالفتح یہان بھی اُسی قسم کا اشباع ہے جس کو ہم رُستن و جُستن بالضم مین بیان کر آئے ہین یا یہ بات کہ دراصل یہ شدن شُودن کا مخفف ہے اور یہی مخفف کثیر الاستعمال اور اصل بہت کم مستعمل ہے۔ نظامی رح کا شعر ہے **شعر** پشیمان شوا کنون کہ چون گاہ شود ٭ ندارد پشیمانی آنگاہ سود ٭ صاحب غوامض سخن حضرت صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے فردوسی رح کا یہ شعر سند مین نقل فرمایا ہے **شعر** چو تور آنچنان دید غمگین بشود ٭ بدان کش چنین بخت برگشتہ بود ٭ جس طرح بود سے بدن بھی آیا ہے لیکن بودن مین برعکس اصل کثیر الاستعمال ہے اور مخفف قلیل انشاء اللہ تعالےٰ شانہ اسکی تحقیق باب الواو مین کیجائیگی پس یہ مصدر باعتبار اس اصلیت کے باب الواو مین درج ہونا چاہیئے تھا لیکن مصادر کی کثیر الاستعمالی صورت پر ابواب باندھے گئے ہین۔ اور شین کا ضمہ بحث امر مین بخوف التباس امر شستن فتح سے بدلدیا گیا۔ تیسرا یعنی **حذف** جیسے برشتن کو کسرہ را کے اشباع سے بریشتن بنالیا پھر بحث امر مین شین کو حذف کرکے بری بنالیا جیسے گرستن و گریستن سے امر گری بنالیا گیا ہے ہان اتنی بات ہے کہ گرستن و گریستن ہر دو مستعمل ہین اور بریشتن یاء تحتانی کے ساتھ میری نظر سے نہین گزرا۔ اگر اسکے عدم استعمال پر نظر کرتے اسکو حذف مع الزیادہ کی فصل مین درج کردین گنجایش رکھتا ہے مگر تبدیل صرف مین داخل کرنا یعنے یاے تحتانی کو شین منقوطہ کا مبدل قرار دینا بالکل خلاف تحقیق ہے۔ پانچوان قاعدہ **تبدیل مع الزیادہ** یعنی کبھی شین معجمہ کو رای مہملہ سے بدلکر بعد مین دال زیادہ کیجاتی ہے جیسے گشتن سے گرد و شتن سے نورد بالفتح واو بمعنی طے کردن و پیچیدن اور کبھی شین معجمہ کو سین مہملہ سے بدل کر اُس سے قبل یاے تحتانی زیادہ کیجاتی ہے جیسے نوشتن سے نویس بکسر واو بمعنی کتابت مگر بحث مصدر مین

شُستن ٭ معلوم کبھی بہ پیچا ریعنی کبھی کاثبات ٭ باب الشین ٭ قاعدہ اثبات شین معجمہ ٭ کشتن بالضم سے کُش ہمقافیہ (؟) ٭ قاعدہ زیادت شین ٭ شدن دراصل شودن بالواو کا مخفف ہے ٭ [illegible] ٭ قاعدہ حذف صرف شین معجمہ ٭ [illegible] ٭ قاعدہ تبدیل مع الزیادہ ٭ تبدیل شین معجمہ بارای مہملہ مع زیادتی یاے تحتانی

بحکم ضرورت کسرہ واؤ فتحہ سے بدلدیا جاتا ہے اسکی بحث مصدر بجاے واؤ باے موحدہ کے ساتھ بھی مستعمل ہے جیسے نبشتن نبشت نبشتہ وغیرہ اور رشتن بالکسر سے (جوکہ تاگے وغیرہ کے کاتنے کے معنوں مین ہے) ریس اور ریسیدن اسکا مصدر مضارعی ہے ۔

نوشتن مین واؤ باء موحدہ سے بدلکر نبشتن بھی ہوجاتا ہے

باب الفاء

اس باب مین چھ قاعدے جاری ہین اثبات و زیادت و تبدیل فقط و تبدیل مع الزیادہ و حذف فقط و حذف مع الزیادہ ۔ اول **اثبات** جیسے بافتن سے باف و شگافتن سے شگاف اور شگفتن بھی اسی قاعدہ مین داخل ہے کسواسطے کہ شگفد اسکا مضارع آتا ہے فردوسی کا شعر ہے **شعر** دو چشمش گوزن دو ابرو کمان ٭ تو گفتی ہمی بشگفد ہر زمان ٭ شگفیدن اسکا مصدر مضارعی آیا ہے۔ فردوسی **شعر** چو نامہ بر سام نیرم رسید ٭ ز شادی رخش ہمچو گل بشگفید ٭ اور شگفتن متعدی بھی آیا ہی ہاتفی کا شعر ہے **شعر** اے غافل بادہ گو چہ گفتی ٭ وے خار جفا چہ گل شگفتی ٭ مولوی معنوی **شعر** سید الاعمال بالنیات گفت ٭ نیت خیرت بسے گلہا شگفت ٭ اسکا امر بحسب قیاس شگفت ہونا چاہیئے تھا مگر وہ مستعمل نہین جیسے بودن کا مضارع بود ۔ اور حاصل بالمصدر بوش مستعمل مگر اسکا امر بحسب قیاس بو مستعمل نہین ۔ دوسرا **زیادت** جیسے خفتن بالضم بمعنی نوم سے خفت بالضم سواے اس ایک صیغۂ امر کے اور بحث مضارع مسموع نہین سعدی رح فرماتے ہین **شعر** شتر بچہ با مادر خویش گفت ٭ پس از رفتن آخر زمانے بخفت ٭ **وله** سر از خواب برکردہ شوریدہ گفت ٭ مرا فتنہ خوانی و گوئی مخفت ٭ یہ خلاف قیاس باوجود التباس صیغۂ ماضی جائز رکھا گیا ہے جنہون نے اسکو خفتیدن سے فرمایا ہے یہ انکا عدم اعتنا ہے بلکہ خفتیدن خود اس خفت سے بنا ہے یعنی خفتن کا مصدر مضارعی ہے اور خفتن کا امر خواب قرار دینا بھی نہین چاہیئے کیا معنی کہ خواب مصدر جعلی خوابیدن کا امر ہے اسکا تعدیہ خوابانیدن اور اسکا مخفف خوانیدن مستعمل ہے نظامی رح **شعر** سہی سروش ببالین خوانیدہ ٭ سرشک از لالہ گل بر دمیدہ ٭ اسکا بیان بحث مصدر مین گزر چکا ہے ۔ اور خسپ بھی ایک جداگانہ امر ہے جسکا مصدر وغیرہ مستعمل نہین بیند و بین کی طرح کہ انکی بحث مصدر موجود نہین اور خسپیدن مصدر جعلی ہے ۔ اور خفتن بالفتح بمعنی خمیدن و کج شدن منقضب ہے اسکی بحث امر میری نظر سے نہین گزری ناصر خسرو **شعر** امروز ہمی ضعیف بینی ٭ این قامت خفتۂ نزارم ٭ میر معزی **شعر** اے دہانت تنگ و زلفت خفتہ از بہر سبت ٭ پشت من چون زلف داری

قاعدہ اثبات فا

شگفتن بھی قاعدہ اثبات مین داخل ہے

شگفیدن شگفتن کا مصدر مضارعی ہے

شگفتن متعدی بھی آیا ہے

دوسرا قاعدہ زیادت

خفت خفتیدن کا امر نہین بلکہ خفتیدن اسکا مصدر مضارعی ہے

خواب خفتن کا امر نہین مصدر جعلی کا امر ہے

خفتن بالفتح منقضب ہے

دلم ہمچون وہان ؛ تیسرا[۳] قاعدہ **تبدیل فقط** اور یہ تبدیل کبھی تو باء موحدہ سے جیسے کوفتن سے کوب
یافتن سے یاب اور یہی مصدر کبھی واو کے ساتھ بھی مستعمل ہے حکیم نزاری قہستانی **شعر** بیک غمزہ رگ جانش
بکاود ؛ شنود گم درو ہے وخود را نیاود ؛ اے نیابد۔ اسیطرح شیفتن بمعنی دیوانہ وپریشان شدن بھی
جس سے شیفتہ مشتق ہے بحث امر مین واو اور باء موحدہ ہر دو کے ساتھ مستعمل ہے حکیم اسدی
شعر زخواری ورنجے کہ آید شیب ؛ کہ گیتی چنین ست بالا وشیب ؛ فردوسی رح **شعر** چو در خنجر روز
بگرد بخت شب ؛ ہمیرفت شیوان دل وخشک لب ؛ کبھی صرف واو سے جیسے رُفتن سے رُو بالفتح
کافتن سے کاو گفتن سے گو اور گوے شُنفتن سے شنو جاننا چاہیئے کہ شنودن وشنیدن ان ہر دو کو جداگانہ
مستقل مصادر اصلی قرار دینا میری سمجھ مین نہین آتا کیا معنی کہ شنفتن سے بقاعدہ تبدیل گفتن ورفتن کی
طرح امر شنو حاصل ہوا اور بسبب ضابطہ مشہور امر حاضر اور علامت مصدر کے درمیان یاے تحتانی کی زیادت
سے مصدر جعلی شنویدن بنا لیا گیا چنانچہ قدما کے کلام مین یہ بھی مستعمل ہے اور نوشیدن بمعنی سمع اور اس کا
مزید علیہ نیوشیدن اسی شنویدن کا قلب ہے مولوی معنوی رح[۳۰۷] **شعر** لیک ناوانستہ آرم این زمان ؛ تا کہ ہر
گوشے نیوشد این نہان ؛ **ولہ**[۲۹۸] تو چہ دانی تا نیوشی قالشان ؛ زانکہ پنہانست بر تو حالشان ؛ **ولہ**[۱۹۸]
ما بری از دعوت وعوت ترا ؛ مانیوشیم این دم تو کافرا ؛ مگر اسکا مزید علیہ نیوشیدن کثیر الاستعمال ہے
یہ قاعدہ قلب کا اور مصدرون مین بھی جاری ہے جیسے سُکستن بضمتین گسستن کا قلب ہے مولوی
معنوی[۳۱۰] **شعر** گندم ار بشکست وزہم در سُکست ؛ بر دکان آمد کہ نک نان درست ؛ فردوسی **شعر** غل و
بند ورہم سُکستم ہمہ ؛ دوان آمدم پیش شاہ رمہ ؛ ممکن ہے کہ نیوشیدن مصدر جداگانہ مستقل ہو اور
نوشیدن بمعنی سمع اسکا مخفف واللہ تعالی اعلم۔ سو یہی شنویدن کبھی تخفیف واو سے شنیدن کر لیا
(اے مصدر مضارع شنفتن ۱۲)
جاتا ہے اور کبھی تخفیف یاے تحتانی سے شنودن اور کبھی بحکم ضرورت واو اور یاء تحتانی دونون
حذف کر دیئے جاتے ہین فردوسی رح[۳۲۴] **شعر** گریزان بیالا چرا بر شدی ؛ چو آواز شیر ژیان بشنُدی ؛
اور کبھی بزیادتی الف اشنیدن بھی کہا جاتا ہے مولوی معنوی رح[۳۵۳] **شعر** دید صد چندان کہ وصف اشنیدہ بود ؛
کے بود خود دیدہ مانند شنود ؛ مگر شنفتن صرف سمع یعنے سننے کے معنون مین آتا ہے اور شنودن
وشنیدن سننے اور سونگھنے کے ہر دو معنون مین مستعمل ہے جیسے فیضی کا شعر ہے **شعر** فیلان کہ مقیم
بیشہ بودند ؛ بوے ز روندگان شنودند ؛ فردوسی رح **شعر** کہ داند کہ گیتی چہ اور انمود ؛ چہ گویم کہ گوش

تیسرا قاعدہ تبدیل فقط
یافتن سے جب امر بنا ... اور شیفتن سے ... تبدیل ... واو کے ساتھ
شنودن اور شنیدن کی تحقیق
نوشیدن اور نیوشیدن بمعنی سمع شنویدن کا قلب اور مزید علیہ ہے
شنویدن کبھی واو حذف ہوکر شنیدن اور کبھی یے حذف ہوکر شنودن اور کبھی واو اور یے دونون حذف ہوکر شنُدن رہجاتا ہے۔
شنیدن بالف زیادہ کرکے اشنیدن بھی کہتے ہیں
شنودن وشنیدن سننے اور سونگھنے دونون معنون مین مستعمل ہین

این نیار وشنود * اور شنیدن کے دونون معنی اس ایک شعر سے واضح ہین حافظ رح شعر بوے خوش تو ہر کہ زباد صبا دشنید * از یار آشنا خبر آشنا شنید * چوتھا تبدیل مع الزیادۃ یعنی فے کو با موحدہ سے بدل کر قبل اس بے کے نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے سفتن بالضم سے سنب شعر خنجر او سر فگن گرزش بود گردن شکن * تیر او پولاد سنب رمح او سندان گزار * سنبیدن اسکا مصدر مضارعی ہے۔ پانچوان حذف فقط جیسے پزیرفتن سے پزیر۔ چھٹا حذف مع الزیادۃ جیسے گرفتن سے گیر یہان یاے تحتانی اشباع کسرہ سے پیدا ہو گئی۔ جاننا چاہیئے کہ اس لفظ گرفتن کی حرکات مین اختلاف ہے مگر قول تحقیق کسرۂ کاف فارسی و فتح راء مہملہ ہے چنانچہ فردوسی رح فرماتے ہین شعر سرو دل پر از کینہ کرد و برفت * تو گوئی کہ عہد فریدون گرفت * کبھی بحکم ضرورت ان الفاظ کے ساتھ ہم قافیہ کر دیا جاتا ہے جنکا حرف ماقبل روی مکسور و مضموم ہے۔ مولوی معنوی رح شعر یک بیک راحاجبہ جستن گرفت * تا پدید آید گہر بنگر شگفت * فردوسی رح شعر سبک دشتبان گوشہا برگرفت * غریوان از و ماند اندر شگفت * اسکے نظائر بہت ہین جیسے رفتن کو خفتن و آشفتن کے ساتھ ہم قافیہ کرنا فردوسی رح شعر چو رفتند بیدار دل رفتہ بود * کہ بخت چنان بادشہ خفتہ بود * ولہ سیاوش بگفت آن کجا رفتہ بود * وزان کو زسودابہ آشفتہ بود * ولہ شبا روز مادر زمی خفتہ بود * زمی خفتہ و ہم زہش رفتہ بود * واللّٰہ تعالیٰ اعلم اور یہ مصدر لازم بھی آیا ہے۔ حافظ فرماتے ہین شعر بگرفت ہمچو لالہ دلم در ہواے سرو * اے مرغ وصل کے شوی آخر بدام ما * ولہ نگرفت در تو گریہ حافظ ہیچ رو * حیران آن دلم کہ کم از سنگ خارہ نیست *

چوتھا قاعدہ تبدیل مع الزیادت

پانچوان قاعدہ حذف صرف کا

گرفتن کی ریے کی حرکت کا بیان

رفتن بالفتح کا خفتن بالضم کے ساتھ ہم قافیہ ہو جانا

گرفتن بمعنے لازم کی سند

باب المیم

اس باب مین سواے ایک مصدر کے اور کوئی نظر نہین آیا اور اس مین صرف ایک حذف مفرو کا قاعدہ جاری ہے جیسے آمدن سے آ اور آمی یہان بھی زیادتی یاے تحتانی کی اُسی قسم کی غیر واجب ہے جسکی تحقیق مکرر سہ کر لفظ خدایا کی تحقیق اور بیان اضافت اور اسی بحث کی باب الف مین مصدر کشادن کے ضمن مین گزر چکی ہے حاشا و کلا یہ (ے) ہرگز میم کے بدلے مین آئی ہوئی نہین ہے جیسے اور قواعد نگارون نے عدم اعتنا سے لکھدیا خصوصا مصنف جواہر الحروف محقق فرزانہ بہار اور انکے اتباع صاحب تحقیق القوانین صاحب ہفت قلزم صاحب قوانین دستگیری وغیرہم سے سخت تعجب ہے کہ وہ تحقیقات کے ایسے درپے اور پھر انہون نے بلا مناسبت کیسی آنکھ بند کئی آمی مین (جو آمدن سے

باب المیم

[illegible handwritten margin note]

امر حاضر کا صیغہ ہے) یا ی تحتانی کو میم کا بدل کہدیا اسیطرح آرا ے وپیرا ے مین (جو آراستن وپیراستن سے امر حاضر کے صیغے ہین) یا ے تحتانی کو سین مہملہ کا بدل کہدیا ہے یہ خلاف تحقیق ہے یہ وہی یا ے زائدہ ہے جو الف مدہ کے بعد بصورت عدم ترکیب جوازاً جیسے آ وآہی آرا و آرا ے پیرا و پیرا ے اور وقت ترکیب تحمل حرکت کے لیئے وقایۃً وجوباً زیادہ کی جاتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کبھی بحکم ضرورت اس مصدر آمدن کا ایک الف حذف بھی کردیا جاتا ہے مولوی معنوی شعر رحمت اندر رحمت آید تا بسر ٭ بر یکے رحمت فرو ماے پسر ٭ ا ے فرومیا۔

آمدن کا ایک الف بحکم ضرورت حذف بھی ہوجاتا ہے

باب النون

باب نون

اس باب مین صرف ایک اثبات کا قاعدہ جاری ہے جیسے افگندن سے افگن۔ آگندن سے آگن کندن سے کن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب الواوٗ

باب الواوٗ

قاعدہ اثبات

یہ باب دو قاعدون کو مشتمل ہے اثبات اور تبدیل۔ **اثبات** جیسے غنودن سے غنو۔ سعدی شعر نغنوم زان رو خیالش را نمی بینیم بخواب ٭ دیدۂ گریان من یک شب غنودی کاشکے ٭ بودن کا صیغۂ امر حاضر مستعمل نہین لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ بو اسکا امر ہو کیونکہ بود بوے بوم اسکا مضارع مستعمل ہے فردوسی رح شعر کہ تا من بگیتی بوم زندہ را ٭ ز ترکان اگر شاہ و گر بندہ را ٭ اور بو جو بمعنی آرزو و اشتیاق آتا ہے وہ بویہ کا مخفف ہے چنانچہ بویہ بھی خود مستعمل ہے فردوسی رح شعر ترا بویۂ دخت مہراب خاست ٭ دلت خواہش سام یرم بکاست ٭ اسیطرح حاصل بالمصدر بوش بمعنے تعدیر اساتذہ کے کلام مین مستعمل ہے کیا معنے کہ یہ حاصل بالمصدر امر حاضر پر شین ماقبل مکسور لاحق کرنے سے حاصل ہوتا ہے فردوسی رح شعر بہ بخشود یزدان نیکی دہش ٭ کیے بودنی داشت اندر بوش ٭ وله نوشتہ چنین بود مان از بوش ٭ برسم بوش اندر آمد روش ٭ اور اسکا مخفف بُدن اور اُسکی تمام بحث اسی تخفیف کے ساتھ بھی مستعمل ہے مولوی معنوی شعر چیست دنیا از خدا غافل بُدن ٭ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن ٭ فردوسی رح کا ہجو یہ شعر ہے شعر چو بیہم وارش نبُد در نژاد ٭ ز دیہیم داران نیاورد یاد ٭ اگر ما در شاہ بانو بُدے ٭ مرا سیم و زر تا بزانو بُدے ٭ وله کہ بیش از تو شاہان فراوان بُدند ٭ ہمہ تاجداران گیہان بُدند ٭ وله با برانیان گفت بیدار بید ٭

بودن کا صیغہ امر حاضر کا مستعمل نہین

بو بمعنی آرزو و اشتیاق بویہ کا مخفف ہے بودن کا مشتق نہین

بودن بتخفیف دال بدن بھی مستعمل ہے

کہ من کردم آہنگ دیو سپید ۔ ثانی **تبدیل** جیسے نمودن سے نما اور نماے یہان امر مین فتح نون کا ضمہ سے بدلدیا گیا تا واو مبدلہ پر دلالت کرے اور پالودن سے پالا اور پالاے یہان بھی یاے تحتانی بعد مدہ زائد ہے جسکا کئی بار ذکر ہو چکا ہے یہان ایک بات یاد رکھنے کے لایق ہے کہ پالودن پانی شراب تیل جیسے مائیات کے چھاننے صاف کرنے کو کہتے ہین اگرچہ وہ بالفعل مائی نہون بعد پگلانے کے ان مین مائیت و سیلان پیدا ہو جیسے سونا چاندی نظامی رح **شعر** گہر سفت نتوان آسودگی ۔ بود نقرہ محتاج پالودگی ۔ بعض وقت مطلق پاک و صاف کرنے کے معنون مین استعارہ کرلیا جاتا ہے فردوسی رح **شعر** رہ داور پاک بنمودشان ۔ ز آلودگیہا بپالودشان ۔ جسطرح بیختن آٹے خاک راکھ جیسے خشک چیزونکو چھاننے صاف کرنے کو کہتے ہین بعض وقت مطلق کسی مسئلہ کے تفتیش کے موضع مین مستعمل ہوتا ہے ۔ جاننا چاہیئے کہ ایک قاعدہ زیادتی کا بھی اس باب مین جاری ہی چونکہ وہ مصادر شاذۃ الاستعمال مین سے ہے ہمنے اسکو ذکر نکیا جیسے بپسودن سے بپساو و اس مین دو طرح تخفیف کیجاتی ہے ایک تو باے موحدہ کو حذف کرکے پسودن کہتے ہین دوسرا پاء فارسی کو حذف کرکے بسودن کہتے ہین ابوالفرج کا شعر ہے **شعر** بعون عدل تو صیاد عدل بپساود ۔ سر ون آہوے نخچیر بے وسیلۂ دام ۔ **ولہ** کوہ بپسود زخم تیرش وگفت ۔ صاعقہ است این نہ تیر واخوتا ۔ حکیم سوزنی **شعر** بخاک وادی آن چہرہ کہ آبلہ کرد ۔ بآستین حریر ارچہ نرم بپسودی فردوسی رح **شعر** نگہ کرد بیکار دو پیل مست ۔ خروشان چو رعد و پساوان دو دست ۔ **ولہ** بتان را بشاہ نو آئین نمود ۔ کہ بودند چون گوہر نابسود ۔

باب الیاء

اس باب کے مصادر مستعملہ مین فقط دو قاعدے حذف مفرد اور زیادت مفرد کے میرے دیکھنے مین آئے ۔ اول **حذف** جیسے رسیدن سے رس بُریدن بالضم سے بُر بالضم بمعنی قطع گزیدن بالفتح سے گز ۔ دوسرا **زیادت** مثلاً گزیدن بالضم سے گزین اور بُریدن بالضم بمعنی قطع کا امر جیسے بُر بالضم محذوف الیا آتا ہے جیسے قاعدۂ اولی حذف مین عرض کیا گیا بُرین بالضم بزیادتی نون بھی آتا ہے جس کا حاصل بالمصدر برینش و برین مستعمل ہے مولوی معنوی **شعر** چون بُرید او واد او را ایک بُرین ۔ ہمچو شکر خدوش و چون انگبین ۔ نظامی رح **شعر** دلے باید اندیشہ را تیز وتند ۔

قاعدہ تبدیل

پالودن مائیات کے چھاننے کے لئے موضوع ہے خواہی بالفعل مائی ہولن خواہی بالقوہ

باب الواو مین قاعدہ زیادت بھی ہے چونکہ وہ مصادر شاذۃ الاستعمال مین لایا جاتا ہی بیان نہیں کیا

مصدر بپسودن کی تحقیق

باب الیاء

قاعدہ حذف

قاعدہ زیادت

برینش نیاید ز شمشیر کند ٭ جاننا چاہیئے کہ اسی باب الیاذ مین دیدن ایک ایسا مصدر ہے کہ باعتبار بحث امر کے مقتضب ہے یعنی ویدن مصدر اور بے بین مشتق اور انکے باہم کچھ تعلق اشتقاق نہین یعنی دیدن کا مضارع اور امر نہین آتا اور بین کا مصدر اور ماضی نہین آتا ہان معنون مین ترادف ہے اس بارہ مین مولانا صہبائی رحمہ اللہ تعالٰی کا ہمزبان ہون چیدن سے چین اور یہ مصدر مع کل مشتقات بتخفیف یا چدن وچد وچن بھی کلام فصحا مین مستعمل ہے فردوسی رح شعر ہمی گل چدند از لب رود بار ٭ زنان چو گلستان و گل در کنار ٭ ولہ ترا آرزو جنگ و پیکار نیست ٭ اگر گل چنی راہ بے خار نیست ٭ ولہ بہار آمد از گلستان گل چنم ٭ ز روے زمین شاخ سنبل چنم ٭ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ٭

مصدر ویدن کی تحقیق

چیدن بتخفیف یا چدن بھی آیا ہے

بحث الحرف

بحث الحرف

جو کلمہ کہ اپنے معنون پر بنفسہ دلالت نکرے یعنی اپنی مفہومیت مین مستقل نہو کیا معنی کہ جبتک دوسرا کلمہ اُسکے ساتھ نہ ملے اسکا معنی کچھ نہ سمجھا جاے وہ حرف ہے جیسے از ٭ در و بر ٭ حروف کئی قسم کے ہین حروف جر ۔ حروف مشبہ بالفعل ۔ نہ ونے مشبہ بہ نیست ۔ نہ نفی جنس کا ۔ نا و بی کہ جنکی ترکیب سے وہ مرکبات صفت مشبہ منفیہ کا کام دیتے ہین جسطرح لفظ با صفت مشبہ مثبتہ کے معنی پیدا کرتا ہے ۔ حروف نواصب اسم ۔ حروف شرط ۔ حروف جازمہ ۔ حروف عاطفہ ۔

اول حروف جر چونکہ یہ حروف معنی فعل کو اپنے متصل و مابعد تک پہونچا دینے کے لیئے موضوع ہین حروف صلہ و روابط بھی انکو کہا جاتا ہے اور جر بمعنی کشیدن بھی ہے تو یہ حروف بھی معنی فعل کو اپنے ملحق و متصل تک کھینچ لاتے ہین اور جر عربی مین ایک اعراب مخصوص کا نام بھی ہے یعنی کلام عرب مین کسی کلمہ پر ان حروف کے داخل ہونے کا اثر اس اعراب خاص کے پیرایہ مین ظاہر ہوتا ہے تو حروف جر کے ساتھ اسکو ملقب کرتے ہین چونکہ اعراب کی بحث زبان عرب کے ساتھ مختص ہے اعجام ان دقیقون سے بلے بہرہ ہین پس یہ تسمیہ اس وجہ کے ساتھ مخصوص بزبان عرب ہوگا واللہ تعالٰی اعلم بالصواب اور حروف جر مین سے ایک تو لفظ از ہے اور اسکا مخفف ز ہے یہ کئی معنون مین مستعمل ہے ایک از ابتدائیہ اور از ابتدائیہ ایک امر ممتد کی ابتدا کے لیئے موضوع ہے یعنی از اور اسکا مجرور جس فعل کے ساتھ متعلق ہو وہ فعل امر ممتد ہونا چاہیئے مگر عام ہے کہ ممتد بنفسہ ہو جیسے عرفی کا شعر ہے شعر از در دوست چہ گویم بچہ عنوان رفتم ٭

حروف جر کا بیان

اعراب کی بحث عرب سے مخصوص ہے

معنی فعل سے کہ افعال مین اور اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ و مصدر اور ظرف اور اسم اشارہ وغیرہ مین مقتضی معنی فعل یعنی حدث ہی ہین مراد ہے معنی فعل کہنا کافی ہے فعل یا معنی فعل کہنے کی ضرورت نہین واللہ اعلم بالصواب

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم ٭ کیا معنی کہ رفتن خود ایک امر ممتد ہے نظامی رح شعر
ز دروازۂ سدرہ تا ساق عرش ٭ قدم بر قدم عصمت افگندہ فرش ٭ قدم بر قدم خود امتداد پر
دال ہے یا منشا اور سبب کسی امر ممتد کا ہو جیسے نظامی رح شعر برون جست ازین گنبد چاربند ٭
فرس راند بر ہفت چرخ بلند ٭ کیا معنی کہ باہر کود جانا امر ممتد نہین اسواسطے کہ ایک ہی پھلانگ
مین باہر کود جا سکتے ہین بلکہ دوسرے کسی ایک امر ممتد یعنی فرس راندن بر ہفت چرخ کا سبب ہے
اور فرس راندن بلا شبہ امر ممتد ہے اور ابتدا اس امر ممتد کی (جسپر مجرور از دلالت کرتا ہے)
مکان یا زمان یا سوا اسکے کسی تیسری شئے سے بھی ہو سکتی ہے مگر علماے نحاۃ کا اسمین اختلاف
ہے بعضے غیر زمان مین اسکا استعمال حقیقت اور زمان مین استعارہ اور مجاز جانتے ہین - اور
غیر زمان خواہی مکان ہو یا غیر مکان جیسے نظامی رح شعر گر آئی ز جاے نگہدار جائے ٭ وگرنہ
سپارم سرت زیر پاے ٭ اور غیر مکان کوئی شخص وغیرہ جیسے نظامی رح شعر بسے منزل آمد ز من
تا بتو ٭ نشاید ترا یافت الا بتو ٭ اور بعضے صرف مکان کے لیئے حقیقت باقی زمان ہو یا غیر زمان
مین استعارہ اور مجاز مانتے ہین اور بعضے تینون حالتون مین اسکا استعمال کو حقیقۃً جائز رکھتے ہین -
واضح ہو کہ لفظ ابتدا سے خود یہ بات سمجھہ مین آگئی ہوگی کہ جو شے لا بدایۃ لہ ہوگی اُس پر
از کا لانا محال ہے جیسے لا نہایۃ لہ پر تاے انتہائیہ لانا باطل ہے پس از ازل تا ابد جیسے
نظامی رح کے اس شعر مین شعر محمد کازل تا ابد ہرچہ ہست ٭ بآرایش نام او نقش بست ٭
متاول ہے یعنی اول خلقت سے آخر خلقت تک کی مدت طویل کو ازل اور ابد کے ساتھ استعارہ
کر لیا اسواسطے کہ آپ کی ذات پاک صاحب لولاک لما خلقت الافلاک باعث کائنات سبب
وجود مخلوقات ہے اور کل کائنات اور جمیع مخلوقات مین سے کوئی بھی ازلی اور ابدی نہین
ازل اور ابد اُسی کی ذات تبارک و تقدس ہے واللہُ تعالیٰ اعلمُ اسیطرح غیر مکان وغیر زمان
سے مکانیات و زمانیات مراد ہین نہ کہ جو شے مکان و زمان سے باہر ہو پس از لامکان
یا تا لامکان کہنا جیسے مولانا المولوی المعنوی کے اس شعر مین شعر آن سیہ حیران شد از برہان
او ٭ می دمید از لامکان ایمان او ٭ متاول ہے یعنی بڑی بعید مسافت کو لامکان کے ساتھ
استعارہ کر لیا اسواسطے کہ لامکان ایمان کا مخزن نہین صرف یہ بات ثابت کرنی ہو کہ ہمارے

ایمان کی طرح ملوث نہین لیکن ایمان مقربان حضرت یزدان جل جلالہ کے ایمان کیطرح اُس کا
ایمان بھی بے لوث اور کامل تھا۔ وَاللہُ تَعَالیٰ اعلم بالصواب ؂

واضح ہو کہ از کا استعمال جب کبھی معنون مین ہوتا ہے تو جدا شناس اور علامت خاص اسی معنی ابتدائیہ کی یہ ہے کہ اُسکے مقابلہ مین تا انتہائیہ یا جو اس لفظ معنی تا کو ادا کرے لانا درست ہو اوّل ظاہر ہے جیسے از خانہ تا مسجد رفتم ثانی جیسے نظامی رح کے اس شعر مین **شعر** سرانفہ در بیت اقصا کشاد ؂ زناف زمین سر باقصا نہاد ؂ اے از ناف زمین تا اقصا رفتند۔ جسطرح نحات عرب نے اَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مین تاویل کی ہے چنانچہ شیخ رضی استر آبادی شرح کافیہ مین فرماتے ہین اِنّ معنی اعوذ بہ التجئ الیہ و افرّ الیہ فالباء ھٰھنا افادت معنی الانتھاء اور کبھی یہ از ابتدائیہ لقرینۂ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے اس شعر مین نظامی رح **شعر** محمد کا ازل تا ابد ہر چہ ہست ؂ اے کز ازل تا ابد الخ **ولہ** سکندر کہ کرد آن عمارتگری ؂ کجا تا کجا سدّ اسکندری ؂ اے از کجا تا کجا۔ اسی قبیل سے ہے سر تا پا اے از سر تا پا وَاللہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ دوسرا از بیانیہ ہو جو ایک امر مبہم سے مقصود متکلم کیا ہے اُسکے اظہار و تبیین کے لئے موضوع ہے لیعنی از اپنے مجرور کے ساتھ مل کر مظہر و مفسر و مبین اُس امر مبہم کا بنجاتا ہے جو مقصود ہے اور وہ امر مبہم خواہی قبل از بیان کے ہو جیسے اس شعر مین نظامی رح **شعر** بر انگیخت رزمے چو بارندہ میغ ؂ تگرگش ز پیکان و باران ز تیغ ؂ خواہی بعد جیسے اس شعر مین سعدی رح **شعر** بر گل سرخ از نم افتادہ لآلی ؂ ہمچو عرق بر عذار شاہد غضبان ؂ جامی رح **شعر** بشیر بنی وچہ بی از زبانم ؂ نہادی لقمۂ خوش در دہانم ؂ یہان لآلی اور لقمہ کا بیان نم اور زبان ہین۔ علامت اور جدا شناس لفظی اسکا یہی ہے کہ بجائے اسکے موصول مع مقتضیات لایا جاوے تو معنی مین کوئی قباحت نہ آئے جیسے امثلہ مذکورہ مین اے لآلی کہ آن نم ست ولقمۂ کہ آن زبان من ست و تگرگ او کہ پیکان ست و باران او کہ تیغ ست اور یہ از بیانیہ لقرینۂ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے مولوی معنوی رح[۱۶۶] **شعر** تا برون آرد زمین خاک رنگ ؂ ہر چہ اندر جیب دارد لعل و سنگ ؂ اے از لعل و از سنگ وَاللہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ؂۔

تیسرا تبعیضیہ اور وہ وہ حرف از ہے کہ جس اسم پر وہ از داخل ہوتا ہے اسکے قبل یا بعد جو اسم مرفوع یا منصوب مذکور ہو وہ اس مجرور از کے بعض افراد مین سے ہو اول یعنی مرفوع جیسے اس شعر مین

سعدی رح شعر ملک صالح از پادشاہان شام ٭ برون آمدی صبحدم با غلام ٭ ثانی یعنے منصوب
جیسے اس شعر مین قوله یکے راغب آمد ز صاحبدلان ٭ کسے گفت شکر بخواہ از فلان ٭ یہان اسم مرفوع
یعنے ملک صالح مجرور یعنی پادشاہان شام کے بعض افراد مین سے ہی۔ اسیطرح اسم منصوب یکے را
یعنی جس شخص کا حال بیان کرتے ہین صاحبدلونکے بعض افراد مین سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۴ از انتزاعیہ

چوتھا از انتزاعیہ وہ یہ ہے کہ مجرور از سے صرف موضع انفصال وانتزاع کا ظاہر کرنا مقصود ہو متکلم کو
یعنے اس سے مبدئیت کسی امر ممتد کے بیان کرنی مقصود نہو اور اسکو انفصالیہ بھی کہہ سکتے ہین
جیسے سعدی رح شعر ز گوش پنبہ برون آر و داد خلق بدہ ٭ دگر تو مے ندہی داد روز دادے ہست ٭
نظامی رح شعر ستانی زبان از رقیبان راز ٭ کہ تا راز سلطان نگویند باز ٭ وله ز ہر شاہ کامد جہان را
پدید ٭ بدست تو داد آفرینش کلید ٭ یعنی ہر پادشاہ کہ در وجود آمدہ کلید سلطنت از دست او گرفتہ
بتو سپرد ٭ کبھی بقرینہ مقام یہ از انتزاعیہ حذف بھی کیا جاتا ہے سید حسین خالص کا شعر ہے شعر
وعدہ وصلے کہ اے مہ پارہ یادت رفتہ است ٭ چارہ درد من بیچارہ یادت رفتہ است ٭ اے از یادت
رفتہ است

از انتزاعیہ بقرینہ مقام حذف کیا جاتا

۵ از اعراضیہ

پانچوان از اعراضیہ جیسے اس شعر مین سعدی رح شعر گفتم میان عالم وعابد چہ فرق بود ٭
تا کردی اختیار از آن این فریق را ٭ وله دل آرامے کہ داری دل درو بند ٭ دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند ٭

۶ از تفضیلیہ

چھٹا تفضیلیہ جو مفضل علیہ پر لایا جاتا ہے تا مفضل کا اپنے وصف مقصود مین مفضل علیہ سے
بڑھا چڑھا رہنا ثابت ہو سعدی رح شعر سرہنگ لطیف خوے دلدار ٭ بہتر ز فقیہ مردم آزار ٭
نظامی رح شعر توئی کافریدی ز یک قطرہ آب ٭ گہرہاے روشن تر از آفتاب ٭ کبھی مفضل کو
کبھی مفضل علیہ کو بوجہ کسی نکتہ کے مذکور نہین کرتے مثلاً اعلام اس امر کا منظور ہوتا ہے کہ
اسکی عمومیت حصر بیان کو مانع ہے وغیرہ ذلک اوّل یعنی حذف مفضل سعدی رح کے اس شعر مین
شعر چو دانشور این در معنی بسفت ٭ بگفت این کزین بہ محالست گفت ٭ اے چیزے بہتر ازین الخ
اور ثانی یعنی حذف مفضل علیہ جیسے نظامی رح کے اس شعر کے مصرعہ ثانی مین شعر کزان خوبتر
جا نباشد دگر ٭ چو آن خوبتر گفتی آن خوبتر ٭ اے خوبتر از ہمہ چیز چنانچہ عربی مین اللہ اکبر اے
اکبر من کل شیءٍ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور کبھی مفضل علیہ مفضل پر مقدم بھی ہو جاتا ہے
مگر ہر حال مین حرف تفضیل کا اتصال مفضل علیہ کے ساتھ ضرور ہے فارسی مین اداۃ تفضیل تر

یا ترین ہین اور کبھی بغیر اداۃ کے بعض اسم جو متضمن معنے تفضیل کو ہین مفضل بنجاتے ہین چنانچہ حضرت نظامی کا یہ شعر ان دونون دعوؤن (یعنی بتقدیم مفضل علیہ اور اداۃ تفضیل) کی شہادت ہے شعر امیدم نبوت زاندازہ بیش ٭ مکن ناامیدم زدرگاہ خویش ٭ سعدی رح شعر چون درآید مِہ از تو ئی بسخن ٭ گرچہ بدانی اعتراض مکن ٭ کبھی معنی تفضیل سے تجرید کر لیجاتی ہے اداۃ تفضیل اس پر لاکر بیشتر ومہتر وبہتر کہتے ہین کبھی ان اداۃ سے تفضیل مراد نہین ہوتی ہے جیسے نظامی رح کے اس شعر مین شعر شکر کہ این نامہ بعنوان رسید ٭ پیشتر از عمر بپایان رسید ٭ اور صیغہ تفضیل کو بعد حذف حرف جر جانب مفضل علیہ اضافت بھی کر سکتے ہین مگر اس مین شرط ہے کہ مفضل بعض افراد مفضل علیہ سے ہو غیر اضافت یعنی حالت تحلیل وانفصال ان شرطون سے بری ہے ہر حال مین مفضل مفضل علیہ کو بتوسط حرف جر بیان کر سکتے ہین گلستان مین ہے نثر اجلِ کائنات از روئے ظاہر آدمیست واذلِ موجودات سگ وباتفاق خردمندان سگِ حق شناس بہ از آدمیِ ناسپاس۔ آدمی اجل کائنات است وسگ اذل موجودات۔ یہ دو مثالین اضافت کی ہین اس عبارت مین آدمی اور سگ (جو مفضل ہین) بعض افراد مفضل علیہ (یعنے کائنات وموجودات سے) ہین یہ امر صحت اضافت کے لیئے شرط ہے بخلاف حالت تحلیلی کے کہ اس مین خواہی مفضل مفضل علیہ کے افراد سے ہو یا نہ ہو سب درست ہے اوّل ظاہر ہے جیسے گوہر بہتر از سنگ ست تو گوہر نوع سنگ وافراد سنگ سے ہے اور اسی مثال آدمی اجلِ کائنات کو آدمی اجل از کائنات بھی کہنا درست ہے اور ثانی یعنی جہان مفضل افراد مفضل علیہ سے نہو جیسے سگِ حق شناس بہ از آدمیِ ناسپاس کہنا درست اور اضافت کے ساتھ سگ بہتر آدمی ست نہین کہہ سکتے اسواسطے کہ سگ موصوف مردم ناسپاس کے افراد سے نہین اسیطرح زید بہتر از حمارست جائز ہے بہترین حمارست اضافت کے ساتھ جائز نہین۔ پس ان دو استعمالون مین نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوگی یعنے استعمال بتوسط از حملہ تفضلیہ عام ہے اور اضافت کے ساتھ خاص جیسے زید بہترین مردمانست وبہتر از مردمان مادہ اجتماع ہے اور زید بہتر از حمارست مادہ افتراق۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ مفضل جس پر حرف تفضیل لاحق ہوتا ہے وہ اسم متضمن معنی وصفی ہونا چاہیئے اور بعض جگہ اسم غیر متضمن معنی وصفی یا اعلام پر لاحق ہوجاتا ہے تو ان اسمون سے انکے اوصاف مشہورہ مراد ہوکر بمنزلہ صیغہ صفت کے

حاشیہ:

تفضیل کا بغیر حرف تر و ترین
متضمن معنی تفضیل
تفضیل بغیر تر و ترین
کبھی تجرید معنی تفضیل کی کر لیجاتی ہے
یعنی اداۃ تفضیل...
صیغہ تفضیل کی اضافت مفضل علیہ کی طرف
اضافت مفضل علیہ
شعر ... نظامی
کبھی ان اداۃ سے تفضیل مراد نہین ہوتی
استعمال بطریق تحلیل
مفضل کا معنی وصفی...
اور اسم ہو تو تاویل ہوگا

بنائے جاتے ہین مولوی معنوی رح شعر کہ بروما خود زتو چوپان تر ہم * چون تبع گردیم ہر یک سروریم *
اے پاسبان تر و مربی تر ہستیم ولہ لیک ازان فرعون ترآمد پدید * ہم وراہم مکر او ورا در کشید *
اے مکارتر * نظامی رح شعر سخنہائے از تیغ پولادتر * زبان از سخن سخت بنیادتر * اے از تیغ سخت
وتیزتر ۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب ساتوان استعانت کے لیے صائب کا شعر ہے شعر کہ می شوید
غبار کلفت از دل عندلیبان را * دران گلشن کہ از خون خود زخسار می شوید * اے بخون خود نظامی رح
شعر مگر شاہ زان داد چوگان بمن * کہ تا از دو گیتی ملک برخویشتن * اے تابدو کشم ۔ اس شعر مین معنی
استعانت کے جب ہی درست ہونگے جب مرجع ضمیر مجرور کا چوگان کو بنائین اور اگر شاہ کی جانب ضمیر
راجع ہو تو از انتزاعیہ یا ابتدائیہ سمجھا جائیگا مگر تقدیر اول راجح ہے کیا معنی کہ مبالغہ اس تقدیر پر
زیادہ ہوگا اسواسطے کہ ملک سے مراد مطلق ملک یعنی تمام جہان تقدیر اول پر لے سکتے ہین ۔ تقدیر
ثانی پر جب زو کی ضمیر مجرور شاہ یعنی دارا کی طرف راجع ہوئی مضاف الیہ ملک کا محذوف مانا جائیگا
مطلق چھوڑا نہ جائیگا اے ملک شاہ ملک دارا پس ظاہر ہے کہ دارا کے پاس سے سوا اُس کے
ملک کے تمام جہان کہان سے لے سکتے ہین واللہ تعالے اعلم بالصواب ۔ آٹھوان اجلیہ یعنی
بمعنی برائے ۔ انوری شعر در دیدۂ فتح جا سے سازی * از کوری دشمنان لوارا * اے برائے کور
کردن دیدۂ دشمنان کذا فی الشرح ۔ نوان سببیہ سعدی رح شعر ہر آنکس کہ عیبش نگویند پیش *
ہنر داند از جاہلی عیب خویش * ولہ آبگینہ ہمہ جا یابی ازان نے محل است * لعل دشوار بدست آید
ازان ست عزیز * ولہ اسیر بند شکم را دو شب نگیرد خواب * شبے زمعدۂ سنگی شبے ز دل تنگی * اے
بسبب گرانی معدہ و بسبب تنگی دل ۔ اجلیہ اور سببیہ مین فرق یہ ہے کہ مجرور از اجلیہ کا فعل مذکور
کے لیے علت غائی ہوتا ہے جسکا وجود اُس فعل سے مؤخر ہے اور مدخول از سببیہ کا فعل مذکور کی
علت موثرہ فاعلی ہوتا ہے جسکا وجود اُس فعل پر مقدم ہے جیسے امثلہ سے ظاہر ہی واللہ تعالے
اعلم بالصواب دسوان از محللہ اضافت ۔ رائے محللہ کی طرح یہ بھی مضاف الیہ پر لایا جاتا ہے
اور مضاف کا مقدم موخر بلا فاصل اور بفصل کے ساتھ ہونا سب طرح جائز ہے لیکن یہان اس
عمل تحلیل سے اکثر تخصیص مضاف الیہ کی مطمح نظر ہوا کرتی ہے جیسے سپاس از خدا و غم از حبیب
و عذر از تقصیر فردوسی رح شعر سپاس از خداوند خورشید و ماہ * کہ دیدم ترا زندہ در جایگاہ *

اے سپاس خداوند۔ سعدی رح شعر اقلیم پارس را غم از آسیب دہر نیست ۔ تا بر سرش بود چو توئی سایۂ خدا ۔ اے غم آسیب دہر ۔ ولہ بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش ۔ عذر بدرگاہ خدا آورد ۔ اے عذر تقصیر خویش۔ یہان اس تحلیل سے سامع کو جو تحلیل مطلوب ہوتا ہے تا وہ سامع اس تقیید و قید پر تفصیلی اور واضح طور پر نظر ڈالے جو در صورت ترکیب اضافی اجمالی نظر کو مقتضی تھی کیا معنی کہ اضافت مین قید یعنے مضاف الیہ خارج ہوا کرتا ہے اور تقیید داخل تو شاید سامع اُس تقیید پر توجہ نکرے اُس قید کو اتفاقی سمجھے تو وہ بند اضافت یعنی تقیید از کے ساتھ کھولدیجاتی ہے مگر چونکہ صحت اضافت کے لیئے مناسبات شتّٰی ہین (یعنی کوئی مناسبت ہو صحت اضافت کے لیئے کافی ہے) کہین یہ از محللہ را ے مخصصہ کے معنی دیگا جس طرح عربی مین لام تخصیص جیسے سپاس از خداوند مین یعنی سپاس جو خاص خداوند عالم کے لیئے ہے ۔ اور کہین سبب کے معنی دیگا جیسے غم از آسیب دہر مین یعنی غم جو بسبب آسیب دہر کے ہو اسی طرح اور مناسبات کو قیاس کر لین پس از مادی کو (جسکا بیان ابھی آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ) اسی محللہ کی قسم مین داخل کر سکتے ہین مگر اسوجہ سے کہ اضافت مین اضافت حقیقی اصل ہی اور اضافت حقیقی مین مقصود مضاف ہی ہوا کرتا ہے اور مادی مین مضاف کا مقصود ہونا ضروری نہین مادی کو قسم جداگانہ بتا دیا واللہ تعالیٰ اعلمُ بالصواب ۔ گیارہوان از مادّی وہ از ہے جو مادہ پر داخل ہوتا ہے تا ظاہر ہو جائے کہ جو اسم ماقبلِ از مذکور ہے مجرور از اُس کا مادہ ہے خواہی یہ مادّہ حقیقۃً ہو خواہی ادعاءً محض اول جیسے اس شعر مین سعدی رح شعر شمشیر نیک ز آہنِ بد چون کند کسے ۔ ناکس بہ تربیت نشود اے حکیم کس ۔ ثانی جیسے اس شعر مین نظامی رح شعر ز لعل و ز دُر گردن و گوش پُر ۔ لب از لعل کانی و دندان ز دُر ۔ یعنی لب و دندان کا مادہ ادعاءً بیان کیا جاتا ہے کہ لعل و دُر ہی اس از کو غم از آسیب و عذر از تقصیر کیطرح محللہ اضافت نہین کہہ سکتے کسواسطے کہ محللہ مضاف الیہ پر داخل ہوتا ہے اور مادی کا حال یہ ہے کہ اگر مجرور سازِ مادّہ حقیقۃً ہے اور اُس سے بعد حذف حرف جر ترکیب اضافی بنائی جائے تو محللہ کیطرح مجرور از اپنے ماقبل کے اسم کا مضاف الیہ ہوگا جیسے شمشیر از آہن انگشتر از زر سے شمشیر آہن و انگشتر زر اور اگر مادۂ ادعائی ہے مجرور از اپنے ماقبل کے اسم کا مضاف ہوگا جیسے مثال مذکور مین لب از لعل و دندان از دُر سے لعل لب و دُر دندان مرکب اضافی ہوگا غرض مابالامتیاز مادی حقیقی اور ادعائی کا بھی وہی ہے مگر حال

صحت اضافت کیلیے ادنیٰ مناسبت ہی بس ہے (ہامش)

از مادّی

مجرور از مادہ حقیقی بھی ہوتا ہے اور ادعائی بھی

مین مقصود اور محطّ نظر وہی اسم ہوگا جو ما قبل از کے مذکور ہو اگرچہ مرکب اضافی بنانے کے
بعد بادی حقیقی مین مضاف مقصود ہو جاتا ہے جو قبل ترکیب اضافی ما قبل از کے تھا اور بادی ادعائی
مین مضاف الیہ مقصود ہوا کرتا ہے جو قبل ترکیب اضافی نہ بھی ما قبل از کے مذکور ہوا ہے
جیسے امثلہ سے ہویدا ہے اور اضافت ان ہر دو قسم بادی یعنی حقیقی و ادعائی کی اضافت بیانیہ

۱۲ از برائے قسمت

کہلاتی ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ بارہوان از برائے قسمت و توزیع یہ وہ از ہے کہ جو
مقسم علیہ پر لایا جاتا ہے میر مرتضے رضی کا شعر ہے شعر برادرانہ بیا قسمتے کنیم رقیب ؂ جہان و
ہر چہ درو ہست از تو یار از من ؂ اے سعہ جہان قسمت تو و یار قسمت من۔ خواجہ افضل الدین کاشی
رباعی ابر از دہقان کہ ژالہ میروید از و ؂ وحشت از مجنون کہ لالہ میروید از و ؂ طوبی و بہشت و

۱۳ از بمعنی را کہ علامت مفعول

سلسبیل از زاہد ؂ ما و دو لکی کہ نالہ میروید از و ؂ تیرہوان از جو بجائے رائے مفعولی کے مستعمل ہوتا
اے معشوق ۱۲
ہے سعدی رح شعر شب سروشان بردہ از دیدہ خواب ؂ چو حربا تامل کنان زآفتاب ؂ اے
آفتاب را بعض نسخون مین بغیر زے کے تامل کنان آفتاب ہے۔ مفید بلخی شعر چون گزم از لب
آن شوخ ہوسناک مفید ؂ من کہ ہمچون صدف آبلہ دندان دارم ؂ اے لب آن شوخ را۔ ممکن ہے

۱۴ از بمعنے در

کہ یہان از زائدہ مفعول بہ پر لایا گیا ہو۔ چودہوان از جو بجائے در مستعمل ہوتا ہے نظامی رح
شعر چہل روز خود را گرفتم زمام ؂ کا دیم از چہل روزہ گردد تمام ؂ پندرہوان از جو بجائے بر
اے در چہل روز ۱۲

۱۵ از بمعنی بر

استعمال کیا جاتا ہے نظامی رح شعر نشست از بر بارہ رہ نوردہ ؂ برآراست لشکر بر سم نبرد ؂ شعر فریب خوش از خصم ناخوش
اے بر فرق اسپ ۱۲
بہ است ؂ بر افشاندن آب از آتش بہ است ؂ خسرو شعر اے پسر از ملک و جوانی مناز ؂ ناز بدو کن کہ شد
اے بر آتش ۱۲
او بے نیاز ؂ واضح ہو کہ بر جو ناز کا صلہ واقع ہوتا ہے وہ دو شئی پر آتا ہے ایک تو کوئی کمال یا جمال وغیرہ جسکے سبب سے
انسان اتراتا اور ناز کرتا ہے جیسے شعر ناز برین دولت تا زان مکن ؂ از من ناصح بپذیر این سخن ؂ دوسرا وہ کہ اسکے ناز اور نخرونکو برداشت کرتا ہے
اے زود بوندہ ۱۲ ، ناز بر خریدار
جیسے مصرعہ ناز بران کن کہ خریدار تست ؂ شق اول مین بر بمعنی حقیقی یعنی استعلا کیلئے ہے بلکہ سببیہ ہے پس جواز کہ موضع اول
مین مستعمل ہے اسکو بمعنی برقرار دینا نہین چاہیئے بلکہ اس موقع مین اگر خود بر مستعمل ہو اسکو بمعنی از کہنا مناسب ہوگا وَاللّٰہُ تَعَالٰی

صاحب الجواہر نے فرمایا ہے کہ بمعانی مذکورہ فقط یا بیان صفت ظرفیت
استعمل ہے جسکی مثال یہ ہے ... بمعنی بیان ...

۱۶ از بمعنی بائے مرکبہ اتصالیہ

اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ سولہوان از جو بائے مرکبہ اتصالیہ کی جگہ مستعمل ہوتا ہے جمال الدین سلمان
کا شعر ہے شعر جان زندگی از چشمۂ پر نوش تو دارد ؂ دلبستگی از سنبل گلپوش تو دارد ؂ اے
دلبستگی با سنبل گلپوش تو الخ۔ سترہوان از جزو صفت یعنی وہ حرف از کہ در اصل صلہ صیغہ صفت
اے زلف ۱۲ ، اے رخسار ۱۲

۱۷ جزو صفت

اور مرکب وصفی کے جو میان مین لایا جاتا ہے جیسے دست از کار رفتہ آب از سر گزشتہ کیا معنی کہ
در اصل اور حقیقت کے اعتبار سے دست اور آب موصوف ہے از کار رفتہ و از سر گزشتہ صلہ موصول
محذوف کا۔ موصول صلہ کے ساتھ ملکر دست اور آب کی صفت ہوئی جسکی تقدیر دست کہ از کار رفتہ
است و آب کہ از سر گزشتہ است ہے اس صورت مین موصوف کسرۂ توصیف سے بے نیاز ہوجاتا ہے
اور جب اس مجموعہ سے صیغہ صفت کا بنایا جاتا ہے کاف موصولہ اور است رابطۂ اسنادی جو علامت
جملہ ہے حذف کردیا جاتا ہے تا یہ مرکب کلامی قوت مین مفرد کے ہوجائے اسواسطے کہ صیغے
صفت مشبہ کے نوع کلمہ سے ہین آپ ذرا غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حروف روابط مطلقا
جزو صفت واقع ہو سکتے ہین کوئی خصوصیت حرف از کی اس بارہ مین (جسطرح صاحب جواہر الحروف
نے فرمائی ہے) سمجھ مین نہین آتی چنانچہ در و بر و با و موحدہ و با و مرکب برابر جزو صفت واقع ہین
جیسے پاے درماندہ چشم درراہ۔ گوش برآواز۔ سر برزانو نہادہ۔ دل با مہر ساختہ۔ دست بدل اسکا ذکر
صفت مشبہ کے بیان مین گزرچکا واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کبھی یہ از جزو صفت بقرینۂ مقام
حذف بھی کیا جاتا ہے صائب کا شعر ہے **شعر** بردست کار رفتہ نباشد گرفت و گیر ٭ چون بہلہ دست
در کمر یار میکنم ٭ اگر مجھ سے پوچھیے اس از کو جزو صفت قرار دینا ایک اصطلاح جدید عبث کلفت ہے اور
درحقیقت انتزاعیہ انفصالیہ از ہے جو صلہ گزشتن و رفتن کا واقع ہوا ہے۔ اٹھارہوان ۱۸ از جو صلہ
بعض افعال کا واقع ہوتا ہے جیسے پرسیدن فراموش کردن یاد آمدن یاد کردن یاد دہانیدن وغیرہ
اگر یہ فعل لازم ہے مجرور از فاعل ہوگا جیسے جامی رح **شعر** جو ابلش داد یوسف کاے پریزاد ٭ نیاید
باتو کس راز پری یاد ٭ اے درمقابل تو کسے را پری یاد نمی آید۔ اگر متعدی ہے مجرور از مفعول
ہوگا سعدی رح **شعر** یکے پرسید زان گم کردہ فرزند ٭ کہ اے روشن گہر پیر خردمند ٭ یہان از پرسیدن
کے مفعول اول پر واقع ہوا ہے ورنہ اکثر مفعول ثانی پر لایا جاتا ہے سعدی رح **نثر** حکیمے را پرسیدند
از سخاوت و شجاعت کہ کدام بہتر است۔ حافظ رح **شعر** کلک مشکین تو روزیکہ زما یاد کند ٭ ببرد اجر دو صد
بندہ کہ آزاد کند ٭ باقر کاشی **شعر** تو خود کے می کنی از من فراموش ٭ کجا جان مے کند از تن فراموش ٭
اس حرف صلہ کو نہ بمعنی راے مفعولی سمجھنا چاہیے نہ زائد محض اگر بمعنی مفعولی ہوتا فعل لازم پر معنی
فاعل کے نہ دیتا بلکہ یہ امر خصوصیات محاورہ سے تعلق رکھتا ہے۔ انیسوان از زائدہ اور یہ وہ حرف ہے

حاشیہ:
جو وقف روابط مطلقا جزو صفت واقع ہوسکتے ہین خصوصیت اس کی سمجھ مین نہین۔

۱۷۔ از جزو صفت کا حذف

۱۸۔ از صلہ

از جو صلہ پرسیدن وغیرہ کا ہے فاعل اور مفعول اول اور ثانی پر لایا جاتا ہے

۱۹۔ از زائدہ

کہ اگر وہ کلام سے حذف کر دیا جاسے معنی مین کوئی خرابی نہ آئے۔ لیکن اس کا لانا فائدہ سے خالی بھی نہین کچھ نہین تو اپنی جنس کی تاکید ہی اُس سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ جمال بن نصیر نے شرح خبامی کے حسن زائدہ کے حاشیہ مین فرمایا ہے وھی ما لو اسقط استقام المعنی وفائدۃ التاکید غالبا کما ھو شان الحروف الزائدۃ جیسے از بہر اور براے از پے بلکہ اُس را کے ساتھ جو بمعنی براے کے ہو زاید لایا کرتے ہین چونکہ از کو اپنے مجرور سے مقدم اور را کو موخر ہونا ضروری ہے از براے کیطرح از اور را متصل نہونگے اپنے مجرور کے آگے اور پیچھے رہین گے جیسے مولوی معنوی کا شعر ہے شعر ساحران با موسی از استیزہ را ٭ برگرفتہ چون عصاے او عصا ٭ اے براے استیزہ۔ از یرا اور اسکے مخفف زیرا بھی از اور را اسی قسم کے ہین اسواسطے کہ اصل اسکی از این را و زین را ہے جسکو بعد حذف نون از یرا و زیرا کہا کرتے ہین مولوی معنوی رح شعر بگو دل را کہ گرد غم نگردد ٭ از یرا غم زخوردن کم نگردد ٭ سید حسن اشرفی شعر از عیب بپرہیز زمانی بجو آسا ہے ٭ زیرا کہ خردمند نیا سود زاغیار ٭ اور یہی مخفف زیادہ مستعمل ہے۔ بلکہ یہ تینون حرف ایک مجرور پر داخل ہوجاتے ہین جیسے میر معزی کے اس شعر مین شعر از بہر ترا توبہ و سوگند شکستم ٭ برکف قدح بادہ نہادیم دگر ہیچ ٭ اے بہر تو۔ انوری شعر فاتحہ داغش از زمانہ ہمی خواست ٭ شیر سپہر از براے لوح سرِ ن را ٭ اے براے لوح سرِ ن مولوی معنوی شعر نامہ خواند از پے تعلیم را ٭ حرف گوید از پئے تفہیم را ٭ اور اسی قبیل سے ہین از اول از نخست از آغاز از پیش از پس از عقب از کجا از ناگاہ مولوی جامی کا شعر ہے شعر ہمان صورت کز اول زد بر و راہ ٭ درآمد بارخے روشن تر از ماہ ٭ اے اول بار۔ نظامی رح شعر طراز سر نامہ بود از نخست ٭ بنامے کز و نامہا شد درست ٭ فردوسی رح شعر از آغاز بنوشت نام خدا ٭ کہ او بود ست ہموارہ باشد بجاے ٭ حافظ رح شعر رہ خلاص کجا باشد آن غریقے را ٭ کہ سیل محنت عشق ز پیش و پس باشد سعدی رح شعر برگ عیشے بگور خویش فرست ٭ کس نیارد ز پس تو پیش فرست ٭ حافظ رح شعر گرم نہ پیر مغان در بروے بکشاید ٭ کدام رہ بزنم چارہ از کجا جویم ٭ اے کدام جا جویم۔ یعنی در کدام جا جویم کمال اسمعیل شعر چہ لطف بود کہ تشریف دادی از ناگاہ ٭ کہ یاد ت ازین رنجور و ناتوان آورد ٭ کہ آفتاب شریعت بطالع مسعود ٭ باوج برج سعادت ز ناگہان آورد ٭ کیا معنی کہ اول و نخست و پیش و پس وغیرہ ظرف کے صیغے ہین بلا واسطہ حرف جر مفعول فیہ واقع ہوجاتے ہین اب اگر یہ از عبارت سے

از یرا اور زیرا کی تحقیق

از اور را اور براے یا بہر وغیرہ ایک جگہ جمع ہوجاتے ہین

از اول اور از پیش وغیرہ مین از بیکار ہے

حذف بھی کر دیا جاے معنی اسیطرح بنے رہین گے استقامت معنی مین ذرا فرق نہ آئیگا جیسے امثلہ سے ہویدا ہے اور یہ از اُسی مفعول فیہ والے معنی ظرفی کی تاکید بھی کر دیتا ہے جو ان ظروف سے ضمناً مفہوم ہین پس اس صورت مین یہ از بمعنی در ظرفیہ ہوگا چنانچہ خود لفظ در اس موقع مین مستعمل ہے حضرت امیر خسرو رح فرماتے ہین **شعر** بود در اوّل کس از وبیش نہ * ماند در آخر کس از وبیش نہ * حافظ رح **شعر** ہر کو و بیش بتان از سر جان می سوزد * بے تکلف تن او لائق قربان نشود * **ولہ** در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند * انچہ اُستاد ازل گفت ہمان می گویم * مگر فرق ان دونون از زائدہ مین یہ ہے کہ جو از کہ برا سے و بہر و را کے ساتھ آتا ہے اُس برلے و بہر و را کے معنون مین ہوتا ہے جو اسکے متصل صریح مذکور ہین اور جو از کہ ان ظروف کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے وہ در (یعنی فی) کے معنون مین ہوتا ہے جو کہ ان ظروف سے ضمناً سمجھے جاتے ہین اور یہ بھی سُن رکھیئے کہ لفظ گاہ مین گاہ بمعنی وقت ہے جیسے سحر گاہ مین اور نا نفی کے لیئے تو ناگاہ بلے وقت کے معنون مین ہوا اور جو فعل اچانک بغتۃً ہوتا ہے وہ بھی بے وقت ہی ہوتا ہے اسیوجہ سے اس لفظ کو مفاجات مین استعمال کرتے ہین اور مفاجات بھی بمعنی عجلت ہے چنانچہ صراح مین ہے فاجاہ مفاجاۃً ای عاجلہ اور اس قسم کی ترکیبین عربی مین بھی مستعمل ہین جیسے کہتے ہین جاء فلان فی حاجتہ ثم رجع من فورہ کما فے المصباح اے رجع فی ساعتہ التی وصل فیہا چنانچہ محاورہ اُردو مین فے الفور کہا جاتا ہے غرض از ناگاہ اور از نخست از آغاز مین ایک ہی طرح کی زیادتی ہے وَاللہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور یہ از جب اپنے ماقبل کے کسی کلمہ کے ساتھ اتصال پاتا ہے فتح ہمزہ نقل کر کے ماقبل کو دیا جاتا ہے جیسے کز و نیز نظامی رح **شعر** ہر آن فتح کاقبالش آورد پیش * ز فضل خدا دید نز جہد خویش * امیر خسرو رح **شعر** منکہ سپہ را بو غار اندہ ام * نز سر بازی وغا راندہ ام * چنانچہ ضمائر متصلہ کے بیان مین بطور نظیر کے اسکا بھی کچھ بیان آگیا ہے۔

الثّانی تا مرکب یہ کئی معنون مین مستعمل ہے ایک تو انتہائیہ سادہ بلا تضمین معنی موصول شرطی اور یہ از ابتدائیہ کے مقابلہ مین آتا ہے تو یہ بھی ایک امر ممتد بالذات یا بالعرض کے لیئے موضوع ہوگا اسیطرح اسکے استعمال کو مکان اور زمان جیسے از دہلی تا آگرہ و از صبح تا شام اور غیر مکان و زمان مین از ابتدائیہ پر قیاس کر لینا چاہیئے علامت اور جدا شناس تا انتہائیہ کا یہ ہے کہ اسکے مقابل مین از ابتدائیہ کا لانا درست ہو نعمت خان عالی کا شعر ہے **شعر** یکے بشرط کہ فرداست کوچ تا دہلی *

از برا ہے اور از ومیر وزن ازین زائدہ مین فرق

ہر گاہ اچانک سمجھی کیون دیتا ہے

از اور تا کا عجیب استعمال ... [illegible]

تا انتہائیہ سادہ

علامت تا انتہائیہ کی

توان بعرصۂ چلہ روز یا دو ماہ رسید ؛ اے از ینجا تا دہلی ۔ صائب شعر جائے نمیز وی کہ دل بدگمان ہمن ؛ تا باز گشتن تو بصد جان نمی رود ؛ اے تا زمان مراجعت تو ۔ غیر مکان و زمان جیسے مولوی معنوی شعر پس سلیمان از دلش آگاہ شد ؛ کز دل او تا دل او راہ شد ؛ حافظ شیرازی شعر فرق ست ز آب خضر کہ ظلمات جائے اوست ؛ تا آب ما کہ منبعش اللہ اکبر ست ؛ اور بوقت قیام قرینہ اسکا حذف کردینا بھی جائز ہے عثمان خان بخاری کا شعر ہے شعر ملکش ز جہان چندان کز ہند بہ قسطنطین ؛ اے تا بہ قسطنطین یہاں بار موحدہ بمعنی تا نہیں ہے بلکہ وہ بائے موحدہ ہے جو تاء انتہائیہ کے بعد اکثر مستعمل ہے نظامی شعر بسے منزل آمد ز من تا بتو ؛ نشاید ترا یافت الا بتو ؛ دوسرا تا ابتدائیہ متضمن معنی موصول شرطی اسکے مقابل تا انتہائیہ متضمن معنی موصول شرطی بھی آتا ہے کیا معنی کہ یہ تا چونکہ بعض مواضع مین نائب مناب کہ کا بنجاتا ہے تو لفظ کہ کی طرح اپنی ابتدا اور انتہاے زمانی کے ساتھ معنی موصولیت کو بھی متضمن ہوجاتا ہے اور یہ دونون تا ابتدائیہ ہو خواہ انتہائیہ بدایت و نہایت زمانی ہی کے ساتھ مختص ہین غیر زمان مین خواہ مکان ہو یا غیر مکان اسکا استعمال مسموع نہین ابتدائیہ جیسے شعر تا عشق تو در سینہ مکان کرد کرا جا ؛ کس دید در آفاق بیک شہر دو راجا ؛ اے از زمانیکہ عشق تو در سینہ من الخ چونکہ یہ موصول معنی شرط کو متضمن ہے تو جملہ تا عشق تو در سینہ مکان کرد شرط ہوگا اور کرا جا استفہام انکاری یعنی دیگر کس را دران سینہ جائے نماند اُسکی جزا ۔ اور جب کہ یہ تا اتنے معنون کو شامل ہے فقط حرف از اسکی جگہ نیابت کے لیئے کافی ہو نہین سکتا یعنی تا عشق تو در سینہ الخ کی جگہ صرف از عشق تو در سینہ الخ کہنا درست نہوگا تیسرا تا انتہائیہ متضمن معنی موصول شرطی جیسے نظامی رح کا شعر ہے شعر چراغے کہ تا او نیفروخت نور ؛ ز چشم جہان روشنی بود دور ؛ شعر تا بقا در جہان بود ممکن ؛ ذات پاکت ہمیشہ باقی باد ؛ اے تا زمانیکہ جہان را بقاست اور یہ جملہ شرط ہے ذات پاکت باقی باد جزا لفظ ہمیشہ کا تاکید معنی شرط کے لیئے لایا گیا ۔ دوامیت معنی شرطی سے اشارۃ مفہوم ہین نہ منطوقاً واللہ تعالیٰ اعلم ۔ چوتھا ان معنون مین مستعمل ہوتا ہے جہان عربی مین حتّٰی مستعمل ہوتا ہے جیسے عرفی شیرازی کے اس شعر مین شعر منم آن قطرہ کہ صد سینہ دل کردم داغ ؛ تا ز نوک مژہ غلطیدہ بداماں رفتم ؛ پانچوان تا علت و سبب کے لیئے یعنی مدخول اس تا کا علت غائی اور سبب فعل ہوا کرتا ہے عرفی شعر تا بمژگان لعبگرد و آشنا ؛ دیدہ را بر نقش مژگان ہنر

حذف تاء انتہائیہ

تاء ابتدائیہ تضمنیہ

تاء انتہائیہ تضمنیہ

تا بمعنی حتّٰی

تاء علتیہ و سببیہ

تا لزومیہ

دیدہ برتیش زدن کی غرض کہو علت غائی کہو مژگان معشوق کے ساتھ خوگر کرنا ہے چھٹا تا لزومیہ
جو کہ دو امروں مین شدت التزام پیدا کرنے کے لیئے لایا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جا کہ درصورت
وجود امر اول ترتب امر ثانی مین کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رہی جیسے گلستان مین ہے نثر
فراش باد صبا را گفت تا فرش زمردین بگسترد و دایۂ ابر بہاری را فرمود تا بنات نبات را در مہد زمین
بپرورد لیکن گسترد و پرورد کو بسکون راضیغۂ ماضی پڑھنا چاہیئے نظامی رح شعر بفرمود تا کوس روئین
زدند ٭ سراپردہ بر پشت پروین زدند ٭ کیا معنی کہ گفت و فرمود کا مفعول یعنی مامور بہ ہنوز مذکور نہوا
تھا کہ ترتب امر ثانی کا ہوگیا جس سنے معلوم ہو جاے کہ منہ سے بات پوری نکلنے نہین پاتی کہ
تعمیل اسکی ہو جاتی ہے اسی قبیل سے ہے تا اس شعر مین نظامی رح شعر نشد بر تنے تا بر او خنش
بزد بر سرے تا نیند اختنش ٭ یعنی دشمن پر جاتے نہین پاتا کہ جگہ اس سے خالی کر دیتا ہے یا اس
تن کو جان سے خالی کر دیتا ہے اور کسی سر پر مارنے نہین پاتا کہ اس سر کو گرا دیتا ہے غرض مدخول تا
اور اسکے ماقبل مین ملازمہ ہونا چاہیئے اگرچہ وہ ادعائی ہی کیون نہو اور یہ تا لزومیہ تا بیانیہ کیطرح
کاف کے ساتھ بھی مستعمل ہے نظامی رح شعر دگر رومی رفت چون تندباد ٭ کہ تا چشم بر ہم نہد سر نہاد
محتمل ہے کہ مصرعہ ثانی رومی کی صفت ہو اور کاف صلہ یا صفت کا ہو جو جملہ کو بتاویل مفرد کرنے
کے لیئے لایا جاتا ہے وَاللہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ساتوان بیانیہ جو کہ کاف بیانیہ کے قائم مقام

تا بیانیہ

ہو جاتا ہے جس طرح کاف تا کی جگہ استعمال پاتا ہے نظام دست غیب کا شعر ہے شعر شب
بیا داو چو جام چند در محفل زدم ٭ سینہ کندم آنقدر تا ناخنے بر دل زدم ٭ اے آنقدر کہ ناخنے بر دل زدم
لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر مقام مقام استغراب و تردد و انتظار نہین ہے تو کاف اصل اور تا اسکا
نائب سمجھا جایگا جیسے نظام دست غیب کے شعر سے واضح ہے اور اگر مقام استغراب و انتظار کا ہو
تو اسکا عکس یعنی تا اصل اور کاف اسکا قائم مقام سمجھا جایگا جیسے بہ بینم کہ چہ محاملہ پیش آید نظامی رح
شعر دبیران نگر تا بروز سپید ٭ قلم چون تراشند از مشک بید ٭ اور یہ تا اور کاف ہر دو ایک محل مین
جمع ہو جاتے ہین اس وقت کوئی کسیکا نائب نہو گا وَاللہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ نظامی رح شعر
بہ بینم کہ تا کردگار جہان ٭ درین آشکارا چہ دارد نہان ٭ شعر جہد نما تا کہ بجاے رسی ٭ درد بکش تا
بہ دواے رسی ٭ اول مین کاف مقدم ہے ثانی مین موخر۔ آٹھوان تا زمانیہ جو اپنے متعلق کے

مضمون جملہ کی تاکید کرتا ہے سعدی رح شعر زصاحب غرض تا سخن نشنوی ؛ اگر کار بندی پشیمان شوی ؛ اور تا نہار یہ اکثر منفی پر داخل ہوتا ہے اور کبھی مثبت پر بھی آجاتا ہے سعدیؒ شعر بران باش تا ہر چہ نیت کنی ؛ نظر در صلاح رعیت کنی ؛ چنانچہ خود لفظ زنہار اور ہرگز جمل مثبتہ پر داخل ہوتے ہین سعدی رح شعر غم زیردستان بخور زینہار ؛ بترس از زبر دستیٔ روزگار ؛ صائبؒ شعر در ملک خویش رخنہ فگندن زعقل نیست ؛ زنہار بستہ دار زبان سوال را ؛ نظامی رح شعر گر از مے شدم ہرگز آلودہ کام ؛ حلالِ خدا بر نظامی حرام ؛ محتمل ہے کہ تا ہر چہ نیت کنی مین تا بران کا بیان ہو۔ تو آن تا اسمی جبکا ترجمہ طرف اور سوے کیا جاتا ہے حضرت امیر خسروؒ معراج مین فرماتے ہین شعر باز کشاد دست در آسمان ؛ پای برون نہ ز زمین تا زمان ؛ اے بسوے زمان بطرف زمان یہان زمان سے تسمیۃ الشئ باسم لازمہ آسمان مراد ہے کیا معنی کہ مقدار گردش آسمان کا زمانہ نام ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(حاشیہ: تا اسمی بمعنی طرف و سو)

الثالث۔ لفظ در استعمال اسکا ظرفیت کے لئے یعنی مجرور اس در کا ظرف مکان یا زمان ہو استعمال حقیقی ہے جیسے آب در کوزہ و خواب در شب اور استعمال غیر ظرف مین مجاز ہوگا جیسے نجات در صدق ست اور کبھی برا در الی اور رامفعولی وغیرہ کے معنون مین مجازاً استعارہ کر لیا جاتا ہے اور اس اختیار مجاز یعنی غیر معنی حقیقی کے لئے استعارہ کرنے مین مقصود متکلم کو کوئی نہ کوئی نکتہ ہوتا ہے جیسے امثلہ سے ظاہر ہے۔ اول بمعنی بر امیر خسروؒ شعر عمر ابد باد بعیش اندرش ؛ این غزل اندر لب خنیا گرش ؛ اے بر لب خنیا گر نظامیؒ شعر بغوغاے لشکر در آمد شکیب ؛ کہ دست از عنان رفت و پا از رکیب ؛ اے بسبب غوغاے لشکر صبر و شکیب بیرون رفتہ خصوصاً جب اسکے مدخول کے صلہ مین از واقع ہو۔ نظامی رح شعر رطب چین در آمد ز نوشینہ خواب ؛ دماغے پر آتش دہانے پر آب ؛ ولہ در آمد من نالہ ناگہی ؛ گز اندیشہ پر گشتم از خود تہی ؛ ولہ غنودہ تنِ مردم از رنج و تاب ؛ نظر بر زبانے در آمد ز خواب ؛ شفائی شعر زہ کرد کمان غمزۂ غماز شفائی ؛ کو حوصلہ کز عہدۂ این ناز در آید ؛ اے بر آید۔ مدار قافیہ ناز و راز پر ہے دوسرا بمعنی الی سعدی رح شعر از تو ملاذ و ملجا ام نیست ؛ ہم در تو گریزم ار گریزم ؛ اے سوے تو گریزم۔ نظامیؒ شعر چنان دید در قاصد راہ سنج ؛ کہ از جوشِ دل مغزش آید برنج ؛ اے جانب قاصد۔ تیسرا بمعنی قرب (جسکو اردو مین پاس کے ساتھ ترجمہ کر سکتے ہین) آتا ہے۔ امیر خسروؒ شعر دل تو داد دست نشانی مرا ؛ در تو رسم گر برسانی مرا ؛ تیرے پاس پہونچ جاؤن۔ چوتھا بمعنی پیش نظامی رح شعر

(حاشیہ: بیان لفظ در — ظرفیت زمان و مکان مین در کا استعمال حقیقی اور غیر ظرف مین مجاز — در بمعنے بر — در بمعنی الی — در بمعنے قرب — در بمعنی پیش)

مشو عاصی اندر خداوند خویش ٭ خداوند ملکم بہ پیوند خویش ٭ ولہ زلبس زنگی گشتہ برخاک راہ ٭ زمین گشتہ در آسمان روسیاہ ٭ اے پیش آسمان۔ پانچوان جو بجاے راے علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے نظامی رح شعر زتو آیتے ورمن آموختن ٭ زمن دیو را دیدہ بر دوختن ٭ اے از تو آیتے مرا آموختن۔ چھٹا تمیز یہ جو معنی تمیز کے دیتا ہے سعدی رح شعر بنی آدم اعضاے یکدیگر اند ٭ کہ در آفرینش زیک جوہر اند ٭ اے از روے آفرینش۔ ساتوان در اتصالیہ جو بجاے باے اتصال مستعمل ہوتا ہے مولوی معنوی شعر خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب ٭ شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب ٭ نظامی رح شعر سنان در سنان رستہ چون نوک خار ٭ سپر بر سپر بستہ چون لالہ زار ٭ لیکن آمین بہ نسبت باے الصاق کے زیادہ مبالغہ ہی کیا معنی کہ خیمہ و طناب اس کثرت سے جمع ہو گئے تھے کہ الصاق و اتصال باہمی تو کیا ہے ایک دوسرے مین بوجہ تنگی مکان گھس گئے تھے محتمل نہین کہ یہ در ضربی ہو مگر مصرعہ ثانیہ کے مقابل کی وجہ اتصالیہ کی مؤید ہے۔ آٹھوان ضربی جو دو مقدارون کے بیچ مین ضرب کے لیے لایا جاتا ہے وہ مقدارین خواہی کم منفصل ہون خواہی متصل مگر یہ دونون مقدارین یعنی مضروب و مضروب فیہ ایک نوع کے ہونی شرط ہے جیسے دہ در دہ گز در گز کم منفصل جیسے فردوسی کا شعر ہے شعر نہ اندر نہ آمد سہ اندر چہار ٭ کم متصل جیسے نظامی رح شعر بر آفاق کشورکشائی کنی ٭ جہان در جہان بادشاہی کنی ٭ کسواسطے کہ یہان وسعت مملکت و ممالک زیر فرمان کا بیان کرنا منظور ہے اسی قبیل سے ہے چمن در چمن صحرا در صحرا اور یہ کثرت و انبوہ سے کنایہ ہوتا ہے اسکو اتصالیہ نہین کہہ سکتے۔ چونکہ اتصال جمعیت پر دلالت کرتا ہے اور در ضرب پر اور جمع اور ضرب مین جو فرق ہے ظاہر ہے مثلاً صد کو صد کے ساتھ جمع کرین دو صد حاصل ہوئے اور اگر صد کو صد کے ساتھ ضرب دین دس ہزار حاصل ہونگے نوان در زائدہ تاکیدیہ جو بعد اسم مجرور بہ با یا در کے آتا ہے اور اُسے با یا در کے معنون کی تاکید کرتا ہے۔ اوّل جیسے بدریا در اس شعر مین شعر بدریا در منافع بیشمارست ٭ وگر خواہی سلامت برکنارست ٭ دوسرا جیسے مولوی معنوی رح شعر در شود چون ماہی اندر آب در ٭ از نہیب ہمن شود زیر و زبر ٭ بلکہ کبھی تاکید پر تاکید بڑہا دی جاتی ہے ولہ صد ہزاران طفل می کشت از برون ٭ موسے اندر صدر خانہ در درون ٭ اور کبھی اصل حرف کو حذف کرکے اسی تاکید کو باقی رکھتے ہین جیسے مولوی معنوی کا شعر ہے صفحہ ۵ آلت زرگر بدست کفش گر ٭ ہمچو دانہ کشت کردہ ریگ در ٭ اے در ریگ۔

در بجاے را مفعول
در تمیزیہ
در اتصالیہ
در ضربیہ
در زائدہ تاکیدیہ

دستوان زائد جو زینت کلام کے لئے اکثر مصادر اور ان کے مشتقات پر زیادہ کیا جاتا ہے جیسے درخواستن
و در دادن سعدی رح شعر اگر در دہد یک صلاے کرم ؛ عزازیل گوید نصیبے برم ؛ نظامی رح شعر زمانہ
چنین پیشہا بر دہد ؛ یکے در ستاند یکے در دہد ؛ کبھی بقرینۂ مقام حذف بھی کر دیتے ہین نظامی رح
شعر زن آن بہ کہ زیور بود پاے او ؛ لے در پاے او ۔ اور یہ حذف اکثر اسماے ظروف مین چونکہ
وہ خود متضمن معنی در و بر ہوا کرتے ہین جاری ہے امیر خسرو رح شعر نیم شب آن پیک الٰہی ز دور ؛
آمد و آورد براقی ز نور ؛ اے در نیم شب ۔ نظامی رح شعر بہ خلوت بدی کافرینش نبود ؛ نہ چون
کردہ شد بر تو رحمت فرود ؛ اے در خلوت الخ مولوی معنوی رح شعر جان بابا چونکہ ساحر خواب شد ؛
کار او بے رونق و بے آب شد ؛ اے در خواب شد ۔

در زائد میشوند — زوائد

الرابع لفظ بر ۔ ایک تو اس لفظ کا استعمال استعلا کے لئے حقیقت ہے جیسے بادشاہ بر تخت
نشستہ است اسکا مزید علیہ ابر بھی آیا ہے فردوسی رح شعر ابر بارۂ جنگجوے سوار ؛ برون رفت از قلعۂ
دیو سار ؛ دوسرا یہ بر اسمی بھی ہوا کرتا ہے بمعنی فوق جسپر ادات تفضیل لگا کر برتر کہتے ہین اور ہاے
نسبت و تسمیہ کے الحاق سے برہ و ابرہ و آبرہ بمعنی روی جامہ مقابل آستر کہا کرتے ہین عنصری کا
شعر ہے شعر عارضش را جامہ پوشیدست نیکوئی و فر ؛ جامۂ کاز ابرہ مشک است و آتش آستر ؛ تیسرا بر
اسمی بمعنی نزدیک بھی آیا ہے ۔ نظامی رح مصرعہ کہ بسیار ناید برانند کے ؛ اور مابہ الفرق حرفی و اسمی
مین یہ ہے کہ معنی اسمی مین خواص اسم کے عروض کا وہ متحمل ہوتا ہے جیسے اداۃ تفضیل و ہاے تسمیہ
و نسبت کا الحاق جس طرح اوپر گذرا اور اسکا مضاف واقع ہونا اور علامت اضافت کا قبول کرنا
فردوسی رح شعر بفرمان یزدان میان را ببست ؛ نشست از بر رخش چون پیل مست ؛ اے فوق
پشت رخش ۔ نظامی رح شعر نشست از بر بارۂ رہ نورد ؛ برآراست لشکر برسم نبرد ؛ چوتھا استعلاے
مجازی یعنی بمعنی ذمہ و لزوم بھی مستعمل ہے جیسے سعدی رح شعر بر تست پاس خاطر بیچارگان و شکر ؛
بر ما و بر خداے جہان آفرین جزا ؛ کیا معنی کہ استعلاے حقیقی یہان خصوصاً بر خدائی مین محال ہے
پانچوان بر سببیہ جو سبب پر داخل ہوتا ہے یعنی مجرور بر اپنے متعلق کے لئے سبب واقع ہو مثلاً کسی
نے اپنے نوکر کو گالی دی اُسپر نوکر نے نوکری چھوڑ دی تو کہہ سکتے ہین کہ فلان بر دشنامے ترک ملازمت کرد
نظامی رح شعر مغنی دگر بارہ بنواز رود ؛ بیاد آر زان جنگان در سرود ؛ یعنی بسوز من تازہ کن ساز نو ؛

لفظ بر کا بیان — استعلاے حقیقی — بر اسمی یعنی فوق — اُسپر ہاے تسمیہ لگا کر برہ کہتے ہین — بمعنی نزدیک بھی — بر اسمی و حرفی مین مابہ الامتیاز — بر لزومیہ — بر سببیہ

مگر خوش بخسپم بہ آواز نوش ﴿ اے آواز نو سبب خوش خفتن شود ولہ مے ناب می خورد بر بانگ رود ﴿
فلک ہر زمان می رساندش درود ﴿ ولہ نہ پیچید زبان پس سر از داد او ﴿ ہمہ سال مے خورد بر یاد او ﴿
یعنی حریفان گزشتہ کی یاد اور داغ ورنگ کا سامان طبیعت کو مے خوری پر ابھارتا ہے اور بزم مے
پرستی کا سبب بنجاتا ہے چھٹا بر اجلیہ جو بمعنی برائے کے آتا ہے نظامی رہ شعر فرستادنش سر اواراو ﴿
کمر بست بر خدمت کار او ﴿ اے برائے خدمت کار او - بابہ الاشیاء سببیہ اور اجلیہ بیان آئین مذکور ہوچکا
ہے - ساتوان بر اتصالیہ - جو بمعنے پاے اتصال کے مستعمل ہوتا ہے نظامی رہ شعر زبس مردمی ہا
کہ آن زن نمود ﴿ زبان بر زبان ہر کسش مے ستود ﴿ ملک را بدید آن دلنواز ﴿ زبان بر زبان بیشتر شد
نیاز ﴿ آٹھوان بر جو بمعنی مقابل و پیش و نزد کے آتا ہے نظامی رہ شعر بجابے میاور کہ جنبم زجاے ﴿
ندارد پرپشہ بر پیل پاے ﴿ اے مقابل پیل ثبات ندارد ولہ بزاری نمود از پے زر خرش ﴿ بنالید
بر مرد گوہر فروش ﴿ اے پیش مرد ولہ بفرمان شہ کرد روسی شتاب ﴿ رسانید نامہ را بر آن آفتاب ﴿
اے نزد آن آفتاب ولہ یکے بر صد آید نہ صد بر یکے ﴿ اے یک نزد صد آید نہ صد نزد یک محتمل ہی
کہ یہ بر اسمی ہو یہان فک کسرہ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوا ہو - نوان بر بمعنی الی حافظ رہ شعر
مژہ سیاحت ار کرد بر خون ما اشارت ﴿ ز فریب او بیندیش غلطی مکن نگارا ﴿ جلال سعدی رہ شعر لیکہ
حور بہشتی ربود ولیکن کرد ﴿ کے التفات کند بر بتان یغمائی ﴿ اور اسی معنی مین ہے - بر من منگر بر کرم
خویش نگر ﴿ نظامی رہ شعر سکندر بتاریکی آرد شتاب ﴿ رہ روشنی خضر یابد بر آب ﴿ - دسوان بر جو
بمعنی در ظرفیہ مستعمل ہوتا ہے علی حزین شعر ساقی تنگدل مرا چند بہانہ میدہی ﴿ بادۂ ناب کفت در
شور شراب بر سرم ﴿ اے در سرم مدار قافیہ شراب وکباب وغیرہ پر ہے - نظامی رہ شعر جناح
از ہوا بر زمین بردہ بیخ ﴿ پس آہنگ شد در زمین چار میخ ﴿ اے در زمین بیخ بردہ - گیارہوان
بر مفعولی جو بجاے را علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے - صائب رہ شعر بر جرم من ببخش کہ آوردہ ام
شفیع ﴿ اشک ندامت وعرق انفعال را ﴿ اے جرم مرا ببخش الخ بارہوان بر بمعنی با وجود - نظامی رہ
شعر بر ان فحلی اسکندر فیلقوس ﴿ نکرد التفاتے بچندین عروس ﴿ اے با وجود مردی ومذکری -
تیرہوان بر زائدہ تاکیدیہ جو بعد اسم مجرور بہ با یا مجرور بہ بر کے آتا ہے اس سے محض تاکید معنی بایا بر
جار سابق مقصود ہوتی ہے اول جیسے بہ پسر بر اس مصرعہ مین چو کی تاختن رستم کرزی بہ پسر بر

بر اجلیہ
بر اتصالیہ
بر بمعنی مقابل و پیش و نزد
بر بمعنی الی
بر بمعنی در
بر مفعولی
بر بمعنی با وجود
بر زائدہ تاکیدیہ

دوسرا لب بر روکی کے اس شعر مین شعر دادمش دو بوسہ بر کجا بر لب بر ہ لب بدنہ چہ بدعقیق چون بدچو شکر ؛ فردوسی شعر بہ روے آہن گرفتہ بزر ؛ درفش سیہ بستہ بر خود بہ بر ؛ کبھی اس تاکید کی برکو باقی رکھکر اصل موکد کو حذف کر دیتے ہین مولوی معنوی رح شعر چون نویسی کاغذ اسپید بر ؛ آن نوشتہ خواندہ آید در نظر ؛ اے بر کاغذ سپید مولوی معنوی رح شعر ہی بلال خوش نوای خوش صہیل ؛ میذنہ بر روبزان طبل رحیل ؛ اے بر میذنہ - چودھوان برزائدہ تزئینیہ جو زینت کلام کے لیئے اخیال پر لایا جاتا ہے فردوسی شعر سنروگر بگیری سرش در کنار ؛ زمانی برآسائی از کارزار ؛ ولہ کہ برگوی باس کہ آن شیر مرد ؛ چگونہ خرآمد بدشت نبرد ؛ اور بوقت قیام قرینہ یہ لفظ بر حذف بھی کر دیا جاتا ہے مولوی معنوی شعر عادرا تو باد دادی در جہان ؛ او فگندی در عذاب واندہان ؛ ای بر باد دادی الخ فردوسی رح قتل کاموس کے داستان مین لکھتے ہین شعر عنان رابہ پیچید و ادرا ززین ؛ نگون اندر افگند روے زمین ؛ اے بر روے زمین یعنی بر سطح زمین واللہ تعالی اعلم بالصواب ؛

بیان را برائدہ تزئینیہ

الخامس - را مرکب - یہ کئی معنون مین مستعمل ہوتا ہے ایک تو بمعنی براے تخصیصیہ یعنی مفید معنی تخصیص سعدی رح نثر ہرچہ درویشان راست وقف محتاجان ست اے ہر چیز مخصوص بدرویشان است الخ اور جیسے منت مر خداے را عزوجل ترکیب اسکی بعینہ الحمد للہ کی سی ہے یعنی منت مبتدا خداے را جار مجرور متعلق فعل یا شبہ فعل کے ہوکر خبر - چونکہ یہان تخصیص را سے حاصل ہے لفظ مر کو بعضون نے زائد محض جانا اور کسی نے کاتب کی غلط نویسی پر حمل کیا مگر میرے نزدیک نہ وہ زائد محض ہے نہ زلت قلم کاتب بلکہ اسی را کے اختصاصیت کی بیان اور تاکید ہے کیا معنی کہ اختصاص کلی مشکک ہے کمی و زیادتی یعنی شدت و ضعف کی اسمین گنجایش ہے تو یہ مر بھی مزید اختصاص کا افادہ کریگا چنانچہ صاحب موہبت عظمے نے اس کی تصریح کی ہے یعنے درباب تقدیم مفعول و زیادتی مر (کہ ہر دو امر مفید حصر ہین) فرماتے ہین "گوئیم تخصیص امریست کہ قبول شدت و ضعف دارد پس ممکن نیست کہ از تقدیم ہم افادۂ حصر بود" انتہی پس یہان بھی قبل از الصاق مر تخصیص ضعیف تھی بعد اسکے قوی ہوگئی خصوصاً گلستان مین غلطی کاتب کا احتمال ہو نہین سکتا کیا معنی کہ لفظ گلستان مین اساتذہ سے مروی ہے جیسے شعر چو دید از دور آن گلگون قبارا ؛ گلستان گفت منت مر خدارا ؛ اگرچہ یہان گلستان سے کتاب مخصوص مراد نہین مگر تاہم ایک تلمیح لطیف ہے مولوی معنوی رح شعر بلبلان راجای میزیبد چمن ؛

موضع اذان دادن ۱۲

مطبوعہ دہلے ۱۲

را بمعنی برای تخصیصیہ

مر خدا کو را میں مر زائد نہیں ہے بلکہ تاکید اختصاص کے لئے ہے

مرحل را ازچمین خوشتر وطن ٭ اور کبھی اس معنی کی تعیین و تاکید کے لیئے لفظ برائے کا بھی اسکے ساتھ لاتے ہین انوری شعر ہران مثال کہ توقیع توبران نبود ٭ زمانہ طے نکند جز برائے حنّا را ٭ چونکہ تاکید اور بیان کا منصب اپنے مبیّن و موکّد سے موخر ہوتا ہے اور یہان برائے ہو یا مر لفظ را سے (جسکے بیان اور تاکید کے لیئے یہ برائے و مر لائے جاتے ہین) مقدم ہونے سے را کو زائد محض سمجھنا نہین چاہیئے اسکے نظائر موجود ہین چنانچہ مے در بجام بلور کو ملاحظہ فرمائیے بائے موحدہ ظرفیہ پر در مقدم ہے انشاء اللہ تعالے باء موحدہ مین اسکا بیان آویگا۔ دوسرا را توسّلیہ یعنے وہ را کہ مفید معنی توسل و توسط ہے جیسے مصرعہ خدا را بزمن بیدل ببخشا ٭ تیسرا علّیہ یعنے مدخول اس را کا اکثر مفعول لہ واقع ہوتا ہے جو علت غائی اپنے فعل کی ہوتا ہے جسکے ساتھ یہ را متعلق ہے۔ مولوی معنوی رح شعر در بہاران کے شود سر سبز سنگ ٭ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ ٭ سالہا تو سنگ بودی دلخراش ٭ آزمون را یک زمانی خاک باش اے امتحانا اے از برائے امتحان چنانچہ بجائے را از برائے بھی آیا ہے مولوی معنوی رح شعر از برائے آزمون مے آزمود ٭ زانکہ لبس مردانہ و جانباز بود ٭ یعنی آزمون را خاک باش کے متعلق ہے اور اس خاک بودن کی علت غائی ہے اسیطرح مصلحت را زلالی دیوانہ کے بازار حلب مین جانے کی داستان مین لکھتے ہین شعر مصلحت را آتش اندر خانہ زد ٭ تند گشت و بانگ بر دیوانہ زد ٭ چوتھا را سببیہ یعنے مدخول را فعل متعلق کا سبب ہو سعدی رح شعر قضا را من و پیرے از فاریاب ٭ رسیدیم در خاک مغرب بآب ٭ اے بہ سبب قضائے الٰہی یعنے قضا را متعلق رسیدیم کے ہے اور سبب اس رسیدن کا تقدیر الٰہی ہے جو اس سے سابق ہے لبس را علّیہ و را سببیہ مین وہی فرق ہے جو از اجلیہ اور سببیہ مین تھا کبھی اس رائے مفعول لہ کو سیاق و سباق کے اعتماد پر حذف بھی کر دیتے ہین مولوی معنوی رح شعر مصطفےٰ آمد عیادت سوئے او ٭ چون ہمہ لطف و کرم بد خوئے او ٭ اے برائے عیادت الخ پانچوان را بمعنی بر استعلا نظامی رح شعر بدہ جزیہ از ما بر کینہ را ٭ قلم در کش رسم دیرینہ را ٭ اے بر رسم دیرینہ۔ فردوسی رح چوب گز سے رستم کے تیر بنانے کی داستان مین لکھتے ہین شعر چو بشنید رستم میان را ببست ٭ از انجایگہ رخش را بر نشست ٭ اے بر رخش۔ نظامی رح شعر شہ از ہول آن بازی ہمناک ٭ بترسید کافتد سپہ را ہلاک ٭ اے بر سپاہ۔ مولوی معنوی رح شعر راست می فرمود آن بحر کرم ٭ من شما را از شما مشفق ترم ٭ اے بر شما۔ چھٹا را بمعنی در ظرفیہ امیر خسرو رح

را توسّلیہ

را علّیہ

را سببیہ

را علّیہ کا حذف

را ظرفیہ

دلہوی شعر تخم نکبر مفشان سینہ را ٭ پنشت مدہ صحبت دیرینہ را ٭ انے درسینہ۔ نظامی رح شعر کہ چون
صبح راشاہ چین بارداد ٭ عروس عدن دربدینار داد ٭ اسے در صبح۔ ساتوان را بمعنی از نظامی رح شعر ہن [را بمعنے از]
ناگشادہ لب آبگیر ٭ کہ آید لب غنچہ را بوے شیر ٭ اے ازلب غنچہ بوے شیر آید ولہ لب غنچہ را کایدش
بوے شیر ٭ بکام گل سرخ دردم عبیر ٭ استشہاد اس شعر ثانی سے ایک امر لطیف پر مبنی ہے یعنے
کایدش مین شین ضمیر متصل منصوب مفعول ہے اور باقی ضمائر مین مفعولیت پر علامت لفظ را ہے جو
یہان بسبب تعذر کے لاحق نہین ہوئی چنانچہ حالت انفصال مین اورا او ورا کہتے ہین پس کایدش کی
تعبیر کاید اورا ہوگی جیسے در لیغ آمدم مین در لیغ آمد مرا کے ساتھ تعبیر کیجاتی ہے اور یہان اوراین را
اپنے معنی مفعولیت پر نہین بلکہ از کے معنون مین ہے یعنے لب غنچہ را کہ آید از و بوے شیر چنان مچنان
کن واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب آٹھوان را بمعنی با۔ سنجر کاشی شعر ختم الرسل اگرچہ بخود دادت ازکرم ٭ [را بمعنے با]
آن نسبتے کہ داشت ہارون کلیم را ٭ اے باکلیم۔ نوان را محللہ اضافت وہ یہ ہے کہ اسکا مضاف الیہ [را محللہ اضافت]
پر داخل کرنا ترکیب اضافی کو تحلیل کردیتا ہے جس طرح عربی مین لام اختصاص مضاف الیہ پر داخل
ہونیسے جیسے غلام زید سے غلامٌ لزیدٍ اب یعنی بعد تحلیل مضاف کو مضاف الیہ سے
مقدم وموخر لفصل و بلافصل سب طرح بلا کھٹکے لاسکتے ہین تا تحلیل بخوبی متحقق ہوجاے سعدی رح
شعر شوربختان بآرزو خواہند ٭ مقبلان را زوال نعمت وجاہ ٭ اے زوال نعمت وجاہِ مقبلان ولہ
کسانرا نشد ناوک اندر حریر ٭ کہ گفتی بدوزند سندان بہ تیر ٭ اے ناوک کسان۔ نظامی رح شعر گزارندہ
صراف گوہر فروش ٭ سخن را بگوہر برآمود گوش ٭ اسے گوش سخن ولہ چہل روز خود را اگر غم زمام ٭ ای زمام
خود۔ دسوان زائد محض جو کسی معنی کا افادہ نہین کرتا صرف براے بیت آتا ہے خواجہ جمال الدین [را زائد محض]
سلمان کا شعر ہے شعر امید زندگانی را کہ دارد ٭ تن رنجور من جان روان ست ٭ اے امید زندگانی
کہ دارد۔ اگر غور کیجے تو اس قسم کی ترکیبون مین چونکہ علامت مفعول کو ظاہر نہین کرتے تو یہ را
زائد قرار دیا گیا۔ ورنہ دراصل دارد فعل اس مین ضمیر مستتر جانب کہ راجع اسکا فاعل اور امید زندگانی
را مضاف مضاف الیہ ملکر دارد کا مفعول ہے اور را علامت مفعول کا مفعول پر لانا زائد نہین کہلاتا
واللہ تعالیٰ اعلم اسیطرح سید حسن اشرفی کے شعر مین شعر یارب بسبے ساز کہ آن سرو روان را ٭
آرد بر ما بخت علے الرغم جہان را ٭ اے علے الرغم جہان یہان محتمل ہے کہ مجموعہ علے الرغم کو ایک لفظ قرار

دیگر یعنی علے کی ترکیب سے قطع نظر کرکے راکو بمعنی برقرار و باہو اور علے کو جزو لفظ جو ہر کلمہ قرار دینا
ایسا ہی ہے جیسا و لیکن کا واو جو ہر کلمہ قرار دیا نہ عاطفہ چنانچہ اسکا بیان حروف مشبہ بالفعل مین
آویگا انشاء اللہ تعالیٰ غرض اہل فارس اپنے استعمالات مین عربی الفاظ مین تصرفات کو جائز رکھتے
ہین جیسے حور کو جو حوری جمع کا صیغہ ہے الف و نون لگا کر اپنے قاعدہ پر جمع کر لیتے ہین مصرعہ حوران
بہشتی را دوزخ بود اعراف ۔ اور کبھی اس را اور اس کے مدخول مین فصل بھی واقع ہو جاتا ہے سعدی رح
شعر وانکہ را بادشہ بیند ازد ۔ کسبش از خیل خانہ ننوازد ۔ اے آنزا کہ۔ حافظ رح **شعر** محرم راز دل شیدائے خود ۔
کس نمے بینم ز خاص و عام را ۔ اے کس را نمے بینم۔ صاحب قوانین دستگیری وغیرہ نے قاعدہ فصل پر
توجہ نہ کی زائد محض کہدیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اور کبھی سیاق و سباق کے اعتماد پر را علامت مفعول
حذف بھی کردیا جاتا ہے۔ مولوی معنوی رح **شعر** مصطفےٰ آمد عیادت سوے او ۔ انے برائے عیادت الخ
اور جیسے طعام خوردم۔ آب نوشیدم۔ سعدی رح **شعر** بروز گار سلامت شکستگان دریاب ۔ کہ جبر خاطر
مسکین بلا بگرداند ۔ اے شکستگان را دریاب و بلا را بگرداند **ولہ** مرا یکدرم بود بردا شتند ۔ بکشتی و
درویش بگزاشتند ۔ اے درویش را بگزاشتند ۔

بیان کاف ۔

السادس حروف صلہ و روابط مین سے کاف یعنی کہ بھی ہے اور یہ کئی معنوں مین مستعمل ہوتا ہے
کاف علیہ
ایک تو کہ علیہ جو علت پر داخل ہوتا ہے یعنی مدخول کاف اپنے ماقبل کے لیئے علت ہوتا ہے اور وہ عام
ہے خواہ علت موثرہ اور سبب ہو خواہ علت غائی جسکو غرض کہتے ہین اول کاف تعلیلیہ و سببیہ ہی کہلاتا ہے
جیسے حافظ رح کا شعر ہے **شعر** بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید ۔ کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم
منزلہا ۔ کیا معنی کہ سالک کی خبرداری اور نشیب و فراز راہ سے آگاہی اسکی اتباع اور پیروی
کاف غائیہ
کرانے مین تاثیر رکھتی ہے اسکی علت اور اسکا سبب ہے۔ دوسرا کہ غائیہ جو غرض اور غایت فعل
پر داخل ہوتا ہے سعدی رح **شعر** غریب آشنا باش و سیاح دوست ۔ کہ سیاح جلاب نام نکوست ۔ **ولہ**
انگور نو آوردہ ترش طعم بود ۔ روز دوسہ صبر کن کہ شیرین گردد ۔ کیا معنی کہ مسافر کے ساتھ مروت
کرنے کی غرض اور علت غائی اپنی نیک نامی کا اشتہار ہے اسیطرح صبر کی علت غائی شیرینی انگور
حذف کاف علت
ہے اور کاف علت وقت قیام قرینہ حذف بھی کردیا جاتا ہے نظامی رح **شعر** اگر نیک بشناختم شاہ را ۔
شناسد لب ہر کسے ماہ را ۔ اے کہ بشناسد ہر کسے ماہ را۔ یعنی اگر من شاہ را بخوبی بشناختم عجب نیست

حذف علامت مفعول

کاف تمثیلیہ — چراکہ ہرکس درشب ماہ راشناسد۔ تیسرا کہ تمثیلیہ جو جملہ تمثیلیہ پر داخل ہوتا ہے بعینہ یہ کاف علیہ کی طرح ہے مگر وہ علت پر آتا ہے اور یہ تمثیل پر جیسے شعر مکن گردن فرازی تا نسازد دہر پامالت ؛ کہ نے آخر بجرم سرکشیہا بوریا گردد ؛ غنی شعر اگر شہرت ہوس داری اسیر دام عزلت شو ؛ کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نام عنقا را ؛

کاف تفریعیہ — چوتھا کاف تفریعیہ جسکو عربی مین فا کے ساتھ اُردو مین تو کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہین نظامی رح شعر سوئے مخزن آوردم اول بسیچ ؛ کہ سستی نکردم در آن کار ہیچ ؛ یعنے کہتے ہین مخزن الاسرار چونکہ میری اول تصنیف ہے مین تازہ دم تھا تو مین نے اُس مین مضامین لطیف و معانی نازک کے ایراد مین ذرا سستی نہ کی۔ اسیطرح اس شعر مین نظامی رح شعر پذیرا ہے پند وزیران شدند ؛ کہ از حملہ دور گیران شدند ؛

کاف شرطیہ — پانچوان کاف شرطیہ جو جملہ شرطیہ پر آتا ہے یعنی مدخول اُسکا شرط ہوتا ہے نظامی رح شعر نہ خلوت بُدی کافرینش نبود ؛ نہ چون کردہ شد بر تو رحمت فزود ؛ اے وقتیکہ آفرینش نبود۔ عراقی کا شعر ہے شعر گفتہ بودم کہ بیایم کہ بجان آئی تو ؛ من بجان آمدم اکنون تو چرا مے نائی ؛ اے ہرگاہ کہ بجان آئی تو۔ اور کبھی اس معنی کی تبیین و تعیین کے لیئے لفظ ہرگاہ جو متضمن معنی شرط ہے اسکے ساتھ لایا جاتا ہے جیسے مصرع ہرگہ کہ فتد گذر بکویت ؛

کاف جزائیہ — چھٹا کہ جزائیہ جو جزا پر داخل ہوتا ہے تا شرط و جزا مین ارتباط پیدا کرے جسطرح عربی مین فا اور قدیم اُردو مین لفظ تو۔ اس فا کے لیئے جملہ اسمیہ کا واجب ہونا خصوصیات زبان سے ہے صائب شعر گر ہمہ خانۂ کعبہ ست کہ تعمیر مکن ؛ تا توان گرد عمارت دل ویرانی را ؛ اے اگر خانہ کعبہ بھی ہے تو تعمیر نہ کر۔ اسیطرح جملہ کہ مرلع نہ نشینی مرزا اسمعیل کے شعر مین شعر برخیز چنان از سر دنیا کہ پس از مرگ ؛ گر خشت کنندت کہ مرلع نہ نشینی ؛ مگر صاحب جواہر الحروف محقق فرزانہ بہار اس کاف کا زنہاریہ نام رکھتے ہین اور اسکے ماقبل ان صلیہ اور مابعد فعل منفی و منہی کا ہونا مشروط کرتے ہین میری سمجھ مین یہ بات نہین آتی ایک تکلف سا معلوم ہوتا ہے خصوصاً شرط مابعد کے منفی ہونیکی صرف معنی زنہار کی رعایت سے ہے حالانکہ لفظ زنہار اور ہرگز جملہ مثبتہ پر آتے ہین جسطرح بیان تازنہاریہ مین عرض کرچکا ہون جنانچہ اس شعر مین دیکھیئے اسی قسم کا کاف جملہ مثبتہ پر موجود ہے شعر رہزن دہر نخفتست مشو ایمن ازو ؛ گر خود امروز نبردہ ست کہ فردا ببرد ؛ یعنی اگر آج نہ لیگیا تو کل لیجائیگا جناب بہار کی رائے پر یعنی اگر زنہاریہ کہا جائے یہ ترجمہ ہوگا کہ اگر آج نہین لیگیا ضرور کل لیجائیگا کیا معنی کہ زنہار و ہرگز مثبتہ مین معنی ضرور کے دیتا ہی جیسے

صاحب جواہر الحروف اس کاف کو زنہاریہ کہتے ہین اور جز نام رکھنے کے سلسلہ قسم دوم کا ایک نیا نہین ؛

غمِ زیر دستان بخور زینہار ❊ اے ضرورِ عاجز دنکی غمخوار ہی کر- اور گر ہمہ خانۂ کعبہ است کہ تعمیر مکن نہ نہار یہ کہنا اور اگر خود امروز نبردہ است کہ فردا ببرد کونہ کہنا تحکم ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب ساتوان کہ لزومیہ جو دو جملونکے درمیان داخل ہوتا ہے جن مین باہم علاقہ علت و معلول کا ہو یعنی ماقبل مابعد کے لئے علت ہو اور مابعد اُسکا معلول جس وے مدخول کاف اپنے ماقبل کے لیئے لازم ہو جیسے عرفی کا شعر شعر ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر در آید ❊ گر مرغ کباب است کہ با بال و پر آید ❊ آٹھوان کاف فجائیہ جس کو اتفاقیہ بھی کہسکتے ہین وہ ایسے دو جملونکے درمیان داخل ہوتا ہے کہ جن مین ایسا علاقہ نہین ہوتا کہ جس سے مدخول کاف کو اپنے ماقبل سے استلزام ثابت ہو جیسے عرفی کا شعر ہے شعر شب گذشتہ بزانو نہادہ بودم سر ❊ کہ اوفتاد خرد را در ان خرابہ گذر ❊ اے ناگاہ اُفتاد الخ فرق ان دونون مین یہ ہے کہ لزومیہ مین جملۂ ماقبل کے لیئے مدخول کاف لازم ہوتا ہے اور ماقبلِ کاف مابعد کی علت یعنی یہان کشمیر مین آنیکو با بال و پر ہوجانا لازم اور با بال و پر ہونیکی دخولِ کشمیر علت اور گر مرغ کباب است جملۂ معترضہ بخلاف فجائیہ کہ اُسمین باہم اتفاقی نسبت ہوتی ہے علاقۂ لازمہ اُسمین نہین ہوتا یعنی یہان سر بزانو نہادن اور گذر کردن خرد مین کوئی ایسا علاقہ نہین کہ جس سے حکم استلزام کا لگایا جاسکے بایمعنی اسکا اتفاقیہ نام رکھنا مناسب نہوگا وَاللہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور کبھی تبیین و تعیین معنی فجائی کے لیئے کاف کے ساتھ لفظ ناگاہ بھی بڑھا دیا جاتا ہے امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ دل گم گشتہ را در ہر خم زلفش ہمی جستم ❊ کہ ناگہ چشم بد خو سوے رویش رفت و جان گم شد ❊ اور معنی اتفاقی مفاجات کے کوئی منافی نہین واللہ تعالیٰ اعلم- نوان کہ عاطفہ جس کا ترجمہ عربی مین لفظ بل کے ساتھ کر سکتے ہین اور یہ دو معنون مین مستعمل ہوتا ہے ایک تو وہ کہ جس مین ابطال معطوف علیہ و اثبات معطوف کا کیا جاتا ہے اور پھر یہ بھی دو حال سے خالی نہین یا تو بلا قصد ترقی ہوگا جیسے اس شعر مین سعدی رحمۃ اللہ علیہ شعر نہ از جہل مے بشکنم پائے خر ❊ کہ از جور سلطانِ بیدادگر ❊ اے بلکہ از جور سلطان الخ یا اُسمین ترقی مطلوب ہوگی جیسے سعدی رحمۃ اللہ علیہ شعر نہ قندے کہ مردم بصورت خورند ❊ کہ اربابِ معنی بکاغذ برند ❊ اے بلکہ ارباب معنی الخ چونکہ اسمین معطوف علیہ سے ایک نوع کا اعراض کیا جاتا ہے اس کاف کا اضرابیہ نام رکھتے ہین کیا معنی کہ اضراب بمعنی اعراض ہے چنانچہ کہتے ہین اضرب علیہ ای اعرض عنہ کما فی المنتہی الارب اور اضربت علیہ اے اعرضت عنہ ترکا و اہمالا ❊ دوسرا بلا قصد ابطال

کاف لزومیہ

کاف فجائیہ و اتفاقیہ

نواں کاف عاطفہ اضرابیہ

کاف اضرابیہ جسمین ترقی معطوف مقصود نہین

کاف اضرابیہ جسمین ترقی معطوف مقصود ہے

کاف عاطفہ سادہ بمعنے واو

صرف ایک بات سے دوسری بات کی طرف چل دیتے ہین اس وقت اسکا استعمال بجاے
واو عاطفہ ہوگا سعدی رح شعر اے بسا اسپ تیز رو کہ بماند ؛ کہ خر لنگ جان بمنزل برد ؛ اسے
و خر لنگ الخ ممکن ہے اس شعر کو بھی پہلی قسم مین داخل کرین مگر اسوقت اسکا معطوف علیہ متاول ہوگا
یعنی بماند سے جان بمنزل نبرد کے معنی مراد لین لنے بسیار اسپ تیز رو جان بمنزل نبرد بلکہ خر لنگ
جان بمنزل برد۔ اور عربی مین بھی لفظ بَلْ صرف واو عاطفہ کی جگہ مستعمل ہو جیسے اس آیت شریف
مین بعض مفسرین کی رے ہے کَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَائِهِمْ مُّحِيطٌ بَلْ هُوَ
قُرْاٰنٌ مَّجِيدٌ اے وہو قرآن مجید۔ یہ بھی سن لیجیے کہ جبکہ یہ کاف کئی معنون مین مستعمل تھا مزید توضیح
و تعیین یعنی خاص اضرابی کے لیئے لفظ بَلْ جو عربی مین اضراب کا کلمہ ہے اسپر لاکر بلکہ کہا کرتے ہین
جیسے کاف نتیجہ کے ساتھ تاے نتیجہ بھی لایا جاتا ہے اور جسطرح را بمعنی براے یا از بمعنی براے کے
ساتھ بہر و براے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ مطلقاً کاف عاطفہ پر بل زیادہ کرکے بلکہ کہا کرتے ہین
نظامی رح شعر بریشم تنے بلکہ لولو سمے ؛ روندہ چو لولو برابریشمے ؛ یہان صرف عطف بلا قصد
ترقی ہے۔ اور کبھی اُس اصل کاف کو حذف کر دیتے ہین صرف کلمہ عربی لفظ بل کو باقی رکھتے ہین

وقت قیام قرینہ حذف کاف اضرابیہ

امیر خسرو رح شعر ہدیہ بسے بہر خداوند تاج ؛ ہدیہ نہ بل مملکتے راخراج ؛ یہان ترقی مقصود ہے اور کبھی
وقت قیام قرینہ کاف مع لفظ بل حذف کیا جاتا ہے سعدی رح شعر ترا با چنین تندی و سرکشی ؛
نہ پندارم از خاکی از آتشی ؛ بلکہ از آتشی۔ عرفی شعر بچار سوے سخن نقد رایجی دارم ؛ نہ ہیچ ماہ زر اندود
آفتاب عیار ؛ اے بلکہ آفتاب عیار۔ اور یہ لفظ بلکہ بعض وقت فصحاے متاخرین نے باشد و شاید
کیطرح بوضع ظن مین استعمال کیا ہے۔ طغرا شعر گر بطغرا نظرے میکنی امروز بکن ؛ بلکہ از درد فراق
تو بفردا نرسد ؛ فیاض لاہجی شعر در سرو و گل و یاسمین آن نور ندیدم ؛ ہنگامہ مرغان چمن بلکہ تو باشی
محمد سعید اشرف شعر بر آید خطت شور گیر ؛ بلکہ خیریت دران باشد ؛ اور فارسی قدیم مین لفظ
ون بفتح واو اضراب کیلئے مستعمل ہو وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ دسوان کہ تفضیلیہ جو مفضل علیہ

۱۰ کاف تفضیلیہ

پر داخل ہوتا ہے جیسے اس شعر مین سعدی رح شعر از دست تو منت بردہ نان خوردن ؛ خوشتر کہ بدست
خویش نان خوردن ؛ و لہ کم آوازہ ہرگز نہ بینی خجل ؛ جوے مشک بہتر کہ یک تودہ گل ؛ اور باقی

کاف مقولہ کی تحقیق

حالات کو از تفضیلیہ کے حالات پر قیاس کرلین وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ گیارہوان کاف مقولہ

جوجملہ مقولہ پر داخل ہوتا ہے اور یہان فعل اس مقولہ کا مقدر ہونا شرط ہے سعدی رحمۃ شعر بخندید
دہقان روشن ضمیر* کہ پس حق بدست ہن ست اے امیر* اے گفت کہ پس الخ ولہ ہمی گفت گریان
براحوال طے* بسمع رسول آمد آواز وے* بہ بخشید شان قوم دیگر عطا* کہ ہرگز نگر دد اصل گوہر خطا*
اے بہ بخشید وگفت کہ ہرگز اصل اصیل خطا نکند ؛ یہان ذراسی توجہ سے یہ بات سمجھ مین آجائیگی کہ یہ کاف
مقولہ بمعنے گفتن نہین بلکہ بحسب اقتضاے مقام کوئی مشتق اس گفتن سے پہلے مقدر ماننا ہوگا یہ
کاف مع اپنے مدخول کے اسکا مقولہ یعنی مفعول ثانی بنجائے پس جس صورت مین کہ فعل گفتن مذکور
ہوتا ہے یہ کاف اسی مقولہ پر داخل ہوتا ہے اگر مقدر ہو اسی مقولہ پر مگر اول ہی کو کاف مقولہ اور ثانی
کو بیانیہ کہنا صرف اصطلاح ہے۔ غرض در اصل کاف مقولہ وہ کاف ہے کہ جملہ مقول پر جو اوس
فعل کا مفعول ثانی ہے داخل ہوتا ہے چونکہ شان مفعول افراد ہے بذریعہ اس کاف کے یہ
جملہ مفرد کی تاویل مین کرلیا جاتا ہے جسطرح عربی مین لفظ انّ سعدی رحمۃ شعر فریدون گفت
نقاشان چین را* کہ پیرامون خرگاہش بدوزند* نقاشان چین مفعول اول ہے اور جملہ مدخول
کاف مفعول ثانی یعنے مقولہ فریدون چونکہ جملہ صلاحیت مفعول بننے کی نہین رکھتا کاف مصدری
اُسپر لایا جاتا ہے تا وہ فعل مصدر کی تاویل مین ہوکر مفرد بنجاے اے دوختن پیرامون خرگاہ یعنی
فریدون نے نقاشان چین سے پیرامون خرگاہ سینے کو کہا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس مادۂ خاص
کے فعل کا مفعول ثانی مقولہ کہلاتا ہے تو بوجہ مجاورت مقولہ اس کاف کا نام بھی کاف مقولہ رکھدیا
گیا ورنہ اور جملون پر بھی جو مفعول بعض افعال کے واقع ہین اور وہ افعال بھی اس قول یعنی گفتن کے
مادہ سے نہین یہ کاف مصدری لایا جاتا ہے اور وہان بھی یہی تاویل مقصود ہوتی ہے جیسے
خواہم کہ ترا نہ بینم اے خواہم نادیدن ترا سعدی رحمۃ شعر شنیدم کہ مردے براہِ حجاز* بہر خطوہ کردی
دو رکعت نماز* اے شنیدم نماز کردن مردے بلکہ تمام حکایت کے جملے تاویل مین مفرد کے ہوکر معطوف
معطوف علیہ بنکر شنیدم کا مفعول ہونگے اسیطرح ولہ بامید بہشتی نداد و نخورد* خردمند داند کہ ناخوب کرد
* کہ ناخوب کرد تاویل مین مفرد کے ہوکر داند کا مفعول ثانی کیا معنی کہ داند افعال قلوب سے ہے
جو دو مفعول کو چاہتا ہے اور مفعول اول مضمون مصرعۂ اول یعنی بامید بہشتی ندادن و نخوردن پس
مناسب تھا اس کاف کا مصدریہ نام رکھتے اور بوضع استعمال کو معنی قول کے ساتھ مخصوص کرتے

جیسے عربی مین اَنْ اُس اَنْ کا مصدریہ نام ہے اور اس اَنْ کی بدولت بڑے بڑے قصے حکی وقیل کے مفعول واقع ہوجاتے ہین۔ اگر خصوصیت معنی قول کا لحاظ کیا جاے تو اسکو اَن للتفسیر کی طرح کاف تفسیر کہنا چاہیے قولہ تعالی وتبارک۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اور نَادَيْنَاهُ اَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ اور کبھی وقت قیام قرینہ یہ کاف مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے سعدی رح شعر حذر کن زانکہ دشمن گوید آن کن ٭ اے گوید کہ آن کن یعنی گوید کردن آنرا۔ اسیطرح عربی مین اَنْ مصدری حذف کیا جاتا ہے مع ابقاے عمل طرفہ بن العبد شاعر زمانہ جاہلی کا شعر قصیدہ ثانیہ سبع معلقہ مین ہے شعر اَلَا اَيُّهٰذَا اللَّائِمِيْ اَحْضُرُ الْوَغٰى ٭ وَاَنْ اَشْهَدَ اللَّذَّاتِ هَلْ اَنْتَ مُخْلِدِيْ ٭ اے اَنْ اَحْضُرَ الْوَغٰى۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ بارہوان کہ دعائیہ جو جملہ دعائیہ پر داخل ہوتا ہے سعدی رح شعر ز عہد پدر یادم آید ہمی ٭ کہ باران رحمت برو ہر دمی ٭ نظامی رح شعر مرا زان کریمان صاحب زبان ٭ تو ئی ماندہ باقی کہ باقی بمان ٭ ولہ نخستین ثنائے جہاندار گفت ٭ کہ بادا جہاندار با کام جفت ٭ اگر غور کیجیے تو یہ کاف دعائیہ بھی مفسرہ ہے یعنی مدخول کا فعل محذوف کے مفعول مقدر کی تفسیر ہے اور اسکی تقدیر یہ ہے کہ دران حال یاد میکنم پدر را بدعاے کہ تفسیرش باران رحمت برو ہر دمے اور نیز مفعول مقدر عام بھی نکال سکتے ہین یعنی دعا میکنم پدر را بچیزے کہ تفسیرش اینست کہ باران رحمت الخ مفسّر بالفتح کو تفسیر سے عام رکھنے مین کوئی قباحت نہین جیسے اس آیہ وافی ہدایہ مین ما کی تفسیر اَن اقذفیہ سے کیگئی اِذْ اَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى اَنِ اقْذِفِيْهِ۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ اور کبھی یہ کاف حذف بھی کیا جاتا ہے نظامی رح شعر بمرگ ہمہ شہر زین شہر دور ٭ نگر یکسے در بود ناصبور ٭ اے کز ین شہر دور باد۔ تیرہوان کاف قسمیہ جو جواب قسم یعنی مقسم بہ پر آتا ہے نظامی رح شعر بدارا ے گیتی و دانا ے راز ٭ کہ دارم بہ بہبود دارا نیاز ٭ رشید اشعر مرا کہ نیست بدور لبت ہواے قدح ٭ بجان بادہ کہ جان میدہم براے قدح ٭ اور کبھی یہ کاف قسم حذف بھی کر دیا جاتا ہے شعر بر خشندہ آذر بابستا و زند ٭ بخورشید روشن بچرخ بلند ٭ بروم اندر آرم ز گرد سپاہ ٭ کنم چشم خورشید روشن سیاہ ٭ اے سوگند بخورشید روشن کہ در روم سپاہ آرم الخ چودہوان کہ تشبیہ جو تشبیہ مرکب مین مشبہ بہ پر داخل ہوتا ہے وحید کا شعر ہے شعر عیان از خم نیل آن عکس لب ٭ کہ فانوس نارنج در تیرہ شب ٭ لے چنانکہ فانوس نارنج الخ نظامی

حاشیہ: اَنْ کا کاف کو در صورت خصوصیت معنی قول کاف تفسیر کہنا چاہیے۔ — کاف دعائیہ ۱۲ — حذف کاف دعائیہ — کاف قسم ۱۳ — حذف کاف قسم — کاف تشبیہ ۱۴

شعر یکے بیشہ درگوش ازچوبہ تیر * کہ باشد گیا برلب آبگیر * اے چنانکہ باشد۔ چنانچہ یہ کاف لفظ چنان کے ساتھ موجود ہے۔ نظامی رح شعر گر آسودہ ور ناتوان میزیم * چنان کافریدی چنان میزیم * اگر ذرا غور کیجے اس کاف کا تشبیہی نام رکھنا اطلاق تجوزی ہے ورنہ یہ کاف بیانیہ ہے جو بعد لفظ چنان کے واقع ہوتا ہے بلکہ یہ کاف اسمی موصولہ ہے اور لفظ چنان جو تشبیہ مرکب مین مستعمل ہوتا ہے وہ یہان ان امثلہ مین مقدر ہے پس چنانکہ بین بعینہ ترکیب اور معنی لفظ کما کے سے ہونگے کسواسطے کہ چنان کافریدی کا ترجمہ عربی بین کما خلقتنی کیا جائیگا ظاہر ہے کہ اسمین کاف حرف تشبیہ اور ما موصولہ ہی واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ پندرہوان کاف بیانیہ جو کسی امر مبہم کے جملہ بیانیہ پر داخل ہوتا ہے نظامی رح شعر چنان وارم اے داور کارساز * کزین بانیازان شوم بے نیاز * ولہ چنان گرم کن عزم رایم بتو * کہ خرم دل آیم چو آیم بتو * اور کبھی یہ کاف حذف بھی کیا جاتا ہے شعر چنان برعشرتم قاسم فضائے آسمان تنگست * بہر جا جست منگے از فلاخن رو بما آورد * ای کہ فضائے آسمان الخ صاحب جواہر الحروف نے نظامی کے اس شعر مین شعر جز او ہر کسے باتو سر میزند * چو زلف تو سر برکمر میزند * اے ہر کسے کہ باتو الخ کاف بیانیہ محذوف مانا ہے۔ مگر میرے نزدیک اس کاف کو بیانیہ کہنا درست نہین بلکہ یہ کاف محذوف کاف موصولہ ہے چنانچہ اسکا بیان موصول کی بحث مین گذرچکا ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب سولہوان کہ تردیدیہ جو بجائے لفظ یا حرف تردید کے مستعمل ہوتا ہے شعر حسن معشوق بہتر است کہ آن * آن ازین بہترست واین از آن * اے حسن معشوق بہترست یا آن معشوق۔ حافظ رح شعر چشم صاحب نظران درپے دنیاست کہ نیست * سرخط سادہ دلان نقش تمناست کہ نیست * اے درپے دنیاست یا نیست۔ ونقش تمناست یا نیست۔ یہان اس تردید سے کمال تقریر مطلوب ہے جو نتیجہ اس نفی واثبات حصر کا ہے۔ اور کبھی اس معنی کی تعیین وتبیین کیلئے لفظ تردید یا کے ساتھ بھی یہ کاف مستعمل ہوتا ہے جیسے شعر یا کہ قلم موئیدم مے نوشت * یا کہ رگ ابر سیہ بود ودشت * واللہ تعالی اعلم بالصواب سترہوان کہ زائدہ مولوی معنوی رح[۱۵۳] شعر اینچنین قفل گران را اے ودود * کہ تواند جز کہ فضل تو کشود * اے جز فضل تو کہ تواند کشود۔ ولہ جز کہ صاحب ذوق نشناسد طعوم * شہد را ناخوردہ کے دانی زموم * ہاتفی رح شعر طرازندہ داستان کہن * چنین شد حلی بند بکر سخن *

کاف بیانیہ

کاف تردیدیہ

کاف زائدہ

کہ از فرو اقبال شاہنشہی ﴿ کہ از فتنہ شد آن ممالک تہی ﴿ اے از فتنہ الخ سعدی رح شعر بیازی نگفت
این سخن بایزید ﴿ کہ از منکر ایمن ترم کز مرید ﴿ اے از مرید الخ اگر غور کیجاے ان کافون مین تاویل
کیجا سکتی ہے جس سے وہ زیادت محض سے نکل جائین اور یہ بھی سن لیجیے کہ سواے ان
حرفی کافون کے جو اوپر مذکور ہوئے ہین کاف اسمی بھی ہوتا ہے جس کا بیان بحث اسم مین گزرچکا
اور وہ یا تو صرف موصول ہوتا ہے جیسے اس شعر مین سعدی رح شعر گزند کسانش نیاید پسند ﴿ کہ ترسد
کہ در ملکش آید گزند ﴿ اے کسیکہ ترسد الخ کبھی اس کاف سے تعمیم و تنکیر مراد ہوتی ہے جیسے کراجاودان
ماندن امید نیست ۔ اور کبھی استفہامیہ اور اس سے یا تو استخبار منظور ہوتا ہے یا اثبات یا انکار مگر باعتبار
مفہوم لفظ استفہام اسکا استعمال معنی استخبار مین حقیقت ہے کیا معنی کہ یہ معنی طلب کو متضمن ہے
جیسے درخانہ کیست ۔ اور باقی اثبات و انکار مین معنی طلب اپنی حقیقت پر نہین رہے اول یعنی اثبات
مین تقریر مطلب مقصود ہے جیسے اس شعر مین انوری ع کہ برفروزد ہر بامداد مطلع صبح ﴿ سعدی رح شعر
بامرش وجود از عدم نقش بست ﴿ کہ داند جز او کردن از نیست ہست ﴿ یعنی وہی ہر بامداد مطلع صبح روشن
کرتا ہے اور وہی نیست سے ہست کرنا جانتا ہے یعنی اسکے سوا دوسرا کوئی شخص نہین کرسکتا۔ اس
مجاز کے اختیار کرنے مین نکتہ یہ ہے کہ تا اس سے حصر کا افادہ ہو کیا معنی کہ جب ماسوا سے اس حکم
کی نفی کی گئی تو فقط اسی کے ساتھ وہ حکم مقصور و محصور رہ جاتا ہے تو اسی کے ساتھ اس حکم کا
اثبات لازم آجاتا ہے چنانچہ اس مثال مین از نیست ہست کردن کہ داند غیر او نمی داند کے مساوی
ہے اور وہ مستلزم ہے از نیست ہست کردن ہم او داند کو۔ اور استفہام انکاری مین جمیع افراد سے
انکار مقصود ہوتا ہے نظامی رح شعر کرا در خرد راے باشد بلند ﴿ نگوید سخنہاے ناسودمند ﴿ اے
کسے راپا ہر کرا یعنے جتنے افراد بذریعہ اس کاف کے مسئول ہین ان سب سے تکلم مضمون جملہ مدخول
کاف کا انکار ثابت کرتا ہے اور مضمون جملہ دیگر کا جو اسکا ضد ہے ثبوت دیتا ہے جیسے اس شعر
مین غنیمت شعر کہ میگوید کہ برعزم سفر بست ﴿ بقتل عاشق مسکین کمر بست ﴿ یعنی کوئی بھی نہین کہتا
کہ معشوق نے سفر کے لیئے کمر باندھی ہے اس نے عاشق مسکین کے قتل کے لیئے کمر باندھی ہے
یہان منظور یہی نکتہ ہے کہ افراد نافی کی تعمیم حاصل ہو جاے ۔ دوسرے یہ تاویل بھی ممکن ہے کہ یہان کہ
استفہامیہ زجر و توبیخ کے لیئے لایا گیا ہو یعنی معشوق کے کمر باندھنے پر سب نے یہ خیال کیا بلکہ کہدیا ہو کہ

کبھی موصول
کہ استخباری
کہ تقریری
کہ انکاری
استفہام انکاری
دوسری تاویل

بقصد سفر کمر باندھی ہے تو متکلم سکوڈانٹ بتلاتا ہے اس غلط خیالی سے پھیر لاتا ہے مگر معنی اول
بہ نسبت اس معنی ثانی توبیخی کے ابلغ ہین اسواسطے کہ یہان صرف ایک متکلم تنہا منکر ہے اور اول
مین جمیع افراد دیگر بان منکر ہین غرض استفہام انکاری مین تعمیم ایک امر کی مطلوب ہے اور تقریری مین
تخصیص ایک امر کی (جو مساوی حصر ہے) مقصود ہے فافہم وَاللہُ تعالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ واضح ہو کہ
کاف استفہام ذوالعقول کے لیئے موضوع ہے اور اسکے مقابل لفظ چہ غیر ذوی العقول کے لیئے اور
جہان ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین تعیین نہو سکے وہ بھی (بحکم آنکہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے)
غیر ذوی العقول مین مندرج ہوگا جیسے دور سے ایک شبح معلوم ہوا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ انسان ہے
یا غیر انسان تو یہان سوال مین این چیست کہا جائیگا نہ این کیست۔ اور یہ بھی ذہن لیجے کہ جب
یہ کاف چہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے یہ مرکب معنی برائے چہ کے دیتا ہے ظہوری شعر دسعِ زر گسنہ
چشمے بخوان تو بنشست ٭ مرا گذاشت چنین پشت دست خای کہ چہ ٭ سعید اشرف شعر زہر دو چشم نظر
میکنی بیار کہ چہ ٭ نگہ دو اسپہ چرانی بلالہ زار کہ چہ ٭ اے چرا۔ اگرچہ بحث حرف موقع کاف اسمی کا تھا
مگر بنظر توضیح ہمنے ذکر کردیا۔ اور کبھی دو کاف دو نوع کے ایک جگہہ جمع پڑجاتے ہین مگر یہ شاذ ہی
مولوی معنوی رح شعر سوے منزلہا دوید و بانگ داشت ٭ کہ کہ بر در دانہ ام غارت گماشت ٭ ای بانگ
داشت کہ کدام کس بر دُر دانہ ام الخ ٭ ۔

السّابع بائے مفردیہ حرف چند معنون مین استعمال کیاجاتا ہے کبھی الصاق کے لیئے یعنی مدخول
و مجرور با کے ساتھ الصاق ثابت کیاجاتا ہے خواہی لصوق حقیقی ہو خواہی مجازی اول لصوق حقیقی
جیسے حکمی عفی عنہ شعر درد بدل بود ش وسودا بسر ٭ خورد غم تلخ ترش چون شکر ٭ دوسرا لصوق مجازی
جیسے حافظ رح شعر آخر بسرم گذر کن ایدوست ٭ انگار کہ خاک آستانم ٭ یہان لصوق حقیقی نہین کیا معنی
کہ در حقیقت گذر کرنا سر کے قریب ہے ہوگا نہ عین سر پر واضح ہو کہ مثال اول درد بدل و سودا بسر مین
بعینہ ایسی ترکیب ہے جیسے عربی مین بہ داء چنانچہ علامہ رضی الباء للالصاق کی شرح فرماتے
ہین نحو بہ داء ای التصق بہ وقولك مررت بہ ای الصقت المرور بمکان یقرب منہ
مگر باعتبار مذاق فارسی بدل و بسر کی با کو ظرفیہ بمعنی در دل و در سر بھی کہہ سکتے ہین۔ دوسرا با التصالیہ
نظامی رح شعر خداوندمائی و ماہندہ ایم ٭ بہ نیروے تو یک بیک زندہ ایم ٭ اے یک متصل بیک۔

سرہ اور حصر اور تخصیص استفہام کا موضع استعمال

سرہ اور حصر ایک جگہ جمع ہوکر کبھی چہ کے معنے مین شعر
مولوی معنوی رح شعر

دو نوع کے دو کافون کا ایک جگہ اجتماع

بائے الصاقیہ

بائے اتصالیہ

اس کو کل افرادی سے کنایہ کرتے ہین یعنی ہر ہمہ زندہ ایم - ولہ رسیدند لشکر بہ لشکر فراز * زمانہ در کینہ بکشاد باز * تیسرا بائے مصاحبت و معیت جسکا مجرور اپنے فعل کے ساتھ تعلق رکھنے مین دوسری ایک شئے کا ساتھ دیتا ہے جیسے کہا جاتا ہے اسپ را بزین خریدم اسپ بازین وہمراہ زین خریدم الہامی شعر بیخبر زد چو سوے تربت من گامے چند * گفت این گور فلانیست بدشنامے چند * بائے اتصالیہ اور معیت مین فرق یہی ہے کہ بائے معیت و مصاحبت کی جگہ لفظ ہمراہ یا مع بیان کیا جاوے معنی مین کوئی فرق نہ آئے سو ہذا بائے معیت عام ہے اور اتصالیہ خاص کیا معنی کہ اتصال کیلئے معیت و مصاحبت لازم ہے اور مصاحبت کیلئے اتصال لازم نہین جیسے مثال مذکور اسپ را بزین خریدم یعنی اسکے یہ معنی ہین کہ زین کا اشتراک اور معیت اسپ کے ساتھ صرف خریداری مین ہے اور یہ ضرور نہین کہ وقت اشتراک گھوڑے پر زین کسی ہوئی بھی ہو چوتھا بائے استعانت جو مدخول بافعل متعلق کیلئے آلہ ہوتا ہے یعنی فاعل اپنے فعل مین مجرور باسے مدد لیتا ہے نظامی رح شعر نباشد چنین نامہ تزویر خیز * نوشتہ بچندین قلمہاے تیز * یہان قلم آلہ نوشتن ہے اور نویسندہ اپنے لکھنے مین قلم سے استعانت لیتا ہے ولہ بشمشیر آتش برآرد ز آب * میانجی کند ابر بر آفتاب سعدی رح شعر دگر ہمچنان روزگار بلی * بگردونش از بیخ برنگسلی * پانچوان بائے توسلی جو مدخول باسے مہمات مین وسیلہ پکڑا جاتا ہے شیخ ابوسعید ابوالخیر رح رباعی یارب برسالت رسول الثقلین * یارب بغزا کنندہ بدر و حنین * عصیان مرا دو نیمہ کن در عرصات * نیمی بحسن بخش و نیمی بحسین * اے لطفیل حسن و بوسیلہ حسین رضی اللہ عنہما چھٹا با بمعنی برائے جسکا مجرور غایت اور غرض فعل متعلق کی ہوتا ہے اور جسکا وجود خارج مین فعل متعلق سے موخر ہوتا ہے جیسے شعر اگر بسیر چمن میروی قدم بردار * کہ ہمچو رنگ حنا می رود بہار از دست * اے برائے سیر چمن یعنی قدم برداشتہ چلنے کے بعد سیر چمن کا حصول ہوگا - ساتوان بائے علت و سبب جسکا مجرور علت و سبب فعل متعلق کی ہوتا ہے جس کا وجود اس فعل سے مقدم ہوتا ہے - امیر خسرو رح شعر بیک آمدن ربودی دل و دین صد چو خسرو * چہ زید اگر بدینسان دو سہ بار خواہی آمد * نظامی شعر مشوران بخود کامی ایام را * قلم در کش اندیشہ خام را * اے بعلت خود کامی یعنی خود کامی پہلے سے شخص مین موجود ہے جو شورش کا سبب ہے اسی طرح محبوب دلربا کا آنا پہلے ہے اور دل لیجانا بعد ازین اسیطرح نظامی کا یہ شعر شعر بیا ساقی آن جام یاقوت بار * بیاد شہنشہ بکام سپار * یہ اسی قسم کا بائے سببیہ ہے جو بر سببیہ مین مذکور ہوا - آٹھوان بائے

بائے مصاحبت

بائے اتصالیہ اور بائے معیت کا باہم امتیاز

بائے استعانت

بائے توسل

بائے غایت یعنی برائے

بائے علت و سبب

بائے صلہ و مقابلہ

باؤ معاوضہ و مقابلہ

باے موافقت

باے لیاقت

باے تصرف

باے مقداریہ

باے قسم

باے ابتدائیہ

باے بمعنی تا انتہائیہ

باؔء معاوضہ و مقابلہ جسکا مجرور ایک دوسری شے کے مقابلہ و معاوضہ میں واقع ہوتا ہے نظامی رح
شعر گر این نامہ را من بزر گفتمی ❊ بعمرے کجا گوہرے سفتمی ❊ اے عوض زر ولہ بدریا کند ہیچ دریا
پدید ❊ کہ دریا بدریا توانی خرید ❊ نوان بمعنی موافقت حافظ رح شعر ساقی بنور بادہ برافروز جام ما ❊
مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما ❊ اے موافق کام ما ❊ عارض اصفہانی شعر شاید بمدعاے تو گویم حکایتے ❊
یکبار عرض حال مرا میتوان شنید ❊ اے موافق مدعاے تو۔ دسوان باے لیاقت جیسے شعر صائب کنون
کہ درد بدرمان نماندہ است ❊ آن بہ کہ راہ چارہ و تدبیر نسپریم ❊ اے لایق درمان پذیری۔ گیارہوان باے تصرف
سعدی رح شعر چنانکہ دست بدست آمدست ملک بما ❊ بدستہاے دگر ہمچنین بخواہد رفت ❊ اے بتصرف دستہاے
دگر الخ حقیقت میں یہ باظرفیہ ہے مگر معنی تصرف اور قبضہ کے ان عبارت سے بطریق کنایہ لیئے گئے ہیں
بارہوان باے مقداریہ جو بیان عدد و قدر کے لیئے لایا جاتا ہے یعنی اسکا مجرور اکثر کم منفصل یا متصل کی
تعیین مقدار کا افادہ کرتا ہے سعدی رح شعر بہ نیم بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد ❊ زنند لشکریانش ہزار مرغ
بہ سیخ ❊ نظامیؒ شعر بجومی ستاند ز دہقان پیر ❊ بمن می فرستد بدیوان میر ❊ اے قدر جو قدر من سعدی رح
شعر اگر با رفیقان نباشی شفیق ❊ بفرسنگ بگریزد از وے رفیق ❊ کبھی مقدار کمی کے غیر میں بھی مستعمل
ہوتا ہے جیسے نظامی رح شعر نہ من ز بہمن شدم کار زدہا ❊ بتاریدن سر نگردش رہا ❊ اے قدر زمانہ خاریدن
اور کبھی لفظ قدر و مقدار کا صریحاً اس با کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جیسے سعدی رح شعر اگر خشم گیری
بقدر گناہ ❊ بدوزخ فرست و ترازو مخواہ ❊ ولہ اگر جرم بخشی بمقدار جود ❊ نماند گرفتاری اندر وجود ❊۔
تیرہوان باے تمیز جسکا مدخول ایک امر مبہم کا رفع ابہام کرتا ہے نظامیؒ شعر درختے سہی سرو در باغ
شرع ❊ زمینے باصل آسمانے بفرع ❊ اے از روے اصل و از روے فرع۔ ولہ و شاقان موکب رو رو
زود خیز ❊ بدیدار خوب و برفتار تیز ❊ سعدی رح شعر بخیل ار چہ باشد تونگر بمال ❊ بخواری چو مفلس خورد گوشمال ❊
چودہوان باے قسم جو مقسم بہ پر داخل ہوتا ہے جیسے بایزد اس شعر میں نظامی رح شعر وگرنہ بایزد کہ تا بودہ ام ❊
نمے دامن لب نیالودہ ام ❊ پندرہوان با ابتدائیہ جیسے شعر بنام جہاندار جان آفرین ❊ حکیم سخن
بر زبان آفرین ❊ اگر غور کیجیے تو یہ باے الصاق ہے جو معنی قسم و معنی ابتدا کو مقسم بہ و مبتدا بہ تک
پہونچانے اور اسکے ساتھ متصل کرنیکے لیئے لایا جاتا ہے پس با میں نہ معنی قسم کے ہیں نہ ابتدا کے
بلکہ یہ معنی اُسکے متعلق کے ہیں وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ سولہوان با بمعنی تا انتہائیہ نظامی رح شعر

بسر آہنگ تا ساقہ از تیر و تیغ ٭ بر آورد کوہے ز دریا بمیغ ٭ ولہ چنانست فرمان کہ فردا پگاہ ٭ برا رم
اے مقدمۃ الجیش ۱۲ ابر تا میغ ۱۲
بر سے زماہی بماہ ٭ کبھی تا انتہائیہ اور یہ با دونون ایک جگہ جمع پڑ جاتے ہین نظامی رح شعر بمنزل

باءِ بمعنی الی
آمدہ ہین تا بتو ٭ نشاید ترا یافت الا بتو ٭ سترہوان با بمعنی الی یعنی سو و طرف نظامی رح شعر بدانش ترا

باء بمعنی پیش
رہنمون کردہ اند ٭ کہ مال ترا حکم خون کردہ اند ٭ اے بسوے دانش۔ سعدی رح شعر مکن التفاتے
بمال بخیل ٭ بہ نام مال و منال بخیل ٭ اٹھارہوان با بمعنی پیش شیدا کا شعر ہے شعر مرا کہ نیست
اے جانب مال بخیل ۱۲
بدور لبت ہواے قدح ٭ بجاے بادہ کہ جان میدہم براے قدح ٭ اے پیش دور لبت۔ کبھی لفظ پیش

باء بمعنی نزد
اس با کے ساتھ مذکور بھی ہوتا ہے۔ نظامی رح شعر کمر برکمر تاجداران دہر ٭ بہ پیش جہاندار پیروز بہر ٭ انیسوان
با بمعنی نزد۔ نظامی شعر کہ ما ئیم خاصان دار او بس ٭ بدار ازما خاص تر نیست کس ٭ اے نزد دارا۔ مولوی
معنوی رح شعر بیرون جست و بوسی بدست ٭ نیم شب آمد بزاہد نیم مست ٭ اے نزد زاہد کبھی

باء بمعنی زیر
لفظ نزد بھی اس با کے ساتھ مذکور ہو جاتا ہے سعدی رح شعر اے سیر ترا نان جوین خوش ننماید معشوق
منست آنکہ بنزدیک تو زشت ست ٭ بیسوان با بمعنی زیر نظامی رح شعر چنین تا بمقدار ہفتاد مرد ٭ بہ تیغ آمد
از درمیان در نبرد ٭ اے زیر تیغ و تحت سیوف۔ کبھی خود لفظ زیر بھی اسکے ساتھ مذکور ہوتا ہے نظامی

باے تشبیہی
شعر زبون تر زمن صیدے آور بزیر ٭ کہ چربی نخیزد ز پہلوے شیر ٭ اکیسوان باء تشبیہی جو مشبہ بہ پر
داخل ہوتا ہے فردوسی رح شعر ببالاے تو در چمن سرو نیست ٭ چو رخسار تو تابش پرو نیست ٭ اے
اے پروین ۱۲
مانند بالاے تو سعدی رح شعر مگر ملائکہ بر آسمان وگرنہ بشر ٭ بحسن صورت او بر زمین نخواہد بود ٭ اے
چون حسن۔ فیضی شعر نطقش بہ بہار شادمانی ٭ قہرش بسموم قہرگانی ٭ اے مانند بہار و بکردار سموم۔
اور کبھی کلمہ تشبیہ خود اس با کے ساتھ مذکور ہو جاتا ہے فردوسی رح شعر لبانش بمانند یک دانہ نار ٭

باے ظرفیہ بمعنی در
بیاوردہ از جنت کردگار ٭ ولہ ببالا کردار سرو بلند ٭ دو ابرو کمان و دو گیسو کمند ٭ بائیسوان با
ظرفیہ جو در کے معنی دیتا ہے یعنی مدخول اوس کا ظرف واقع ہوتا ہے نظامی رح شعر بہر گوشہ کا فتم
ثنا خوانمت ٭ بہر جا کہ باشم خدا دانمت ٭ اے در ہر گوشہ و در ہر جا۔ اور کبھی تعیین و تمکین معنے

در تبیینہ کی با ظرفیہ سے تقدیم
ظرف کے لیئے خود لفظ در اکثر بعد مدخول با کے آتا ہے جیسے شعر مشہور "بدریا در منافع بیشمارست"
نین اور کبھی اس با ے ظرفیہ سے مقدم بھی ہو جاتا ہے فردوسی شعر مے لعلگون در بجام بلور ٭
بخوردند تا در سر افتاد شور ٭ نظامی شعر کنم یا تو کارے درین کارزار ٭ کہ اندر گریزی بسوراخ مار ٭

حذف باے ظرفیہ

اورکبھی یہ باے ظرفیہ مع کلمہ مبیّنہ حذف بھی کردیا جاتا ہے۔ مولوی معنوی رحہ[۱۲۴] شعر ہر کہ را علم و فن
آموختن ٭ دادن تیغ است دست راہزن ٭ اے بدست راہزن بعض نسخون مین واذن تیغے بدست
راہزن ہے مگر اول نسخہ صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب تیئسوان باے استعلا بمعنی بر۔ نظامی رحہ

باے استعلا بمعنی بر

شعر بہ نسبت زین کوے ہفتاد زاہ ٭ بہفتم فلک بوزدہ بارگاہ ٭ اے بر ہفتم فلک۔ کبھی مجرور باکے بعد
تبیین وتعیین معنی استعلا کے لئے لفظ بر زائد بھی لایا جاتا ہے۔ فردوسی رحہ[۱۴] شعر منم کدخداے جہان
سر بسر ٭ نشاید نشستن بیکجا نے بر ٭ اے بر یکجاے۔ سعدی رحہ شعر تو کے بشنوی نالہ دادخواہ ٭ بکیوان
برت کلہ خوابگاہ ٭ اے بر کیوان کلہ خوابگاہ تو۔ چوبیسوان باے تعدیہ جو کہ فعل لازم کے اصلی فاعل پر

باے تعدیہ

داخل ہوتا ہے اور اعتبار معنی تصییر سے وہ فعل لازم متعدی بنالیا جاتا ہے اور یہی خصوصیت
معنی تصییر کی ہے کہ سواے باے منفرد کے اور حروف کو تعدیت کے ساتھ ملقب ہونے نہین دیتی
ورنہ تعدیت بمعنی ایصال سب حروف جر کو حاصل ہے فردوسی رحہ کا شعر ہے[۱۲۶] شعر در ایوان آن
پیرہ سر پر ہنر ٭ بزائی بکیخسرو نامور ٭ در اصل یہان زادن بمعنی پیدا ہونا لازم تھا اور کیخسرو اسکا فاعل
اب با کے داخل ہونیسے بمعنی جننا متعدی ہوگیا اور مدخول با مفعول بہ ہوا واللہ تعالیٰ اعلم پچیسوان

باے صلہ[۲۵]

باے صلہ جو بعض افعال کا صلہ واقع ہوتا ہے جیسے درم بدرویشان داد۔ جان بجانان رسید۔ سپردم
بتو مایہ خویش را ٭ گفتم بتو نمودم بزید وغیرہ اور جو ان افعال کے معنی مین ہو جیسے بخشیدن وحوالہ کردن
بمعنے دادن شعر اے دوست اگر جان طلبی جان بتو بخشم ٭ از جان چہ عزیز است بگو آن بتو بخشم ٭
ع بجنون حوالہ کردم ہمہ کاروبار خود را ٭ وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم چھبیسوان باے زائدیہ اسم فعل حرف

باے زائدہ[۲۶]

ان ہر سہ نوع کلمہ پر داخل ہوتا ہے جیسے بجز وبسان وبہ تنہا وبہ بیزار وبہ بسیار وبگرد وغیرہ نظامی رحہ
شعر می کوست حلواے ہر غم کشی ٭ ندیدہ بجز آفتاب آتشی ٭ ولہ شنیدم کہ رستم سواے دلیر ٭ بہ تنہا
بگاپوے کردی چو شیر ٭ انوری شعر زکتخدائی خود آنچنان بہ بیزارم ٭ کہ کاشکے پدرم نیز کتخدا نشدی ٭
نظامی رحہ شعر زان از مردموزی بہ بسیار بہ ٭ سگ از مردم مردم آزار بہ ٭ فردوسی رحہ[۱۳۰] شعر ز توران
نخواہیم یک تن بمرد ٭ کہ یکسر زنانند اندر نبرد ٭ ولہ[۱۸۱] ابا آنکہ کاموس روز نبرد ٭ ہمی پیلتن را ندارد بمرد ٭
ستائیسوان با بمعنی باے مرکب۔ نظامی رحہ شعر چو شد کار خاقان زقیصر بساز ٭ بلشکرگہ خویشتن گشت باز ٭

با بمعنی باہم کرد

اے کار خاقان باساز شد۔ اٹھائیسوان بمعنی باوجود۔ نظامی رحہ شعر چو ذرہ بگرد بزرگان دوید ٭ بدان

با بمعنی باوجود[۲۸]

خردی آوزد خوفورا پدید ÷ اے باوجود آن خردی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الثامن باے مرکب اور اُسکا مزید علیہ ابا فردوسی رح **شعر** ابا دیگران مر مرا کار نیست ÷ برین در مرا جاے گفتار نیست ÷ ای با دیگران ۔ یہ باے مرکب باے مفرد کیطرح کئی معنون مین مستعمل ہے ایک تو معیت کے لیئے جیسے نظامی رح **شعر** زاندیشہاے چنین ہولناک ÷ دو لشکر غنودند با ترس و باک اے مع ترس و باک ۔ دوسرا عطف کے لیئے بجاے واو عاطفہ مستعمل ہوتا ہے سعدی رح **شعر** فرقست میان آنکہ یارش در بر ÷ با آنکہ دو چشم انتظارش بر در ÷ اے و میان آنکہ ظہوری **شعر** تفاوت کفر و دین آمد بمعنی ÷ میان عدل او با عدل کسریٰ ÷ اے میان عدل او و عدل کسریٰ ۔ تیسرا با بمعنی الی سعدی **شعر** بر نیت بگویم حدیثے درست ÷ اگر گوش با بندہ داری نخست ÷ اے جانب بندہ ۔ **ولہ** آن پریچہرہ کہ ما را نگران میدارد ÷ چشم با ما و نظر با دگران میدارد ÷ اے چشم سوے ما و نظر سوے دیگران ۔ فیضی **شعر** ببعتند بہ تیغ پیش و پس را ÷ با او نگذاشتند کس را ÷ اے سوے او نگذاشتند ۔ چوتھا با ظرفیہ بمعنے در حافظ رح **شعر** در نمی گیرد نیاز و ناز ما با حسن دوست ÷ خرم آن کز نازنینان بخت برخوردار داشت ÷ اے در حسن دوست ۔ جمال الدین سلمان **شعر** جان بیمارم باستقبال آمد تا بلب ÷ قوتے از تو مگر با جان بیمار آمدست ÷ اے در جان بیمار ۔ پانچوان با بمعنی بر استعلا نظامی رح **شعر** شبانی کند گرگ با گوسفند ÷ ہمان شیر با گور نارد گزند ÷ اے بر گور ۔ چھٹا با بمعنی از نظامی رح **شعر** زمین خورد و با خوردِ شان دیر نیست ÷ ہنوزش ز خوردن شکم سیر نیست ÷ اے از خوردن شان ۔ محمد قلی سلیم **شعر** حسن با مہر و فا بیگانہ است ÷ ہر کہ عاشق میشود دیوانہ است ÷ اے از مہر و وفا ۔ بعض مقننین کی رائے باقر کاشی کے اس شعر مین بمعنی از تفضیلیہ ہے **شعر** ہیچان ترست زلف تو با گفتہاے من ÷ شیرین ترست لعل تو با قند عسکری ÷ اے از گفتہاے من و از قند عسکری ÷ ساتوان با بجاے راے محللہ بھی مستعمل ہے فردوسی قصۂ حضرت یوسف علیہ السلام مین لکھتے ہین **شعر** کم و بیش با ما تو یاور نہ ÷ تو گوئی کہ با ما برادر نہ ÷ اے ما را برادر نہ یعنی برادر مائہ ۔ آٹھوان با قبضہ اور تصرف کے معنون مین آتا ہے سعدی رح **شعر** ہنوز نگران ست کہ ملکش با دگران ست ۔ نظامی رح **شعر** لیک ملکے کہ دارم از پدران ÷ عیب باشد کہ ہست با دگران ÷ اے در تصرف و قبضۂ دیگران ÷ نوان با بمعنی اختصاص نظامی رح **شعر** تاج داری سزاے گوہر تست ÷ تاج با ماست لیک بر سر تست ÷ اے تاج مختص بہ ماست ۔ دسوان با بمعنی باوجود

بیان باء مرکب

باے مرکب بمعنی مع

باے مرکب عاطفہ

باے مرکب بمعنی الی

باے مرکب ظرفیہ

باے مرکب استعلا

باے مرکب بمعنی از

باے مرکب بجاے راے محللہ

باے مرکب بمعنی تصرف

باے مرکب بمعنے اختصاص

باے مرکب بمعنی باوجود

امیر خسرو شعر باہمہ این قوت وجوش سپاہ ؛ نیستم اندر پے آزار شاہ ؛ ابے باوجود این ہمہ قوت وجوش
گیارہوان بابمعنے تقابل وپیش۔ امیر خسرو شعر با تو برابر نشوم در مصاف ؛ گرچہ بود رزم نبسان کوہ قاف ؛
فردوسی شعر کہ خرد جلامی چو باغ بہشت ؛ کہ با او نماید رخ حور زشت ؛ اسے پیش او و مقابل او ۔ بارہوان
بامعاوضہ کے لئے خواجہ آصفی شعر فرہاد کوہ غم را باجان نمی فروشد ؛ مسکین گران خریدہ است از زبان بنیفروشد
تیرہوان بااستعانت کے لئے حکیم سنائی قدس سرہ شعر یکے باچشم دل بنگر درین زندان خاموشان ؛ کہ اینجا
صد ہزاران کس ندیمان ندم بینی ؛ مولوی معنوی رح شعر کہ بیاور مطہرہ اینجا بہ پیش ؛ تا بشویم جملہ را با دست
خویش ؛ اے بدست خویش ؛ محمد سعید اشرف شعر خط مشکین آلت قطع محبت میشود ؛ باسیاہی طفل را
مادر زپستان می برد ؛ اے بسیاہی ۔ چودہوان بائے عاطفہ جو بجاے واو بمعنی واو عاطفہ ہے علی خراسانی ۔
شعر دو چون باد بر شیب و فراز این جہان ؛ پیش عاشق در طریقت کوہ با صحرا یکیست ؛ اے کوہ و
صحرا۔ فردوسی رح شعر فرنگیس با رنج دیدہ پسر ؛ بخواب اندر آوردہ بودند سر ؛ اسے فرنگیس و پسر او۔
یعنی بودند کا صیغہ جمع لانا بامعنی واو عطف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پندرہوان با جو باے مفرد کیطرح
صلہ بعض افعال کا واقع ہوتا ہے سعدی رح شعر برآور دو سر مرد بسیار دان ؛ چنین گفت با خسرو کاردان ؛
شعر بالطف ساعد ید بیضا نمی رسد ؛ پیش لب سخن بمسیحا نمی رسد ؛ مصرعہ گفت با من فروش باغت را
اے فروش با من ہمنے ان بیانات کو مجمل طور پر ذکر کیا ہے مثلاً بامعنی از کہدیا اور اس مین یہ تفصیل نہین
کی کہ از تو کوئی قسم کا ہوتا ہے یہان کس معنی مین ہے چونکہ بیان از مین ایک ضرور ہی تفصیل مذکور ہوئی
ہے اگر اسپر توجہ اور نظر رہے تو خود مبتدی اس معنی کی تعیین کرلے سکتا ہے وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ
اور یہ بات بھی بغور سُن رکھیئے کہ یہ حروف جب مکرر کسی اسم پر وارد ہوتے ہین تو ان مین سے ایک
حذف کر دیا جاتا ہے حزین کا شعر ہے شعر بنازم حسرتے نظارۂ حسنے کہ اشکم را ؛ چو آب تیغ از مژگان
چکیدن باز میدارد ؛ یہان دو از چاہیئے ایک صلہ چکیدن کا دوسرا باز میدارد کا۔ حکیم سنائی
قدس سرہ فرماتے ہین شعر زہر جا بگزرم اہل ملامت ؛ نمایندم بارباب سلامت ؛ کہ این رد کردہ
درگاہ عشق است ؛ زچشم افتادگان شاہ عشق است ؛ یہان ایک از تبعیضیہ دوسرا افتادگان کا صلہ
اور یہ بھی یاد رکھیئے کہ اس بارہ مین دونون حروف ایک جنس کے ہونا کوئی شرط نہین بلکہ دو نوع
مختلف کے دو حرف کا اجتماع بھی ایک کے حذف کا باعث ہو جاتا ہے سعدی شعر پند است

باے معنی پیش و تقابل
باے بمعنی معاوضہ
باے بمعنی استعانت
باے مرکب عاطفہ
باے مرکب صلہ

ستمگر کہ ستم برما کرد ؛ درگردن او بماند برما بگزشت ؛ یہان برما بگزشت سے ایک لفظ از جو صلہ بگزشت کا ہے محذوف ہے اے از برما یعنی ہمارے اوپر سے گزر گیا۔ اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اس حذف کے باب مین حرف از کی کوئی خصوصیت نہین جمیع حروف اس باب مین متساوی الاقدام ہین صائب مصرعہ بعیب خود نرسیدن نمیرسد ؛ یہان دو با چاہیے ایک صلہ نرسیدن کا دوسرا نمیرسد کا۔ نظامی رح شعر شہ از روم شد باز مین خویش بود ؛ بروم آمدن زآسمان بیش بود ؛ یہان ایک با صلہ آمدن کا دوسرا بمعنی در یعنی در بروم آمدن۔ ظہوری شعر شیر در مہر برہ لیسیدن ؛ گرگ در خون خویش خیسیدن ؛ اور دو کافون کا ایک جگہ جمع ہو جانا بحکم شذوذ ہے چنانچہ بیان کاف مین مذکور ہوا فَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب ؛

التَّاسِع فرا یہ بھی کئی معنون مین مستعمل ہے ایک تو بجاے با ے صلہ مستعمل ہے سعدی رح شعر بہ بیچارگی تن فرا خاک داد ؛ وگر گرد عام بر آمد چو باد ؛ دوسرا فرا ظرفیہ بمعنی در سعدی رح مصرعہ بجبل ستائش فرا چہ مشو ؛ اے در چہ مشو۔ تیسرا فرا بمعنی بر استعلا سعدی رح شعر بگفتا فرا تر مجالم نماند ؛ بماندم کہ نیروی بالم نماند ؛ اے برتر۔ چوتھا فرا بمعنی پیش سعدی رح شعر چراغ یقینم فرا راہ دار ؛ ز بدکردنم دست کوتاہ دار ؛ اے پیش راہ من دار۔ پانچوان فرا زائد جو محض تزئین و تحسین کلام کے لیئے لایا جاتا ہے جیسے فرا رسید وغیرہ

وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب ط

العَاشِر۔ بسا اور اُس کا مخفف بس۔ یہ حرف انشاے تکثیر کے لیئے لایا جاتا ہے جیسے عربی مین رُبَّہ و رُبَّ۔ نصاب ابونصر مین ہے۔ شعر آن و لو گر مَتّے کی و لانہ ؛ رُبَّہ رُبَّما و رُبَّ بسا ؛ ہم کو یہان تقلیل و تکثیر کی حقیقت و مجاز اور اُسکے مدخول کی تنکیر و تعریف کا اختلاف جو ائمہ نحاۃ عرب کے باہم واقع ہوا ہے بیان کرنا فضول ہے اعجام ان دقائق سے عاری ہین و بس۔ چونکہ یہ لفظ بسا انشاے تکثیر محققہ ثابتہ عند المتکلم کے لیئے موضوع ہے و جس فعل کے ساتھ متعلق ہو اُس فعل کا ماضی ہونا شرط ہے خواہی وہ صریح صیغہ ماضی کا ہو جیسے سعدی شعر اے بسا اسپ تیز رو کہ بماند ؛ کہ خر لنگ جان بمنزل برد ؛ یہان کاف اول بسا کا جواب ہے اور کاف ثانی جو صدر مصرعہ ثانی ہے عاطفہ ہے ولہ بسا نامدار و بسا کامگار ؛ بسا سرو قد و بسا گلعذار ؛ کہ کردند پیراہن عمر چاک ؛ کشیدند سر در گریبان خاک ؛ خواہی صیغہ ماضی صریح نہ ہو یعنی ظاہرا صیغہ مضارع کا ہو مگر وہ ماضی کے معنون مین متاول کر لیا گیا ہو کس واسطے کہ تکثیر محقق بجز صیغہ ماضی کے

فرا بمعنی بر استعلا
فرا بمعنی پیش
فرا زائد
بسا اور بس

کے متصور نہین یعنی صیغۂ ماضی ثبوت وتحقق کے لیئے موضوع ہے اور معنی مضارع تجدد وحدوث
پر دال ہین پس ثبوت امر محقق کا ماضی سے بخوبی ہوگا اسیوجہ سے امر متیقن الوقوع بجاے مضارع صیغہ
ماضی کے پیرایہ مین بیان کیا جاتا ہے سعدی رح شعر گزشت انچہ در ناصوابی گزشت ؛ ورین نیز ہم
در ناصوابی گزشت ؛ انتہے در ناصوابی بگزرد کی جگہ در ناصوابی گزشت فرمایا غرض اگر فعل متعلق بسا غیر ماضی ہو
جانب ماضی متاول ہوگا نظامی رح شعر بسا شیر درندہ و سہمناک ؛ کہ از نوک خارے در آید بخاک ؛
یعنی بہت سے شیر درندہ ہین کہ یک نوک خار سے خاک مین ملگئے ہین۔ سعدی رح شعر بسا نام نیکوی
پنجاہ سال ؛ کہ یک نام زشتش کند پایمال ؛ انتہے کرد پایمال۔ چنانچہ نحاۃ عرب نے آیہ وافی الہدایہ رُبَمَا
یَوَدُّ الَّذِینَ کَفَرُوا لَوْ کَانُوا مُسْلِمِینَ مین یَوَدُّ کو بمعنی وَدَّ تاویل کی ہے حارث بن حلزہ یشکری
شاعر ایام جاہلی صاحب قصیدہ ہفتم سبعہ معلقہ کہتا ہے شعر اٰذَنَتْنَا بِبَیْنِهَا اَسْمَاءُ ؛ رُبَّ ثَاوٍ
یُمَلُّ مِنْهُ الثَّوَاءُ ؛ اور یہ بھی واضح رہے کہ اسکے جواب مین کاف کا لانا لفظاً ہو یا تقدیراً واجب سمجھا گیا ہو اول جیسے اوپر
کے امثلہ سے مستشہد ہو اور ثانی یعنی تقدیراً جیسے سعدی رح شعر بسا اہل دولت ببازی نشست ؛ کہ دولت برفتش ببازی
زدست ؛ ای بسا اہل دولت کہ ببازی نشست یعنی بہت سے دولتمند کہ لہو ولعب مین پڑگئے تو انکے ہاتھ سے دولت نکلگئی
یہان کاف اول جو جواب بسا ہے محذوف ہے اور کاف ثانی جو مذکور ہے جزائیہ ہے واللہ تعالی
اعلم بالصواب ؛ اور کبھی اظہار تاسف وتحسر وغیرہ کے قصد سے اسپر حرف ندا بھی لایا کرتے ہین
جیسے ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ؛ کبھی الف بسا کا اسکے مدخول پر لاحق کرتے ہین انہین ایسی
وحدت مان لیجاتی ہے کہ گویا یہ مع مدخول کے ایک کلمہ ہے مولوی معنوی رح شعر بس کسا کہ نان خورد
دلشاد او ؛ مرگ او گردد بگیرد در گلو ؛ اے بسا کس کہ الخ اس باب مین ایک لغت بس بھی ہے جیسے اس
رباعی مین جو فردوسی رح نے بفرمایش سلطان محمود غزنوی ایاز کے سبزۂ عارض وخط رخسار کی توصیف
مین لکھی ہے رباعی مست است بتا چشم تو و تیر بدست ؛ بس کس کہ ز تیر چشم مست تو بخست ؛ گر پوشد
عارضت زرہ عذرش ہست ؛ کز تیر بتر سد ہمہ کس خاصہ زمست ؛ سعدی رح شعر بس قامت خوش
کہ زیر چادر باشد ؛ چون باز کنی مادر مادر باشد ؛ ولہ بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند ؛ کز ہستیش
بروے زمین یک نشان نماندہ یہان کاف جوابی مقدر ہے یعنی بس نامور کہ الخ۔ اور بسے کو بعض تو
اس باب مین لغت مستقل جانتے ہین اور بعض بس کا مزید علیہ مانتے ہین جیسے عربی مین اسی

بسا کے جواب مین کاف کا مقدر یا ملفوظ ہونا ضروری ہے

اظہار تاسف وتحسر کیلئے اسپر حرف ندا بھی لایا کرتے ہین

رُبَّ کے باب مین آٹھ لغات مروی ہین چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ مین اسکی تصریح فرمائی ہے فِی رُبَّ ثمانی لغات اشہرہا ضم الراء وفتح الباء المشددة الخ اور انکا مدخول مفرد اور جمع دونون طرح مستعمل ہے مفرد کی امثلہ اوپر مذکور ہوئین جمع کی مثال جیسے سعدیؒ **شعر** بسا خوبرویان نوخاستہ ٭ بسا نوعروسان آراستہ ٭ **ولہ** بسا تندگردان لشکرشکن ٭ بسا شیرمردان شمشیرزن ٭ نظامیؒ **شعر** بسا گفتنیہا کہ باشد نہفت ٭ بدیگر زبان بایدش بازگفت ٭ اسیطرح بسے مین مفرد و جمع دونون استعمال جائز ہین نظامیؒ **شعر** کزان آب صافی بسے سالخورد ٭ بہ بینی بدہر اندران کس نخورد ٭ **ولہ** بسے سالہا شد کہ گوہر پرست ٭ نیاورد زین گونہ گوہر بدست ٭ خصوصاً اس لفظ بسے کا استعمال صدر کلام کے ساتھ مخصوص نہین چنانچہ اوپر کی مثالون سے واضح ہے یہ بات بھی یاد رکھئے گا کہ بس بھی بمعنی بسیار کے آتا ہے اور اسکا مزید علیہ بسے اور بسا بھی مستعمل ہے چونکہ یہ حرف رُبَّ کے معنون مین نہین ہے ان شرطون کے ساتھ مشروط بھی نہین سعدیؒ **شعر** نداریم غیر از تو فریادرس ٭ توئی عاصیانرا خطابخش و بس ٭ اے خطابخشندۂ بسیار درصورت عطف یعنی خطابخش و بس۔ یہان بس بمعنی کافی کے ہونگے اب یہ لفظ عربی الاصل ہوگا فارسی نہ رہیگا **ولہ** در اقصاے عالم بگشتم بسے ٭ بسر بردم ایام با ہر کسے ٭ اے بسیار گشتم۔ نظامیؒ **شعر** نظامی بسا صاحب آوازۂ ٭ کہن گشتی و ہمچنان تازۂ ٭ اے بسیار صاحب آوازۂ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

واو قسمیہ کا بیان

الحادی عشر واو قسمیہ واضح ہو کہ محاورۂ عرب مین واو قسمیہ کا صدر کلام مین واقع ہونا اور اُس کے مُقسَم بہ کا اسم ذات ہونا واجب ہے اور فارسی مین دو اسمون کے درمیان مین لایا جاتا ہے غالب دہلوی **شعر** نہ ہمین نالہ و فغان بلبم ٭ من و جان آفرین کہ جان بلبم ٭ اسی قبیل سے ہے جو محاورۂ اردو مین کہتے ہین مین جانون میرا خدا۔ بتقدیر واو قسمیہ جو کہ اصل مین واو عاطفہ ہی ہے۔ اس ترکیب عطفی سے معنی لزوم کے لئے گئے ہین اور یہی معنی لزومی اس مرکب کے معنی قسم کو لازم کرتے ہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الثانی عشر۔ حروف جر مین سے حروف تشبیہ ہین جیسے چون اسکا مخفف چو۔ جاننا چاہیئے کہ

تعریف تشبیہ ۱۲

ایک شئی کی شئی آخر کے ساتھ کسی معنی مین کسی غرض سے مشارک ہونے کو علی غیر الوجہ الاستعارة والتجرید بتلانے کا نام تشبیہ ہے۔ استعارہ بھی خواہ تحقیقی خواہ کنائی۔

استعارہ تحقیقی

تحقیقی وہ جسمین عین مشبہ بہ اور لوازم مشبہ کے مذکور ہون جیسے فردوسیؒ ہفت خوان رستم کی پہلی منزل مین لکھتے ہین **شعر** کمند کیانی بینداخت شیر ٭ بخم اندر آورد گور دلیر ٭

استعارہ بالکنایہ

اور کنائی جس مین عین مشبہ اور لازم مشبہ بہ مذکور ہو

بسا او بسے مفرد اور جمع دونون طرح مستعمل ہے۔ اور بعض الخ والثانیہ ضم الراء وفتح الباء المخففة والثالثة ضم الراء وضم الباء المخففة والرابعة ضم الراء واسکان الباء والخامسة فتح الراء وفتح الباء المشددة والسادسة فتح الراء وفتح الباء المخففة والسابعة والثامنة ضم الراء وفتح الباء المشددة والمخففة بعد ہا تاء مفتوحة ۱۲ منہ

سعدیؒ شعر ملک الکلام کی بوستان مین ہے ٭

جیسے نظامی رح شعر [illegible]

دل مین جانور ذی جسد کے ساتھ تشبیہ دیکر آسکے لیئے استخوان ثابت کیا ایضاً شعر [illegible]
تیر * زپستان جوشن برآمد * شیر * اور استعارہ تخییلیہ بوجہ فقدان مشارکت سرے سے داخل جنس تعریف
تشبیہ ہی نہین جیسے مثال مذکور مین زمین نے مشبہ بہ ذہنی کے لیئے استخوان ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہو
اور تجرید وہ ہے کہ ایک شئے ذی صفت سے ایک اور شئے جو اتصاف مین اُسی ذی صفت کے مثل ہو
انتزاع کرین تا معلوم ہو کہ منتزع عنہ اُس صفت مین ایسے کامل ہے کہ اُس سے ایک اور شئے جو متصف
اُسی صفت کے ساتھ ہو حاصل ہو سکتی ہے جیسے حکمی عفی عنہ شعر بار وے تو آفتاب دیدم * از زلف تو
پیچ و تاب دیدم * ولہ شعر زرخسار و گیسوے پُر پیچ و تاب * بیاورد ہ اندر کمند آفتاب * اس جگہ چہرہ
کی تجلی اور نورانیت مین مبالغہ منظور ہے یعنے فروغ تجلی چہرہ اس درجہ کو پہونچا کہ اُس سے ایک آفتاب
حاصل ہو گیا سعدی رح شعر امروز خارہاے مغیلان کشیدہ تیغ * گوئی کہ خود نبود درین بوستان گلے * نظامی رح
شعر رخش بر بنفشہ گل انداختہ * بنفشہ نگہبان گل ساختہ * یعنی رخسار باعتبار رنگینی و تازگی اس کمال کو
پہونچا ہے کہ اُس سے ایک گل نکل سکتا ہے۔ تجرید کے بھی اقسام ہین اگر منظور ہو علم بدیع کا مطالعہ فرمائین
اب معلوم ہوا ہوگا کہ تشبیہ مین پانچ چیزونکی ضرورت ہے اول تو وہ دو شئے جو باہم مشارک ہین جنکو طرفین
تشبیہ بھی کہتے ہین جنمین سے اول کا مشبہ ثانی کا مشبہ بہ نام ہے تیسری وہ جو اس مشارکت کی دلالت کے لئے
آلہ ہے یا یون کہیئے کہ وہ کلمات کہ ایک کو دوسرے سے مانند کرنیکا واسطہ ہین جنکو اداۃ التشبیہ کہتے
ہین چوتھے وہ معنی جو اس مشارکت کی وجہ ہین ان دونون مشارکونکے ساتھ قائم اور اُن مین موجود ہے
امر تشبیہ مین اسکا وجود شرط مانا گیا ہے اگر یہ نہ پایا جائے ایک کو دوسرے سے مشابہت نہو اسکا
وجہ الشبہ اور وجہ التشبیہ نام ہے پانچوین غرض تشبیہ جو اس فعل تشبیہ کی علت غائی ہے اگر یہ نہ ہو
تشبیہ ایک فعل عبث ٹھہر جائے مگر ارکان و اجزاے تشبیہ چار ہی مانے گئے ہین غرض تشبیہ چونکہ
علت غائی ہے اور غایت کا خارج ہونا ناگزیر ہے ارکان مین داخل ہو نہین سکتی یعنی تشبیہ کا جز نہین ہو سکتی علماے بیان رحمہم اللہ کا
مذہب محقق یہی ہے جنہون نے اس بات پر غور نہین کیا غرض خارج کو رکن یعنی جزو داخل تشبیہ کا بنا دیا
غرض یہ پانچ چیزین تشبیہ کے لیئے اگرچہ ضروری ہین مگر اُن مین سے دو ہی شئے اصل مین ایک تو مشبہ
دوسرا مشبہ بہ اور اداۃ تشبیہ اُسکے تسمیہ سے ظاہر ہے کہ وہ فقط ایک آلہ ہے نظامی رح فرماتے ہین شعر

استعارہ تخییلیہ

تعریف تجرید

تشبیہ مین پانچ چیزونکا ہونا ضرور ہے

[illegible]

غرض تشبیہ ارکان سے خارج ہے

تشبیہ مین دو ہی چیزین اصل ہین

آلتی خواہ باش وخواہی نہ ٭ امد وجہ وہ منجملہ اعراض ہے جو اطراف کے ساتھ قایم اور انہین سے ماخوذ او منتزع ہے مگر مشبہ بہ مین یہ بات بطریق اصالت اور مشبہ مین بطور فرعیت کے موجود ہوتی ہے اور غرض تشبیہ وہ علت غائی ہے اس فعل تشبیہ کی ہے وہ اس سے خارج ہے یہان یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب ایک شئے کو دوسری شئے کے ساتھ تشبیہ دیجاتی ہے تو ناقص کو کامل کے ساتھ ملحق کردینا مقصود ہوتا ہے اسی وجہ سے مشبہ بہ کا بہ نسبت مشبہ کے رتبہ مین اقوی اور اکمل ہونا ضروری سمجھا گیا ہے تا مشبہ ناقص مشبہ بہ کامل کے ساتھ ملحق ہوجاے اور اس لحوق کی بدولت وہ ناقص اس کامل سے صورت پزیر کمال ہو جیسے زید چون شیر ست مین زید کو شیر کے ساتھ ملحق ہونیسے جرأت اور دلیری جو وصف مشہور شیر ہے زید مین بھی متبر ہوگئی۔ مگر جس جگہ کہ مشبہ سے اقوی اور اکمل کا وجود حقیقۃً ہو یا ادعاءً محال ہو ضعیف اور ناقص ہی مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے مگر وہ ضعیف و ناقص مخاطب کے نزدیک وصف مقصود مین زیادہ مشہور ہونا ضرور ہے جیسے اللہ سبحانہ تعالے شانہ کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دینی جامیؒ حمد مین فرماتے ہین **شعر** وجودش آن فروزان آفتابست ٭ کہ ذرہ ذرہ ازوے نوریابست ٭ اور اسی قبیل سے ہے صلوۃ سیدنا ومولانا محمد المصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو صلوۃ سیدنا ابراہیم علیہم السلام کے ساتھ تشبیہ دینی جیسے اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید اسواسطے کہ جیسے آپ کی ذات اکمل اور سائر انبیا علیہم السلام سے افضل ہے آپ پر انعامات بھی اسی نسبت سے اکمل اور افضل ہین مگر چونکہ یہان مشبہ اُس کمال تنزہ اور تمام فضیلت مین ہے کہ بغیر تنزل فہم کرنا متعذر کیا محال تھا تو ایک وجود حقیقی اور کمال اصلی کو ناچار وجود مجازی کمال ظلی مشہر کے ساتھ تشبیہ دی تا ہماری فہم مین آجاے اور حوصلۂ ادراک کو خرق نکرے اور وہ رحمت نامتناہی جو ہمارے حضرت ہمارے سردار ہمارے ہادی ہمارے پیشوا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی عقل قاصر ادراک متناہی اُسکے دریافت کرنیسے سخت عاجز ہے تو ناچار اُس رحمت الہی کے ساتھ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے شامل حال تھی امم سابقہ اور عرب کے نزدیک مشتہر بھی تشبیہ دی کہ تا سمجھ مین آجاے **سے** آن فضا لہاے پنہان شان کہ آن ٭ در نیاید در حواس و در بیان ٭ ہیچ ماہیات اوصاف جلال ٭ کس نداند جز بآثار کمال ٭ آن کمال وآن جلال وآن وجود ٭ بر ندر اندر قہرش تار و پود ٭ اور کبھی عین مشبہ مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے تا معلوم ہوجاے کہ اس سے افضل تو کیا مساوی الرتبہ بھی موجودات مین حقیقۃً ہو

ایک شئے کو دوسری شئے کے ساتھ تشبیہ دینے سے کیا منظور ہے

اقوی اور اکمل کا وجود محال ہو تو کبھی ضعیف و ناقص ہی کو مشبہ بہ بنادیتے ہین

کبھی عین مشبہ مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے

یا ادعا متکلم کے نزدیک موجود نہین گویا یہ عجز و نارسائی کی حیرانی مین عین مشبہ کو مشبہ بہ بنا دیتا ہے
اول جیسے نظامی رح نعت مین فرماتے ہین شعر گزین کردۂ ہر دو عالم توئی ٭ چو تو گر کسے باشد آن ہم توئی ٭
ثانی یعنے ادعاے محض ظہوری کا شعر ہے شعر مراد تماشا نظرہا ے او ٭ سراپاے او چون سراپاے او ٭
واللہ تعالیٰ اعلم آدم بر سر مطلب تشبیہ مین پانچ چیز ونکا وجود واجب ہے اور پھر ہر ایک ایک مین
کئی کئی حیثیتین ہین انہین حیثیات شتے کے اعتبار سے تقسیم تشبیہ کی جدے جدے طریقہ پر ہو سکتی ہے
مثلاً باعتبار ذکر و حذف ارکان اربعہ یعنے چارون رکن مذکور ہون یا بعض مذکور ہون اور بعض محذوف
مگر ہر حال مین اثبات مشبہ بہ دائما واجب ہوگا مدار تشبیہ کا سب اسی کے وجود پر ہے اسواسطے کہ تشبیہ سے
مقصود یہی ہے کہ مشبہ ناقص مین مشبہ بہ سے اکتساب کمال کرے جسطرح اوپر مذکور ہوا اسکی کئی صورتین ہونگی
کیا معنی کہ مشبہ یا تو مذکور ہوگا یا محذوف بہر تقدیر وجہ شبہ مذکور ہوگی یا محذوف ان چارون تقدیر پر حرف
تشبیہ مذکور ہوگا یا محذوف یہ آٹھ شکلین حاصل ہوئین باین تفصیل ایک تو یہ کہ چارون رکن مذکور ہون
جیسے زید چون شیر ست در شجاعت فردوسی رح شعر بپوشید نو جامۂ بندگی ٭ ز دو دیدہ چو ابرے ببارندگی ٭ یہان
دو دیدہ مشبہ چو حرف تشبیہ ابر مشبہ بہ بارندگی وجہ شبہ ہے۔ دوسرا مشبہ محذوف باقی مذکور مثلاً کسی کے
پوچھنے کے وقت جواب دیا جاے چون شیر ست در شجاعت یا اور کوئی سیاق و سباق ذکر مشبہ سے بے نیاز
کر دیوے نظامی رح شعر چو آب فرات آشکارا نواز ٭ چو سرچشمۂ نیل پنہان گداز ٭ تیسرا اداۃ تشبیہ محذوف
باقی مذکور جیسے زید شیر ست در شجاعت بندہ حلمی غفرلہ شعر رخش در درخشندگی آفتاب ٭ لبش برگ گل
خوئی چو نوشین گلاب ٭ چوتھا وجہ شبہ محذوف باقی مذکور جیسے زید چون شیر ست۔ نظامی رح شعر رخے
چون گل و برگل آوردہ خوئی ٭ بمن داد جامی پر از سرخ می ٭ پانچوان مشبہ اور اداۃ محذوف باقی مذکور
جیسے بقرینہ سوالیہ یعنی پوچھنے کے وقت جواب دیا جائے شیر ست در شجاعت بندہ حلمی غفرلہ شعر چہ می
پرسی ز نزدیا قامتی او ٭ بسبزی سہی سرو لب جو ٭ چھٹا صرف مشبہ بہ مذکور باقی سب محذوف جیسے وقت
قیام قرینہ مقالیہ یعنی کوئی پوچھے زید چیست جواب دیا جاے شیر ست یا سیاق و سباق اسپر دلالت کرے
بندۂ حلمی عفی عنہ شعر چہ گویم کہ چونست در روز خون ٭ نہنگے شنا در بدریا درون ٭ ورنہ استعارہ مطلقہ
اسے اگر قرینہ نہو ۱۲
ہوگا اس چھٹی قسم کو تشبیہ بلیغ بھی کہتے ہین اور فرق اس تشبیہ اور استعارہ مین یہی ہے کہ تشبیہ مین مشبہ
اور مشبہ بہ مین وجہ مشترک مین وجہ مغایر سمجھے جاتے ہین معہذا اداۃ تشبیہ چونکہ رکن مانے گئے ہین

لفظاً ہو یا تقدیراً اُن کا اعتبار تشبیہ مین ضرور ہے بخلاف استعارہ اگرچہ اس مین بھی علاقہ تشبیہ موجود ہے مگر متکلم چونکہ اُسمین عینیت کا ادعا کرتا ہے اداۃ تشبیہ لفظاً تو کیا تقدیراً بھی بیان نہین کیئے جائینگے جیسے فردوسی رح شعر بشمشیر برد آن زمان شیر دست ؛ چو چیپ ترکہ چینیان بر شکست ؛ ساتوان مشبہ اور مشبّہ بہ مذکور باقی محذوف جیسے زید شیر ست نظامی رح شعر سکندر محیط است و من جوے آب ؛ منہ تہمت سایہ بر آفتاب ؛ آٹھوان مشبّہ بہ مع اداۃ مذکور ہو باقی محذوف مثلاً کوئی پوچھے زید چگونہ است در شجاعت جواب دیا جاے چون شیر ست۔ بندہ حکمی عفی عنہ شعر باہمچو خودی چو سر خوش ستی۔ سوگند بحق کہ بت پرستی ؛ اے با شخص مانند خود۔

مشبہ اور مشبّہ بہ مذکور باقی محذوف

مشبہ بہ مع اداۃ مذکور باقی محذوف

کبھی ارکان ثلثہ یعنے اطراف و وجہ شبہ کی افراد و ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تقسیم کیجاتی ہے

ارکان تشبیہ کی افراد و ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تقسیم

الاوّل افراد جیسے زید در دلیری چون شیر ست۔

الثانی ترکیب اس مین ایک تو یہ ہے کہ جمیع ارکان ثلثہ مرکب ہون جیسے حکمی غفرلہ شعر بجام بلورین مے لعل ناب ؛ بود نار سیال در بستہ آب ؛ فردوسی رح شعر نشست از بر سینہ پیلتن ؛ پر از خاک چنگال و روے و دہن ؛ بکردار شیرے کہ بر گور نر ؛ زند دست و گور اندر آید بسر ؛ دوسرا بعض مرکب - اور بعض مفرد نظامی رح شعر شود چہرہ نار افروختہ ؛ چو تاجے در و لعلہا دوختہ ؛ اس مثال مین مشبہ چہرہ انار اور مشبہ بہ تاج مرکب یعنے مقید باوصاف مذکورہ۔ یہان مشبہ مفرد ہے وجہ شبہ اور مشبہ بہ مرکب ہے اس کے جمیع اقسام اور احد الطرفین کی ترکیب سے وجہ شبہ کا مرکب ہونا ضروری ہے یا نہین اور اسیطرح تعدد کا ہر فرد مرکب بھی ہوسکتا ہے یا بعض مفرد بعض مرکب اسکی بھی کئی شکلین نکل آتی ہین (اگرچہ علماے بیان سے کسی نے اسکا تعرض نہین کیا) اسکی تفصیل و تحقیق علم بیان کا وظیفہ ہے مین نے اپنے اس مختصر رسالہ مین ان امور سے بحث نہین کی ما بہ الامتیاز متعدد و مرکب مین یہ ہے کہ متعدد مین الگ الگ ایک شئے کے ساتھ تشبیہ مقصود ہوتی ہے جیسے زید و عمرو چون شیر و دریا اند در شجاعت و سخاوت بخلاف مرکب کہ اسمین کئی چیزین مجتمع ہوکر صورت وحدانی حاصل کرتی ہین پس درصورت تعدد اگر بعض کو ذکر کرین اور بعض کو چھوڑ دین معنون مین بعض باقی کے کوئی خرابی نہ آئیگی افادت معنی باقی مین بحالہ رہیگا اور درصورت ترکیب اگر اسقاط بعض کیا جاے مقصود تشبیہ مختل ہوجائیگا واللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّواب آب سُنیئے تعدد ایک تو طرفین یعنی مشبہ و مشبہ بہ مین ہوگا جیسے حکمی عفی عنہ ع ہمان موے و رویش چو لیل و نہار ؛

جمیع ارکان ثلثہ مرکب

بعض مرکب اور بعض مفرد

متعدد و مرکب مین کیا فرق ہے

تعدد طرفین

تعدد در وجہ

دوسرا تعدد وجہ شبہ مین نظامی رح **شعر** شکر خندہ راست چو انج نیشکر ۔ لطیف و خوش و سبز و شیرین و تر ۔
یہان شکر خندہ یعنے معشوق مشبہ چون حرف تشبیہ نیشکر مشبہ بہ یہ دونو مشبہ و مشبہ بہ واحد ہین مگر وجہ شبہ
متعدد ہے جن پر لفظ راست و لطیف و خوش و سبز و شیرین و تر دلالت کرتے ہین اسیطرح آئینہ کو
آفتاب کے ساتھ تشبیہ دینی باعتبار گولائی اور چمک کے تعدد فی الوجہ ہے ۔ بندہ حکمی غفرلہ ولوالدیہ **شعر** جبین
بکشادہ و تابان چو ماہ ۔ چہ ماہی خاصہ ماہ نیم ماہ ۔ اور کبھی باعتبار طرفین فقط تشبیہ کو ملفوف و مفروق

تقسیم تشبیہ باعتبار طرفین — ملفوف مرتب — ملفوف غیر مرتب

پر تقسیم کرتے ہین ۔ ملفوف وہ ہے کہ چند مشبہ ایک جگہ اور انکے مشبہ بہ ایک جگہ بیان کیے جائین پھر اگر بہ
بترتیب لف مشبہات انکے مشبہ بہ کا نشر کیا جاے ملفوف مرتب کہلاتا ہے حکمی غفرلہ **ع** لب و دندان
او چو لعل و گوہر ۔ اگر نشر بترتیب لف نہو غیر مرتب ہے خواہ معکوس ہو خواہی منتشر حکمی عفی عنہ **ع**
لب و دندان او چون دُر و مرجان ۔ منتشر کیے دو سے زیادہ تعدد چاہیے اگر صرف مشبہ مین تعدد ہو اس کا
تشبیہ الجمع نام ہے اور یہ تعدد صرف بطریق عطف بھی بیان کیا جاتا ہے اور تعدد کے ہر فرد پر اداۃ تشبیہ کو
جداگانہ بھی لے آتے ہین جیسے ان امثلہ مین نظامی رح **شعر** جہاندار چون ابر و چون آفتاب ۔ باندازہ بخشند
ہم آتش ہم آب ۔ سعدی رح **شعر** دو پاکیزہ پیکر چو حور و پری ۔ چو خورشید و مہ از سہ دیگر بری ۔ ان مثالون سے
مین حروف تشبیہ اور عاطفہ ہر دو ہین ۔ جامی قدس سرہ **شعر** عارض است این یا قمر بالا لہ احمر است این یا شعاع
شمس یا آئینہ ولہا ست این ۔ اس مثال مین صرف عاطفہ تردیدیہ ہر فرد پر ہے ۔ اور تشبیہ مفروق وہ ہے کہ

تشبیہ مفروق

ہر مشبہ کے ساتھ اسکا مشبہ بہ ذکر کرتے چلے جائین ۔ بندہ حکمی غفرلہ الدیہ **شعر** دو چشم آہو و زلفش مشک آہو
رخش مہر و جبین ماہ و قمر ہو ۔ **ولہ** عفی عنہ **ع** لبش ہمچو یاقوت و دندان چو دُر ۔ اور یہ تعدد وجہ شبہ
مین بھی ہوتا ہے طرفین مین تعدد ہو یا نہو اور پھر اسکے اجزا کل حسی ہون یا کل عقلی یا بعض حسی اور بعض عقلی
اول جیسے آئینہ کو چاند سے تشبیہ دین تو وجہ شبہ اضاءت و تدویر یہ دونو جز حسی ہین ۔ نظامی رح **شعر** ضمیرم
نہ زان بلکہ آتش زن است ۔ کہ مریم صفت بکر آبستن است ۔ یہان وجہ شبہ بکارت اور آبستن یہ دونو

وجہ متعدد بجمیع اجزائہ عقلی

امر حسی ہین ۔ دوسرا بجمیع اجزائہ عقلی ہو جیسے کسیکو اُسکی تیزی نظر اور چوکنے پن اور اخفای جماع کے
اعتبار سے کوّے کے ساتھ تشبیہ دین یہ سب امور عقلی ہین ۔ تیسرا مختلف یعنے بعض حسی بعض عقلی نظامی رح
شعر گہے خوردن مے چون خون بدخواہ ۔ گہے تکیہ زدن بر مسند شاہ ۔ یہان وجہ شبہ ایک تو سُرخی
رنگ جو حسی ہے دوسرا مرغوب طبع ہونا سو یہ عقلی ہے ۔ اسیطرح ارکان کے حسی یا عقلی ہونیکے اعتبار سے

تقسیم ارکان باعتبار حسی و عقلی

حسی سے ہماری یہان کیا مراد ہے

جُدی تقسیم کیجاتی ہے اور حسی سے یہان ہماری مراد یہ ہے کہ وہ اجزا خود یا اُن کا مادہ اگر خارج مین موجود
ہو بواسطہ حواس خمسئہ ظاہرہ مدرک ہو پس خیالیات یعنی اگر ان کو بحیثیت اجتماع دیکھا جاے معدوم ہین
اور جو ایک ایک کو الگ الگ جو مادہ اُس مجتمع کا ہے دیکھا جاتا ہے مدرک بالحس الظاہرہ ہین جیسے فردوسی رح
شعر زمین شد بکردار دریاے قیر ۔ ہمہ موجش از خنجر وگرز و تیر ۔ نظامی رح **شعر** برانگیخت رزمے چو بارندہ
میغ ۔ تگرگش ز پیکان وباران ز تیغ ۔ کیا معنی کہ دریا جدا اور قیر جدا مدرک بحس بصر ہے مگر بحیثیت اجتماعی
یعنی دریا قیر کا بہتا ہوا اُسیطرح یہ کہ خنجر وگرز و تیر اُسکی موجین ہون کسی نے نہین دیکھا البتہ موج وخنجر وگرز
وتیر جدا جدا مدرک بالحس ہین اسیطرح تگرگ وپیکان وباران وتیغ الگ الگ محسوس ہین لیکن ابر سے
اولے کی جگہ پیکان پانی کی جگہ تیغ برستے ہون کتم عدم سے وجود مین نہین آئے پھر اس حیثیت اجتماعی
کے ساتھ محسوس ہی کب ہونگے یہ محض تخیلات ہین اسی قبیل سے ہے شعر نظامی رح **شعر** گیاہان

تشبیہ وہمی

نورستہ از آب پر ۔ چو بر شاخ مینا برآمودہ در ۔ اور وہمیات جیسے اس شعر مین حکمی غفرلہ ولوالدیہ **شعر** بدل ہول
شب ہجران چنان بود ۔ کہ انجم ہمچو چشم غول بنمود ۔ پس اب تشبیہ تخیلی ووہمی مین فرق بھی معلوم ہوگیا ہوگا

تفرقہ وہمی وخیالی

کہ تشبیہ خیالی مین یہ بات ہوا کرتی ہے کہ مدرکات حسیہ کی صورتین جو بواسطہ حواس خزانہ خیال مین جمع ہین
قوت متخیلہ بقدر ضرورت اُن مین سے لیتی ہے صرف ایک ترکیب اپنی جانب سے اُن مین اختراع کرتی ہے

تشبیہ خیالی اور وہمی کی مابہ الامتیاز

پس معلوم ہوا کہ تشبیہ خیالی کے لئے ایک اصل ہے یعنی خارج مین اُسکے اجزا کے لئے وجود متحقق ہے
مگر اس مرکب اختراعی کا وجود خارج مین نہوگا بخلاف تشبیہ وہمی کہ وہ محض بے اصل ہوتی ہے لا وجود
لہٗ ولا تحقق لہ فی الخارج اسپر صادق ہے کیا معنی کہ وہان سرے سے من جانب متخیلہ ایک بے اصل
گھڑت ہوتی ہے اسی واسطے الوہم خلاق کہا جاتا ہے ۔ لیکن باانہمہ مخترعات وہمیہ جیسے چشم و

خیالیات کی طرح وہمیات حسی ہین

دندان غول کا ادراک فرض کیا جائے تو وہ ضرور مدرک بحس بصر ہونگے تو جیسے خیالیات داخل نوع
حسی ہین وہمیات بھی داخل شق حسی رہینگے عقلی وہ ہے جو اسطرح مدرک نہو اگر وہ خارج مین موجود بھی ہو
مدرک بحواس ظاہرہ نہو چونکہ محسوسات اصل معقولات ہین یعنی معقولات انہین محسوسات سے منتزع ہوتے
ہین محسوس از روے دلالت اقوی سمجھا جاتا ہے اور مشبہ بہ اگرچہ ادعاءً ہی کیون نہو مشبہ سے اکمل اور
اقوی ہونا چاہیئے باین وجہ محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ نہین دیتے اگر کہین اس قسم کی تشبیہ واقع ہوئی بھی

محسوس سے معقول کو تشبیہ نہیں دیجاتی

ہے وہان مشبہ بہ معقول بمنزلہ محسوس بنا لیا گیا ہے غرض تقسیم باعتبار حسی وعقلی کا بیان مجملاً یہ کہ تشبیہ بجمیع اجزائہ

تشبیہ بجمیع اجزائہ حسی

تشبیہ بجمیع اجزاء عقلی — *بعض اجزاء حسی بعض عقلی* — *تشبیہ مرکب ضرب المثل تمثیل*

حسی ہوگی جیسے حکمی عفی عنہ شعر دو عارض چو خورشید اندر فروغ ٭ یا بجمیع اجزاء عقلی جیسے حکمی غفرلہ ولوالدیہ
شعر ز علم آدم برزد بر افلاک ٭ کہ علم ہمچو حیات آمد ور ادراک ٭ یا بعض حسی بعض عقلی۔ حکمی غفرلہ ولوالدیہ شعر لطف تو
چو در بہار باران ٭ بسر سبز جہان از چو بستان ٭ یہان مشبہ لطف ممدوح ہے وہ کیفیت خاص نفسانیہ یعنی
امر عقلی ہے اور باران بہاری مشبہ بہ وہ ایک امر محسوس یعنی مبصر شے ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جس تشبیہ مین
کہ وجہ شبہ چند امور سے منتزع ہو یعنی وہ وصف مرکب ہو مطلقاً حسی ہو یا عقلی جمہور کے نزدیک اُس
تشبیہ کا تمثیل وضرب المثل نام ہے اور امام فن شیخ الہدیٰ شیخ عبد القاہر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر مرکب
تمثیل نہین بنتا بلکہ اُنکے نزدیک مرکب عقلی مطلقاً حقیقی ہو یا غیر حقیقی تمثیل کہلاتا ہے اور سکاکی رحمہ اللہ کے
نزدیک مرکب کا فقط عقلی ہونا بھی کفایت نہین کرتا بلکہ اُسی مرکب کا غیر حقیقی ہونا یعنی وہ وصف نہ جسکا
متحقق ہونا عقلاً تمثیل کے لیئے اُنکے ہان شرط ہے پس یہ اشعار نظامی رح شعر بمشکین زکال آتش لعل
رنگ ٭ در افتاد چون عکس گوہر بسنگ ٭ ولہ شعر بہ آتش بران شوشۂ مشک سنج ٭ چو مار سیہ بر سر کان گنج
عند الجمہور تمثیل ہین۔ اور یہ قطعہ سعدی رح کا قطعہ عالم اندر میانۂ جہال ٭ مثلے گفتہ اند صدیقان ٭ شاہدے
در میان کوران است ٭ مصحفے در کنشت زندیقان ٭ سب کے نزدیک تمثیل ہے اسی قبیل سے ہین یہ اشعار
شعر پرتو نیکان نگیرد ہر کہ بنیادش بد است ٭ تربیت نااہل را چو گردگان بر گنبد است ٭ ولہ شعر
ابر اگر آب زندگی بارد ٭ ہرگز از شاخ بید بر نخوری ٭ با فرومایہ روزگار مبر ٭ کز نئے بوریا شکر نخوری ٭
ولہ شعر نہ محقق بود نہ دانشمند ٭ چار پاے برو کتابے چند ٭ ولہ شعر بے فائدہ ہر کہ عمر در باخت ٭
چیزے نخرید و زر بینداخت ٭ یہان وجہ شبہ البلغ نافع کے انتفاع سے بے نصیب ومحروم رہنا باوجود
سخت تکلیف وتعب اُٹھانے کے سو یہ وصف مرکب امر عقلی ہے اور چند امور سے منتزع ہے چونکہ
مرجع اس وصف کا جانب توہم ہے اُسکو وصف حقیقی نہین کہہ سکتے اور اگر وجہ شبہ ایسی نہووے
تو وہ تشبیہ غیر تمثیل کہلائیگی یعنے جمہور کے نزدیک تمثیل کے لیئے وجہ شبہ کا مطلقاً مرکب نہ ہونا
چاہیئے اور شیخ کے (یعنی عبد القاہر رح) نزدیک مرکب عقلی مطلقاً نہو اور سکاکی کے نزدیک وجہ شبہ مرکب نہ ہو یا مرکب ہو تو
وہمی یا اعتباری نہو بلکہ وصف حقیقی ہو۔

تقسیم باعتبار وجہ شبہ — *تشبیہ مجمل*

باعتبار وجہ شبہ اور طرح بھی تقسیم تشبیہ کی کیجاتی ہے کیا معنے کہ وجہ شبہ یا تو مجمل ہوگی یا مفصل۔
تشبیہ مجمل وہ ہے کہ جس مین وجہ شبہ مذکور نہ ہو اداۃ مذکور ہون یا نہ ہون جیسے زید چون شیر ست

وجہ شبہ کمال ظاہر

یا زید شیر ست۔ اور یہ اجمال کئی باتون سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وجہ شبہ اُس مین ایسی ظاہر ہو کہ ہر کسی کا ذہن اُسپر ٹکر کھائے جیسے روے چون آفتاب مین چمک دمک زید چون شیر مین شجاعت یہ ایسے امور ہین بغیر ذکر بمجرد تشبیہ سامع کا خیال اُسپر پہونچ جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وجہ شبہ ایسی پوشیدہ ہو کہ بجز خواص بلغا دوسرون کی نظر وہان تک نہ پہونچے جیسے حکمی غفرلہ ولوالدیہ **شعر** یکے بارگاہے مثل آفتاب ۔ دگر بارگی ہمچو دریاے آب ۔ یہان خیمۂ پادشاہ کو آفتاب سے تشبیہ دیگئی اور گھوڑے کو بحر سے اور وجہ تشبیہ اول مین بارگاہ کی وسعت مین مبالغہ کہ آفتاب کی طرح مشرق سے مغرب تک اسکی طنابین کھنچتین چنانچہ نظامی رح اس وجہ کا اظہار فرماتے ہین **شعر** زہے بارگاہے کہ چون آفتاب ۔ ز مشرق بمغرب کشیدہ طناب ۔ فردوسی رح بغیر تشبیہ بارگاہ کی توصیف کرتے ہین **شعر** یکے خیمہ داشت افراسیاب ۔ ز مشرق بمغرب کشیدہ طناب ۔ دوسرے مصرعہ مین گھوڑے کی سرعت مین مبالغہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھوڑا اطراف عالم ہوآتا ہے اور ٹھیرا ہوا بھی معلوم ہوتا ہے دریا کی طرح بحیثیت موج زنی روان بھی ہے اور بحیثیت احاطۂ ارض یک جگہہ قائم بھی۔ یہی کیفیت شعلہ جوالہ مین موجود ہے بہ کمال سرعت پروال ہے۔

نالہ کو مشکین پرند اور شبدیز سے تشبیہ دینا بھی اسی قبیل سے ہے

اسی قبیل سے ہے شیخ علی حزین کا نالہ کو مشکین پرند سے اور طالب آملی کا شبدیز سے تشبیہ دینا **شعر** اے وجہ شبہ کا خفا ۱۲

شب ہجران سیاہ در دراشور حزین تو ۔ درفش کاویان از نالۂ مشکین پرند آرد ۔ طالب آملی **شعر** کشش کرد آنقدر تا بنجۂ غم جانب ظلمت ۔ کہ دل در زیر بار نالہ ام غرق سیاہی شد ۔ صائب **شعر** ہر خسے قیمت نداند نالۂ شبخیز را ۔ مردے باید کہ داند قدر این شبدیز را ۔ یہ امور ایسے ہین کہ بجز خواص اور کسیکا ذہن نہین پہونچتا۔ تیسرے یہ کہ طرفین سے کسی کا وصف مذکور نہ ہو جیسے زید چون شیر ست چوتھے فقط مشبہ کا وصف مذکور ہو نظامی رح **شعر** براق شتابندہ زیرش چو برق ۔ ستامش چو خورشید در نور غرق ۔ پانچوین فقط مشبہ بہ کا وصف جیسے حکمی عفی عنہ **شعر** چو خورشید روشن دو رخسارگان ۔ دو گیسو کمند و بروہا کمان ۔ چھٹے یہ کہ وصف طرفین مذکور ہو جیسے نظامی رح **شعر** بگل چیدن آمد عروسے بباغ ۔ فروزندہ روے چو روشن چراغ ۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہان وصف سے وہ وصف خاص مراد ہے جس مین جانب وجہ شبہ ایماے لطیف ہو نہ وصف مطلق جیسے امثلہ بالا مین مذکور ہوا اب زید عالم چون شیر سیاہ است باوجود وصف طرفین مجمل قسم ثالث ہی رہیگا نظامی رح **شعر** نشد کارگر تیغ بر ورع شاہ ۔ بغر یدز نگی چو ابر سیاہ ۔ اسی قبیل سے ہے اسواسطے کہ یہان غرض بیان

طرفین سے کسیکا وصف مذکور نہو ۔ صرف مشبہ کا ۔ صرف مشبہ بہ کا ۔ وصف طرفین مذکور ہو

یہان وصف سے کونسا وصف مراد ہے

تشبیہ مفصل

کرنی ہے ابر کا متصف بسیاہ ہونا وجہ مقصود کا افادہ نہین کرتا تشبیہ مفصل وہ ہے کہ جس مین خود وجہ شبہ صراحۃً مذکور ہو یا بجای ذکر وجہ شبہ وہ شی مسامحۃً ذکر کیجای جسکو وجہ شبہ لازم ہو یا وجہ شبہ کو یہ شئے لازم ہو اول جیسے ید چون شیرست در شجاعت دوم جیسے کلام فصیح چون شہدست در شیرینی یہان وجہ شبہ میلان طبع ہی جو شیرینی کو لازم ہے بندہ حکمی عفی عنہ شعر سخن از دولب در حلاوت چنانکہ ؛ زرقند مکر رشکر پارہ ولہ صبر مانند صبر باشد تلخ ؛ سوم نظامی رہ شعر سبق بردہ از آہوان در شتاب ؛ بگرمی چو آتش بہ نرمی چو آب ؛ یہان وجہ شبہ سرعت ہے یہ اوصاف حرکت سے ہے اور حرکت کو گرمی لازم غرض یہان بمسامحۃ وجہ شبہ گرمی بیان کیگئی ہے اور حقیقت مین سرعت وجہ شبہ ہے جو گرمی کا ملزوم ہے اسی طرح نرمی کو قیاس کیجیے۔

تقسیم نوع ثالث تشبیہ باعتبار وجہ

باعتبار وجہ شبہ اور طرح بھی تشبیہ کو تقسیم کرسکتے ہین کیا معنی کہ بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اس مین وجہ مشابہت بوجہ زیادہ ظاہر ہونیکے جلد سمجھ مین آجاتی ہے اُسکی وجہ سے مشبہ سے مشبہ بہ کی جانب انتقال کرنے مین ذہن و نظر کو کوئی وقت اُٹھانی نہین پڑتی اس حالت مین اسکو تشبیہ قریب مبتذل کہتے ہین نظامی رہ شعر مہ روشن از تیرہ شب تافتہ ؛ چو آئینہ روشنی یافتہ ؛ مشبہ بہ یعنی آئینہ ایسی شئے ہے کہ ذہن مین اکثر اُسکی صورت کا حضور رہتا ہے۔ اور بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اسمین بعد تدقیق نظر انتقال ذہن ہوتا ہے اور اُسکو تشبیہ غریب بعید کہتے ہین جیسے نظامی رہ شعر چہارم علم برثریا زدن ؛ چو خرشید لشکر بہ تنہا زدن ؛ ممدوح کو خرشید کے ساتھ تشبیہ دی اور وجہ اس تشبیہ کی ایسی انتزاع کی کہ نظر بذرا دقت سے اُس تک پہونچتی ہے یعنی جیسے آفتاب تنہا تمام لشکر ثوابت وسیا کو ایک دم مین ہلاک یعنی معدوم کردیتا ہے ممدوح بھی لشکر دشمن کے لیئے تن تنہا کفایت کرتا ہے۔ اور بعض وقت بوجہ تفصیل کے تشبیہ مین غرابت پیدا ہوتی ہے جیسے نظامی رہ شعر ز جنبش لبش یکدم آرام گیر ؛ چو سیماب بر دست مفلوج پیر ؛ یہان وجہ تشبیہ ایک تفصیلی امر ہے جو بوجہ کثرت تفصیل بادی الراے مین سمجھ مین نہین آتا۔ اور قاعدہ ہے جو شے بعد جد و طلب کے حاصل ہوگی لذیذ تر ہوگی اور اُسکا حسن اور اس کی بلاغت بحسب لذت اور بقدر اُسکے لطف خیزی کے ہوگی پس تشبیہ غریب بعید۔ قریب و مبتذل سے احسن و ابلغ ہوگی اسیطرح ابتذال و غرابت کے بھی مدارج ہین اُسکے قدر و اندازہ پر تشبیہ کے حسن و قبح مین تفاوت ہوا کرتا ہے۔ کبھی تشبیہ قریب مبتذل کو تھوڑے سے تصرف سے بعید غریب بنا لیتے ہین جس سے اُسمین اور ہی حسن آجاتا ہی اور بلاغت پیدا ہو جاتی ہی چنانچہ حکیم

تشبیہ قریب مبتذل

تشبیہ بعید غریب

اوحد الدین انوری کی تشبیہ مبتذل ہے جو اس شعر میں بیان کی گئی ہے **شعر** دو رخ چو ماہ آسمان داری ✤ قد چو سرو بوستان داری ✤ شیخ شیراز حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک ذرا سے لطیف تصرف کے ساتھ بلیغ و بلند کر دکھایا ہے جہان کہا ہے **شعر** سرو را مانی ولیکن سرو را رفتار نیست ✤ ماہ را مانی ولیکن ماہ را گفتار نیست ✤ مختاری کا شعر ہے **شعر** ماہی اگر ماہ را از سرو بود قد ✤ سرو اگر سر از ماہ بود بر ✤ کیا معنی کہ تشبیہ معشوق ماہ و سرو کے ساتھ قریب و مبتذل تھی مگر اس شرط نے اسکو اوج غرابت بحد بلاغت پر پہونچا دیا۔ اور کبھی ایک آدھ دور کی مناسبت وجہ شبہ ہوتی ہے اُس وقت باوجود بعد وہ تشبیہ پایہ بلاغت سے گر جاتی ہے فردوسی رح کا شعر ہے **شعر** اول سپاہش بدینسان ہمہ ہمگروہ ✤ ہمہ حملہ کردند مانند کوہ ✤ وجہ شبہ ہیئت ثباتی لشکر ہے یعنے جیسے کوہ اپنی جگہ سے نہین ٹلتا سپاہ بھی نہایت صبر و استقلال کے ساتھ لڑتے ہین چنانچہ دوسری جگہ رستم کی رجز مین اس امر کو ظاہر کیا ہے **شعر** گو پیلتن گفت جنگی منم ✤ با ورد گہ بر درنگی منم ✤

کبھی باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلثہ تشبیہ کو قوی و ضعیف پر تقسیم کیا کرتے ہین جیسے وجہ شبہ اور اداۃ اور مشبہ تینون کا حذف یعنی وقت قیام قرینۂ مقالیہ فقط مشبہ بہ کا ذکر اقوی ہے مثلاً شیر ست اگر قرینہ سوالیہ و موقع اخبار نہ ہو اُسوقت وہ استعارہ مطلقہ سمجھا جائیگا جیسے فردوسی سودابہ کے بال کھسوٹنے مُنہ نوچنے کو کس لطف سے بیان کرتے ہین **شعر** بشکین کمند اندر افگند چنگ ✤ بفندق گلان را بخون داد رنگ ✤ یا فقط مشبہ مشبہ بہ کا ذکر جیسے فردوسی رح رستم و سہراب کی کشتی کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** یکے نعرہ برزد بر از خشم و کین ✤ بزد بر رستم شیر را بر زمین ✤ بندۂ حکمی عفی عنہ **شعر** منم شیر غرندہ وقت نبرد ✤ بہ پیشم چہ مردی چہ یکدشت مرد ✤ یہ دونو قسمین اقوی ہین کسواسطے کہ اداۃ کے حذف سے مشبہ مشبہ بہ مین حمل مواطاتی درست ہو جاتا ہے جس نسے عینیت ادعائی حاصل ہو جاتی ہے اور چارون رکن کا ذکر کرنا جیسے زید چون شیر ست در شجاعت تشبیہ کو بودا اور ضعیف تر کر دیتا ہے اور باقی شقین قوت و ضعف مین بین بین ہین اس مین وہ شق بھی آگئی جو فقط ایک رکن یعنی اداۃ کے حذف سے حاصل ہوئی ہے جیسے زید شیر ست در شجاعت یہ منجملہ اقسام قوی ہے اور حذف اداۃ مع الوجہ اقوی ہے حالانکہ کمالیت تشبیہ جو ادعای عینیت ہے جس کا سبب حمل مواطاتی ہے فقط اداۃ کے حذف سے حاصل ہے وجہ کے ذکر و حذف کو اُس مین کچھ دخل نہین پھر ایک کو قوی دوسرے کو قوی تر کہنے کا

وجہ شبہ کی مناسبت مین جب کمال بعد ہوتا ہے تو تشبیہ پایہ بلاغت سے گر جاتی ہے

باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلثہ تشبیہ قوی و ضعیف ہوا کرتی ہے

حذف مشبہ بہ مذکور باقی ارکان محذوف

صرف مشبہ مشبہ بہ مذکور باقی محذوف

یہ دونون قسمین اقوی ہین

چارون رکن کا ذکر کرنا تشبیہ کو ضعیف کر دیتا ہے

باقی بین بین ہین درمیان ضعف و قوت

سبب ظاہر احصول تعمیم وجہ شبہ مع اختصار لفظ ہے سو یہ امر حذف وجہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے تعمیم نہین ہوا کرتی کس واسطے کہ تشبیہ جو دیجاتی ہے مشبہ بہ کے اخص و اکمل و اشہر اوصاف مین دیجاتی ہے ورنہ شیر مین گندہ دہنی چارپا نون اور دم کا رکھنا بھی وصف ہے یہ سب نہین لیئے جاتے اسی طرح ہر شئے کے بیشمار اغراض ہین بلکہ اُسکے مشہور اور خاص اور کمالیہ وصف جرأت و دلیری مین تشبیہ دیجاتی ہے لیکن فقط اس قاعدہ اور اصل کو (کہ حذف موضع ذکر مین مقتضی تعمیم ہے) نظر مین رکھکر یہان بھی تسامحاً حکم لگا دیا گیا کہ یہ ہیأت ترکیب سبب مزید تقویت تشبیہ ہے ان علوم مین اتنا سہارا بس ہے علوم عقلیہ مین بال کی کھال کھینچی جاتی ہے ایسی مسامحتون کا وہان دخل نہین واللہ تعالی اعلم۔

اور کبھی انہین ارکان کے مقید غیر مقید ہونیکے اعتبار سے جدی تقسیم کیجاتی ہے۔ ایک یہ کہ طرفین اور وجہ مطلق ہون اُن مین کوئی قید نہ لگی ہو جیسے زید چون شیر و رخ چون گل۔ دوسرے یہ کہ دونو مقید ہون جیسے **مصرعہ** تربیت نااہل را چون گردگان برگنبد است * کیا معنی کہ مشبہ مطلق تربیت نہین بلکہ نااہل کی تربیت اسیطرح مشبہ بہ مطلق گردگان نہین بلکہ گنبد پر کا گردگان۔ تیسرے یہ کہ فقط مشبہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ ؎ دو چشم اندر غضب ہمچون دو مشعل * یہان فقط مشبہ مقید ہی یعنی مطلق دو چشم نہین بلکہ چشم غضبناک۔ چوتھے یہ کہ فقط مشبہ بہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ **مصرعہ** رخش ہمچو خرشید در نیمروز فردوسی رح **شعر** دو رخسار زیباش مثل قمر * دو چشمش ستارہ بوقت سحر * یہان مشبہ بہ مطلق ستارہ اور مطلق خرشید نہین بلکہ موقت بہ نیمروز و مقید بوقت سحر ہے۔ اگر غور کیجیئے وجہ شبہ بھی مطلق و مقید دونو ہو سکتی ہے اوّل جیسے بندۂ حکمی عفی عنہ ؎ چو خرشید رویش بر خشندگی * ای مطلق رخشندگی دوسری یعنی وجہ شبہ مقید نظامی رح **شعر** چہ پوسیدہ چوبے کہ در کنج باغ * فروزندہ باشد بشب چون چراغ * یہان وجہ شبہ فروزندگی مطلق نہین بلکہ وہ جو شب کے ساتھ موقت ہے پس اگر وجہ شبہ کے اطلاق و تقیید کا لحاظ کیا جاتا ہے اُن چار اور ان دو کے ضرب سے آٹھ قسمین حاصل ہوتی ہین پوشیدہ نرہے کہ یہ تقیید اُس توصیف سے عام ہے جو تشبیہ مجمل مین بیان کیگئی ہے کیا معنی کہ اوصاف دالہ علے وجہ الشبہ پر بھی یہ تقیید صادق آتی ہے اور غیر دالہ پر بھی واللہ تعالی اعلم

چونکہ ہر شئے کی غرض علت غائی اُس شئے کی ہوا کرتی ہے اُس کا تحقق اور وجود خارجی اُس شئے سے مؤخر ہوا کرتا ہے تو ہم نے بیان غرض تشبیہ کو بہ نسبت اور اقسام تشبیہ کے مؤخر کر دیا پس

شبیہ بہ کے اخص و اکمل و اشہر اوصاف مین تشبیہ دیجاتی ہے مطلق اوصاف

تقسیم تشبیہ باعتبار اطلاق و تقیید

طرفین اور وجہ مطلق یعنی غیر مقید

مشبہ و مشبہ بہ ہر دو مقید

صرف مشبہ مقید

صرف مشبہ بہ مقید

وجہ شبہ مطلق

وجہ شبہ مقید

جاننا چاہیئے کہ غرض تشبیہ کی کبھی مشبہ کیطرف راجع ہوتی ہے اور کبھی مشبہ بہ کی طرف یعنی اگر
مقصود اور غرض تشبیہ سے مشبہ کے کسی حال یا کیفیت کا بیان کرنا ہو اُسکو راجع بسوے مشبہ کہین گے
اور جو مقصود بیان حال مشبہ بہ ہی راجع بسوے مشبہ بہ کہلاتی ہے اور ہر ایک اپنی کیفیات وحالات
کے اعتبار سے کئی قسم پر ہے مثلاً مشبہ ایسا امر غریب ہو کہ اگر اُسکے امتناع کا دعوے کیا جائے صحت کو
پہونچ جائے اُس وقت غرض اور مقصود تشبیہ یہ ہو کہ اُسکا امکان وقوعی ثابت کر دکھلائین جیسے حکمی
غفر لہ ولوالدیہ کے اس نعتیہ شعر مین **شعر** ممکنے ز ممکنات افضل چنانکہ ۔ مشک بے آہو زخون آہوست
یہ امر ممتنع معلوم ہوتا ہے کس واسطے دعوے یہ ہے کہ ممدوح کل ممکنات سے برتر ہے اور ممکن بھی ہے
ممکنات سے برتر ہونے سے معلوم ہوا کہ وہ بنفسہ ایک جنس ممکنات سے الگ ہے اور براسہ یک اصل جداگانہ
ہے جب مشک سے تشبیہ دی کہ وہ خون ہے مگر وہ اپنی خوبیون کی وجہ سے ایک جنس بنفسہ اور ایک
اصل براسہ بن گیا ہے اب احکام خون کے اُسپر جاری نہین کر سکتے۔ غنی کا شعر ہے **شعر** وبال گردن
خود گشت بال خویش مرا ۔ بسان شمع کہ افتد ز پیہ خود بگداز ۔ **ولہ شعر** بجو دوری ز ہمجنسان نشاطی
گر طمع داری ۔ چو می بینی جدا از یکدگر لبہاے خندان را ۔ پہلے شعر مین یہ دعوے کیا ہے کہ اپنا تن
و توش اپنا وبال جان ہے ظاہرا یہ امر ممتنع معلوم ہوتا ہے جب شمع سے تشبیہ دی اور اُس کا اپنے
پیہ کی بدولت گلنا بتلا دیا خیال امتناع جاتا رہا اور اسیطرح دوسرے شعر مین دعوی کیا ہے کہ
حصول نشاط دوری یاران ہمجنس پر موقوف ہے سو یہ امر بھی ظاہر نظر مین ممتنع معلوم ہوتا ہے
کسواسطے کہ چند دوست احباب خصوصاً یاران ہمجنس کا ایک جگہ جمع ہونا موجب نشاط سبب انبساط
ہوتا ہے جب لبہاے خندان کی دوری سے تشبیہ دی خیال امتناع اُٹھ گیا پس اس نوع تشبیہ
مین مشبہ بہ کا اعرف واشہر ہونا اور اُسکی امکانیت کا مسلم ہونا شرط ہے۔ دوسرا یہ کہ اسی طرح
اور کوئی حال یا کیفیت مشبہ کی یعنی مشبہ کس وصف کے ساتھ متصف ہے اور اُسکی کیا کیفیت ہے
بیان کرنا اُس تشبیہ سے مقصود ہو مثلاً ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ اُسکی سُرخ یا سیاہ رنگت کی وجہ سے
تشبیہ دین اُس وقت فقط مشبہ بہ کی رنگت پر واقفیت سامع کی شرط ہے۔ بندۂ حکمی **شعر** لبش قوت
مرجان یاقوت را ۔ چو می کو جوان کرد فرتوت را ۔ اس نوع کی تشبیہ مین چاہیئے کہ مشبہ بہ مین وجہ شبہ
بہت ظاہر اور بہت مشہور ہو تا کہ حال مشبہ کا اچھی طرح سے واضح ہو جاے۔ تیسرا یہ کہ مقدار کیفیت

غرض راجع بسوے مشبہ کی پہلی قسم یعنی مشبہ امر غریب ممتنع الوقوع معلوم ہوتا ہے اسکو ممکن الوقوع ثابت کرنا

دوسری قسم کسی کیفیت کے ساتھ متصف ہونا بیان کرنا غرض تشبیہ ہے

یا کمیت مشبہ کا بیان مقصود ہو آیا وہ مقدار مین کم ہے یا زیادہ قوی ہے یا ضعیف مثلاً بڑھاپے کے سفید بالون کو برف اور کافور سے اور جوانی کے موے سیاہ کو پر زاغ و مشک سے تشبیہ دینا نظامی رح شعر مرا برف بارید بر پر زاغ ٭ نشاید چو بلبل تماشاے باغ ٭ حکمی شعر چو مشکین سر و نگاہ کافور زاد ٭ کفن آمد و آب بچینم بباد ٭ اسی طرح ہے کمر باریک کو موے سے جیسے موے میان اور چہرۂ سرخ کو خون سے تشبیہ دینا۔ فردوسی کنیزان رودابہ کا زال کی تعریف کرنا بیان کرتے ہین شعر دو چشمش چو دو نرگس آبگون ٭ لبانش چو پستہ رخانش چو خون ٭ انوری شعر حدیث سرین و میانش چہ گویم ٭ کہ دیدہ است کوہے معلق بکاہے ٭ اس شعر مین سرین و میان اور کوہ و کاہ مین باعتبار شدت فربہی و لاغری تشبیہ ضمنی ہے اس نوع کی تشبیہ مین چاہیئے کہ مشبہ کا حال (اگرچہ ادعائی ہی کیون نہو) مقدار مین بلا کم و کاست مشبہ بہ کے حال کے برابر ہو تاکہ مشبہ کے حال کی مساوات جیسی ہے ویسی ہی معین کیجائے۔ چوتھا یہ کہ تشبیہ دینے سے غرض یہ ہو کہ مشبہ کا حال بخوبی سننے والے کے دل نشین ہو جاے مثلاً ایسے کام مین سعی کرنے کو جس سے کوئی نتیجہ نہ نکلے وہ تمام سعی اور کوشش عبث اور بے فائدہ ہو باد در مشت پیمودن سے تشبیہ دیجاتی ہے سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہین شعر پرتو نیکان نگیرد ہر کہ بنیادش بدست ٭ تربیت نااہل را چون گردگان بر گنبد است ٭ تربیت ایسے شخص کے کرنے کو جس پر اثر اس تربیت کا کچھ بھی نہ ہوا ایک گول شئے کے گنبد پر ٹھیرانے سے تشبیہ دی ہے جس سے بخوبی ذہن نشین ہو گیا کہ جیسے اسکا ٹھیرنا متعذر ہے ویسے ہی نااہل کا تربیت پانا عادۃً محال ہے۔

اس نوع کی تشبیہ مین چاہیئے کہ معقول کو محسوس سے تشبیہ دین اگر مشبہ بہ معقول بھی ہو اس کو بمنزلہ محسوس کیا چاہیئے کسواسطے کہ نفس انسانی بہ نسبت معقولات کے محسوسات سے بالطبع زیادہ مالوف ہے اور نیز اس قسم مین وجہ شبہ کا زیادہ کامل اور بہت مشہور ہونا بھی مشروط ہے اور یہ شعر پرتو نیکان نگیرد ہر کہ بنیادش بدست الخ مثال تشبیہ تمثیل کی بھی ہو سکتی ہے اس مین کوئی تناقض نہین تمثیل باعتبار ترکیب حال وجہ شبہ ہے اور یہان باعتبار غرض تشبیہ فلا منافات پانچوان سامع کی نظر مین مشبہ کی خوبیون کا مزین کر کے دکھلا دینا یا اس کی برائیون کا مستحکم کر دینا مقصود ہو اور واقع مین مشبہ کے اندر وہ برائیان اور بھلائیان ہون یا نہ ہون اول جیسے چہرۂ خوب زلف مرغوب کو گل و سنبل سے اور چہرہ سیاہ کو چشم آہو و شب قدر کے ساتھ تشبیہ دینا بندہ حکمی غفر لہ و لوالدیہ

جس سے مشبہ کا حال بخوبی ذہن نشین کرنا غرض تشبیہ دینے سے ہے

غرض پانچویں قسم کی یہ ہے کہ سامع کی نظر میں مشبہ کی خوبی یا زشتی اچھی طرح سے بٹھا دینی مقصود ہو ۱۲

شعر چہ نامہ سوادش ہمہ مشک بود ❊ شب قدر را روشنائی فزود ❊ اور ثانی یعنی سامع کی نظر مین
مشبّہ کی برائی کا جما دینا ہو جیسے بد ہیأت بدشکل کو شیطان اور دیو سے تشبیہ دین جیسے سعدی رح شعر
شخصے نہ چنان کریہ منظر ❊ کز زشتی او خبر توان داد ❊ گندہ بغلش نعوذ باللہ ❊ مردار بآفتاب مرداد ❊ نظامی رح
زراچہ کی ہیأت کا خاکہ اتارتے ہین اشعار سیہ دارے افسون گرے درو ❊ سر آماسی از سر بزرگی درو ❊
دہان فراخ و سیہ چون نوید ❊ کز و چشم بینندہ گشتی سفید ❊ خمے از خم آہن برانگیختہ ❊ بخمہا سکاہن بر آویختہ
چھٹا مشبّہ کے طرفہ اور نادر ہونے کا ثبوت مقصود ہو کہ بحسب عادت ویسا ہونا ممکن نہ ہو اور پھر یہ ندرت
و استطراف مشبہ بہ کا جسکی وجہ سے مشبّہ مین ندرت آجاتی ہے فی نفسہ نادر ہو جیسے شراب کو یاقوت
مذاب سے تشبیہ دین از روے عادت یاقوت کا پگھلکر مائیات مین سے ہوجانا محال ہے اگرچہ عند العقل
محال نہ ہو خاقانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خضرؑ کی تعریف مین لکھتے ہین شعر آن شیبت رہی ارغوان فش ❊
چون برف تنیدہ گرد آتش ❊ از روے عادت آتش کے آس پاس برف کا جمنا ناممکن ہے عنصری
کا شعر ہے شعر صبح را بنگر پس پروین بدان ماند درست ❊ کز پس سیمین تدروے بسدین عنقاست این ❊
یہ اکثر تشبیہ وہمی اور خیالی مین پایا جاتا ہے - یہان اس بات کو جان لینا چاہیئے کہ مشبہ مین ندرت اور
طرفگی دو طرح سے پیدا ہوتی ہے ایک تو مشبہ بہ (جس سے مشبّہ تحصیل کمال استفادہ ندرت کرتا ہے)
یا فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو جیسے لعل مذاب اور برف تنیدہ گرد آتش وغیرہ چنانچہ ابھی بیان ہوا -
یا فی نفسہ اُسمین کوئی ندرت اور اعجوبگی نہین مگر بوقت موجودگی و حضور مشبہ طرفگی و ندرت متحقق
ہوجاتی ہے مثلاً کوئلے بعضے افروختہ اور بعضے غیر افروختہ کی ہیأت اعجوبہ اور اُسکی خوشنمائی بیان
کیجاتی ہے نظامیؒ شعر بآتش بران شوشۂ مشک سنج ❊ چو مار سیہ بر سر کان گنج ❊ ولہ شعر دخان
از بر شعلۂ آذری ❊ چو بر سرخ گل برگ نیلوفری ❊ کیا معنی کہ مار سیاہ کا کان زر پر اور نیلوفر کا گل سرخ
پر ہونا ایسا طرفہ اور نادر نہین کہ آتش کے آس پاس برف کا جمنا اور بسدی عنقا کا سیمین تدرو کا پیچھا
کرنا نادر اور طرفہ بلکہ ممتنع ہے لیکن مشبّہ کے حضور اور موجودگی سے البتہ ایک ندرت اور اعجوبگی پیدا
ہوگئی ہے غرض ان دونون حالتون مین مشبہ مشبہ بہ سے جس طرح اکتساب کمال کرتا ہے تحصیل
ندرت بھی کریگا اور ان اخیر شقون مین مشبہ بہ کا اکمل و اشہر ہونا شرط نہین ہے واللہ تعالیٰ اعلم
یہان تک بیان اُن اقسام کا تھا کہ جن مین غرض تشبیہ مشبّہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے

غرض کی چھٹی قسم یعنی مشبہ کی طرفگی اور ندرت جو بالکل خلاف عادت ہو ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے

مشبہ مین ندرت اور طرفگی کیسے حاصل ہوتی ہے

مشبہ خود نادر ہوتا ہے

مشبہ خود نادر نہین مگر بوقت وجود و حضور مشبہ بہ ندرت معلوم ہوتی ہے

بیان ان تشبیہ غرض تشبیہ جنمین اقسام کا جو راجع بجانب مشبہ کی

اب اُن اقسام کو بیان کرتا ہون جن مین غرض تشبیہ مشبہ بہ کی جانب راجع ہوتی ہے اُسکی دو ہی قسمین ہین۔ اول یہ کہ ایسی چیز کو مشبہ بہ بنا دین کہ جس مین وجہ شبہ ناقص ہو اور اُس سے اس امر کا ادعا مقصود ہو کہ وہ ناقص کامل ہے حکیم ازرقی کا شعر ہے **رباعی** آتش بسنان دیو ہندت ملفوف پیچیدن افعی بکمندت ماند ٭ اندیشہ برفتن سمندت ماند ٭ خورشید بہت بلندت ماند ٭ اسی طرح سعدی رح کا شعر ہے **شعر** گل سرخش چو عارض خوبان ٭ سنبلش ہمچو زلف محبوبان ٭ ادعاے محض ہے کہ رنگ و بو مین رخسار و زلف ایسے کامل ہین کہ گل و سنبل کو اُس سے تشبیہ دے سکتے ہین۔ دوسرے یہ کہ جسکی طرف اہتمام ہو اُسے مشبہ بہ کرین اور غرض تشبیہ کی یہان اُس اہتمام کا بیان کرنا ہے مثلاً ہلال عید کو پارۂ نان سے اور جنازہ کو خوان سے تشبیہ دین سعدی رح **شعر** سگے را اگر کلوخے بر سر آید ٭ ز شادی بر جہد کاین استخوانیست اگر نعشے دو کس بر دوش دارند ٭ لئیم الطبع پندارد کہ خوانیست ٭ نعمت خان عالی **شعر** سپاہی ہم بمیدان قناعت میکند جولان ٭ ز شمشیر و سپر دارد دم آبی لب نانے ٭ منجم را نشد غیر از فلاکت از فلک حاصل ٭ ز ضعف جوع بیند قرص مہ را گردۂ نانے ٭ طغراے مشہدی شعر ہے **شعر** طغرا مکن این حدیث را نام دروغ ٭ کز قحطی نان نماندہ در دیدہ فروغ ٭ کے مردمک است آنچہ کہ بینی در چشم ٭ بر ان مگسے فتادہ در کاسۂ دوغ ٭ اس نوع کا اظہار المطلوب نام ہے اور یہ بھی خیال رکھین جہان مشبہ بہ باعتبار وجہ شبہ حقیقۃً ہو یا ادعاءً مشبہ سے کامل تر ہو حقیقۃً تشبیہ وہین متحقق ہوگی۔ اور جہان طرفین مین برابری اور مساوات مقصود ہو اور مشبہ بہ کی کمالیت یعنی ایک کا کمال اور دوسرے کا نقصان مقصود نہ ہو چاہے وہ کمال اور نقصان حقیقۃً پایا جائے یا نہ پایا جائے اِس صورت مین تشبیہ کا ترک کرنا بہتر ہوگا کیا معنے کہ تشبیہ ایک ایسا امر ہے کہ اُس مین زیادت اور اکملیت وہ ادعائی کیون نہو ہونی چاہیئے پس جہان یہ بات نہو صرف مساوات طرفین ہی مقصود ہو اُسکا تشابہ نام ہے نہ تشبیہ اور اُس مین اداۃ تشبیہ صرف بقصد تشریک مجازاً استعمال کیئے جاتے ہین ہان کسی اور غرض سے جیسے زیادت اہتمام وغیرہ باوجود قصد مساوات ایک کو دوسرے سے بلا رعایت طرفین تشبیہ دیسکتے ہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اور نیز تشبیہ باعتبار غرض مقبول و مردود پر منقسم ہوتی ہے کیا معنی کہ اگر وہ تشبیہ افادہ غرض کا پوری طرح کرتی ہے یعنے غرض اُس سے اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے چنانچہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ اعرف ہو جس سے مشبہ کے حال پر بخوبی اطلاع ہو یا مشبہ بہ اتم و اکمل ہو جس نے الحاق ناقص کا

جس چیز مین وجہ شبہ ناقص ہو اُسکو مشبہ بہ بنانا اور اُسکی کمالیت کا ادعا کرنا

جس چیز کا اہتمام مقصود ہو اُسکو بغرض بیان اہتمام مشبہ بہ بنانا

طرفین مین جہان مساوات مقصود ہو [illegible]

تشابہ و تشبیہ مین فرق

بیان تشبیہ مقبول و مردود

کامل منے ساتھ اچھی طرح سمجھ مین آجائے یا مشبہ بہ وجہ تشبیہ مین مسلم الحکم ہو یا وہ بیان امکان
مین مخاطب کے نزدیک معروف الحکم ہو جس مین انتہی باتون کا افادہ ہوگا وہ تشبیہ مقبول کہلاتی ہے
اگر ان افادات مین وہ قاصر ہے اُس کا تشبیہ مردود نام ہے اور بدو ضد (جن مین وجہ جامع کا حقیقۃً
پیدا ہونا محال ہے) باہم تشبیہ دئے جاتے ہین اور جو معنی مشبہ بہ مین موجود ہین استہزاءً وہی وجہ شبہ
قرار دئے جاتے ہین حالانکہ نفس الامر مین اس معنی کا ضد متحقق ہے مثلاً جوجی کو حاتم سے سخاوت مین
یا حاتم کو جوجی سے بخل مین اور ہبنقہ کو افلاطون سے دانائی مین یا افلاطون کو ہبنقہ سے حماقت مین
تشبیہ دین حالانکہ تحقق نفس الامری سخاوت اور دانائی کا حاتم اور افلاطون مین ہے اور حماقت اور بخل
کا ہبنقہ اور جوجی مین یہ باہم نسبت تضاد رکھتے ہین تو وجہ جامع اس تشبیہ مین حاصل ہو نہین سکتی
پس جوجی مانند حاتم است در سخاوت وحاتم مثل جوجی است در بخل کہنا فقط از روے اعتبار ہوگا نہ
از روے نفس الامر واللہ تعالی اعلم بالصواب اور باعتبار حذف وذکر اداۃ تشبیہ کی کئی قسم ہین۔
ایک یہ کہ جس تشبیہ مین اداۃ مذکور ہون وہ تشبیہ مرسل ہے اور جس تشبیہ مین اداۃ مذکور نہ ہون وہ تشبیہ
موکد کہلاتی ہے پھر یہ دو طرح ہے ایک یہ کہ فقط حرف تشبیہ محذوف ہو اور اُسکی ترتیب وہیأت مین
کچھ تغیر نہو جیسے زید شیر ست۔ دوسرے یہ کہ اُسکی ہیئت اور ترتیب بھی بدل دیجاوے۔ یہ بھی دو طور
پر ہے ایک یہ کہ بعد حذف اداۃ مشبہ بہ کی اضافت مشبہ کی جانب کردیجاے جیسے گل رخسار نرگس
چشم جسکو اضافت تشبیہی کہتے ہین یہان ترتیب وہیأت دونون متغیر ہین دوسرے یہ کہ بعد
حذف اداۃ مشبہ بہ کو مشبہ پر مقدم کرین اور اس عمل سے صورت وحدانی کا حاصل کرنا منظور ہو یعنی
اُن دونون کی ترکیب سے ایک صفت کا صیغہ بنا لیا جاے جیسے گل اندام شکر لب مشکبوی۔ نظامی
شعر کنیزے سیہ چشم وپاکیزہ روے ٭ گل اندام وشکر لب ومشکبوی ٭ یہان بعد حذف اداۃ صرف
ترتیب متغیر ہے۔ اب ہم یہان بحث تشبیہ کو بیان اداۃ پر ختم کرتے ہین اور ہمنے جسقدر اس بحث
مین لکھا ہے مجمل اور مختصر لکھا ہے اگر اس باب کی مفصل بحث اور اُسکی تحقیق پوری طرح بیان کیجاے
ایک بڑا دفتر تیار ہو۔ میرا یہ بیان جسکی ایک فہرست کا حکم رکھتا ہے اور ان امور کا اشتغال ایک
علم سے دوسرے علم مین جا ڈالتا ہے چونکہ کلام اکثر بلغا کا نثر ہو یا نظم تشبیہ واستعارہ سے مملو ہی
اور اس امر کو تزئین وتحسین کلام مین بڑا دخل ہے پس جب تک اُسکے انواع واغراض پر فی الجملہ

دو ضد جن مین وجہ جامع کا حصول ممتنع ہو تشبیہ دئے جاتے ہین

مثالہ
جوجی نام بخیلی است کہ در بخل مانند حاتم در سخاوت نادر الوجود و جمعے برانند کہ یکے از پسران چنگیز خان جوجی نام داشت در بخل و امساک عدیم العدیل چنانکہ ظہوری میفرماید شعر

سخی نیست اصلاً نگویم کسی جز ستانند بعد بخل جوجی ست آن حاتم ست یحیی کانشی راست شعر رہ حرف سر مزن تا کے کنم طے گزشت جوجی نخواہد طے صاحب حاتم کہ مصطلحات وارستہ رادہ تحقیق این لفظ سوے رفتہ واللہ تعالی اعلم

واقفیت نہ ہو لطف اُس کلام کا حاصل نہین ہوتا اور طلبہ فارسی خوان کل تشبیہات کو ایک لاٹھی ہانکتے ہین اس لطف سے نرے بہرہ رہ جاتے ہین تو مین نے باوجود الزام تخطی یہان مجملاً کچھ بیان تشبیہ کا کردیا ہے باقی تفصیل کو علم بیان کے حوالے کردیا اگر کسیکو زیادہ تحقیق مطلوب ہو علم بیان کو مطالعہ کرے یاد رہے کہ اداۃ تشبیہ حروف تشبیہ سے عام ہین کسواسطے کہ اداۃ لغت مین آلہ کو کہتے ہین اور یہان وہ شے مراد ہے جسکے وسیلہ سے ایک شے کو دوسری شئے سے تشبیہ دیجاتی ہے خواہ وہ اسم ہو خواہ فعل خواہ حرف اسم جیسے مانا مانندہ ومانند وکردار وسان ومثال وعینہ سب مشہور ہین مگر اخیر آقا شاپور کا شعر ہے **شعر** گل پچشم عینہ پیراہن یوسف نمود ✤ گلستان بیت الحزن گردید یعقوب مرا ✤ فعل جیسے ماند ودانی وپنداری وگوئی وگوئیا وگویا وغیرہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ **شعر** اگر نعش کسے بردوش دارند ✤ لئیم الطبع پندارد کہ خوانیست ✤ **ولہ شعر** بزرگ زادۂ نادان بشہر وا ماند ✤ کہ در دیار غریبش بہیچ نستانند ✤ فردوسی رح **شعر** یکے اژدر آورد در کوہسار ✤ توگفتی سپہرستش اندر کنار ✤ اور حرف جیسے آسا اور اُسکا مخفف اسا وسا وسار وسان ودیس اور اُسکا مبدل ویز جیسے شبدیز اے شبرنگ یعنی اسپ مشکی ووش اور اُسکا مبدل فش ووار وچون اور اُسکا مخفف چو۔ ابو الفرج رونی **شعر** عزم وحزمش بجنبش وبسکون ✤ آسمان وزمین اسا باشد ✤ خاقانی رح **شعر** آن روح دوزخ نار بین حور زبانی سار بین ✤ بحر نہنگ او بار بین آہنگ اعدا داشتہ ✤ منقل مربع کعبہ سان آشفتہ دروے رومیان ✤ لبیک داران درمیان تن محرم آسا داشتہ ✤ سعدی رح **شعر** چہ قدر آورد بندہ حوردیس ✤ کہ زیر قبا دارد اندام پیس ✤ شمس فخری **شعر** جہان را اگر شہ تو باشی یقین ✤ شود در پناہت جہان خلد دیس ✤ اور لفظ دس مانا ومانند کی طرح اسم مستقل ہے جیسے گہ رزم مثل وگہ بزم دس ✤ نظامی رح **شعر** نشست از بر بارۂ کوہ وش ✤ بدیدن ہمایون برفتار خوش ✤ فردوسی رح **شعر** نگہبان او پاے کردہ پکش ✤ نشستہ بہ پیش اندرون شاہ فش ✤ عرفی **شعر** کلام من کہ متاع ولایت سخنست ✤ بروے دست صبا میر ودسلیمان وار ✤ اور جیسے لفظ براے استعلا حرف بھی ہے اور اسم بھی بمعنی فوق چنانچہ اسکا بیان گذرچکا اسی طرح لفظ نسان تشبیہ کا حرف بھی ہو جیسے مثال مذکور مین اور اسم بھی بمعنی مانند وطور نظامی رح **شعر** کہ چون کردہ اند این دو صورت گذار ✤ دو از زنگ رابر یکے سان نگار ✤ فردوسی رح **شعر** تو این را دروغ و فسانہ مدان ✤ بیکسان روش در زمانہ مدان ✤ لیکن بلا استناد و استظہار حرف باے مخصوصہ یا بجرائے استعلا

مثال عینہ کی ۔ جو اداۃ تشبیہ مین اسم ہے
بیان ان اداۃ تشبیہ کا جو فعل ہین
بیان ان اداۃ تشبیہ کا جو حرف ہین
مثال اسا بالقصر
بیان آسا بالمد وسار وسان
مثال دیس
مثال وش
مثال فش
مثال وار
لفظ سان کی تحقیق کہ وہ براے استعلا کی طرح اسم اور حرف دونون ہے

اس مین اتنا استقلال پیدا نہین ہوتا جس سے اور اسمون کی طرح اُس کی اضافت کیجائے جامی رح
شعر بسانِ مردمک دردیدہ بنشست ٭ زفرزندانِ دیگر دیدہ بربست ٭ فردوسی رح **شعر** برآشفت برسان
شیرِ ژیان ٭ یکے تیغ تیزش بزد بر میان ٭ **ولہ** زنے بود برسان گردے سوار ٭ ہمیشہ بجنگ اندرون نامدار
اور یہ زیادتی کچھ اسی کے ساتھ مختص نہین اسکے اور اخوات یعنی اُن اسمون پر جو متضمن معنی تشبیہ ہین جائز
رکھی گئی ہے جیسے بمانند وبعینہ وبکردار وبسان وبرسان وبمثال وبرمثال۔ ملا قاسم مشہدی **شعر** لاف از
نسب مزن کہ بمانند آئینہ ٭ آدم نمی شود کسے از روے دیگران ٭ رضی تبریزی حدائق العشاق مین لکھتے
ہین **نثر** درنگارخانۂ تصویر چشمان آہو نگاہ بارزوے کہ خامۂ اندرۂ ایشان ترتیب کند برمثال مژگان
بتان درنظرش صف می کشند۔ مگر چونکہ لفظ سان مین حیثیت حرفی غالب ہے لوقت اضافت یہ استناد
واجب سمجھا جاتا ہے بخلاف اور اداۃ اسمیہ کے کہ وہان کوئی واجب نہین واللہ تعالی اعلم بالصواب
اور ان سب مین کثیر الاستعمال لفظ چون ہے اور اُس کا مخفف چو اس کا استعمال تشبیہ مفرد مین حقیقی ہے
جسطرح تشبیہ مرکب کے لیے لفظ چنانکہ موضوع ہے جیسے زید چون شیر ست وچو شیر ست اور کبھی تشبیہ مرکب
مین مجازاً مستعمل ہوتا ہے نظامی رح **شعر** بکبک دری چون درآید عقاب ٭ چگونہ جہد بر زمین آفتاب ٭
ازان تیز تر خسرو پہلتن ٭ بہ تندی درآمد بران اہرمن ۔سعید اشرف **شعر** چون نماید یک خیابان
باغ از آئینہ ٭ ہست ملک وافرت درزیر گردون آنچنان ٭ اے چنانچہ نماید۔ صائب **شعر** چون
لباس غنچہ تنگی میکند بردوشِ گل ٭ برفراز این عمارت پرنیان آسمان ٭ چنانچہ لباس غنچہ الخ **ولہ**
شعر زشیشہ چون گذرد رنگ می بگرم عنانی ٭ زشیشہ خانۂ عشرت بآن شتاب گزشتم ٭ اے چنانچہ
گزرد الخ نظامی رح **شعر** فرو گفت لختے سخنہاے سخت ٭ چو گوید خداوند شمشیر وتخت ٭ اے چنانکہ گوید
فردوسی رح توحید مین فرماتے ہین **شعر** ستودن نداند کس اوراچو ہست ٭ میان بندگی را ببایدبست ٭
ولہ شعر یکے تیرباران بکرد اسخت ٭ چو باد خزان بر وزد بر درخت ٭ یہان مرکب سے مراد مصطلح علم
بیان نہین بلکہ مرکب مصطلح علم نحو ہے۔ اور کبھی یہ حرف چون وچو تشبیہ تفخیم وتعظیم کے لیے بھی
آتا ہے۔ نظامی رح فرماتے ہین **شعر** بنا کرد شہری چو شہر ہری ٭ کز انسان کند شہر کم دیگری ٭
اسواسطے کہ تشبیہ حقیقی کے لیے مغائرت طرفین از روے حقیقت واز روے قصد واجبات سے ہے
جیسے زید چون شیر مین شیر سے عین ذات زید مراد نہین او یہان تشبیہ تفخیم مین عین ذات مشبہ

مراد ہے یعنے بناکر د شہرے چو شہر ہری مین یہ مقصود متکلم نہین ہے کہ اور کوئی شہر شہر ہرات جیسا بناکر نے کو بتلادے بلکہ اُسے شہر ہرات کا بنا کرنا جسکی خوبیان اور عظمت مشہور ہے بتانا مقصود ہے الحاصل جب مشبہ بہ جسکی اشہریت واعرفیت بنسبت مشبہ کے شبیہ کے حاصل نہ ہوسکا تو معلوم ہوا کہ یہی مشبہ اعرف واکمل واتم ہو جاتا ہے۔ انوری کا شعر ہے **شعر** مقدرے نہ بآلت بقدرت مطلق ٭ کند بشکل بخاری ٭ اے گنبدے چو گنبد ازرق۔ لیکن صحت تشبیہ کے لیئے (جو مغائرت طرفین شرط ہے) مفید ہونا بس ہے اور سوائے مواضع تشبیہ کے ایک شئے کی کیفیت وسبب کی طلب واخبار کے لیئے بھی آتا ہے صائب کا شعر ہے **شعر** آئینہ کے بچہرۂ شبنم فشان رسد ٭ چون آب ایستادہ بہ آب روان رسد ٭ اے چگونہ۔ مولوی معنوی رح **شعر** گردش چشمش مرا الشکر نمود ٭ می نیارم گفت چون پر ہول بود ٭ اے چگونہ و بچہ کیفیت پر ہول بود۔ میر معزی **شعر** طبعم ز بوے ہمت تو تازہ چون شدست ٭ گر بوے ہمت تو چو باد بہار نیست ٭ جام بخاک درگہہ تو شاد چون شدست ٭ گر خاک درگہ تو چو زر عیار نیست ٭ اے تازہ بچہ سبب شدہ است و شاد بچہ سبب شدہ است۔ اور بجاے چہ استفہامیہ بھی مستعمل ہوتا ہے عرفی کا شعر ہے **شعر** طے کنم این نامہ راگر نکنم چون کنم ٭ حوصلۂ خامہ نیست تاب رقم داشتن ٭ اے اگر طے نکنم چہ کنم۔ اور کبھی متضمن معنی شرط بھی ہوتا ہے سعدی رح **شعر** سگ بدریاے ہفت گانہ بشوے ٭ چونکہ ترشد پلید تر باشد ٭ اے ہرگہ کہ ترشد اور اگر کی طرح حرف شرط بھی ہے چنانچہ آگے آوے گا۔ (اے حروف شرط کے بیان مین)

چون متضمن معنی شرط

چون شرطیہ

الحروف المشبهة بالفعل

ہمانا اُسکا مخفف ماناو مگر و گویا و گوئیا و آرنگ و بلکہ و لیکن اس کا مخفف لیک و لے و کاش اُس کا مبدل کاج اس کا مزید علیہ کاشکے و کاشکی و آیا ہے۔ یہ سب حروف مشبہ بالفعل ہین ان مین سے ہمانا تحقیق مضمون جملہ کے لئے آتا ہے جیسے عربی مین انّ مشددہ۔ سعدی رح **شعر** ہمانا کہ دریاے انشاے من ٭ چو مشک است بے قیمت اندر ختن ٭ نظامی رح **شعر** بر و شاہ اگر یک شبیخون کند ٭ ز ملکش ہمانا کہ بیرون کند ٭ بعض متفننین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا ہی نظامی رح **شعر** سکندر نہ خود گر بود کوہ قاف ٭ کہ باشد کہ با شو ہم مصاف ٭ ولہ زمانہ جز این خود

ہمانا کا بیان

لفظ خود کی تحقیق

نہ ببیند صواب ؛ کہ این راکند ... نزا خراب ؛ شعر خود چو عطی توئی و سائل من ؛ بہش و ازین عشوہ شین باشد

شین ؛ مگر ... ہن آتی کیا معنی کہ یہ لفظ خود تاکید کے لیئے لایا جاتا ہے تا مخاطب کے

ذہن مین اس ... ے کہ اُسکے بغوانے اور کسی کا وہم نہ جائے جیسے عربی مین

لفظ نفس ... سلتھ واجب ہے مثلاً غائب کے لیئے نفسہ اور خطاب

کے لیئے نفسک ... ہے اور فارسی مین واجب نہین جوازکے درجہ مین ہے جیسے خودش خودت

خودم اب ... نہ لانا دونون برابر ہے۔ یہ بھی سُن لیجئے کہ لفظ خود بحسب اقتضاے

مقام وسیاق ... میر تو من ہے (تا اپنے متبوع کے ساتھ ربط پیدا کرے) تو یہ ضمائر ملحقہ

اُس پر زائد بھی جائینگی - اور اگر متضمن معنی ضمیر کو نہین ہے یعنی صرف نفس کے معنی مین ہے تو

الحاق ضمائر کا بھی واجب ہوگا لفظاً ہو یا تقدیراً کیا معنی کہ جہان ضمیرین خود کے ساتھ لفظاً ملحق ہین

ملحق ہین جیسے خودش خودت خودم مین اور جہان ملحق نہین وہان تقدیراً ماننا پڑیگا - غرض محاورۂ

عرب کی طرح یہان بھی وجوب ثابت ہوگیا مگر وہان ذکر ضمائر کا لفظاً واجب ہے اور فارسی مین

عام ہے لفظاً ہو یا تقدیراً - الحاصل امثلۂ مذکورہ مین لفظ خود شعر اول مین کوہ قاف کی تاکید اور شعر

ثانی مین زمانہ کی تاکید بحذف ضمیر غائب اسی طرح تیسرے شعر مین منفصل خطابی تو کی تاکید کے

لیئے بحذف ضمیر خطاب لایا گیا ہے - اور اس باب مین خصوصیت ضمائر متصلہ کی کچھ نہین متصلہ و

منفصلہ ہر دو ضمیرین اُسپر لاحق ہوسکتی ہین جیسے خودش کہنا درست ہے خود او بھی کہہ سکتے ہین

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب - جاننا چاہیئے کہ ہمانا جس طرح موضع تیقن و محقق مین مستعمل ہوتا ہی

موقع ظن مین بھی مستعمل ہوتا ہے جامی رح **شعر** ہمانا پیش چشم اونکو نیست ؛ ازان رو خاطرش را

میل او نیست ؛ سلطان ابراہیم مرزا ہی جاہی **شعر** شنیدم کہ چشم تو دارد گزندے ؛ ہمانا کہ افتادہ بر

دردمندے ؛ اُسکا مخفف مانا اثیر الدین اخسیکتی کا شعر ہے **شعر** مانا کہ خلد پردہ ز رخسار بر گرفت ؛

یا سادہ گشت ریشور دہر اغدار ؛ واضح ہو کہ ایک لفظ مانا بمعنی مانندہ اور ہے جو مانستن تشبہ سے مشتق ہی

جسطرح دانستن سے دانا چونکہ وہ معنی تشبیہ کو متضمن ہے بجاے اداۃ تشبیہ کے مستعمل ہوتا ہے مگر اسکے

صلہ مین باے موحدہ آیا کرتا ہے جیسے رخش مانا بخورشید - اور ایک لفظ مانا اور ماندن سے مشتق ہی

جو فارسی قدیم مین منجملہ اسماے طیبہ الٰہیہ ہی جسکو عربی مین باقی کے ساتھ ترجمہ کرسکتے ہین مگر

یہان اس سے باین حیثیات ہم کو کچھ بحث نہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب دوسرا کلمہ گویا گوئیا جیسے شعر دہانِ تنگ تو گویا چونون تنوین ست ✽ کہ در حدیث در آید ولیک پیدا نیست ✽ وصالی شعر دل من رفت سوے غمزگانش ✽ گوئیا سیخ را کبابی نبود ✽ تیسرا آرنگ حکیم رودکی کا شعر ہی شعر ہر گز نکند سوئے من خستہ نگاہے ✽ آرنگ نخواہد کہ شود شاد دل من ✽ چوتھا بلکہ تمام غلبہ ظن مین مستعمل ہے طغرا شعر گر بطغرا نظرے می کنی امروز بکن ✽ بلکہ از درد فراق تو بفردا نرسد ✽ فیاض لاہجی شعر در سرو وگل و یاسمن آن نور ندیدم ✽ ہنگامۂ مرغانِ چمن بلکہ تو باشی ✽ اے شاید تو باشی۔ شاید و باشد و بود بھی ان معنون مین مستعمل ہین۔ پانچوان لیکن اصل مین یہ اللہ ہی عربی کے لاکنّ مشددہ کا اور یہ استدراک یعنی کلام سابق سے توہم ناشی کے دفع کرنے کے لیئے متغائر بالمفہوم جملے کے درمیان لایا جاتا ہے چونکہ اہل فارس کلمات عربیہ مین چندان غور وپرداخت نہین کرتے نظر تسامح کو کام مین لاتے ہین یہان بھی اس لیکن اور اسکے مخففات لیک اور لے پر واؤ عاطفہ کو جوہر کلمہ کی طرح ثابت رکھکر بروقت عطف ایک اور واؤ اسپر داخل کرتے ہین جیسے لفظ حور باوجودیکہ جمع حوراء ہے اسپر الف ونون کے ساتھ بطریق فارسی جمع کرکے حوران کہتے ہین میر معزی کا شعر ہے شعر بزم ست و ولیکن مرکب اقبال او ✽ ہر زمان اندر عنان آسمان ساید عنان ✽ انوری شعر خواجہ اسفندیار می داند ✽ کہ بہ تنگم زچرخ روئین تن ✽ من نہ سہرابم و ولے با من ✽ رستمی میکند دی وبہمن ✽ مگر ان دونو مخفف کلمون مین اتنا فرق ہے کہ جس مین صرف ایک حرف نون حذف ہوکر لیک رہ گیا ہے وہ لیکن کی طرح واو اور بلا واو دونو طرح مستعمل ہی جس مین سے نون اور کاف دونون حذف ہوگئے ہین واو کے ساتھ اسکی تکمیل کیجاتی ہے یعنے بغیر واو اسکا استعمال یعنی لیک اور لیکن کی طرح صرف لے کہنا جائز نہین واللہ تعالی اعلم بالصواب چھٹا کلمہ کاش اس مین کئی لغات آئے ہین جن مین سے بعض مشہور اور بعض غیر مشہور جیسے عربی مین لعلّ کے گیارہ لغات آئے ہین انہین سے بعض مشہور ہین جیسے لعلّ باقی غیر مشہور جیسے علّ وعنّ ولعنّ ولغنّ ورعنّ وشعنّ ولانّ وانّ ولعاء ولعت چنانچہ حضرت جامی قدس سرہ السامی نے شرح کافیہ مین اسکے تعدد کی جانب اشارہ فرمایا ہے ولغات لعل تبلغ مبلغ جمع الکثرۃ اسیطرح فارسی مین کاش اور اس کا مزید علیہ کاشکے اور اس مبدل کاج مشہور لغات ہین اور کاشی یائے تحتانی کی زیادت کے ساتھ غیر مشہور ہے غرض ان الفاظ کو جہان کہین

کاشکی ممکنات و ممتنعات عقلی وعادی ان چارون حال مین مستعمل ہے

بطریق آرزو و حسرت کسی چیز کا طلب کرنا منظور ہو استعمال کرتے ہین۔ اور یہ مطلوب خواہ ممکنات سے ہو خواہ ممتنعات سے اور وہ بھی عقلی ہو یا عادی جیسے عربی مین لیت۔ اور اسپر اپنی کمال آرزو و تمام خواہش و تمنا کے اظہار کے قصد سے حرف ندا بھی لایا کرتے ہین جیسے عربی مین یا لیتنی کنت ترابا **شعر** اے کاش گوش رغبتم احول بدی چو چشم ٭ تا ہر چہ گفتی از تو مکرر شنیدمی ٭ نظامی رح **شعر** مرا اے کاشکے مادر نمی زاد ٭ اگر مے زاد پس شیرم نمے داد ٭ سعدی رح **شعر** کاج کانانکہ عیب من گفتند ٭ رویت اے دلستان ندیدندی ٭ حکیم نزاری قہستانی **شعر** زخط گوہر افشانی تو باری ٭ مرا کاشی کہ بودی یادگاری ٭ ولہ کنون در دست ماند از دوست یادے ٭ کہ کاشے ہرگز از مادر نزادے ٭ ساتوان

آیا و ایا۔

بطریق رجا کے صدر جملہ مین واقع ہوناضروری نہین

آیا و ایا بالمد والقصر یہ لفظ جہان بطریق رجا و امید کسی چیز کا طلب کرنا مقصود ہو استعمال کیا جاتا ہے جیسے عربی مین لعل **شعر** آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ٭ آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند ٭ اس لفظ کا صدر جملہ مین لانا کوئی ضرورت نہین جیسے **شعر** بود آیا کہ در میکدہا بکشایند ٭ گرہ از کار فروبستہ ما بکشایند ٭

آیا استعجاب و استفہام کے لیے

یہ کلمہ کبھی استعجاب و استفہام کے لیے بھی آتا ہے جیسے **شعر** آنانکہ بصد زبان سخن مے گفتند ٭ آیا چہ مے شنیدند کہ خاموش شدند ٭

نہ و نے مشبہ بہ نیست

بیان نہ و نے مشبہ بہ نیست

نہ و نے نیست کے مشابہ ہونیکے یہ معنی ہین کہ جیسے نیست اسم و خبر کو چاہتا ہے یعنی جیسے نیست جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے یہ نہ و نے بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہین جس طرح عربی مین ما و لا مشبہتان بلیس سعدی رح **شعر** نہ پائے چو بینندگان راست رو ٭ نہ گوشے چو مردم نصیحت شنو ٭ نظامی رح **شعر** غمزۂ نسرین نہ ز باد صبا ٭ آن اثر لطف تو شد تو تیا ٭ ولہ ہستی تو صورت و پیوند نے ٭ تو بکس و کس بتو مانند نے ٭ فیضی فیاضی **شعر** برتر ز بود و نبود بودش ٭ نے جوہر و نے عرض وجودش ٭ اے اور ایا سے راست رو نیست و گوش نصیحت شنو نیست۔ غمزۂ نسرین از باد صبا نیست۔ وجودش جوہر نیست و وجودش عرض نیست۔ کبھی اسکا اسم حذف بھی کیا جاتا ہے نظامی رح **شعر** نہ آہو و نے نافہ از مشک پر ٭ چو دندان آہو بر آمودہ در ٭ اے نیست آن براق آہو و لیکن الخ

کبھی یہ کلمات نفی محذوف الاسم بھی آتے ہین

نہ نفی الجنس

بیان نہ نفی جنس

نہ نفی جنس وہ ہے کہ اپنے اسم مدخول کی ماہیت یعنے جنس کی نفی کرتا ہے جامی رح **شعر** نہ در دے

سایۂ غیر از شب تار ٭ نہ دروے بسترے جز نشتر خار ٭ نظامی رہ شعر نہ دولت نہ دنیا نہ دارا گزاشت ٭ سنان از سر سنگ خارا گزاشت ٭ چونکہ نہ نفی جنس کے اسم کا نکرہ ہونا واجب مانا گیا ہے کیا معنی کہ اعلام جزئیات ہوا کرتے ہین جنس کے لیئے کلیت ضروری امر ہے تو نہ دارا گزاشت ہتاول ہوگا یعنی مانند دارا یا کوئی بادشاہ جو دارائے وصف مشہور تکبر و ستمگاری کے ساتھ متصف ہو مراد ہے یعنی سکندر نے نہ دولت کو بغیر حاصل کیئے چھوڑا نہ دنیا کو بلا فتح کیئے نہ کسی بادشاہ متکبر کو بدون مغلوب کیئے چھوڑا چنانچہ عزیٰ مین صحابہ کبار رضوان اللہ تعالے علیہم کا قول مشہور جب کوئی قضیہ جس کا فیصلہ دشوار ہو پیش ہوتا فرماتے قضیۃ ولا ابا حسن لہا ای لا فیصل لہا بحکم ارشاد ہدایت بنیاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اقضاکم علی حضرت خاتم الخلفا علی کرم اللہ وجہہ فیصل فی الحکومات تھے اور اسیطرح دنیا سے اقالیم و ممالک مراد ہین اور فرق نفی جنس اور مشبہ بہ نیست مین یہ ہے کہ نفی جنس اپنے اسم کی ماہیت یعنی جنس کی نفی کرتا ہے اور مشبہ بہ نیست اُسکے اسم کے وصف و حال مذکور کی نفی کرتا ہے پس اگر کسی جگہ جنس اسم یعنے اسکے کسی فرد کا وجود نہ ہو وہان نفی جنس مستعمل ہوتی ہے جیسے امثلۂ مذکور نہ دروے سایۂ غیر از شب تار الخ مین مطلقاً جنس سایہ اور بستر کی نفی ہے اسی طرح نہ دولت نہ دنیا نہ دارا الخ مین مطلقاً جنس دولت جنس ممالک جنس جبابرہ کی نفی ہے اور جس جگہ مطلقاً اس اسم کی نفی نہو بلکہ اُسکے وصف مذکور کی نفی ہو یعنی اس اسم کے ساتھ اس وصف کے اتصاف کی نفی کیجاے تو وہان مشبہ بہ نیست استعمال کیا جاتا ہے جیسے امثلہ مذکور نہ پاے چو بینندگان راست رو الخ مین مطلقاً پای اور گوش کی نفی نہین بلکہ ان وصف راست روی اور نصیحت شنودگی کے ساتھ متصف ہونے کی نفی ہے اسیطرح نے جوہر و نے عرض وجودش مین مطلقاً وجود کی نفی نہین بلکہ اُسکے جوہر و عرض ہونے کی نفی ہے اسیطرح تیسرے شعر مین مطلق براق کی نفی نہین بلکہ اسکے آہو ہونے کی نفی ہے کیا معنی کہ جب براق کے لیئے مختصات آہو یعنی نافۂ مشک وغیرہ ثابت کیا گیا تو یہ توہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید وہ آہو ہو تو یہ فرمایا نہ آہو الخ واللہ تعالی اعلم یہ کلمہ نہ خواہ نفی جنس ہو خواہ مشبہ بہ نیست ہاے مختفی کے ساتھ ہونا چاہیئے مگر کبھی باظہار ہاے ہوز مستعمل ہوجاتا ہے حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین شعر رقیب ار کشد خسرو خستہ را زبان را دران رخصت نہ دہ ٭ ولہ چون خستہ جان را اے واے بران عاشق ٭ کز نیم جان چیزے

برروئے تونہ کردہ ✤ یہ دونون شعر اُن غزلون مین ہین جنکا مدار قافیہ زہ وابلہ وغیرہ پر ہے واللہ اعلم بالصواب

ناو سنفے نا فیتان

نا اکثر اُن اسمون پر داخل ہوتا ہے جن کا حمل اپنے موصوفات پر بطریق مواطات ہوتا ہے یعنی مدخول اور نا کا صیغہائے صفات سے ہو جیسے ناہموار و نادرست کیا معنی کہ موصوف ان صیغون کا جنکا ناہموار و نادرست کے ساتھ وصف کیا گیا ہے اس پر اگر مدخول نا کا حمل کیا جائے بلا تاویل صحیح ہو مثلاً کسی راہ کو ناہموار ست کہنا بلا تاویل حمل بالمواطات ہے اسی راہ کو ہموار ست کہنا بلا تاویل بالمواطات حمل صحیح ہوسکتا ہے خواہ اس مین اشتقاق کی راہ سے معنی وصفی حاصل کیے گئے ہون جیسے تراشیدہ ناتراشیدہ مین اور روان ناروان مین سعدی رح شعر بیک ناتراشیدہ در مجلسے ✤ برنجد دل ہوشمندان بسے ✤ انوری شعر کانجا سر سبزئے رخ سرخ ✤ چون سیم سیاہ ناروان است ✤ اے نارائج است خواہ کسی اور ترکیب وغیرہ سے جس طرح صفت مشبہ کے بیان مین عرض کیا گیا معنی وصفی اس مین حاصل کیے جائین جیسے توان بین وخداترس۔ ناتوان بین وناخداترس مین اسم اور امر کی ترکیب سے اے کسیکہ خدا ناترسد شخصے کہ کسے را توانا دیدن نمی تواند یعنی حاسد عبد الغنی قبول شعر چشم او دید دست من بوسید ✤ آن کہ مے گفت ناتوان بین ست ✤ جوانمرد وناجوانمرد مین دو اسمونکی ترکیب سی سعدی رح شعر اگر من ناجوانمردم بکردار ✤ تو بر من چون جوانمردان گذر کن ✤ توانا ناتوان مین روانا روا مین صیغۂ امر پر الف فاعلی کے لاحق کرنیسے جامی رح شعر تعالی اللہ زہے قیوم دانا ✤ توانائی دِہ ہر ناتوانا ✤ طاہر وحید شعر آب گہر گرچہ بسے باصفاست ✤ سکۂ موجش نبود ناروا است ✤ بودمند نابودمند ای مفلس ہوشمند ناہوشمند مین اسم پر کلمہ نسبت مند کے الحاق سے صاحب ہمائے ہمایون کا شعر ہے شعر تو کوتاہ دستی و نابودمند ✤ مزن دست در شاخ سرو بلند ✤ ہاتفی رح شعر وزیران گنج بین ناہوشمند ✤ رسانند در شاہ وملکش گزند ✤ سزاوار کلمہ نسب وار کے الحاق سے ناسزاوار مین مہر عسکری شعر تراست ملک وسزاوار آن توئی بیقین ✤ خدائے ملک بیخشند بناسزاواری ✤ بسامان مخفف یا بمعنی باسامان (حرف با مین جس کا ذکر ہوگیا ہے) نابسامان مین یعنی کوئی شے جو سامان واسباب اپنے ساتھ نہ رکھے اسکو نابسامان کہتے ہین صائب شعر برگ کاہے نیست کشت نابسامان ترا ✤ خوشۂ از

اشک پشیمانی است دہقان خراش خواہ وہ اسم متضمن بمعنی صفت ہو جیسے تندرست ناتندرست ہین
فردوسی شعر بشد شاہ بہرام ورخ رابشست ٭ کز آن اژدہا بود ناتندرست ٭ اور بعض اسماے غیر صفت
کو بمعنی صفت لیکر نا داخل کیا جاتا ہے جیسے مردم کو مردمی یعنی انسانیت اور اہلیت رکھنے والے کے معنون
مین لیکر نامردم کہتے ہین۔ امیر خسرو شعر بزرگی بایدت در مردمی کوش ٭ کہ دولت گرد نامردم نگردد ٭
سعدی شعر چو نامردم آواز مردم شنید ٭ میان خطر جاے بودن ندید ٭ انسے نالایق انسی طرح
ناکس سعدی شعر شمشیر نیک زاہن بد چون کند کسے ٭ ناکس بتربیت نشود اے حکیم کس ٭ یعنی
نالایق تربیت سے لایق نہین ہوتا اگر اس سے معنی وصفی نہ لیے جائین اسکی نفی بے کے ساتھ
کرتے ہین یعنے بےکس کہتے ہین محمد قلی سلیم شعر بےکسی چون من نمیباشد چہ می کرد سلیم ٭
چون شراب ہند اگر حاجت بکس می داشتم ٭ نظامی شعر اے کسِ ما بےکسی ما ببین ٭ قافلہ شد
واپسی ما ببین ٭ یہان انسی بیکس پر یاے مصدری لاحق ہوئی ہے۔ اور ناتوان ناخوان ناداں نادان
یہ مرخم صیغے ہین بعد ترخیم ان پر نا داخل کیا گیا چنانچہ بعض موضع مین ناتوانا بلا ترخیم بھی مستعمل ہے جیسے
مذکور ہوا اور خوانا اور دارا اور دانا حالت انفراد مین یعنے غیر منفی مستعمل ہین۔ ظہوری شعر چنان خط
معیشش خوانا فتاد ٭ کہ ہر کور فہم ست روشن سواد ٭ مخلص کاشی شعر ولا بصرفہ قدم نہ کہ درطریق معاش
سکندری خورد از فاقہ ہر کہ دارا نیست ٭ خصوصاً توان غیر منفی مرخم مستعمل ہے فردوسی شعر اگر
چند بیش از توان سست نو ٭ بہر کار دارو خرد پیش رو ٭ محتمل ہے کہ از قبیل زید عدل یہان
اسناد مجازی ہو مگر اس صورت مین دان اور دار کی طرح مشتق نہوگا بلکہ مستقل اسم بمعنی قوت ہوگا ان
ہر دو صیغون ناتوان و ناتوانا پر یاے مصدری کے الحاق سے ناتوانی و ناتوانائی دونون مستعمل ہین
امیر خسرو شعر نرگس از کف جام ننہد گرچہ از رنج خمار ٭ سر فگندہ ماند و چندان ناتوانی میکند ٭ درویش
والہ ہروی شعر بعجز ما چہ بینی کار اگر افتد جمیت را ٭ تماشا ہاے توانائی کنی از ناتوانائی ٭ اسی طرح نابریدہ
بمعنے غیر مختون مخفف و مرخم نابریدہ اور ناپسند مخفف ناپسندہ چنانچہ پسندہ غیر منفی منفرد مستعمل ہے
مولانا کاتبی شعر ہجر از ہلاک کاتبی ام مژدہ داد دوش ٭ پسند گرچہ این سخن آمد پسندہ ام ٭ اور ناخواست
مخفف ناخواستہ۔ اور بعض جگہ مقتضاے قیاس کے خلاف مستعمل ہے جیسے ناامید ناامن ناانصاف
ناپروا ناتراش ناداشت بمعنی مفلس نارس ناسپاس ناشکر ناشکیب ناصواب نافرمان ناگہان وغیرہ

سعدی رح شعر بہنگام سختی مشو ناامید ❊ کہ ابر سیہ بارد آب سفید ❊ ابوطالب کلیم شعر رود آرام (مثال ناامید ۱۲) (مثال ناامن ۱۲)
بعمرے کہ بہجران گزرد ❊ کاروان ازرہ ناامن شتابان گزرد ❊ مرزا کافی خلخال شعر در دیارے کہ
تو نی بودنم آنجا کافیست ❊ آرزو ہاے دگر غایت ناانصافیست ❊ امیر لاہجی شعر ہر دلے کو والہ (مثال ناپروا ۱۲)
و حیران چمن یا شند ❊ از غم دنیا و دین آزاد و ناپروا بود ❊ نظامی شعر ہمان خوردکان ناتراش دگر ❊ (مثال ناتراش ۱۲)
چنین چند را خاک خارید سر ❊ ابوالموید شعر دل ناداشت پر زخون باشد ❊ ساغر عیش او نگون باشد (مثال ناداشت ۱۲)
اے دل مفلس یہ لفظ مجازاً بے غیرت اور لجوج کے معنی مین مستعمل ہوتا ہے جیسے ہندی مین ننگا کہتے
ہین نظامی رح شعر چنین آمدست از نقیبان پیر ❊ کہ با ہیچ ناداشت کشتی مگیر ❊ ولہ سپاس خدا (مثال ناسپاس ۱۲)
کن کہ بد ناسپاس ❊ نگوید ثنا مرد ایزد شناس ❊ محمد جان قدسی شعر شب دل ناشکر من آرام با خنجر (مثال ناشکر ۱۲)
نداشت ❊ سینہ صد پیکان چشید و دست از افغان نداشت ❊ طاہر وحید شعر بسکہ بود از غم او ناشکیب ❊ (مثال ناشکیب ۱۲)
غنچہ گل گشتہ دل عندلیب ❊ سید حسن اشرفی شعر صواب ست با او شدن سوی گل ❊ اگرچند گوید (مثال ناصواب ۱۲)
کسے ناصواب ❊ مسیح کاشی شعر فلک ناحفاظ و نافرمان ❊ یک نفس کے اطاعتم کردست ❊ (مثال ناحفاظ ۱۲)
ناحفاظ بمعنی بیحیا و بے شرم ❊ نظامی رح شعر وزان خشت زرین شداد و عاد ❊ چہ آمد بجز مردن نامراد ❊ (مثال نامراد ۱۲)
بابا فغانی رح شعر صدبار تیغ قہر کشیدی و ہمچنان ❊ می آید از پئے تو دل ناہراس من ❊ اے دل (مثال ناہراس ۱۲)
بے باک من ❊ ناساز و ناقبول بھی اسی قبیل سے معلوم ہوتے ہین مگر چونکہ خود لفظ ساز بمعنی سازگار و
سازمند اور قبول بمعنی مقبول مستعمل ہے والہ ہروی شعر بازی عیش مخور بخت تنک حوصلہ است ❊
فکر بیہودہ مکن غم بطبیعت سازست ❊ یعنی موافق است۔ میر حسن دہلوی رح شعر اے کز کمال حسن تو
حیران شدہ عقول ❊ در سینہ ہا عزیزی و در دیدہا قبول ❊ اے مقبول۔ اور کبھی بضرورت الف نا کا
حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے نسپاس بجاے ناسپاس فردوسی رح (مثال ۲) شعر بدین بخشش بت کرد باید پسند ❊ مکن
جانت نسپاس و دل را نژند ❊ یہان خلاف مقتضاے قیاس سے میری یہ مراد ہے کہ یہان قیاس
بے نافیہ کو مقتضی تھا نا نافیہ کا یہان استعمال کرنا خلاف قیاس ہے۔

اور بے اُس جگہ مستعمل ہوتا ہے جہان مدخول بے اپنے موصوف پر بلا تاویل بطریق مواطات محمول
نہ ہو اشتقاق یا اور کسی تاویل کے ساتھ حمل صحیح ہو مثلاً زید بے دانش عمرو بے عقل اب اگر دانش اور
عقل کا زید اور عمرو پر بلا تصرف اشتقاق حمل کیا جاے درست نہ ہوگا البتہ اشتقاق یا کسی تاویل کے ساتھ

(جیسے دانندہ یا دانشمند یا دانشور یا صاحب دانش اور عاقل یا عقلمند یا صاحب عقل) کل درست ہوگا پس بے احتساب بے ادب بے اصل بے انجام بے انتہا بے پایان بے باک بے برگ بے سامان بے بصر بے بہا بے قیمت یعنی گران بہا بے بہرہ بے پایاب بے پرکار یعنے بے قاعدہ بے پروا بے تاب بے ترحم بے تہ بے جرأت بے حساب بے حضور بے داد بے رگ یعنی بے حمیت بے شرم بے رو یعنی بے مروت بے روزگار یعنے بے کسب بے زنہار یعنی امان ندہندہ بے سپاس یعنے ناشکر بے شکوہ یعنے شکوہ نکنندہ بے شمار بے طاقت بے طراوت بے فرمان بے نور وغیرہ۔ حسن بیگ رفیع شعر از عشق بے مشقت لذت نمی توان یافت ٭ مے زانکو ندانم بے احتساب خوردن ٭ ابوطالب کلیم شعر با ماکین سپہر زانجم پیداست ٭ ناسازی بخت بے ترحم پیداست ٭ چون خشکیِ آشیانہ در گلبنِ سبز ٭ بے برگیِ ما میان مردم پیداست ٭ مولوی معنوی قدس سرہ شعر گوہر کنی خرمہرہ را زہرہ دری بذر براہ ٭ سلطان کنی بے بہرہ را شاباش اے سلطانِ ما ٭ سعدی رح شعر وقتے در آب تا میان دستی و پایے میزدم ٭ اکنون ہمان پندا شتم دریاے بے پایاب را ٭ فوقی یزدی شعر فوقی از گردون پریشت خندہ زد ازرہ مرو ٭ عشرتِ او ہمچو قول کون وہان بے تہ بود ٭ اے بے اصل بود۔ بے حساب بمعنی بے شمار مشہور ہے اور چونکہ حساب و شمار بمعنی معاملہ بھی آیا ہے جیسے نظامی رح کا شعر ہے شعر گر ندہی دادِ من اے شہریار ٭ با تو رود روز شمار این شمار ٭ ملا قاسم مشہدی شعر عشق آمد و شدم ز ثواب و عقاب پاک ٭ دل از دو کون شستم و کردم حساب پاک ٭ اور حساب و کتاب معاملہ کا حسن اور خوبی ہے اور اسکی نفی قبیح تو بے حساب بمعنی بد معاملہ یعنی بے حساب سے بیداد و ظلم کے معنی بھی لیئے جاتے ہین (جیسے بے رگ و بدرگ بے غیرت و بدسرشت اور ناخوان و بدخوان ایسے خط کو کہتے ہین جسکا پڑھنا دشوار ہو۔ باقر داماد اشراق کا شعر ہے شعر بود بہ بندم فلک بدرگی ٭ حادثہ نگذاشت ازان صد یکے ٭ محمد رفیع واعظ شعر جوہر از تیغ زبان شد ریخت تا دندان مرا ٭ گفتگو شد ہمچو سطر بے نقط بدخوان مرا ٭) یا یہ کہ حساب و کتاب داد و انصاف کے لئے لازم ہے جیسے روز حساب روز انصاف کو کہتے ہین بے حساب بمعنی بے داد بمعنی ظلم کے لیئے گئے مخلص کاشی شعر شاہ ہے کہ بر رعیت خود بے حساب کرد ٭ سیلاب گشت و خانۂ خود را خراب کرد ٭ بے داد جیسے حکیم ناصر خسرو شعر رہا کن ظلم و عدل و داد بگزین ٭ کہ باشد بیگمان بے داد بیدین ٭ اے ظالم بیدین باشد۔ اس نے داد بمعنی ظالم اور اُس پر یا مصدری

بے حساب بمعنی بیداد و ظلم کی تحقیق

بیداد بمعنی ظلم و بمعنی ظالم ہر دو کی تحقیق ۱۲

کے الحاق سے نبے دادی کہنا موافق قیاس ہے کیا معنی کہ جس ظالم کا وصف یہ بے داد واقع ہوا ہے اُسپر بغیر تاویل لفظ داد محمول نہ ہوگا میر معزی شعر جہان از داد او پر گشت وخالی شد نہ بیدادی ٭ کہ داد او حقیقت گشت و بے دادی مجاز آمد ٭ ہان بے داد بمعنی ظلم البتہ حسب قیاس نہین کیا معنی کہ اسکے موصوف پر یعنی وہ فعل و عمل جس پر بے داد و ظلم کا اطلاق کیا گیا ہے اگر حمل داد کا جو مدخول بھی ہے کیا جاے تاویل کی ضرورت نہ ہوگی یہ شان کلمۂ نا کی ہے نہ بے کی واللہ تعالی اعلم بالصواب میر معزی کا شعر ہے شعر بے داد کنی بر من دادم ندہی ہرگز ٭ بے داد تو بر جانم ہر روز حشر آرد ٭ فردوسی رح شعر بغزنی مرا گرچہ خون شد جگر ٭ ز بیداد آن شاہ بیدادگر ٭ اس بے داد بمعنی ظلم پر کلمات نسبت فاعلی لفظ گر ہ مند کے الحاق سے بے دادگر و بے دادمند کہتے ہین۔ نظامی رح مصرعہ تو با دادے او ہست بیدادگر ٭ امیر خسرو رح شعر جفا بین ز گردون بے دادمند ٭ چو من خسروی در چنین تختہ بند ٭ بے زنہار بمعنی پناہ نہ دہندہ صائب شعر زیر پاے چرخ کجرفتار چون خوابد کسے ٭ در رہِ این سیل بے زنہار چون خوابد کسے ٭ تشنۂ خون ست تیغ آبدارِ کہکشان ٭ زیر این شمشیر بے زنہار چون خوابد کسے ٭ بے سپاس نظامی رح شعر بجاے شما ہر یکے بے قیاس ٭ نوازشگر ہیا رو بے سپاس ٭ بعض موضع مین بے نافیہ خلاف مقتضاے قیاس مستعمل ہے جیسے بے آشنا بے فرزانہ بے کس بے یار بے عدیل بے نظیر بے ہمتا کیا معنی کہ آشنا و فرزانہ و کس و عدیل و نظیر و یار کا اپنے موصوفات پر بلا تاویل حمل بالمواطات ہوسکتا ہے سو یہ شان کلمۂ نا کی ہے ابوطالب کلیم

مثال بے کس ۱۲

شعر ہنم آن بیکس و بے آشناے کنج تنہائی ٭ کہ غیر از پرتو مہر از درم کس در نمی آید ٭ سعدی رح

مثال نے فرزانہ ۱۲

شعر خلق میگویند جاہ و منصب از فرزانگی ست ٭ گو مباش اینہا کہ ما رندان بے فرزانہ ایم ٭ نظامی رح

مثال بے یار ۱۲

شعر خداوند بے یار و یار ہمہ ٭ بخود زندہ و زندہ دار ہمہ ٭ یہان نا ہو یا بے سب مین ایسی تاویل کرسکتے ہین کہ موافق مقتضاے قیاس کے ہوجائین مگر یہ دردسری اور کلفت محض ہے جب انہین اسما پر جن پر نا نافیہ داخل ہوتا ہے بعض موضع مین بے کے ساتھ بھی مستعمل ہین جیسے ناپروا و بے پروا ناسپاس و بے سپاس نافرمان و بے فرمان ناکس و بے کس نامراد و بے مراد چنانچہ انکے شواہد اوپر بیان کئے گئے ہین اگرچہ اخیر مین یعنے ناکس و بے کس اور نامراد و بے مراد مین فرق معنوی بھی کیا جاتا ہے یعنی جس شخص کو کہ باوجود طلب حصول مراد نہ ہو نامراد کے ساتھ متصف

بے داد وغیرہ کلمات نسبت فاعلی کے الحاق سے بیداد و بے دادمند کہنا جائز ہے۔

بعض موضع مین بے نافیہ خلاف مقتضاے قیاس بجاے نا کے مستعمل ہے

ایسی اسمون پر جن پر نا بھی داخل ہوتا ہے کبھی بے بھی

نامراد و بے مراد مین فرق معنوی

کرتے ہین اگر وہ کسی مراد کی طلب کسی بات کی آرزو ہی نہ رکھتا ہو اُسکو بے مراد کہتے ہین مولوی معنوی رح
شعر عاشقان از بے مرادیہاے خویش ٭ باخبر گشتند از مولاے خویش ٭ غرض جسکو مرادون نے ترک
کردیا ہو اُس کم نصیب کو نامراد کہتے ہین اور جسین نے مرادون پر لات ماردی ہو اُس ولی خدا کو بے مراد کہتے
ہین اور ناکس و بے کس کے فرق کی جانب ہم نے اوپر اشارہ کردیا ہے مگر یہ فرق قاعدہ اصلی حمل مواطات
و حمل اشتقاق مین تفرقہ نہین پیدا کرسکتا پس مجکو سراج المحققین جناب آرزو کا قول اس موقع پر بہت پسند
آتا ہے وہ فرماتے ہین "پس ہر قدر کہ بہ ثبوت رسد بر ہمان اکتفا باید کرد ازین جہت لفظ ناقوت کہ مرادف
ناتوان ست نزدیک فقیر بہ ثبوت نرسیدہ" انتہے کلامہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الف نفی کا ہندی و فارسی مین مشترک ہے

اور حروف نفی مین سے الف بھی ہے یہ ہندی اور فارسی دونون زبانون مین مشترک ہے جیسے اخواستی
بمعنی غیر ارادی اجنبان بمعنی غیر متحرک یعنی ساکن وامیر بمعنی نامیرندہ یعنی حی ہندی مین جیسے
اماس بمعنی بے ماہ اب نام شب بے ماہ کا ہوگیا۔ بعض وقت لفظ کم و اندک و ہیچ نفی مطلق اور معدوم
محض کے موقع مین مستعمل ہوتے ہین جیسے مصرعہ بجستند بسیار و کم یافتند ٭ نظامی شعر بجو و خلق را
کم شوم رہنماے ٭ ہمایون زکم دیدن آمد ہماے ٭ ولہ خانہ بر ملک ستمگاری است ٭ دولت باقی
بکم آزاری ست ٭ ولہ شعر مرادل یکے بود و ہمیان یکے ٭ درستی فراوان فریب اندکے ٭ کیا یہ معنی
کہ یہان مراد یہ نہین ہے کہ ہما کبھی کبھی دیکھا جاتا ہے اور فے الجملہ میرے اندر فریب بھی ہے بلکہ مطلق
نفی مقصود ہے۔ مگر اس پیرایہ کے اختیار مین نکتہ یہ ہے کہ تا تمثیل متبائن نہ ہو مطابقت بحسب ظاہر
ہی سہی ہاتھ سے نہ جاے اس واسطے کہ اپنی طرف خلق کی رہنمائی کی مطلق نفی منظور نہین بلکہ مصرعہ
اولے مین کم اپنے معنی حقیقی پر ہے اب اگر دوسرے مصرعہ مین ہمایون زنا دیدن آمد ہماے کہا جاتا
مطابقت لفظاً ہوتی نہ معنیً صنعت استخدام مین ایک ہی لفظ ایک ہی تلفظ سے دو معنی حاصل کرتے
ہین یہان تو دو تلفظ ہین یہ نقص نہین ایک بلاغت خیز صنعت ہے اسی طرح دوسرے جملہ مین
فے الجملہ اپنے اندر فریب کا ثبوت دینا مقصود نہین مگر اس پیرایہ مین ادا کرنے مین یہ نکتہ ہے کہ آدمی
بمقتضاے بشریت اس قسم کے قبائح سے بالکلیہ پاک نہین رہ سکتا اگر نفی مطلق اور سلب کلی
کھلم کھلا کیا جاتا محمول بر صدق خبر نہ ہوتا اسیطرح فردوسی رح قصہ یوسف زلیخا مین فرماتے ہین شعر
مثال ہیچ
زمین ہیچ آزار شان بود ہیچ ٭ گرفتند گشتیم راہ بسیچ ٭ ازو جانب من ہیچ آزار نبود واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کم و اندک و ہیچ بھی نفی مطلق کے لئے آتے ہین

کم و اندک و ہیچ کو بجاے نفی مطلق کے استعمال کرنے مین نکتہ کیا ہے

الحروف نواصب للاسم

بیان حروف نواصب سے وہ حروف مراد ہین کہ بمقابلہ فارسی کے جب عربی مین انکے ہم معنی حروف مستعمل ہوتے ہین اپنے مدخول کو نصب دیا کرتے ہین۔ ان مین سے ایک واو ہی اسکی دو قسم ہین ایک تو معیت مجصورہ کے لیئے آتا ہے سعدی رح **شعر** اگر دعوتم رد کنی ور قبول ٭ من و دست و دامان آل رسول ٭ ولہ اگر جستم انہفت این قیرزان ٭ من و موش و ویرانہ پیرزن ٭ ولہ شنیدم کہ میگفت و خوش میگریست ٭ کہ اے نفس خود کردہ را چارہ چیست ٭ بلا جوے باشد گرفتار آز ٭ من و خانہ من بعد نان و پیاز ٭ دوسرے یہ کہ معطوف معطوف علیہ مین وہ ملازمت پیدا کرے اگرچہ او خالی ہو جس سے ایک علت دوسرا معلول بنجائے ظہوری **شعر** از شحنہ ہیبت نگاہ ہے ٭ وز کوہ بکاہ ور خریدن ٭ یا فقط ملازمہ بغیر علیت ہو اور یہ واو حذف بھی کیا جاتا ہی دونون امر اس شعر سے واضح ہین نظامی رح **شعر** ز من جستن و رہ نمودن ز تو ٭ بجان آمدن جان فزودن ز تو ٭ اے بجان آمدن از من و از تو جان فزودن وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ دوسرے حروف نواصب مین سے حروف استثناء ہین جیسے مگر اور جز اسکے ایراد سے اس امر کا اظہار مطلوب ہے کہ مابعد کے لیئے حکم ماقبل کا نہین ہے کیا معنی کہ استثنا اصطلاح نحو مین ایک شئے ذی تعدد مین سے بعض جزئیات یا بعض اجزا کے خارج کر دینے کا نام ہے اور وہ متعدد کل ہو یا کلی جسمین سے اجزا یا جزئیات خارج کیئے جاتے ہین مستثنیٰ منہ کہلاتا ہے اور یہ جز یا جزئی جو اس سے خارج ہوئی ہی مستثنیٰ کہلاتی ہے پھر اس مستثنیٰ کی دو قسم ہین اگر مستثنیٰ استثنا کرنے سے پہلے مستثنیٰ منہ مین (خواہ وہ کلی ہو یا کل اور وہ ملفوظ ہو یا مقدر) داخل تھا تو اسکو مستثنیٰ متصل کہتے ہین ملفوظ جیسے امثلہ مذکورہ مین اور مقدر جیسے گلستان مین ہے **نثر** قدم بر ندارم مگر آنگہ کہ سخن گفتہ شود بعادت مالوف و طریق معروف "اے قدم بر ندارم در ہیچ گہ و ہیچ حال مگر آنگہ الخ" نظامی رح **شعر** نگنجے کند بے علف جاے خویش ٭ نہ لیسد مگر دست یا پاے خویش ٭ اے نہ لیسد چیزے از بدن خویش مگر دست یا پاے خویش اب مقدر کا مستثنیٰ مفرغ نام ہے اور یہ مختص غیر موجب مین ہے اور موجب مین بہت ہی نادر ہے محاورہ عرب بھی اسیطرح ہے چنانچہ علامہ استرآبادی رح نے شرح کافیہ مین تصریح کر دی ہی والمفرغ

مثال مستثنیٰ منہ کلی امر (interlinear)
مثال مستثنیٰ منہ کل (interlinear)

حروف نواصب اسم

واو ہمعنی مع مجصورہ کے بیان مین

واو جو معطوف و معطوف علیہ مین علاقہ علیت پیدا کرے

واو جو ملازمہ بغیر علاقہ علیت پیدا کرتا ہے

حروف استثنا کے بیان مین

بیان مستثنیٰ متصل

مستثنیٰ مفرغ

مستثنیٰ مفرغ کلام موجب مین شاذ و نادر ہے

لا یجئ فی الموجب الا نادرًا۔ اول یعنی کلی جیسے گلستان مین ہے **نثر** بر ہر یک از سائر
بندگان وحواشی خدمتی معین است مگر برین طائفہ درویشان الخ کس واسطے کہ بندگون کے افراد سے
درویش بھی ہین۔ ثانی یعنے کل جیسے گلستان کی اول حکایت مین ہے **نثر** جملہ وجود او ریختہ بود۔
وخاک شدہ مگر چشمانش الخ یہان چشمان جملہ وجود کا جزو ہے اور اگر مستثنے استثناء کرنے سے پہلے مستثنے منہ
مین کسی طرح داخل ہی نہ تھا تو مستثنے منقطع کہلاتا ہے جیسے گلستان کی اول حکایت مین ہے **نثر** سائر حکما
(اے جزءًا او جزئیا)
از تاویل آن فرو ماندند مگر درویش الخ اور مدار اس دخول وعدم دخول کا متکلم کے قصد واعتبار پر ہے
صرف مستثنے کا مستثنے منہ کی جنس سے ہونا اس امر مین مکتفی نہین کیا معنی کہ بعض مواضع مین مستثنی منہ
جنس مستثنے سے ہوتا ہے مگر چونکہ متکلم کے نزدیک مستثنے مستثنے منہ مین داخل نہین منقطع ہی ہوگا
جیسے "مردمان آمدند مگر زید" یہ اسی صورت مین درست ہوگا کہ زید سرے سے اس جماعت مین داخل نہو
اگرچہ مردم جنس زید سے ہین یہی حال عربی مین ہے بلکہ یہ قواعد اتباع عرب کے طفیل فارسی مین
ضبط کیئے گئے ہین چنانچہ علامہ رضی شرح کافیہ مین فرماتے ہین فالمستثنے الذی لم یکن
داخلا فی المتعدد الاوّل قبل الاستثناء منقطع سواء کان من جنس المتعدد
کقولک جاءنی القوم الا زیدا مشیرًا بالقوم الی جماعة خالیة عن زید او لم یکن نحو
جاءنی القوم الا حمارا فقد تبین ان المتصل لیس ہو المستثنے من الجنس کما ظن بعضہم
اگر غور سے دیکھا جاے حرف استثنا یعنی یہ لفظ مگر حالت انقطاع مین کلمۂ استدراک یعنی لیکن کی طرح رفع
اس توہم کا کرتا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے ورنہ جو چیز کہ اس متعدد مین سرے سے داخل ہی
نہین پھر اوسکے نکالنے کے کیا معنی ہونگے پس اب امثلہ مذکورہ مین یہ تاویل ہوگی کلام سابق یعنی سائر
حکما از تاویل آن فرو ماندند سے یہ توہم پیدا ہوتا تھا کہ جب حکما جیسے عقلمند اس کی تعبیر سے عاجز آگئے
پھر اور کوئی اس مقصد کو کیا پہونچ سکتا تو دفع اس توہم کا کردیا مگر درویشی بجا آورد وگفت لے لیکن
درویشے بجا آورد وگفت اسی وجہ سے فقہا رحمہم اللہ نے حقیقۃ متصل ہی کو استثناء فرمایا منقطع پر
استثنا کا اطلاق مجازہی قرار دیا۔۔۔۔۔۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب ؁
اور یہ حرف استثنا مگر مجازًا کبھی موضع غلبۂ ظن بلکہ مقام تیقن مین مستعمل ہوتا ہے نظامی **شعر**
مگر تیر ترکان یغماے من ✽ نخوردی کہ تندی بغوغاے من ✽ والہ ہروی **شعر** نے نامہ زمن بستدو

نے کزو وذ اغم ۔ قاصد زتو آموخت مگر نامہ برے را ۔ اور کبھی موقع امید مین یعنی جملہ ماموں پر داخل
ہوتا ہے نظامی رح شعر مگر کاتشے بر فروزند لعل ۔ در آتش نہند از پئے شاہ لعل ۔ اے امید کہ آتش بر فروزند
الخ سعدی رح شعر مگر صاحب دلے روزے برحمت ۔ کند بر حال مسکینان نگاہے ۔ ای امید کہ صاحب دلے الخ
کبھی موقع استفہام مین مستعمل ہوتا ہے شعر غرور حسن اجازت مگر نداد اے گل ۔ کہ پرسشے نکنی عندلیب
شیدا را ۔ نظامی رح شعر مگر شہ نداند کہ در روز جنگ ۔ چہ سرہا بریدم باقصائے زنگ ۔ مگر غلبۂ ظن سکو شامل رہیگا
اور لفظ جز جیسے اس شعر مین نظامی رح شعر نشاید ترا جز بتو یافتن ۔ عنان باید از ہر درے تافتن ۔ اے
نشاید ترا یافتن مگر بتوفیق تو چنانچہ اس جز کو دوسری جگہ الا کے ساتھ تعبیر فرماتے ہین شعر بسے منزل
آمد ز من تا بتو ۔ نشاید ترا یافت الا بتو ۔ اس کا حال بعینہٖ عربی کے لفظ غیر کا ہے یعنی یہ مضاف
بھی ہوجاتا ہے اور اسپر بائے زائدہ بھی لانا مطلقاً جائز ہے مگر یہ کلمہ ابدا مقطوع الاضافت یعنی ہمیشہ
حذف کسرۂ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے نظامی رح شعر نباید زما جز نظر کردنی ۔ دگر خفتنی باز
یا خوردنی ۔ اور بائے زائدہ کے ساتھ جیسے اس شعر مین شعر نظامی دران بارگاہ رفیع ۔ نیارد بجز
مصطفےٰ را شفیع ۔ اسیطرح لفظ گزشت جو باعتبار اصل گزشتن سے ماضی کا صیغہ ہے تجوزاً استثنا
کے لیئے بھی لایا جاتا ہے جس طرح عربی مین عدا و خلا مگر یہ ایسی جگہ مستعمل ہوتا ہے جہان عربی
مین کلمۂ استثنا، غیر و سوی مستعمل ہوتے ہین پیشوائے سخن سنجان عنصری کا شعر ہے شعر
گزشت چتر تو ہرگز کس آسمانے دید ۔ حجاب کردہ و خرشید راز دیگر ۔ اے غیر چتر تو اے سوائے چتر تو
نظامی رح خاقان چین کے سکندر کو مہمان کرنے کی داستان مین لکھتے ہین شعر گزشت از خورشہائے چینی
سرشت ۔ کہ رضوان ندید آنچنان در بہشت ۔ ز شکر بسے پختہ حلوائے نغز ۔ بہ بادام و پستہ پراگندہ مغز ۔
یعنی سوائے خورشہائے چینی سرشت یعنی متعارف چینی کھانوں کے سوا بہت سے حلوے اور عمدہ
شیرینیان مغزیات پڑے ہوئے بھی تھے واللہ تعالی اعلم جاننا چاہیئے کہ استثنا مین جیسے
ماقبل کے حکم سے مابعد الگ کرلیا جاتا ہے کبھی اس کلمۂ استثنا کی بدولت بخلاف معنی استثنا کے
حکم ماقبل کا مابعد کے لیئے مع ترقی ثابت رکھا جاتا ہے یعنی حکم ماقبل کو اور افزونی کے ساتھ مابعد کے
لیئے بھی ثابت کیا جاتا ہے جیسے اردو مین اور بھی اور سوا کہا کرتے ہین نظامی رح شعر بہ بروع فرستادہ
شان نے گزند ۔ کہ تا برکشند آن بنا را بلند ۔ برائے عمارت بران رخنگاہ ۔ بسے مال شان داد جز برگ راہ ۔

بیان حرف استثنا جز
لفظ جز کبھی مضاف ہوتا ہے اور اسپر بائے زائدہ بھی لایا جاتا ہے
کلمہ جز ابدا مقطوع الاضافت مستعمل ہوتا ہے
[illegible] کبھی [illegible]
لفظ گزشت بھی کلمات استثنا سے ہے

کلمہ استثنا جز کبھی بخلاف معنی استثنا ماقبل کا حکم مابعد کے لیئے بھی ثابت رکھتے ہین

اے ورای ساز و برگ راہ یعنی مال بھی دیا اور سامان سفر بھی جدا کردیا یعنی زاد راہ کے سوا مال بھی بہت سا دیا۔ اس معنی اخیر مین لفظ گزشت بھی مستعمل ہوتا ہے نظامی رح نوشابہ اور اسکی سہیلیون کی تعریف مین فرماتے ہین **شعر** گزشت از پرستیدن کردگار ؛ بجز خواب و خوردن ندارند کار ؛ یعنی عبادت الٰہی کے بغیر نائے و نوش خواب و خور کے دوسرا کوئی شہواتی مشغلہ وہ نہین رکھتی تھین محقق فرزانہ صاحب بہار عجم نے معنی بعد کے لئے ہین یہ حاصل معنی ہین تحقیق لفظی نہین۔ غرض کلمۂ استثناء لفظ مگر کو اتباعاً مین نے حروف مین داخل کیا ہے ورنہ میرے نزدیک یہ اسمائے افعال سے ہے معنی اسکے استثنا می کنم کے ہونگے چنانچہ میرے اس قول کی تائید بعض نحاۃ کے اس قول سے ہوتی ہے جس کو علامہ رضی نے شرح کافیہ مین نقل فرمایا ہے وقال بعضهم هو منصوب باستثنی کما ان المنادی منصوب بأنادی خصوصاً فارسی مین چونکہ اعراب کا جھگڑا سرے سے نہین مستثنےٰ کے رفع و نصب کے اختلاف پر کوئی شبہ بھی وارد نہین بلا تکلف درست ہو جاتا ہے۔

تیسرے حروف نواصب اسم مین سے کلمات ندا ہین جیسے اے بالکسر وغیرہ مین نے اتباعاً نحاۃ عرب کلمات ندا کو حروف مین شمار کیا ورنہ کلمۂ استثنا کی طرح یہ اسمای افعال سے ہین ان کا مفصل بیان بحث اسم مین گزر چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ؛

کلمات استثنا اسمای افعال سے ہین بمعنی استثنا نہ حروف

حروف نواصب اسم سے کلمات ندا بھی اسمای ہین

حروف الشرط

ایک مضمون جملہ کے حصول کو دوسرے مضمون جملہ کے حصول کے ساتھ معلق کرنے کا نام اصطلاح مین شرط ہے اور اس تعلیق کے آلات کو حروف شرط کہتے ہین حروف شرط مین سے ایک اگر ہے اور اس کے مخففات گر وار۔ جاننا چاہیئے کہ یہ حرف ماضی ناقص ناتمام پر لاحق ہوتا ہے تو افادہ معنی لو کا کرتا ہے یعنی بوجہ انتفائے شرط انتفائے جزا کو مفید ہوتا ہے اور یہ معنی اسکے لازم موضوع لہ ہین ورنہ دراصل معنی تعلیق حصول جزا الشرط حصول شرط کے لئے موضوع ہے پس جبکہ حصول شرط جو معلق علیہ ہے منتفی مانا گیا ہے تو حصول جزا کو بھی منتفی ماننا ہوگا اگرچہ بحسب نفس الامر منتفی ہو یا نہ ہو نظامی رح **شعر** گر بہ سخن کار میسر شدی ؛ کار نظامی بفلک بر شدی ؛ **ولہ** گر بخورش دیر کسے زیستی ؛ ہر کہ بسے خوردی بسے زیستی ؛ ان مثالون مین انتفا ثبوت کا ہے **ولہ** گر نہ سخن خوب تر از جان بدی ؛ معجزۂ عیسےٰ فرقان بدی ؛ اس مثال مین انتفا نفی کا مانا گیا جو مستلزم اثبات ہے اور یہ لفظ اگر بمعنی اگرچہ بھی مستعمل ہے جیسے

بیان حروف شرط

حروف شرط مین سے اگر اور اس کی تحقیق

عربی مین اِن وصلیہ اور ایسے موقع مین مستعمل ہوتا ہے کہ جہان یہ بیان کرنا منظور ہو کہ بر تقدیر انتفاے
شرط ثبوت جزا بطریق اولے ہوگا نظامی رح **شعر** تاند ہندت ہستان گرد ہ است * تات نپرسند
مگو گرد عاست * حافظ رح **شعر** چو در رویت بخندد گل مشو در دامش اے بلبل * کہ بر گل اعتمادے نیست
گر حسنِ جہان دارد * جیسے عربی مین زید یعطی و اِن کان فقیرًا در صورت انتفاے فقر
وحصول غنا اعطاے زید بطریق اولے ہوگا مگر عربی مین اِن وصلیہ پر واو ضرور لایا کرتے ہین
فارسی مین اکثر لفظ چہ اور کبھی لفظ چند کے الحاق سے یہ معنی حاصل کرتے ہین نظامی رح **شعر** ہمہ کوسہ
پیر کودک سرشت * بخوبی رود دا چہ باشد زشت * **ولہ** ندارم طمع بر زر و سیم کس * گرچند یابم بران دسترس
اے اگرچہ یابم۔ فردوسی رح کا مشہور ہجویہ شعر ہے **شعر** پرستار زادہ نیاید بکار * اگرچند باشد پدر شہریار *
اے اگرچہ پدرش بادشاہ باشد اور کبھی محاورہ عرب کی طرح واو سے یہ معنی حاصل کرتے ہین نظامی رح
شعر بہ بیچارگی تن فرا خاک داد * وگر گرد عالم برآمد چو باد * اے اگرچہ اطراف عالم الخ اور کبھی
بغیر اس واو وغیرہ کے صرف حرف شرط ہی پر اکتفا کرتے ہین جیسے اوپر حافظ رح کے شعر سے واضح
ہے اور صائب کہتے ہین **شعر** می نماید گر بظاہر دامنِ دولت وسیع * دستگاہش سایۂ بال ہماے
بیش نیست * اگرچہ دامن دولت بظاہر وسیع نماید الخ نظامی رح **شعر** گر سخن راست شود جملہ دُر * تلخ
بود تلخ کہ الحق مُرّ * اور جب کسی شرط کا وقوع یقینی ہو نہ لا وقوع یقینی یعنی اس کا تذبذب اور عدم
جزم بیان کرنا منظور ہوتا ہے بجاے ماضی صیغہ مضارع کو استعمال کرتے ہین نظامی رح **شعر** گر آیند
حاضر ستیت نوش باد * وگر نہ زیادت فراموش باد * کیا معنی کہ حریفون کے جمع ہونے کا جزم و یقین متکلم کو
نہین کہ وہ جمع ہونگے یا نہین یا محال عقلی یا عادی کو شرط ڈالا جاتا ہے جب بھی صیغہ مضارع کو استعمال
کرتے ہین نظامی رح **شعر** اگر بر فروزی چو مہ صد چراغ * ز خورشید باشد بر و نام داغ * **ولہ** اگر مردہ
(مثال محال عقلی ۱۲) (مثال محال عادی ۱۲)
سر بر آرد ز گور * بگیرد ہمہ شہر و بازار شور * بخلاف صیغہ ماضی کہ اس مین اس امر کا جزم و یقین ہوتا ہے
دوسرا حرف شرط مین سے چون اور اسکا مخفف چو نظامی رح **شعر** بشرطیکہ چون من درین دستگاہ *
رسانم سرش را بخورشید و ماہ * مرا نیز از و پایگاہے رسد * باندازۂ سر کلاہے رسد * ماضی و مضارع کے
صیغون سے جزم و عدم جزم کے بارہ مین اسکا بھی اگر کا سا حال ہے نظامی رح **شعر** چو من زین
ولایت کشادم کمر * تو خواہ از من افسر ستان خواہ سر * چونکہ دارا نے ایسا کاری زخم کھایا تھا کہ جان

کبھی بنانے کے لئے لفظ اگر پر چہ یا چند یا واو بھی لاحق کرتے ہین

حرف شرط صیغہ مضارع کے ساتھ کس وقت استعمال کئے جاتے ہین

حرف شرط صیغہ ماضی کے ساتھ کب مستعمل ہوتا ہے

دوسرا حرف شرط چون

نہ ہونا الیقین ہو گیا تھا تو اُس اَمر جزمی و یقینی کو صیغہ ماضی کے پیرایہ مین یعنی بجاے کشائیم کشادم بیان کیا اور کبھی ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہو جاتے ہین **ولہ شعر** یکایک ورقہاے ما زین درخت ؛ بزیر او فتد چون وزد باد سخت ؛

تا شرطیہ

تیسرا حروف شرط مین سے تا ہے جس وقت شدت التزام بین الشرط والجزا بیان کرنا منظور ہو یعنی ترتب شرط پر ترتب جزا فوری بلا توقف ہو جاے تو ایسے موقع مین تا لاتے ہین عرفی **شعر** تا تیغ بکف یابی بر نفس دو دوستی زن ؛ تا سنگ بدست آید بر شیشۂ ہستی زن ؛ اسکی تفصیل بیان حروف مین گزر چکی ہے۔ اور کبھی

حروف شرط کبھی کبھی حذف کیے جاتے ہین

حروف شرط بحکم ضرورت حذف کیے جاتے ہین مولوی معنوی رح **شعر** پشم بگزینی شتر چون بود ترا ؛ ور بود اشتر چہ قیمت پشم را ؛ اے اگر پشم بگزینی نظامی رح **شعر** ز مردم کشی تر بس باشد بسے ؛ ز مردم خوری چون نترسد کسے ؛ اے چون از مردم کشی الخ اور کبھی بوجہ ظہور و وضاحت جزا کو محذوف کر دیتے ہین نظامی رح **شعر** اگر نیک بشناختم شاہ را ؛ شناسد بشب ہر کسے ماہ را ؛ اے اگر شاہ را بخوبی بشناختم عجب نیست ؛ بعض موصولات متضمن معنی شرط بغیر حروف شرط کے مستلزم و مقتضی شرط و جزا کے ہوتے ہین نظامی رح **شعر** کرا در خرد راے باشد بلند ؛ نگوید سخنہاے ناسودمند ؛ مصرعۂ اول شرط مصرعۂ ثانی جزا۔ انوری **شعر** چہ باشد میسر بزودم فرست ؛ کہ چون گربہ بر سفرہ استادہ ام ؛ چہ باشد میسر شرط بزودم فرست جزا شعر اول مین کہ موصولہ متضمن معنی شرط ہے شعر ثانی مین چہ موصولہ بمعنی ہر کہ و ہر چہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کبھی جزا بھی حذف کیجاتی ہے

بعض موصولات متضمن معنی شرط بھی ہوا کرتے ہین

حروف التعجب

حروف تعجب کا بیان

زہ و خہ اور ان کا مزید علیہ زہے و خہے اور اِیْنَت اور آنَت اور واہ اور اسکی تکرار کے ساتھ واہ واہ اور بَہ بَہ اور بُلبُلی۔ یہ کلمات تعجب ہین جو انشاء و ایجاد تعجب کے لیے وضع کیے گئے ہین مگر عربی مین افعال تعجب کے لیے جیسے مشتقات فعلیہ کے مَا اَفْعَلَہٗ و اَفْعِلْ بِہٖ کی میزان کے ساتھ مخصوص ہین بخلاف زبان فارسی کہ انکے لیے نہ مشتقات فعلیہ ہین نہ کوئی میزان خاص فردوسی رح رستم و اشکبوس کی رزم مین فرماتے ہین **شعر** بزد تیر بر سینۂ اشکبوس ؛ سپہر آن زمان دست او داد بوس ؛ قضا گفت گیر و قدر گفت دہ ؛ فلک گفت اَحسَن ملک گفت زہ ؛ یہان اَحسِن مخفف اَحسِن بِہٖ ہے بکسر العین فعل تعجب جسکی میزان اَفعِل بِہٖ ہے نہ کہ اَحسَن و اَحسَنت بفتح سین جیسے مشہور عوام ہے۔ یہان سے تعجب منہ

تنبیہ مشہور احسنت کا تلفظ [illegible] ہے اور زہ [illegible]

متعجب منہ کا حذف

محذوف ہے اور یہ متعجب منہ کا حذف کرنا اگر متعجب منہ معلوم ومعہود ہو جائز رکھا گیا ہے اور محاورۂ عرب بھی اسیطرح ہے جیسے اللہ جل علاشانہ فرماتے ہین اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ اے ابصر بہم۔ رضی شرح کافیہ مین ہے وَاِذَا عُلِمَ الْمُتَعَجَّبُ مِنْهُ جَازَ حَذْفُهٗ اور مصرعہ اولی مین لفظ دہ وادن بمعنی ضرب و قتل سے مشتق ہے حکیم اسدی کا شعر ہے **شعر** پس از خشم فرمود کو را دہید ؛ ہمہ دستہارا بخون درنہید ؛ علامۂ رضی اسمائے اصوات کے بیان مین لکھتے ہین "دہ بفتح الدال وسکون الہاء زجرۃ مطلقا بمعنی اِضْرِبْ واصله فارسی" مگر عرب کا کسرۂ دال کو فتح سے بدلدینا تصرف تعریبی ہے عرفی کا شعر ہے **شعر** زہے اطاعت حسن ادب خہے طاعت ؛ کہ با اجازت مائی ز وصل ما مہجور ؛ انوری **شعر** زہے بقاے تو دوران ملک را مفخر ؛ خہے لقاے تو بستان عدل را زیور ؛ نظامی **شعر** اینت فصاحت کہ زبان بستگی ست ؛ آنت شتابی کہ در آہستگی ست ؛ مین ان کلمات کو اسمای افعال کہتا ہون معنی انکے چہ خوش است وچہ عجب است وچہ شگفت ست لیتا ہون پس معنی ان اشعار مثالیہ کے یہ ہونگے چہ خوش است اطاعت الخ وچہ خوش است طاعت یعنی کیا خوب اطاعت ہے اور کیا اچھی طاعت ہے اسیطرح دوسرے شعر مین چہ عجب ست بقاے تو وچہ عجب ست لقاے تو اسیطرح تیسرے شعر مین چہ عجب ست فصاحت الخ وچہ شگفت ست شتابی الخ اور اسی کو عربی مین مَا اَحْسَنَ لِقَاءَكُمْ وَاَحْسِنْ بِفَصَاحَتِهٖ کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہین اور ترکیب نحوی ان کی یہ ہوگی شعر اول مین زہے وخہے اسم فعل تعجب اور متعجب منہ اطاعت وطاعت اُس کا فاعل۔ دوسرے شعر مین زہے اسم فعل تعجب۔ بقاے تو متعجب منہ ذوالحال۔ دوران ملک را مفخر مین را اضافی مضاف مضاف الیہ سے ملکر حال۔ اور حال ذوالحال کے ساتھ ملکر زہے کا فاعل۔ اسی طرح خہے اسم فعل تعجب۔ لقاے تو متعجب منہ ذوالحال۔ بستان عدل را زیور مضاف مضاف الیہ حال۔ حال ذوالحال ملکر فاعل خہے کا۔ اسم حال کی بحث مین بیان ہوگیا ہے کہ اسم غیر مشتق جو متضمن معنی صفت کو ہو وہ حال واقع ہوسکتا ہے۔ تیسرے شعر مین اینت اسم فعل تعجب فصاحت متعجب منہ موصوف۔ کہ زبان بستگی ست موصول صلہ ملکر صفت موصوف صفت کے ساتھ ملکر فاعل اینت کا۔ اسی طرح دوسرے مصرعہ مین شتابی متعجب منہ موصوف کہ در آہستگی ست موصول باصلہ صفت۔ موصوف وصفت ملکر فاعل آنت کا واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ آب رہا واہ اور اس کی تکرار کے ساتھ واہ واہ اور بہ بہ اور بلّلی درصل یہ کلمات اسمای

مثال زہے وخہے

مثال اینت وآنت
کلمات تعجب اسمای افعال ہین
کلمات تعجب کے معنی

ترکیب نحوی اشعار مثالیہ کی

واہ وواہ واہ بہ بہ
بلّلی اسمای صوت ہین

اصوات کی قسم ہین جو موقع تعجب مین مستعمل ہوتے ہین محسن تاثیر کا شعر ہے **شعر** خجل شدیم ز تحسین همرهان تاثیر ٭ که واه واه نمی خواست شعر وابیِ ما ٭ کمال اسمعیل **شعر** روحانیان چو بینند ابکار فکر من ٭ په په زنند در روے نام خدا برند ٭ مسیح کاشی **شعر** زبده رود فرهاد دید دلم خشک وچه گفت ٭ گفت په په خوده تخت بدین شادابی ٭ صائب **شعر** از لباسِ خاک بیرون آمدم ٭ نقشها بر آب بستم یلّلی ٭ این غزل را صائب از فیض سعید ٭ بے تکلف نقش بستم یلّلی ٭ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جنکو نحویون نے اسمای اصوات قرار دیا ہے تین قسم کے ہین ایک تو حکایت اُن آوازونکی ہے جو غیر ذی روح سے صادر ہون جیسے پتھر سے پتھر کے ٹکرانے کی آواز کی حکایت عرب طَاقِ وطَقْ کے ساتھ اور قَبْ کے ساتھ تلوار کے مار کی آواز کی حکایت کرتے ہین علامہ رضیؒ فرماتے ہین طاقِ بکسر القاف وطَق کلاهما حکایة صوت وقع الحجارة بعضها علی بعض ۔ وقب حکایة وقع السیف علی ضریبه اسی طرح طراق کوڑے کی مار کی آواز کی حکایت ہے نظامیؒ **شعر** طراقے که از مقرعه خاسته ٭ برون رفت ازین طاق آراسته ٭ اسی نوع مین باجون کی آواز توپ اور بندوق کی آواز رعد کی آواز کی حکایت داخل ہے ۔ دوسری قسم حکایت اُن اصوات کی ہے جو جانورون کے یا ننھے ننھے بچون کے مُنہ سے نکلتے ہین جیسے ہرن کی آواز کی حکایت عرب مِاءِ کے ساتھ کرتے ہین رضی مین ہے مِاءِ بمیم ممالة وهمزة مکسورة بعد الف صوت الظبیة اذا دعت ولدها اور اسیطرح مِیْ کو ہندی بکری کی آواز کی حکایت مین استعمال کرتے ہین اسیطرح عُوعُو کتے کی آواز کی حکایت ہے مولوی معنویؒ **شعر** اے سگِ طاعن چه عوعو میکنی ٭ طعن قرآن را برون شو میکنی ٭ جاننا چاہیے کہ حکایت کے لیئے شرط ہے کہ مطابق اور مماثل محکی عنہ کے ہو مگر یہ الفاظ جو درجہ حکایت مین ہین جن کا اسمای اصوات نام ہے حروف وحرکات فصیحہ سے مرکب ہین اور مخارج صحیحہ انسانی سے نکلتے ہین حالانکہ اصوات جمادات اور حیوانات کے یا وہ آوازین جو انسان کے منہ سے باحداث طبیعت نکلتی ہین اور اُن مین علاقہ وضع کا نہین ہوتا جن کے یہ اسمای اصوات حکایت ہین دراصل وہ اس قابل نہین ہین کہ اس فصاحت وخوبی مخارج کے ساتھ اُنکا تلفظ کیا جاے مگر طوطی اور مینا شاذ و نادر ہین جو کہ جانورون مین الفاظ فصیح نکالتے ہین وہ بھی بعد تعلیم جب اس شرطِ مطابقت ومماثلت حکایت ومحکی عنہ کا پورا کرنا متعذر ہوا چنانچہ کہتے ہین هذه الاصوات من الکلمات کالنسناس

من الناس صورتها صورتها وماهيتها غير ماهيتها اذ ليست موضوعة في الاصل لمعنے کالکلمات پس جہانتک ممکن ہو انسان اپنے الفاظ فصیحہ اور مخارج صحیحہ کو بتکلف مشابہ اُن اصوات غیر فصیحہ کے بناتا ہے تو اُن پر احکام کلمات کے جاری کیئے جاتے ہین بلکہ وہ خطاب اشرف الکلمات اسمیت سے مشرف ہوتے ہین اور کلام کا جزو معتد بنائے جاتے ہین جیسے امثلہ سے ظاہر ہے لیکن ایک ہی نوع کی آواز کو بعض قوم کا ایک طرح حکایت کرنا اور بعض کا دوسری طرح یہ اُس جگہ کے ارضی وسماوی تاثیرات سے ہے جو اُن کے مخارج پر اثر کرتے ہین اسی وجہ سے بعض حروف بعض قوم کے ساتھ مخصوص ہوگئے دوسری قوم بتکلف اُن کو ادا کر سکتی ہے جیسے ضاد معجمہ عرب کے ساتھ اور ژا عجام کے اور ٹ ڈ ڑ اور حروف مخلوطہ بہ ہا ہند کے ساتھ مخصوص ہین کیا معنی کہ جس طرح تاثیرات ارضی وسماوی سے اُن کے امزجہ اور طبائع مین فرق ہوتا ہے جس پر ان کا اختلاف لون وبشرہ وسحنہ وقوت وضعف دال ہے اسیطرح اُنکے مخارج حروف مین اختلاف ہے جس سے ادائے حروف خاص ایک کے لیئے سہل اور دوسرے کے لیئے دشوار ہوتا ہے چنانچہ بچون کو جو مولود علے الفطرۃ ہین ملاحظہ فرمایئے جب وہ اوّل اوّل تتلاتے ہین جس طرح انکو سہل ہوتا ہے لفظ کو اُس مخرج سے نکالتے ہین تو ہند کے بچونکا تتلانا اور الفاظ مین ہوتا ہے اور عرب کے بچوں کا اور ولایت کے بچون کا اور غرض اسی وجہ اور اسی علت کی بدولت ایک شئے کی آواز کی حکایت مین عرب وعجم وہند کا اختلاف ہے جیسے عرب کوّے کی آواز کو غاق کے ساتھ حکایت کرتے ہین۔ عجم قا کے ساتھ اور ہندی کا کے ساتھ حکایت کرتے ہین واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

تیسری وہ آوازین جو انسان کے مُنہ سے صادر ہوتی ہین اور وہ نفس متکلم کے احوال کو بتلاتی ہین آیا وہ مثلاً رنج مین ہے یا خوشی مین تعجب مین ہے یا تنفر مین اُن مین علاقہ وضع واضع کا کچھ نہین ہوتا یا صرف ازجہت احداث طبیعت عطا ہوتی ہین یعنی معنی فی نفسہ پر اُن کی دلالت طبعی ہوتی ہے نہ وضعی جیسے آہ درد ورنج مین واہا اور واہ واہ اسی طرح خہ خہ تعجب کے ساتھ کسی شئے کی تحسین کرنے مین انسان کے مُنہ سے نکلتی ہین چنانچہ حکیم انوری کا خہ خہ کو بخ بخ کے ساتھ جمع کرنا جیسے اس شعر مین **شعر** بخ بخ اے یار خہ خہ اے دلدار ٭ ہم وفادار و ہم جفا جو دار ٭ اسی رائے کا موئد ہے کہ خہ اور خہ خہ واہ اور واہ واہ بخ اور بخ بخ کی طرح آہین

آواز کی بعض قوم ایک طرح اور بعض قوم ایک طرح اوا کرتے ہین

اسمای اصوات سے ہے جو دالہ علے احوال نفس المتکلم ہین نالکہ حالت انفراد و تکرار دونون ہین بخ اور بخ بخ واہ اور واہ واہ کے جیسا ہے چنانچہ علامہ رضی الاصوات دالۃ علی احوال نفس المتکلم کے تحت مین فرماتے ہین ومنہ بخٍ وھی کلمۃ یقال عند الاعجاب والرضے بالشئ و تکرر للمبالغۃ فیقال بخٍ بخٍ اور جس طرح بخ جب منفرد ہوتا ہے مع التنوین والتشدید مکسور ہوتا ہے یعنی اس کے اخیر مین ایک حرف کی زیادتی ہوتی ہے اسیطرح خہ جب تنہا ہوتا ہے بزیادتی یا خہی مستعمل ہوتا ہے اسی قسم مین ہے یلّلی جو اشعجاب کے وقت کہا جاتا ہے یا انسان سے اسکی کسی حالت رغبت یا کراہت مین بالطبع ایسی حرکت صادر ہوتی ہے جس سے یہ صوت پیدا ہوتی ہے جیسے کسی شئے مستکرہ کے تھوکنے کے وقت منہ سے تف کی آواز نکلتی ہے اسی کو عرب تف کے ساتھ اور ہندی تھو کے ساتھ اور اہل فارس تفو اور تف کے ساتھ حکایت کرتے ہین فردوسی رہ کا مشہور شعر ہے جو سپہ سالار لشکر یزدجرد رستم ثانی کے قول کی حکایت ہے **شعر** کہ ملک کیان را کنند آرزو ٭ تفو باد بر چرخ گردان تفو ٭ محسن تاثیر **شعر** آبرو ننگست بھر یکبر دینار یختن ٭ خصم مردانست تف بر کیش این قطا کن ٭ اسی طرح پُف بالضم چراغ کو منہ سے پھونکنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کی حکایت ہے سعید اشرف **شعر** نے ہمین ز اخوان عزیزان شکوہ چون یوسف کنند ٭ شد چراغ ہر کہ روشن در زمانش پُف کنند ٭ اسی قسم مین ہے پہ پہ یعنی جب انسان کسی شئے کی خوبی کے ملاحظہ سے حیرت خیز تعجب مین پڑکر اس کی تحسین کرنا چاہتا ہے بے ساختہ اپنے ہاتھ کو منہ پر آہستہ آہستہ مارتا ہے جس سے پہ پہ کی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے عرب بہ بہ کہتے ہین چنانچہ رضی ابن السکیت سے حکایت کرتے ہین بہ بہ **بمعنے** بخ بخ جیسے ہم لوگ بتصدیر ہمزہ مفتوحہ آ بہ بہ کہتے ہین اسی وجہ سے یہ الفاظ یعنی خہ خہ و پہ پہ و قہقہہ خلاف ضابطہ فارسی ہاے ظاہر مفتوح الماقبل مستعمل ہین یا جانورونکے اٹھانے بٹھلانے یا بلانے یا دا شنے یعنی زجر یا ہلانے یعنی تسکین و رام کرنے یا بھڑکانے یعنی تحریص و تحریش مین ان آوازون کو انسان اپنے منہ سے نکالتا ہے جیسے بُس بضم الباء و سکون السین عرب بکری کے بلانے کے لیئے آواز دیتے ہین اور اسی آواز کو بہ تبدیل باء موحدہ بپاے مثلثہ فارسی بتکرار لفظ یعنی پس پس اہل ہند بلی کے بلانے مین استعمال کرتے ہین اور قُوس بالضم کتے کے دُتکارنے کے لیئے عرب استعمال کرتے ہین چنانچہ رضی مین ہے قوس زجر للکلب بسکون السین وقس دعاء لہ جیسے

ع۵ تُف
یہ لفظ آب سوزان یعنی تھوک کے معنی مین بھی آیا ہے محمد رفیع واعظ قزوینی **شعر** نیست وزدان ایکه پیران از دہان می افکنند تف بر کیش اعتبار این جہان می افکنند ۱۲ منہ

ہندی دُت اور دُرت دُت کہتے کے دتکارنے کے لیئے اور چھُو چھُو با جیم فارسی مخلوط بھا اسکی تحریص
اور بھڑکانے کے لیئے اور ننھے ننھے بچوں کو جو ہنوز تکلم پر قادر نہین انکے زجر و تسکین وغیرہ کے لیئے جو آوازین
دیجاتی ہین وہ بھی اسی قسم مین داخل ہین جیسے کوئی بچہ گندگی وغیرہ مین آلودہ ہونا چاہے عرب قِقَہ بروزن
شفہ کہتے ہین اور ہندی چھیا اسی طرح اسکے زجر کے لیئے عرب کخ کخ اور ہندی اخ اخ کے ساتھ آواز
کرتے ہین اسیطرح بچونکے کھلانے اور ہلانے کے لیئے اعجام تی تی کے ساتھ آواز کرتے ہین مولوی
معنوی **شعر** بہر طفلِ نو پدر تی تی کند ٭ گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کند ٭ خیر یہ تو اسی قسم کی آوازین ہین
جو ترکیب حروف کے تحت مین داخل ہو سکتی ہین مگر بعض ایسی ہین کہ صرف منہ سے ادا کی جا سکتی
ہین قلمبند ہو نہین سکتین یعنی حروف کے ساتھ ترکیب پذیر نہین جیسے گھوڑے وغیرہ کے تسکین کے ساتھ
پانی پینے کے لیئے صفیر یعنی نرم سیٹی دیتے ہین ۔

کلمات تنبیہ بھی اصوات زجریہ ہین

الا و ہلا و ہان و ھا و ہین و ہی دراصل انہین اصوات زجریہ سے ہین جو موضع تنبیہ مین استعمال
کیئے جاتے ہین مگر الا و ہلا و ہی عربی الاصل ہین جو اہل فارس نے اور الفاظ عربیہ کی طرح اپنے کلام
مین استعمال کرلیا ہے اور یہ دو لفظ ہان اور ہین نون کے ساتھ البتہ فارسی ہین علامہ رضی بیان
اسمای اصوات مین فرماتے ہین ھلا لزجر الخیل ای توسعی فی الجری منتہی الارب مین ہے
ای جواد لا یقال لہا ھلا اور ہی بھی زجر خیل کے لیئے مستعمل ہے جیسے ظہوری گھوڑے کی
تعریف مین کہتے ہین **شعر** دم دعوی از برق باوے زند ٭ ز کندیش تند بر وہی زند ٭ طغرا **شعر** بیا
تا برخشِ طرب ہی کنم ٭ سمندِ غم و دہر را پے کنم ٭ غرض یہ کلمات زجریہ جو از قسم اصوات ہین موقع تنبیہ مین
استعمال کیئے گئے ہین دراصل تنبیہ بھی ایک نوع کا زجر ہے امثلہ اور شواہد ان کے بیان کلمات تنبیہ کے
ذیل مین عرض کیئے جائینگے ان شاء اللہ تعالی شانہ اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوی کہ کلمات
تنبیہ مطلقاً اسمای اصوات کی قسم ہین جس کا کچھ بیان ان کلمات تعجب کے ضمن مین کیا گیا مگر کلمات

کلمات تعجب سے ساتھ مح و ذم کے لفظاً و معنیً مناسبت تامہ رکھتے ہین

مح و ذم چونکہ خاص کلمات تعجب کے ساتھ لفظاً و معنیً مناسبت تامہ رکھتے ہین لفظاً جیسے حالت تثنیہ و جمع
و تانیث مین جس طرح افعال تعجب مین تصرف نہین کیا جاتا یعنی احسنا و احسنوا و احسنی
و احسنّ نہین کہتے افعال مح و ذم مین بھی نہین کیا جاتا رضی مین ہے وھی (یعنی افعال تعجب) غیر متصرفة
لمشابہتہا بالانشاء للحروف وھی غیر متصرفة اور دوسری جگہ فرماتے ہین

لانها بجمودها صارت کنعم وبئس خیر یہ مناسبت لفظی زبان عرب کے ساتھ مخصوص ہے
اے افعال التعجب ۱۲
مناسبت معنوی یہ ہے کہ افعال تعجب مدح عام کے لیئے موضوع ہین جیسے اَحْسِنْ بِزَیْدٍ سے مقصود
یہ ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ حسن زید کی تعریف جس طرح چاہو کرو کیا معنی کہ زید مین جس طرح کی خوبیان کہو موجود
ہین چنانچہ کلمات تعجب کے اس مدح عام اور تحسین مطلق کے لیئے ہونے پر محسن تاثیر کا واہ واہ کو تحسین قرار
دینا ایماے لطیف ہوسکتا ہے **شعر** خجل شدیم ز تحسین ہمدمان تاثیر ٭ کہ واہ واہ نمی خواست شعر واہی ما ٭
بوجہ اسی مناسبت کے نحاۃ عرب افعال تعجب کے متصل افعال مدح وذم کو بیان کرتے ہین خیر یہ مناسبتین
زبان فارسی کے ساتھ مخصوص ہون یا نہ ہون مین ان کلمات مدح وذم کو اتباعاً للنحاۃ العرب کلمات تعجب کے
متصل ہی بیان کرتا ہون پھر بعد اسکے کلمات تنبیہ کو بیان کرونگا انشاء اللہ تعالی کس واسطے کہ یہ بھی
اسمای اصوات و اسمای افعال کی نوع سے ہے جیسے کلمات تعجب و کلمات مدح وذم انواع اسمای افعال
سے ہین جس طرح اوپر مذکور ہوا وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

کلمات المدح والذم

کلمات مدح وذم

یہ وہ کلمات ہین جو انشاے مدح وذم کے لیئے موضوع ہین جیسے خوشا و بدا جس طرح عربی مین نعم
وبئس خاقانی **شعر** خوشا درویشیا کو رابود عیش تن آسانی ٭ بدا سلطانیا کو رابود رنج دل آشوبی ٭

۱۵ خوشا جامی رہ شعر خوشا گوش سخن کردن زجامے ٭ بامید حدیث آشنائے ٭

یہ دونون جملے مصدر بکاف انکی صفت ہین جو قائم مقام اپنے موصوف مبتدا ے محذوف کے ہین
پس تاویل اس کی یہ ہے کہ مخصوص بالمدح محذوف درویشی کہ آن رایا دروے عیش تن آسانی بود
مبتدا - خوشا درویشیا اے خوش درویشے ست خبر - اسیطرح سلطانی کہ آن رایا دروے رنج دل آشوبی
بود مخصوص بالذم مبتدا محذوف بدا سلطانیا اے بد سلطانے ست خبر - ضمیر منفصل اوکی ذوالعقول و
غیر ذوالعقول مین استعمال پانیکی تحقیق بیان ضمائر مین گذر چکی اسی طرح عربی مین مبتدای مخصوص وقت
قیام قرینہ حذف کیا جاتا ہے کما قال اللہ عزوجل نعم العبد اے ایوب بقرینہ قصہ حضرت ایوب علی
نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام اور فنعم الماھدون اے نحن بقرینہ سباق قولہ تعالی شانہ والارض
فرشناھا مگر عربی مین نعم وبئس فعل قرار دیئے گئے ہین فارسی مین میرے نزدیک اسمای
افعال قرار دینا بہت مناسب ہے چنانچہ خود عربی مین انکی اسمیت پر (چونکہ وہ مبتدا واقع ہوتے ہین

مخصوص بالمدح محذوف بھی ہوتا ہے

فارسی مین کلمات مدح وذم کو اسمای افعال کہنا مناسب ہے

اور لام ابتدا کو قبول کرتے ہین اور حالت تکبیر و تانیث اور افراد و تثنیہ و جمع مین ایک صورت پر رہتے ہین تصرف پذیر نہین ہوتے جیسے شاعر کہتا ہے **شعر** ہیبا النعم السیدان وجد تما ❊ علے کل حال سحیل و مبرم ❊ بعض اہل نحاۃ کا ظن ہے چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ مین اسکی تصریح کی ہے "وھذہ الاشیاء ھی التی غرت الفراء حتے ظن انہما فی الاصل اسمان ولو کان کذا لم یکن لرفع مابعدھا وجہ الا بتکلف" عربی مین اسم مابعد کا اعراب اس بات کو مانع موجب تکلفات لا یعنی ہے مگر فارسی مین فسرے سے جھگڑا اعراب کا پاک ہے پھر بلا تکلف ان کلمات کو اسمائی افعال قرار دیسکتے ہین اور معنی خوشا کے نیکوست و خوش است و نہایت خوب است کے ہونگے اور بدا کے زشت ست و بدست کے ہونگے جیسے عربی مین معنی نعم الرجل کے رجل فی غایۃ الجودۃ اور نعم الرجل زید کے زید رجل جید وکے لئے جاتے ہین رضی مین ہے "فصار معنے نعم جید فکانہ صفۃ مشبہۃ ویجوز ذلک لکون جمیع الافعال فی المعنے صفات لفاعلہا" اور حبذا عربی لفظ ہے جو فارسی مین بھی مستعمل ہے طغرا رسالہ فردوسیہ مین بعد حمد کے لکھتے ہین "حبذا شہرے کہ اگر شمیم گلستانش بطرف بدخشان وزد آب لعل بوے گلاب گیرد"

حبذا

کلمات التنبیہ

کلمات التنبیہ

الا و ہلا و ہا و ہان و ہین و ہی یہ الفاظ کلمات تنبیہ سے ہین سعدی رح **شعر** الا اے خردمند فرخندہ خوے ❊ ہنرمند نشنیدہ ام عیب جوے ❊ فردوسی **شعر** ہلا تیغ و گوپال ہا برکشید ❊ سپرہاے چینی بسر درکشید ❊ بدر چاچ **شعر** بر شیر خفتہ کہ نہ غافل زراے تست ❊ ہمچو شغال ماذہ صفتہاے میزنی ❊ انوری **شعر** لطف تو ہر ساعتم گوید کہ ہین الاعتذار ❊ قہر تو ہر لحظہ ام گوید کہ ہان الاجتناب یہان ہان اور ہین مین قہر و لطف کا تفرقہ اتفاقی ہے حقیقی نہین - امیر لاہجی **شعر** گفتم کہ سر عشق کنم فاش درجہان ❊ پیر خرد آمد و گفتا کہ ہی خموش ❊ انوری **شعر** خویشتن درنظرت جلوہ ہمی کرد جہان ❊ آسمان گفت کہ رسوا چہ کنی خود را ہی ❊ یہ سینئے جب مین نے ان کلمات کو اسمائی افعال قرار دیا چاہیئے تھا کہ یہ کلمات بحث اسم مین بیان کیئے جاتے مگر چونکہ اکثر فارسی کے قواعد ضبط کرنے والون نے ان کلمات کو حروف ہی قرار دیا ہے اور حروف ہی کی بحث مین مندرج کیا ہے

کلمات تعجب و مدح و ذم و تنبیہ با وجودیکہ اسمای افعال ہین پھر بھی بحث حروف مین مندرج کرنے کی وجہ

متلاشی ان مباحث کا ان کو اسی بحث مین تلاش کرے گا مین نے طالب کی سہولت اور آسانی کے خیال سے سامحۃً ان کلمات کو بحث حروف مین درج کردیا۔

حروف الایجاب

نعم و بلے و آرے یہ حروف ایجاب ہین ان مین سے نعم عربی الاصل ہے جو فارسی مین بھی مستعمل ہے۔ اسی طرح بلے بھی عربی الاصل بلی کا امالہ معلوم ہوتا ہے جیسے لاکن عربی کو اہل فارس امالہ کے ساتھ لیکن کہتے ہین مگر فارسی مین بغیر امالہ الف کے ساتھ مستعمل نہین بوجہ انحاص تصرف کے آرے کی طرح کلمہ فارسی کا شمار کیا جاتا ہے غرض یہ کلمات منجملہ حروف ایجاب ہین یعنی یہ وہ حروف ہین کہ جملہ ماسبق کے اثبات و تصدیق و تقریر و تحقیق کے لیے لائے جاتے ہین اس کے دو حال ہین یا تو وہ بلا تصرف اثبات قولِ ماسبق کرتا ہے یعنے جملہ ماسبق کو محقق و مقرر کر دیتا ہے اور جملہ ماسبق خواہ مثبت ہو خواہ منفی۔ مثبت جیسے جدال سعدی مین محاکمہ قاضی کا بیان کیا گیا ہی **نثر** اے کہ گفتی توانگران مشتغلند بمناہی و مست ملاہی نعم طائفہ ہستند برین صفت کہ بیان کردی الخ جامی **نظم** زخوابے بند ہا بر کارش افتاد ٭ خیالے آمد و آن بند بکشاد ٭ بلے ہر جا نشاطے یا ملالے ست ٭ بگیتی در زخوابے یا خیالے ست ٭ **شعر** گویند لعل سنگ شود در مقام صبر ٭ آرے شود ولیک بخون جگر شود ٭ یہ امثلہ جملہ ماسبق مثبتہ کی تھین منفی کو اسی پر قیاس کر لے سکتے ہین یا یہ اثبات و تحقیق ازالہ نفی ماسبق کو لازم آجائے سعدی رح **نثر** گفت تو آن نیستی کہ پدرم ترا از قید فرنگ بدہ دینار خرید گفتم بلے بدہ دینار خرید و بصد دینار بدست تو گرفتار کرد۔ یہ بات عربی مین بلی کے ساتھ مخصوص سمجھی گئی ہے کما قال اللہ تعالے و تبارک اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی اسی وجہ سے اسکا استعمال تصدیق ایجاب یعنی غیر منفی مین جیسے اَقَامَ زَیْدٌ جواب مین بلی قَامَ زَیْدٌ کہا جائے اور جیسے بخاری شریف کی کتاب الایمان مین عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے قال بینما رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مضیف ظھرہ الی قبۃ من ادم یمان اذ قال لاصحابہ اترضون ان تکونوا ربع اھل الجنۃ قالوا بلی الحدیث چنانچہ یہی واقعہ کتاب الرقاق باب کیف الحشر مین عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے عن

حروف الایجاب

تعریف حروف ایجاب

نظامی رح

بلے کا استعمال تصدیق ایجاب مین شاذ ہے ۱۲

عبد اللہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبۃ فقال اترضون ان تکونوا ربع اہل الجنۃ قلنا نعم الحدیث اور اس مثال مین شعر وقد بعدت بالوصل بینی وبینہا ؛ بلی ان من زار القبور لیبعدا ؛ شاہد بتلایا جاتا ہے اور بعض ائمہ نحاۃ نے اس شعر مین بلی کو بل اضرابیہ کا مزید علیہ قرار دیا ہے جس طرح بعض جگہ نعم بلی کی طرح اثبات ماسبق بازالۃ النفی مین مستعمل ہے شاعر کہتا ہے شعر الیس اللیل یجمع ام عمرو ؛ وایانا فذاک بنا تدان نعم وتری الہلال کما اراہ ؛ ویعلوہا النہار کما علانی ؛ اے ان اللیل یجمع ام عمرو وایانا نعم۔ فارسی مین یہ سب باریکیان نہین ہین دونون قسمون مین اسکا استعمال برابر ہے جس طرح امثلہ سے ہویدا ہے اور یہ کلمات جیسے صدر کلام مین آتے ہین وسط مین بھی استعمال پاتے ہین شعر زخم دندان خوش نما کردان لب پر خندہ را ؛ قیمت افزون می شود آرے عقیق کندہ را ؛ بقصد تاکید مکرر بھی لائے جاتے ہین امیر خسرو شعر خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی میکند ؛ آرے آرے می کنم با خلق وعالم کار نیست ؛ واللہ تعالی اعلم بالصواب ؛

فارسی مین نعم اور بلی کے استعمال مین فرق نہین ... حروف ایجاب وسط کلام مین داخل ہوتے ہین۔ تاکید حروف ایجاب بقصد کی تکرار

الحروف العاطفہ

حروف عاطفہ کا بیان

واو و با و تا و ہم و نیز و پس و باز و کہ و نہ و یا و اگر و خواہ یہ حروف عاطفہ ہین جو معطوف و معطوف علیہ کے درمیان واقع ہوتے ہین اور انکو ایک حکم مین کر دیتے ہین ان مین سے آٹھ حروف مطلق جمع کے لیئے استعمال کیئے جاتے ہین خواہ باترتیب ہو خواہ بلا ترتیب یعنی چند اشیاء سے ایک شے کو لا علی التعیین بیان کرنے کے لیئے نہ ہو۔ اور معطوف ومعطوف علیہ کا تعلق اپنے فعل کے ساتھ خواہ ایک ہی زمانہ اور ایک ہی مکان مین ہو خواہ جدے جدے۔

ان مین سے واو مطلق جمع کے لیئے بلا لحاظ ترتیب استعمال کیا جاتا ہے۔ بلکہ جہان ترتیب محال ہو مستعمل ہوتا ہی جیسے زید وعمرو دونون نے ملکر ایک غلام خریدا تو کہہ سکتے ہین کہ این غلام زید وعمر وست اسی طرح زید وعمرو دونون نے کسی مسئلہ مین بحث کی تو کہہ سکتے ہین کہ زید وعمر مباحثہ کردند یہان ترتیب مستحیل ہے بلکہ کلام عرب مین اس قسم کی مثالین بھی موجود ہین جو کہ باعتبار ترتیب معطوف علیہ سے معطوف کا پہلے ہونا ضرور ہے جیسے کلام مجید مین سورہ آل عمران کے چوتھے رکوع مین یہ آیت شریف ہے یا مریم اقنتی

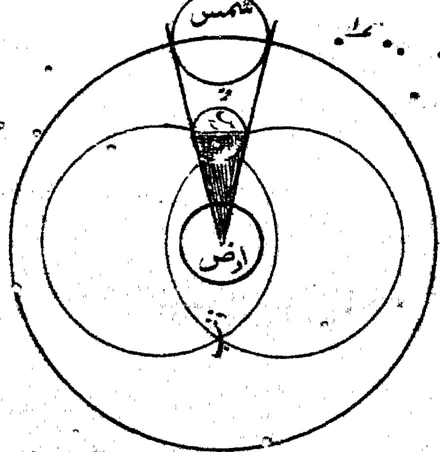
بیان واو عاطفہ جو مطلق جمع کیلئے بلا لحاظ ترتیب موضوع ہے

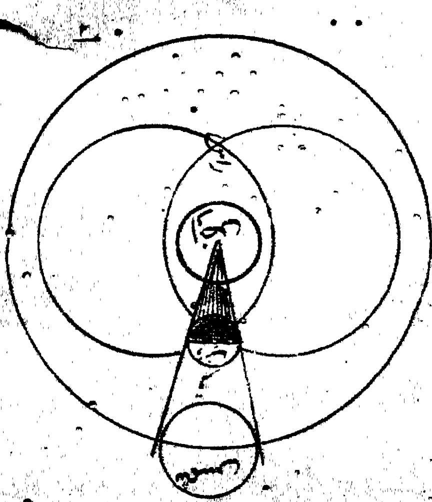
لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ۔ اور بخاری شریف کے باب الجنب یتوضا ثُمَّ ینام مین عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے انہ قال ذکر عمر بن الخطاب لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ یصیبہ الجنابۃ من اللیل فقال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم توضأ واغسل ذکرک ثم نم حالانکہ باعتبار ترتیب رکوع پہلے اور سجدہ بعد مین اور اسیطرح غسل ذکر پہلے اور وضو بعد ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔

اسیطرح معطوف و معطوف علیہ کے ساتھ جو انتساب و تعلق فعل کا ہے ایک زمانہ اور ایک مکان مین ہونا شرط نہین یعنی انتساب و تعلق فعل کا معطوف علیہ کے ساتھ کسی زمانہ مین اور مکان مین ہو اور معطوف کے ساتھ کسی اور زمانہ و مکان مین ہو ایسے موقع مین واو عاطفہ استعمال کر سکتے ہین جیسے **شعر** مہر و مہ چون فرو برد تنین ۔ دست برجز کہ خیر ناز سے ہین ۔ اسواسطے کہ مہر و مہ ایک وقت ایک ساعت مین نہین گھنتے ۔ میرے مکرم آپنے اس شعر مین چند امور دریافت فرمائے ہین ۔ اول یہ کہ چاند سورج کے گھنے کو اژدر کے نگلنے کے ساتھ تعبیر کیا ۔ دوسرا یہ کہ سوائے کار خیر کے ہر کام سے باز رہنے کو فرمایا حالانکہ کسوف و خسوف موضع خاص مین شمس و قمر کے اجتماع و تقابل سے پیدا ہوتا ہے پھر اس مین اژدہے کا نگلنا کیسا اور خوف کی کیا بات ہے ۔ اگرچہ یہ مسئلہ علم ہیأت سے تعلق رکھتا ہے اور نظم الفاظ شعر بھی غیر فصیح ہین مگر اس شعر کو حسن تقریب سے شاہد مدعا بنلائے جانے کو غنیمت سمجھکر آپ کے شبہات کا جواب مختصر سا عرض کرتا ہون تا طلبہ فارسی خوان کو جو ان اعتراضون کو لاجواب سمجھے ہوئے ہین فی الجملہ آگہی ہو جاے پہلے اس بات کو آپ جان لین کہ قمر فی نفسہ مظلم ہے رنگ اسکا کمدا اور ارزق ہے وہ کثیف الجرم بھی ہے جسکی وجہ سے کوئی شے اس کے اوٹ مین آجائے یعنی کسیکے درمیان وہ حائل ہو جائے وہ شئے اسکی کثافت کی وجہ سے ہماری نظر سے چھپ جائیگی مگر ساتھ ہی اسکے وہ اس قابل بھی ہے کہ اگر کوئی چیز کثیف الجرم اس کے اور شمس کے درمیان حائل نہ ہو تو وہ ضیاء شمس سے مستضی ہو جاتا ہے اور مقدار اس استضا کی ہمیشہ نصف سے کچھ کلتی ہوئی ہوگی اسواسطے کہ یہ بات اپنے محل اور موضع مین دلیل سے ثابت ہے کہ ایک بڑا کرہ روشن اپنے سے خرد کرہ غیر روشن پر بتقدیر محاذات روشنی ڈالے تو یہ روشنی اس چھوٹے کرہ پر نصف سے زیادہ مین پھیلے گی باقی حصہ کرہ خرد کا مظلم اور تاریک ہی رہیگا پس حالت اجتماع شمس و قمر مین قمر کا رخ مظلم ہماری جانب ہوگا یہی محاق اور اماس ہے اور جب

ہلال اور بدر اور ... اور خسوف کی ...

قمر شمس کے ساتھ کی اجتماعی حالت کو چھوڑتا جاتا ہے یعنی شمس سے ہٹتا جاتا ہے یہان تک کہ بارہ جز
یا کچھ کم زیادہ شمس سے قمر ہٹ گیا تو اُس قمر کا رُخ سیتنیر جو ہم سے چھپا ہوا تھا ہماری جانب ایک نعتد بہ میل
کھائیگا تو اسی قدر کنارہ ہمکو چمکتا ہوا نظر آئیگا بس یہی ہلال ہے اور جیسے جیسے آفتاب سے ماہ کو دوری
ہوتی جائیگی یہ میل بھی بڑہتا جائیگا اس کا حصہ نورانی بھی بڑھتا جائیگا یعنی اُسکی تنویر بھی بڑھتی جائیگی......
یہانتک کہ جب پورا مقابل یعنی کمال بعید شمس سے ہو جاے یعنی ہم ایک طرف اُفق شرقی پر قمر کو اور ایکطرف
اُفق غربی پر شمس کو دیکھین اسکا کمال تزاید تمام میل انتہا کا بعید ہی ہوگا قمر کی اس حالت کو بدر کہتے ہین
اور بدر باعتبار اشتقاق لفظی مبادرت کو بتلاتا ہے کیا معنی کہ اس دن قمر بخلاف اور دنونکے غروب
آفتاب سے پہلے طلوع کرنے مین مبادرت کرتا ہے یہانتک کہ آفتاب ادھر غروب ہوا نہین کہ یہ نکل
کھڑا ہوتا ہے پھر بعد اس مقابلہ کے جیسے جیسے تدریجی تزاید حاصل کرتا بدر بنا تھا ویسے ہی منحرف اور
آفتاب کے قریب ہونے لگتا ہے تو برعکس صورت اولی اُسکا انمحاق نور بھی ہوتا جاتا ہے ظلام و تاریکی
بھی بڑہتی جاتی ہے یہانتک کہ پھر اجتماع واقع ہوتا ہے اسیطرح قیامت تک یہ سلسلہ قائم رہیگا
اور ایک اجتماع سے دوسرے اجتماع تک اُنتیس [۲۹] دن بارہ [۱۲] گھنٹے چوالیس [۴۴] منٹ تین [۳] سکنڈ کی مدت
صرف ہوتی ہے اور اسی اجتماع اور تقابل مین خسوف اور کسوف ہوتا ہی یعنی چاند اور سورج گھنتے ہین چونکہ منطقۃ البروج
اور منطقہ فلک مائل قمر ہم سطح نہین ہین ہر مقابلہ مین خسوف اور ہر اجتماع مین کسوف نیرین کا نہین ہوتا ورنہ
ہر مہینے چاند سورج گھنتے رہتے بلکہ اکثر انکے درمیان چھ مہینونکا فرق پڑتا ہے ہان ہر کسوف کیلئے اجتماع
شرط ہے اور ہر خسوف کیلئے تقابل ضروری ہی مگر یہ اجتماع نیرین اکثر مین یعنی شمس و قمر راس یا ذنب مین
اس وضع پر واقع ہو کہ قمر ضیاے شمس کا بالکلیہ حائل ہو جاے **ہکذا:**





ملاحظہ فرمائیے شکل ۱ مین اجتماع عین راس مین واقع ہوا ہے اور شکل ۲ مین عین ذنب مین اور اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ سورج گرہن مین زمین پر سے آپکی نظر قرص قمر پر پڑتی ہے اور جو نگین آئینون یا پانی وغیرہ کے وسیلے جو حصہ غیر مستضی مرئی ہوتا ہے وہ قمر ہے نہ شمس غرض اس صورت مین کہ قمر عین راس یا ذنب مین ہو سکے ساتھ یہ بھی ہو کہ قمر اپنے کمال حضیض مین ہو تو اس وقت قطر سایہ قمر کا جہان آفتاب بکل الاجزا مستور اور چھپا ہوا ہے ایک سو اسی میل ہوتا ہے اور قمر بوجہ اپنے کمال سرعت بریدی کے اس مسافت کو جو ایکسو اسی میل ہے ساڑھے چار منٹ مین طے کر جاتا ہے تو کمال کسوف زمین کی سطح پر کسی جگہ ساڑھے چار منٹ سے زیادہ نہین رہ سکتا یا بکل الاجزا یعنی تمام و کمال حائل نہو یعنی پورا پورا نہو کچھ حصہ آفتاب کا کھلا بھی رہ جاے تو اسیقدر کھلا ہوا حصہ آفتاب کا رائی کو مبصر و مرئی ہوگا۔ کمال اور نقصان اس گرہن کا شمس و قمر کے مرکزون کے ایک خط ایک سیدہ مین واقع ہونے سے ہوتا ہے یعنی شمس و قمر اس طرح جمع پڑین کہ خط نظر چشم ناظر سے سیدھا ان دونون کے درمیان سے نفوذ کرتا چلا جاے اور ان کے قطر بحسب رویت برابر بھی ہون یعنی قطر قمر کا قطر شمس سے بحسب رویت کم بھی نہو کیا معنی کہ ایک خط مستقیم آفتاب اور ماہتاب کے شرقی کنارون سے مس کرتا زمین تک اور اسی طرح انکے غربی کنارون سے ملا ہوا زمین تک پہونچ سکے پس ان دونون خطوط کے درمیان قمر کا تاریک سایہ الٹے مخروط کی شکل مین زمین پر پڑیگا اس جگہ کے رہنے والونکے لئے چاند آفتاب کا حجاب بنا رہیگا اگر چاند زمین سے بہت دور ہوتا اور آفتاب اسی جگہ تو زمین اس مخروط واژون سایہ کے قاعدہ سے دور تر راس مخروط کے قریب ہوتی تو سایہ تاریک قمر کا زمین پر پہونچنے سے پہلے ختم ہو جاتا پھر تمام روے زمین پر کہین سے بھی کسوف تام مرئی نہ ہوتا اور جو لوگ اس راس مخروط کے نیچے ہوتے آفتاب کے کنارہ کو ایک حلقہ نورانی دیکھتے اور اگر زیادہ قریب ہوتا زمین قاعدہ مخروط کے قریب ہوتی تو زمین کا بہت بڑا حصہ قمر کے تاریک مخروطی سایہ مین چھپ جاتا اور جہانتک یہ تاریک سایہ ہوتا وہان تک کسوف کامل اس جگہ کے باشندون کو نمایان ہوتا۔

ایسے ہی تقابل راس یا ذنب مین بتمامہ ہو کیا معنی کہ جب چاند آفتاب سے کمال بعد پر ہوگا اس کو آفتاب سے پورا پورا تقابل نہین ہوگا اور یہ پورا تقابل اگر عین راس یا ذنب مین واقع ہو زمین ان نیرین کے درمیان ایسی حائل ہوگی کہ جرم قمر اسکے سیدھے مخروطی سایہ مین بالکل چھپ جائیگا اسلئے شمس

اس تک کسی حال مین پہونچ نہ سکینگی ۔ ھکذا

شکل اول مین تقابل راس مین ہوا ہے اور شکل ثانی مین تقابل ذنب مین غرض ہر حال مین زمین کے
مخروطی سایہ کے اندر چاند آجانے سے آفتاب کے اشعہ اُس تک نہین پہونچین وہ بے نور کا بے نور
رہ گیا جو اس کی اصلی حالت ہے یا تقابل عین راس و ذنب مین نہ ہو تو صرف قدر حیلولت نامرئی
رہیگا یعنی اتنا ہی حصہ چاند کا بے نور رہیگا ۔ اور ذرا واضح طور پر عرض کرتا ہون آپ جانتے ہین قمر اپنی
گردش اجتماعی مین قدر انمحاق صرف مستضی نہین ہوتا اپنی ذاتی اصلی حالت پر فقط بے نور رہ جاتا ہے
یہ نہین کہ جتنا حصہ عدیم النور رہتا ہی معدوم الذات بھی ہوتا ہے کیا معنی کہ عدم تنور کو عدم ذات لازم نہین
ورنہ یہ بات لازم آئیگی کہ چاند ہر ماہ مین عدم سے وجود مین آتا ہے یعنی ہر ماہ ایک نیا قمر خلق ہوتا ہے
یہ مشاہدہ اور معاینہ کے خلاف ہے تو ظاہر البطلان ہے پس معلوم ہوا کہ جب چاند آفتاب کے ساتھ
اسطرح مجتمع ہو کہ ہماری نگاہ کے رخ چاند آفتاب کے اشعہ منعکسہ کے اقبال سے قاصر ہو تو ہماری آنکھون
کے سامنے چاند کی بے نور مسلوب الضیا بالکلیہ صرف اپنی اصلی کمودت پر رہ جائیگی یہ اجتماع راس
یا ذنب مین واقع ہوگا اسی کو کسوف یعنی سورج گرہن کہتے ہین اور یہ بات کہ چاند اپنی کمودت
و ظلام اصلی کی وجہ سے بے نور ہو کر مرئی نہ ہونا چاہیئے تھا اسواسطے کہ اس قدر رویت کیلئے بھی
فی الجملہ روشنی کی ضرورت ہے کیا معنی کہ یہ امر علم مناظرہ مین مبرہن ہے کہ رویت مین نور داخلی
یعنی بینائی اور نور خارجی یعنی روشنی خواہ نوری ہو خواہ ناری واسطہ اور سفیر ہین تو جسطرح ناظر و رائی
کو بلا نور چشم (یعنی بینائی) منظورات مدرک نہین ہوتے اسیطرح بغیر روشنی اور اُجالے کے بھی

مبصرات دریافت ہونہین سکتے غرض دونون نور داخلی وخارجی ملکر سفیر رویت اور واسطۃ النظر فی المنظورات ہوتے ہین ورنہ اندھا بھی بینا کی طرح ہر چیز کو جو روشن ہو دیکھ لیتا اور بینا ظلمات مین بھی ادراک جمیع مبصرات کرتا یہ خلاف مشاہدہ ہے اس کا بطلان محتاج برہان نہین پس کسوف شمس مین قمر کو اگرچہ تاریک ومظلم ہے بدولت اُن اشعۂ مزلقہ شمسیہ کے جو قمر کے اس حصہ پر پڑتے ہین جو شمس کے محاذی ہے اور چونکہ قمر کروی الشکل صیقل الجرم ہے وہ پھسلتی ہوئی شعاعین قمر کے اُس حصہ پر (جو ہمارے محاذات مین ہے) پھیل جاتی ہین تو فقط اُتنے اُجالے کی بدولت یہ سیاہ ٹکیہ بھی ایک رنگ مرئی ہوتی ہے جیسے دن مین دھوپ جب مکان کے صحن مین ہوتی ہے مگر اس سے اچٹتی ہوئی روشنی کی بدولت آپ کے کمرے مین بھی اُجالا رہتا ہے شب تاریک کی طرح کمرہ تاریک نہین رہتا اسی طرح قرص قمر کا اپنے خسوف تام مین مرئی ہونا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہوا کرۂ زمین کے گرداگرد سینتالیس میل کے دل مین زمین کو گھیر ہوئے ہے جب اشعۂ شمسیہ اس ہوائی محیط پر پڑتی ہین وہین سے کج ہوکر جانب بالا اُچٹتے ہوئے سایہ زمین کے ساتھ ملکر قمر منخسف پر پڑتی ہین اسی سبب سے اگرچہ خسوف تام ہو ماہ منخسف تانبے کی شکل دکھائی دیتا ہے غرض اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اجتماع مین قمر کا ایک حصہ نصف سے کچھ زیادہ روشن رہتا ہے تو کسوف کا کسی جگہ ہونا اور کہین نہ ہونا ممکن ہے اور زمین کا مخروطی سایہ تمام قمر کو اپنی تاریکی مین گھیر لیتا ہے یعنی بے نور کردیتا ہے تو اس زمین کے کسی موضع مین خسوف کا واقع ہونا اور کہین نہ ہونا ممکن نہین خیر یہ بات تو طے ہوگئی دوسرے آپکے شبہات کے جواب باقی رہے ایک شبہ تو یہ کہ کسوف و خسوف کی یہ حقیقت تھی جو مجملاً مذکور ہوئی پھر اسکو فرو بردن تنین یعنی اژدہے کے نگلنے کے ساتھ تعبیر کرنیکی وجہ یہ ہے کہ منطقۂ فلک مائل قمر اور منطقۂ فلک ممثل کے موضع تقاطع کو جو شمالی ہے راس اور جنوبی کو ذنب کہتے ہین یعنی سر و دم تنین کیا معنی کہ دونون منطقون کے دو نصف حصون کے درمیان قریب کے جانب سے عندالوہم ایک اژدہے کی شکل متشکل ہوتی ہے یہ دونون موضع تقاطع کے اسکے سر اور دم متصور ہوتے ہین چنانچہ شارح چغمینی فرماتے ہین لانھم شبھوا الشکل الحادث بین نصفی المائل والممثل من الجانب الاقرب بالتنین فیکون احدی العقدتین راسا والاخری ذنبا غرض قمر کے عقدۂ راس مین آنے کو تنین کے نگلنے کی اول حالت سمجھنی چاہیئے اور عقدۂ ذنب مین ہونے کو آخر حالت جیسے غذا اسفل معدہ مین منحدر ہونے کے ہوتی ہے تصور کرنی چاہیئے غرض جیسے تنین کی

کسوف و خسوف کی حقیقت یہ تھی جو بیان ہوئی پھر اژدہے کے نگلنے کے ساتھ کیون تعبیر کرتے ہین۔

شکل واہمہ نے گھڑلی ہے اسیطرح ان عقدون مین سیارہ کے داخل ہونے کو اسلئے نکلنے کا تصور باندھ لئے سکتے ہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرا وہ شبہ کہ جب کسوف و خسوف کی یہ حقیقت ہے تو خواہ مخواہ ان اوقات سے ڈرانا معظلات اور مہمات سے تصور کرنا چنانچہ شارع علیہ الصلوۃ والسلام کا نماز و دعا صدقات کے لیئے ارشاد فرمانا کس لیئے ہے تو مختصر عرض کرتا ہون ملاحظہ فرمائین ہر فاعل کے لیئے مفعول پر شرف دیا گیا ہے سبب شرف و عزت وہی فاعلیت ہے لیعنی ذات فاعل مین شرف و عزت وصف فاعلیت کی بدولت ہوا کرتا ہے اسی کی کوئی خصوصیت نہین ہر موصوف ذی شرف مین وصف ہی سے شرف ہے تو مدار عزت و شرف صفت کو کہنا چاہیئے مثلاً سلطان اور حاکم کا اپنی رعیت اور محکوم پر شرف بین ہے وہ اس وجہ سے نہین کہ وہ ایک شخص من الاشخاص ہے بلکہ اسکی وصف حکومت اور سلطنت یعنی غلبہ نے اسکو سب پر شرف دے رکھا ہے اگر کسی جگہ اسکے غلبہ مین فتور اسکے احکام کے انفاذ مین قصور پڑجاے اور اس کی سلطنت کی دست درازی حکومت کی قادر اندازی کسی عائق و مانع کی وجہ سے کہین پر رک جاے جتنی دیر کے لیئے اور جن جن اقوام کے لیئے مسلوب الوصف ہے مسلوب الشرف والعزۃ بھی ہوگا کس واسطے کہ حاکم کے شرف و عزت کا سبب حکومت یعنی اسکا انفاذ حکم ہی ہے اگر پادشاہ تخت حکومت پر جلوس فرما ہو حسب دستور اپنے فرامین کا اجرا و انفاذ طلب کرے ایسے وقت کوئی امر اسکے حکم کو نفوذ و جریان سے روک دے اور اس حاکم کو مجبوراً اس عائق سے الٹا اثر پذیر ہونا بھی پڑے تو اسوقت اس حاکم کو مسلوب الحکم نہ کہئے تو اور کیا کہئیگا معہذا یہ ادبار اگر کسی بڑے سے بڑے مقبل پر آپڑتے تو بہت بڑے خوف اور عبرت کا مقام ہوگا مارے دہشت کے اپنی اپنی خیر منانی پڑجائیگی اس سے جو کوئی بڑا پادشاہ اعلیٰ حاکم ہوگا اسکی پناہ ڈھونڈھی جائیگی۔ پس اب آپ خیال فرمائیے مثلاً پادشاہ اختران نیر خاوران عین اجلاس مین یعنی دن کے وقت جو اس کے اجلاس کا زمانہ ہے اپنے محکوم و رعیت لیعنی زمین و زمانیون پر اجرای حکم و انفاذ فرمان جیسے تنویر عالم تلوین فلزات تجلیۂ معدنیات تصویر ما فی الارحام سے (جن امور پر احکم الحاکمین سے اس کو قدرت ملی ہے) کسی وجہ سے تھوڑی ہی دیر کے لیئے سہی وہ عاجز آنے یعنی اس سے یہ اقتدارات چھن جائین العظمۃ للہ کیسے خوف اور دہشت کا وقت ہے اسی وجہ سے اس وقت حاملہ عورتو نکے خور و نوش مین احتیاط اور عام طور پر کھانے پینے کا پرہیز کیا جاتا ہے انسان ہی کی

کسوف و خسوف ایک ضروری اجتماع و تقابل شمس و قمر سے ہوتا ہے پھر شارع علیہ السلام والصلوۃ اس کے کیون خوف والے ہین ان اوقات مین کاہے کو دعبادات کی کس لیے ہدایت فرماتے ہین

کوئی خصوصیت نہین لکڑی پتھر اناج ہوں جس جس پر اسکا حکم اور اسکی اصلاح تھی سوء تدبیر سے برا اثر پڑتا ہے یہ بات کچھ خلاف توحید نہین آپ دیکھتے ہین آگ کی ممارست سے گرمی بڑھیگی اور پانی کی مجاورت سے سردی بخش ہوگی اور جس جگہ مثلاً گرمی کی ضرورت تھی بر وقت وہ گرمی وہان نہ پہونچی مزاج اُس شے کا فاسد ہوگا اوران مین صفت گرمی و سردی کی ذاتی نہین مستعار ہے موثر حقیقی بحکم یا نار کونی بردا و سلاماً الے امر احکم الحاکمین ہے ہان اگر کسی نے انہین کو موثر حقیقی بتلایا البتہ خلاف توحید ہوگا۔ اسیطرح جب سلطان انجم کا تسلط اُسکی زمین اور زمینوں پر سے اُٹھ جاوے بہت سی قباحتین اور کئی قسم کے فساد اتنی ہی دیر مین اسکے لشکر نے سفر مین پیدا ہو جاے کیا بعید ہے اب بجز اسکے کہ ہم اپنی اپنی خیر منا مین اُس احکم الحاکمین الملک المقتدر کو (جس نے اسکو بہت قلیل عرصہ کے لئے بسہی عزل کر دیا ہے) دعا و صدقات سے راضی کرین اور کیا کیا جاے۔ ایک معمولی ضروری بات سمجھکر نے خوف ہو جانا بے وقوفی ہے شقاوت ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ شانہ یعنی ایسی بڑی مخلوق باری عز اسمہ جس سے ایک عالم فیض یاب ہے جب اُن پر صورت عتاب ہے تو ان کے پرستش کنندگان وغیرہم کو نہایت عبرت کی جگہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

واضح ہو کہ یہ اجتماع و اشتراک (جو واو عاطفہ کی وجہ سے ہوتا ہے) کبھی عطف چند اسموں کا کسی ایک فعل مین ہوگا جیسے احمد و محمود و حامد آمدند یعنی حصول صرف مجیئت کا ان تین شخصوں سے ہوا۔ کبھی عطف چند فعلون کا ایک اسم مین جیسے زید آمد و نان خورد و برفت یعنی حصول آنے اور روٹی کھانے اور جانے کا صرف زید سے ہوا۔ کبھی عطف حصول چند جملوں کے مضمون کا (خواہ اسمیہ ہون خواہ فعلیہ) جمع کیا جاتا ہے جیسے احمد آمد و محمود بنشست و حامد برفت یعنی آمدن احمد و نشستن محمود و رفتن حامد کا حصول بذریعہ واو عاطفہ کے جمع کیا گیا ہے۔ اور یہ واو زائد بھی ہوتا ہے یہان زائد سے میری یہ مراد ہے کہ اگر وہ لفظاً حذف کر دیا جاے معنی ویسے کے ویسے بنے رہین۔ بلکہ اسکے لئے معطوف علیہ تکلف تاویل حاصل کیا جاتا ہے خواجہ جمال الدین سلمان کا شعر ہے **شعر** ملجا من در شاہ است و للہ الحمد ٭ کہ مرا بخت بدین ملجا و ماوا آورد ٭ اور یہ اکثر دوسری نوع کے حروف عاطفہ اور لیکن اور اس کے مخففات کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے فردوسی **شعر** بہ بینیم تا اسپ اسفندیار ٭ سوے خانہ آید ہمی بے سوار ٭ و یا بارۂ رستم جنگجو ٭

یہان واو عاطفہ تردیدیہ کے ساتھ ہے

با خویشتن بے خداوند روے ٭ نظامی **شعر** وگر خدمت شاہ را در خور است ٭ مرا ہم خداوند ہم خواہر است ٭

یہان واو ہم عاطفہ کے ساتھ ہے

کبھی چند اسموں کا کسی ایک فعل مین جمع ہونا

کبھی چند فعل ایک اسم مین جمع ہوتے ہین

کبھی مضمون چند جملوں کا

کبھی واو عاطفہ زائدہ

ولہ نہ علمے کہ آن درازل راندہ * نگردد قلم زانچہ گرداندہ * ولیکن بخواہش من حکم کش * کنم زین سخنہا دل خویش خوش * اور محاورہ عرب بھی اسیطرح ہے چنانچہ اس آیت شریف مین فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ وَنَادَیْنَاہُ اَنْ یَّااِبْرَاھِیْمُ سبع معلقہ کے پہلے قصیدہ مین یعنی امرء القیس کے اس شعر مین شعر فَلَمَّا اَجَزْنَا سَاحَۃَ الْحَیِّ وَانْتَحٰی * بِنَا بَطْنُ خَبْتٍ ذِیْ حِقَافٍ عَقَنْقَلٖ * اخفش یعنی آئمہ کوفہ کے نزدیک ان امثلہ مین واو زائد ہے کیا معنی کہ وہ خواہ مخواہ کے تکلفات کو پسند نہین کرتے ۔ آیہ مجیدہ مین وَنَادَیْنَاہُ کو جواب فَلَمَّا اَسْلَمَا الخ کا قرار دیتے ہین اور شعر امرء القیس مین وَانْتَحٰی بِنَا کو جواب فَلَمَّا اَجَزْنَا الخ کا اور یہ بات مسلمات سے ہے کہ لَمَّا کے جواب مین واو کا کچھ کام نہین ہے خواہی نخواہی اس کو بجز زائدہ کہنے کے گریز نہ ہوگا ۔ مگر بصریون کے نزدیک حرف کو حشو اور زائد قرار دینا پسند نہین جہانتک ممکن ہو تاویل کرتے ہین چنانچہ امثلۂ مذکورہ مین جواب لَمَّا کا محذوف مانتے ہین یعنی آیت کریمہ مین اتنا مقدر جانتے ہین فَلَمَّا اسلما وتلہ للجبین ونادیناہ ان یا ابراہیم الایہ کان ما کان مما ینطق بہ الحال ولا یحیط بہ الوصف من استبشارہما واغتباطہما وحمدہما للہ رب العالمین اور شعر مذکور مین جواب لما اجزنا اسکے بعد کا شعر ہصرت بفودی راسہا فتمایلت * علی ہضیم الکشح ریا المخلخل * قرار دیتے ہین واللہ تعالی اعلم بالصواب اور کبھی یہ واو عاطفہ حذف بھی کیا جاتا ہے سعدیؒ شعر اسیر بند شکم را دو شب نگیرد خواب * شبے ز معدہ سنگی شبے ز دلتنگی * اے وشبے ز دلتنگی ۔ اسی طرح یہ شعر قربان شوم ترا کہ بدانستہ ہنوز * اخلاص من محبت من اعتقاد من * حافظؒ شعر جور یکہ از تو دیدم درو یکہ از تو بردم * گر شمہ بدانی شاید کہ رحمت آری اے و درو یکہ از تو بردم ۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہان مراد ہماری حذف سے حذف لفظاً ہے نہ معنیً یعنی یہان عاطفہ اگرچہ لفظون مین نہین ہے مگر معنون مین مقدر مانا جائیگا اور یہ اس صورت مین ہوتا ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف مین کوئی وجہ جامع یعنی ان مین کچھ مناسبت اور علاقہ ایسا ہو جس سے معطوف معطوف علیہ کے ساتھ ایک حکم مین شریک کر دیا جائے اگر ان مین یہ وجہ جامع نہ پائی جائے یا در صورت عطف ایہام خلاف مقصود کا ہو تو واو عاطفہ تقدیراً بھی مانا نہ جائیگا جیسے اس مصرع مین امیر خسروؒ ع بوسہ گر فتم از لبش * یک دو سہ چار پنج شش * اگر یہان عطف کے ساتھ یک و دو و سہ و چار و پنج و شش کہا جاتا تو موہم جمع کا ہوتا اس سے تعیین عدد یعنی بست و یک مراد ہوتی سو یہ خلاف مقصود قائل ہے

بخلاف شعر مشہور "نہ اندر نہ آمد سہ اندر چہار" مین واو عاطفہ مقدر ہے اب یہ نہ اندر نہ آمد وسہ اندر چہار کیا معنی کہ نہ در نہ وسہ در چہار ان دونون کے حاصلضرب کا مجموعہ یعنی نو د۹۳ و سہ مقصود ہے چنانچہ بیان دلالت مین مذکور ہوا اصطلاح علم معانی مین اس ترک عطف کو فصل اور عطف کرنے کو وصل کہتے ہین اس کی زیادہ تفصیل فن بلاغت کا منصب ہے ۔ اور یہ بھی سن لیجیے کہ اس واو عاطفہ کو اسی طرح ساکن رکھکر اس کے حرف ماقبل کو بمحاورت و مناسبت واو ضمہ دیا جاتا ہے اور اس ضمہ کو کبھی اشباع اور نیز کبھی بے اشباع کے ساتھ پڑھتے ہین وہ حرف ماقبل سوا ہاے مختفی کے خواہ حرف علت ہو یا غیر اول جیسے حافظ شعر غنیمت دان می وخور در گلستان ، کہ گل تا ہفتۂ دیگر نباشد ، ثانی جیسے نظامی شعر چنان آفریدی زمین و زمان ، ہمان گردش انجم و آسمان ، مگر ہاے مختفی چونکہ مظہر حرکت حرف اخیر کلمہ ہے اور نیز وہ مختفی ہی ظاہر نہین اسپر ایک ہمزۂ مضمومہ مان لیا جاتا ہے لیکن اضافت و اتصاف مین جسطرح ملفوظ ہوتا ہے مکتوب بھی ہوتا ہے اور یہان رسم الخط مین سواے ملفوظ کے مکتوب نہین ہوتا جیسے اس شعر مین حافظ شعر بنوش جام صبوحی بنالۂ دف و چنگ ، ببوس غبغب ساقی بنغمۂ نے و رود ، نظامی شعر تیغ نہ و زخم بے اندازہ چیست ، کوس نہ و این ہمہ آوازہ چیست ، وگرنہ اسی ہاے مختفی کو حرکت دیجاتی تو وہ مظہر و علامت نہ رہتی ایک مستقل حرف بنجاتی اور نیز وہ مختفی بھی نہ رہتی ہاے ظاہر بنجاتی اسی طرح جب الف کو اسکے اصلی سکون پر باقی رکھا جاتا ہے تو ایک ہمزۂ مضمومہ اشباع کے ساتھ زیادہ کیا جاتا ہے نظامی شعر دو وارث شما از دو کان کہن ، ترا در سخا و مرا در سخن ، وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب اور کبھی بلا اشباع صرف ضمہ کے اظہار پر کفایت کرتے ہین اس صورت مین یہ واو صرف مکتوب ہوتا ہے ملفوظ نہین ہوتا حرف ماقبل سواے ہاے مختفی اور حرف واجب السکون کے چاہیے کوئی ہو۔ حافظ شعر سلطان و فکر لشکر و سوداے تاج و گنج ، درویش و امن خاطر و کنج قلندری نظامی شعر برآراستہ بزمے از ناے و نوش ، بلطفے کہ بردی ز بینندہ ہوش ، اور درصورت ہاے مختفی و حرف واجب السکون وہی ہمزۂ مضمومہ واو اشباعی کی طرح زیادہ کیا جائیگا حکیمی مصرع اے خوشا کس کہ بود مردہ و نامش زندہ ، نظامی شعر توانا و دانا بہر بودنی ، گنہ بخش و بسیار بخشودنی ، ورنہ یہان بھی وہی خرابی پیش آئیگی جو اشباع مین آئی ۔ اور کبھی حرف ماقبل اسکی حالت وقفی پر

فصل و وصل مین حسب علم معانی کے بیان

واو عاطفہ بے اشباع کا بیان

واو عاطفہ بلا اشباع کا بیان

واو عاطفہ کو حرف ماقبل ...

چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس واؤ کو اتباعاً للعرب متحرک بحرکت فتح کر دیتے ہین چاہے حرف ماقبل کوئی ہو۔ حافظ رح شعر آرزومی کشدم وازتو چه پنهان دارم ؁ شیشۂ بادہ و کنجے ورخ زیبائے ؁ ولہ تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست ؁ راہ رو گرصد ہنر دارد توکل بایدش ؁ ولہ رہ خلوتگہ خاصم بنما تاپس ازین ؁ می خورم باتو و دیگر غم دنیا نخورم ؁ خواجہ جمال الدین سلمان شعر دارائے عہد شیخ حسن آنکہ خدمتش ؁ چرخ دوتا بچارہ وناچار می کند ؁ بعض مقننین نے بادہ و کنجے ورخ وتقوے و دانش اور تو و دیگر اس نوع کو غیر مشبع مضموم الماقبل مین درج کیا ہے پس اس صورت مین ایک ہمزہ ہاء مختفی اور واجب السکون والے کلمہ کی طرح اُسکے ماقبل ماننا ہوگا۔ اور چارہ وناچار مین سکتہ کے قائل ہوئے چونکہ یہ واؤ عربی وفارسی مین مشترک ہے میرے نزدیک اولی یہی ہے کہ عربی کی طرح واؤ مفتوح رکھا جائے۔ چنانچہ کوئی کلمہ بترکیب عربی مذکور ہوتا ہے اسی طرح مفتوح رکھا جاتا ہے جیسے اس شعر مین نظامی رح شعر نام تو بر حاشیۂ دل رقم ؁ حکم تو فرمان دہ نون وَالقلم ؁ خواجہ جمال الدین سلمان شعر ملجا مین درشاہ ست وَلِلّٰہِ الحمد ؁ کہ مرا بخت بدین ملجا وماوا آورد ؁ اور وہ واو عاطفہ بھی مفتوح پڑھا جاتا ہے جو کسی شعر کے صدر[1] یا مطلع[2] مین واقع ہوتا ہے۔

اول جیسے فردوسی شعر و دیگر کہ گیتی ندارد درنگ ؁ سرائے سپنجی چہ پہن وچہ تنگ ؁ حافظ شعر وانکہ پیشش بنہد تاج تکبر خورشید ؁ کبریائیست کہ در حشمت درویشان است ؁ ثانی جیسے حافظ رح شعر مسکین چو من بعشق گلے گشتہ مبتلا ؁ وَاندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے ؁ یہ بھی یاد رہے کہ جب اس واؤ عاطفہ کے بعد کوئی کلمہ مصدر بالف ہو اس الف کی حرکت نقل کرکے واؤ کو دیتے ہین اور الف کو کبھی کتابتاً وتلفظاً حذف کر دیتے ہین جیسے وگر و ور و وزو وان و وین اور کبھی صرف تلفظ سے گرا دیا جاتا ہے کتابتہً باقی رکھا جاتا ہے جیسے اوپر کے شعر مین وَاندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے امر رسم الخط کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وَاللّٰہ تعالی اعلم بالصواب ؁ موضع اس واؤ عاطفہ کا وہ ہے کہ معطوف کے سرے پر بلا فصل معطوف علیہ لایا جائے۔ مگر بعض وقت بحکم ضرورت ان مین فصل بھی واقع ہوجاتا ہے۔ امیر خسرو شعر نامہ[3] کنید سوے وی وتا بدو رسیم ؁ خاکستر م کنید وبران خط پراگنید ؁ اے نامہ نولیید سوئے وے و مرا خاکستر کنید وبران خط پراگنید تا بدو رسم شعر ہین تادگر بارہ چون تاختم ؁ سخن را کجا سر برافراختم ؁ دوسرا حرف پا جیسے نظامی شعر بلیناس با کارداران روم ؁

[1] صدر کہتی اول مصرع اول کو کہتے ہین ۱۲

[2] مطلع کہتی اول مصرع ثانی کو کہتے ہین ۱۲

[3] یہ شعر امیر خسرو کی اُس غزل کا ہے جس مین بجائے دال مہملہ تائے مثناة التزاماً لائی گئی ہے ۱۲

یعنی واؤ کے بعد اگر کوئی کلمہ الف سے ہو اسکی حرکت نقل کرکے واؤ کو دیتے ہین اور پس الف کو گرا دیتے ہین کبھی باقی رکھتے ہین کبھی گرا دیتے ہین

واؤ عاطفہ اور معطوف کے درمیان فصل بھی واقع ہوجاتا ہے حقیقت

[illegible]

سوے کید رفتند زان مرز بوم **ولہ** پریچہرہ باآن پری پیکران ❊ شدند از پسے گنج گوہر گران ❊ سعدی **شعر** رئیس دہے باپسر در رہے ❊ گذشتند بر قلب شاہنشہے ❊ رفتند و شدند و گذشتند بصیغہ جمع بیان کرنا اسکے عاطفہ ہونے پر دلیل ہے۔ اگر بمعنی مع لیا جاتا (چونکہ بلبناس اور پریچہرہ اور رئیس دہ مفرد ہین) رفت اور شد اور گذشت کہا جاتا۔ سعدی رح **شعر** فرق ست میان آنکہ یارش در بر ❊ با آنکہ دو چشم انتظارش بر در ❊ اے فرق میان آن و آن الخ علی خراسانی **شعر** می دود چون باد بر شیب و فراز این جہان ❊ پیش عاشق در طریقت کوہ باصحرا یکیست ❊ تیسرا آتا جیسے نظامی رح **شعر** وگر بامدادست راہم بہ تست ❊ ہمہ روز تا شب پناہم بہ تست ❊ اے ہمہ روز و ہمہ شب کیا معنی بندہ خداوند تعالیٰ عز اسمہ کی پناہ کا ہر دم ہر آن محتاج ہے۔ ظہوری **شعر** تفاوت کفر و دین آمد بمعنی ❊ میان عدل او تا عدل کسریٰ ❊ اے میان عدل او و عدل کسریٰ۔ اور یہ تا جسطرح عربی مین حتےٰ جارہ کے معنے مین مستعمل ہوتا ہے جس کا بیان حروف جارہ مین گزر چکا۔ حتےٰ عاطفہ کے معنے مین بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے اَکَلْتُ السَّمَکَۃَ حَتّٰی رَاْسَہَا یعنے مچھلی بھی کھائی اور اسکا سر بھی۔ نظامی رح **شعر** سکندر بآن شاہ فرخ نژاد ❊ شبانگاہ بگریست تا بامداد ❊ یعنی اسقدر غم کیا کہ رات بھر روتے گزری اور صبح بھی تھک کر بیٹھ گیا روتا رہا **ولہ** زبے آبیم سینہ سوزد درون ❊ قدم تا سرم غرق دریاے خون ❊ چوتھا ہم جیسے امیر خسرو رح **شعر** نیست پشیمانیش ار زر دہد ❊ ہم بود آن لحظہ کہ کمتر دہد ❊ اے و بود پشیمانی آن وقت کہ الخ بیدل رح **شعر** مردہ ہم فکر قیامت دارد ❊ آرمیدن چہ قدر دشوار ست ❊ اس لفظ کے خصوصیات سے ہے کہ معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر داخل ہوتا ہے نظامی رح **شعر** ہم او راہ دان ہم فرس راہوار ❊ زہے شاہ مرکب زہے شہسوار ❊ اور کبھی تعیین و تاکید معنی عطفی کے لئے اسکے ساتھ واو عاطفہ بھی لے آتے ہین نظامی **شعر** وگر خدمت شاہ را در خور ست ❊ مرا ہم خداوند و ہم خواہر ست ❊ بعض مقننین (صاحب بہار عجم ۱۲) نے اسکے معطوف و معطوف علیہ کا جملہ ہونا واجب جانا ہے سو یہ کوئی بات نہین۔ مفرد اور جملہ ہر دو پر داخل ہوتا ہے مفرد جیسے نظامی رح **شعر** اے بزمین بر چو فلک نازنین ❊ ناز کشت ہم فلک و ہم زمین ❊ جملہ جیسے اوپر کا شعر "ہم او راہ دان ہم فرس راہوار" اور اسکا معطوف کے اول و آخر ہر دو جگہ لانا جائز ہے اول جیسے اوپر کے اشعار مین اور آخر نظامی رح **شعر** وان بیکے دانہ زراہ کرم ❊ حلہ بر انداختہ و حلیہ ہم ❊

ہم عاطفہ کے ساتھ بنظر تاکید واو عاطفہ بھی لایا جاتا ہے

ہم عاطفہ معطوف کے اول و آخر ہر دو جگہ لانا جائز ہے

ہم عاطفہ کا نیز عاطفہ کے ساتھ جمع ہونا

اے حلوہ نہم حلقہ برانداختہ۔ اور جس طرح واو عاطفہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔ نیز عاطفہ کے ساتھ بھی
جمع ہوتا ہے نظامیؒ شعر تا سخن آنجا کہ برآرد علم ۞ حرف زبادست زبان نیز ہم ۞ اے حرف از قبیل بادست
و زبان نیز یا زبان ہم از قبیل بادست۔ اور اسکا مزید علیہ ہمان بھی مستعمل کلام فصحا ہے نظامیؒ شعر
چنان آفریدی زمین و زمان ۞ ہمان گردش انجم و آسمان ۞ کہ چندانکہ اندیشہ گردد بلند ۞ سر خود برون
ناورد زین کمند ۞ اے و گردش انجم و آسمان ولہ نہنگے بما بر گزر کردہ گیر ۞ ہمان گنج ناخوردہ را خوردہ گیر
اے و گنج ناخوردہ الخ۔ اور اسکے ساتھ بھی نیز عاطفہ کا جمع کرنا جائز ہے نظامیؒ شعر زمرکوب دیبا
وصد گونہ چیز ۞ ہمان خلعت پادشاہانہ نیز ۞ اے وخلعت پادشاہانہ الخ واللہ تعالی اعلم بالصواب

نیز عاطفہ کا بیان

پانچوان نیز عاطفہ جیسے نظامیؒ شعر شکستہ بسے راہم بستہ ام ۞ بسے بستہ را نیز بشکستہ ام ۞ اے
بسیار شکستگان مظلوم را قوی کردہ ام و بسیار ظالمان قوی را شکستہ ام ولہ ہزارم پذیرفتہ را داد
زود ۞ بسے چیز ہا نیز بورے فزود ۞ ولہ بہر خانہ کہ جان ستان دیدمت ۞ قوی دست و چابک عنان
دیدمت ۞ برامشاہت نیز بینم شگرف ۞ حریفے نداری درین ہر دو حرف ۞ ہم کی طرح اس کا مکرر
اور مقدم و موخر لانا بھی جائز ہے نظامیؒ شعر جہان غارت از ہر درے مے برد ۞ یکے آورد
دیگرے مے برد ۞ نہ زوامین اینانکہ ہستند نیز ۞ نہ آنانکہ رفتند رستند نیز ۞

بیان پس عاطفہ

چھٹا پس۔ یہ لفظ جمع مع الترتیب کے لیئے آتا ہے یعنی معطوف کو عقیب معطوف علیہ جمع کرنا
منظور ہوتا ہے نظامیؒ شعر رہا کرد بر انجم اسباب را ۞ بہ داد گہوارۂ خواب را ۞ پس آنگہ قلم بر عطارد
شکست ۞ کہ آبی قلم را نگیرد بدست ۞ محقق فرزانہ صاحب بہار عجم نے پس آنگاہ کو بھی بعد ازان
فرمایا ہے کیا معنے کہ یہان پس عاطفہ نہین بلکہ معنے بعد ازان مین لفظ پس کا بھی دخل سمجھا ہے اور
اسی شعر مذکور سے استشہاد کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہان لفظ پس عاطفہ ہے (چونکہ آن اسم
اشارہ بعید اور گاہ ظرف زمانی بمعنے وقت ہے) معنے بعد ازان کے صرف لفظ آنگاہ سے لیئے
گئے ہین۔ جیسے اس شعر مین نظامیؒ شعر بشکرم رسنان اول آنگہ گنج ۞ نخستم صبوری دہ آنگاہ گنج
ولہ نخستین در پادشاہی زنم ۞ دم از کار کشور کشائی زنم ۞ ز حکمت بر آریم آنگہ سخن ۞ کنم تازہ
تاریخہاے کہن ۞ بہ پیغمبری کو بہم آنگہ درش ۞ کہ خواندہ خدا نیز پیغمبرش ۞ سعدیؒ مصرعہ مردمیت
بیازماے و آنگہ زن کن ۞ مگر یہ ترتیب و تعقیب بلا مہلت ہونی چاہیئے اگرچہ اتمام و اکمال اس امر معقب

ومترتب کامہلت وتراخی کے ساتھ زمان طویل مین ہو سعدیؒ **شعر** باش تادستش نہ بندد روزگار ؂ پس بکام دوستان مغزش برآر ؂ یہ حرف بعینہ عربی کے فا کی طرح ہے کما قال اللہ عزوجل فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا اور جیسے عربی مین فا تفریع کے لیئے آتی ہے یہ لفظ پس بھی تفریع کے لیئے لایا جاتا ہے اور تفریع اور تعقیب مین بھی فرق ہے کہ تعقیب مین امر اول کو وجود امر ثانی مین کچھ دخل نہین ہوتا تفریع مین امر اول کو وجود امر ثانی مین ضرور دخل ہوتا ہے سعدیؒ **شعر** گرسنگ ہمہ لعل بدخشان بودی ؂ پس قیمت لعل و سنگ یکسان بودی ؂ یعنے جواہرات کا پتھرون کی طرح بے قدر وقیمت ہونا ان کے اسطرح کثیر ہونے کی وجہ سے ہے وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ساتوان باز۔ یہ لفظ جمع مع الترتیب مین پس کی طرح ہے۔ مگر اس مین مہلت اور تراخی کا اعتبار زیادہ ہے جیسے عربی مین ثُمَّ اور ہندی مین پھر چنانچہ مولوی اوحدالدین بلگرامیؒ نفائس اللغات مین لفظ پھر کی تحقیق مین فرماتے ہین۔ پھر بکسر اول مخلوط التلفظ بہا وراے مہملہ درآخر بمعنے باز بعربی ثُمَّ الخ سعدیؒ **شعر** شکم آید کہ کسے سیر نگہ درتوکند ؂ باز گویم کہ کسے سیر نخواہد بودن اور اس لفظ کا معطوف کے اخیر بھی لانا جائز ہے نظامیؒ **شعر** برآسود روزے دو درلہو ناز ؂ زمشکوے دارا خبر جست باز ؂ اے اول چند روز درلہو وناز گذاشت وبعد ازان ازمشکوے دارا خبر جست۔ اور اس کے ساتھ واو عاطفہ کا لانا بھی جائز ہے حافظؒ **شعر** زان روے نکو چشم بدان دور کہ امروز ؂ برمہ زدہ طعنہ وبر خور زدہ باز ؂ اے وبعد ازان برخورشید طعنہ زدہ۔

آٹھوان کاف عاطفہ جو واو کی طرح مطلق جمع کے لیئے آتا ہے۔ سعدیؒ **شعر** بسا اسپ تیز رو کہ بماند ؂ کہ خرلنگ جان بمنزل برد۔ اور ہا متصلہ مختفی بھی دو جملون کے مضمون کے جمع مع الترتیب کے لیئے لایا جاتا ہے اور اُسکے مدخول کا فعل ماضی صیغہ واحد غائب ہونا واجب ہے جیسے حالی کہتا ہے **شعر** چون دانہ تسبیح بدست اے دریکتا ؂ آخر بصد آمین ودعا آمدہ رفتی چنانچہ کچھ بیان اسکا مقدم گزرچکا ہے وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور حروف عاطفہ مین سے نہ ہے جو مفردات پر داخل ہوتا ہے اور اس مفرد سے نفی اس حکم کی کیجاتی ہے جو کہ اُس مفرد کے متبوع (یعنی معطوف علیہ) مین تعیین کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ اس کے

حرف تعقیب
تفریع اور تعقیب مین فرق

ساتوان باز
باز مین زیادہ مہلت اور تراخی ہے
باز عاطفہ کا استعمال معطوف کے بعد ...
باز عاطفہ کے ساتھ واو عاطفہ لانا بھی جائز ہے

کاف عاطفہ کا بیان

ہائے متصلہ مختفی عاطفہ کا بیان

نہ عاطفہ کا بیان

ما قبل جملہ خبریہ موجبہ یا امر کا ہونا ضرور ہے اور اس کے بعد اسم مفرد (یعنی غیر جملہ) کا ہونا واجب جیسے رفت زید نہ عمرو۔ سعدیؒ **شعر** ترک دنیا و شہوت ست و ہوس ٭ پارسائی نہ ترک جامہ و بس ٭ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بیان کلمات عاطفہ تردیدیہ

اور حروف عاطفہ مین سے یا و اگر و خواہ اور کہ و واو بمعنی یا ان کو حروف عناد و تردید بھی کہتے ہین ان پانچ حرفون مین سے کوئی حرف جن کلمون یا کلام کے درمیان واقع ہوتا ہے اُن مین سے ایک امر غیر معین لا علی التعیین مراد ہوتا ہے۔

یا اور اگر اور خواہ ان تینون کلمون کو معطوف و معطوف علیہ دونون پر لا سکتے ہین

جاننا چاہیئے کہ یا اور اگر اور اس کے مخففات گر و ار اور خواہ۔ ان تینون کلمون کو معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر لانا بھی جائز ہے بخلاف کاف و واو عنادیہ کہ فقط معطوف کے سرے پر یعنی صرف معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان مین لاتے ہین امثلۂ آتیہ اس دعوے کے شاہد ہین۔ اور یہ بیان بھی سن لیجئے کہ صاحب جواہر الحروف یا کے استعمال کو اُس جگہ مخصوص رکھتے ہین کہ جہان معطوف و معطوف علیہ مختلف الکیفیت ہون یعنی ایک مثبت تو دوسرا منفی ہو اور استعمال مدخول خواہ کو متفق الکیفیت مین مختص سمجھتے ہین یعنی معطوف و معطوف علیہ ہر دو کا مثبت ہونا ضروری سمجھتے ہین چنانچہ جواہر الحروف مین بیان کلمات عناد کے تحت مین فرماتے ہین ؏ وفرق بینہما آنست کہ مدخول خواہ در ہر دو جا مثبت می باشد و مدخول یا در یکے منفی و دیگر مثبت (انتہیٰ) میرے نزدیک یہ شرط و اختصاص ناصواب ہے اشعار مذیلہ استشہاداً ما فی الباب ہے۔ نظامیؒ **شعر** چنانش ز وہم مالش از تیغ تیز ٭ کہ یا مرگ خواہی زمن یا گریز ٭ **ولہ** کسے کو بران اژدہا بگزرد ٭ ہمان ساعتش یا کشد یا خورد ٭ اسکا استعمال خبر و انشا ہر دو مین برابر جائز ہے خبر جیسے امثلۂ مذکورہ مین انشا جیسے نظامیؒ **شعر** یا علی در صف میدان فرست ٭ یا عمرے بر سر شیطان فرست ٭ **ولہ** یا چو غریبان پئے رہ توشہ گیر ٭ یا چو نظامی زجہان گوشہ گیر ٭ یہ امثلہ اتفاق کیفیت کی تھین اور اختلاف فی الکیفیت جیسے طالب آملی **شعر** ناز و کرشمہ بود و ہر آئین حسن لیک ٭ مہر و وفا ندانم یا بود یا نبود ٭ سعدیؒ **شعر** یا مکن با پیلبانان دوستی ٭ یا بنا کن خانۂ در خورد پیل ٭ اور کبھی اس حرف تردید کو لفظاً حذف کر دیتے ہین۔ مولوی معنویؒ[۱۳۵] **شعر** فتویٰ اینست اے بہ بریدہ دست ٭ کاندر آئی و نگوئی امر ہست ٭ بو حنیفہ داد این فتوی ترا ٭ شافعی گفتست این امی ناسزا ٭

یا کا استعمال متفق الکیفیت مین

یا کا استعمال خبر اور انشا دونون مین جائز ہے

یا کا استعمال بہ اختلاف کیفیت مین

کبھی حرف تردید لفظاً حذف کر دیتے ہین

یا اور خواہ کے استعمال مین فرق ہے یا نہین

اے پادشاہی الخ زین خان کوکلتاش شعر بیک شب چہ عشرت توان کرد باتو ٭ تماشا کنم می خورم
راز گویم ٭ اے تماشا کنم یا مے خورم یا راز گویم ۔ اور کبھی اس حرف تردید کو صرف معطوف علیہ پر
لے آتے ہین صوفی کا شعر ہے شعر یا صوفی راز لعل خود کام دہید ٭ ور کام ندہید دشنام دہید
اے یا صوفی را کام دہید یا دشنام دہید ۔ اور ممکن ہے کہ یہان یاے تردیدیہ بجاے حرف شرط اگر
کے مستعمل ہوا ہو جیسے اداۃ شرط موضع تردید مین مستعمل ہو جاتے ہین ۔ اب اس شعر مین یہ تاویل ہوگی
اگر صوفی را از لب خود کام دہید فبہا و اگر ندہید دشنام دہید اور ممکن ہے کہ یہان (ور کام ندہید مین)
حرف شرط ار جسطرح اکثر بوقت تکرار معنی تردید کا افادہ کرتا ہے اسیطرح بوجہ تقابل یاے تردید
مفید معنی تردید ہو واللہ تعالی اعلم بالصواب

یاے تردیدیہ صرف معطوف علیہ پر ابھی مجاتا ہے

دوسرا لفظ اگر ۔ یہ بھی موضع تردید مین استعمال کیا جاتا ہے بعض مقننین نے اس استعمال کو اہل
سرخس کے ساتھ مخصوص بتلایا ہے سو یہ کوئی بات نہین اہل سرخس و خراسان سب کے ہان اسکا
استعمال برابر ہے خصوصاً قدما کے کلام مین یہ لفظ اکثر مستعمل ہے چنانچہ فراہانی علیہ الرحمۃ نے انوری
کے اس شعر کو اس امر مین شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے اور فرمایا ہے شعر این طرفہ ترکہ ہست براعدات
تیر تنگ ٭ پس چاہ یوسف است اگر چاہ بیژن است ٭ یعنی این جہان چاہ بیژن است بواسطۂ آنکہ
بر دشمن تنگ است یا چاہ یوسف است بواسطۂ آنکہ از کبریاے تو بر تو تنگ است ۔ فردوسی رح شعر
ستمگار خوانیمش ار دادگر ٭ ہنرمند دانیمش ار بے ہنر ٭ اور یہ بھی سن لیجئے کہ یاے تردید کیطرح لفظ اگر بھی
معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر لایا جاتا ہے اور اسی طرح مختلف الکیفیت و متفق الکیفیت دونون
موقعون مین استعمال پاتا ہے ۔ اول یعنی اتفاق کیفیت مع تکرار حرف تردید جیسے نظامی رح شعر
گر آسودہ ور نا توان می زیم ٭ چنانکہ آفریدی چنان می زیم ٭ دوسرا یعنی اختلاف کیفیت
مع تکرار حرف جیسے نظامی شعر ز تعظیم تو پیش تو ہست و نیست ٭ اگر باشد و گر نباشد یکیست
یہ بات بھی ذرا توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے کہ مینے یہان یہ عرض کیا ہے کہ لفظ اگر موضع
تردید مین استعمال کیا جاتا ہے کیا معنی کہ بجاے اس لفظ اگر کے یاے تردید لائی جاے
معنی درست رہین کوئی بگاڑ نہ آنے جیسے "ستمگار خوانیمش ار دادگر" مین ستمگار خوانیمش یا دادگر
بھی کہہ سکتے ہین اور اسکے یہ معنی نہین کہ بجاے یاے تردید یعنی جہان یاے تردید استعمال

بیان اگر تردیدیہ اور اسکا اہل سرخس سے مخصوص نہ ہونا

اگر کا یاے تردید کیطرح معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر لایا جانا اور اتفاق و اختلاف کیفیت مین اس کا استعمال

یاے تردیدیہ اور اگر تردید مین فرق

کیا جاتا ہو اُس جگہ اس اگر کو استعمال کر سکین جیسے اشعار مذکورہ مین "چنانش دہم مالش از تیغ تیز ؎
کہ یا مرگ خواہی ہمین یا گریز ؎ اور "یا مکن با پیلبانان دوستی ؎ یا بنا کن خانۂ در خورد پیل ؎ مین اگر مرگ خواہی
ہمین ار گریز اور "اگر مکن با پیلبانان دوستی ار بنا کن الخ نہین کہہ سکتے - اسمین سر یہی ہے کہ در اصل یہ
حرف شرط ہے اور اس کا مدخول جملہ شرطیہ ہے جس کا حاصل معنی مفہوم مردد پر پہنچ جاتا ہے اسی واسطے
اسکا مدخول سواے جملہ کے نہین ہوتا - اگرچہ صورت مین مفرد کے ہو اور یہ حرف شرط مکرر یعنی معطوف
و معطوف علیہ دونون جملون کے سرے پر لایا جاتا ہے اور جہان کہین صرف معطوف پر ہوتا ہی وہان
بھی باعتبار حقیقت ایک حرف شرط جملہ معطوف علیہ کے سر پر ماننا ہوگا واللہ تعالی اعلم بالصواب

لفظ اگر کی حقیقت

خواہ تردیدیہ کا بیان

تیسرا کلمات تردید مین سے لفظ خواہی اور اسکا مرخم خواہ ہے در اصل یہ خواستن سے مضارع حاضر
کا صیغہ ہے اور خواہی خواہ کے مرخم کرنے مین وہی نکتہ تخفیف مدنظر ہے جو تواند سے توان
کی ترخیم کرنے مین تھا کیا معنی کہ لفظ توان کی تخفیف لفظی کو تخفیف معنی یعنی عدم ذکر فاعل لازم ہے
مگر مصرعۂ ثانی اس شعر ثانی مین جو توان شمرد کا فاعل پڑا ہوا ہے - نظامیؒ شعر پژوہندۂ دیگر
آغاز کرد ؎ کہ دارانہ چندان ہمہ ساز کرد ؎ کہ آنرا شمردن توان در قیاس ؎ کسانیکہ ہستند لشکر شناس ؎
الحاقی ہے میانجیون کی بے توجہی سے درج اصل کتاب ہوگیا ورنہ در اصل مصرعہ ثانی یہ ہے ؎
شمارندہ را در دل آید ہراس ؎ اور یہ مصرعہ ثانی بتقدیر حرف علت مصرعہ اولی کی علت ہے یعنی
اس وجہ سے شمار نہین کیا جا سکتا کہ شمارندہ خوف زدہ ہو جاتا تھا - غرض اسی طرح خواہ کی تخفیف لفظی کو حذف
اداۃ شرط لازم اسی وجہ سے خواہی نخواہی و خواہ نخواہ بجاے طوعاً و کرہاً یعنی ناگزیر و ناچار کے معنون
مین اساتذہ کے کلام مین مستعمل ہے میر معز فطرت شعر زلف می داد اگر نازش عنان کم نگاہی را ؎
نمی شد کس حریف غمزۂ خواہی نخواہی را ؎ تخشبی شعر تخشبی ذو فنی عجب چیز است ؎ خواہ ناخواہ
زر بدست آید ؎ اور اردو مین خواہ مخواہ بھی بولتے ہین کیا معنی کہ دل چاہتا کام طوعاً اور
جس کام کو دل نچاہے کرہاً کیا جاتا ہے اور جو کام اگر دل چاہے اور اگر دل نہ چاہے ہر حال
کرنا ہو وہ ناگزیر اور ضروری ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ شرطیہ جملے ہین اداۃ شرط یہان سے محذوف
ہین جسکا حاصل معنی مفہوم مردد پر جا ٹھہرتا ہے تو بلا لحاظ شرطیت اداۃ تردید یا کی طرح اتفاق
و اختلاف کیفیت مین اور اسی طرح ماننا غیر ہر دو جگہ استعمال کیا جاتا ہے - اتفاق کیفیت

خواہی سے خواہ بنانے مین نکتہ کیا ہے

خواہ نخواہ اور الفاظ [illegible]

جیسے سعدیؒ شعر من انچہ شرط بلاغت باتو میگویم ؛ تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال ؛ نظامیؒ شعر چو من زین ولایت کشادم کمر ؛ تو خواہ افسر از من ستان خواہ سر ؛ اور اختلاف کیفیت جیسے نظامیؒ شعر تاج و تخت آلتست شاہی نہ ؛ آلتی خواہ باش خواہی نہ ؛ یہ امثلہ انشا کے بھی ہو سکتے ہیں - اور خبر جیسے سعدیؒ شعر رای رای تست خواہی جنگ خواہی آشتی ؛ ما قلم بر سر کشیدیم اختیار خویش را ؛ ولہ دست کوتاہ باید از دنیا ؛ آستین خوہ دراز خوہ کوتاہ ؛ اے خواہ جنگ باشد خواہ آشتی باشد آستین خواہ دراز باشد خواہ کوتاہ باشد - اور یہاں تاویل انشا کی بھی ہو سکتی ہے - اے خواہ جنگ کن خواہ آشتی کن - آستین خواہ دراز باش خواہ کوتاہ باش وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ؁

چوتھا کلمات تردید میں سے کاف ہے یعنی بعض محققین (صاحب جواہر دستگیری) نے کاف کو بھی اداۃ تردید میں شمار کیا ہے اور شاہد اپنے مدعا کا اس شعر کو بنایا ہے شعر حسن معشوق بہتر ست کہ آن ؛ آن ازین بہتر ست و این از آن ؛ اے حسن معشوق بہتر ست یا ادائے معشوق - یہ سوال ہے اسکا جواب مصرعۂ ثانیہ اور کبھی یہ کاف یائے تردید کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسے شعر بر دلش می گزرم یا کہ فراموشم کرد ؛ اے محبت بسر دوست تراسوگند ست ؛ اور صاحب جواہر الترکیب نے یہ مثال گھڑ دی ہے ع ہست تردیدے روم یارب کہ باشیم در مقام ؛ اور بعض سخن فہموں نے سعدی کے اس شعر میں شعر دل دوستان جمع بہتر کہ گنج ؛ خزینہ تہی بہ کہ مردم برنج ؛ کاف کو تردید یہ فرمایا ہے اور بعض نے (صاحب ہفت قلزم) تاقیہ مانا ہے - یعنی " دل دوستان جمع بہتر نہ گنج " میرے نزدیک یہ فضول کاف کی توزیع بڑھانا ہے دراصل یہ وہی کاف ہے جو مفضل علیہ پر از کی طرح داخل ہوتا ہے جیسے اس شعر میں شعر بہ تنائے گوشت مردن بہ ؛ کہ تقاضائے زشت قصابان ؛ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ؁

پانچواں اداۃ تردید میں سے واو ہے جیسے سعدی رح کا شعر ہے شعر گل ہمین پنج روز و شش باشد ؛ وین گلستان ہمیشہ خوش باشد ؛

+ + + + + + + + + +

هٰذَا اٰخِرُ مَا تَيَسَّرَ لِيْ مِنَ الْكَلَامِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى حُسْنِ الْخِتَامِ

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنَامِ مَوْلَانَا

مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى وَاٰلِهِ الْعِظَامِ وَصَحْبِهِ الْكِرَامِ

اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ؁

گهر جوئی را تیشه بر کان رسید | جگر خوردن دل بپایان رسید
بساطی کشیدم بترتیب نو | برو کرده ام اندیشه را پیشرو
دگر باره بر کان کشادم کمین | برآمد اختم مغز گنج از زمین
نبسی سالها شد که گوهر پرست | نیاورد زینگونه گوهر بدست
فروشنده جوهر آمد پدید | متاع از فروشنده باید خرید
بدعوی درونی نباید نمود | زر و آتش اینجا توان آزمود
شناسنده گر نیست شوریده مغز | نه بهره شناسد ز دینار نغز

هنر تابد از مردم گوهری
چو نور از مه و تابش از مشتری

تقریظ چکیده کلک گهر سلک قدوة العارفین امام السالکین مغیث الفضلا رحلة العلماء المحقق للحقائق والمعارف طود العلم والفضل - بحر التحقیق والتدقیق المفسر العارف . والمحدث الفقیه - سیدی وسندی . وسیلتی فی الیوم والغد مولانا الاستاذ المولوی الحافظ ابو المحمود رشید احمد مدظلهم الله الفرد الصمد

بسم الله الرحمن الرحیم

حامدًا ومصلیاً - بنده کی دانست مین مولوی صاحب مؤلف نے بهت اچها لکها هی قابل تحسین هی فقط

کتبه الراجی رحمة ربه رشید احمد گنگوهی عفی عنه

ایضاً از علام علوم فارسیه فهام فنون عربیه دقیقه رس سخن یک فنی در هر فن نقاد جواهر حقایق صراف نقود دقایق جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول جهبذ الجهابذه استاذ الاساتذه مولانا استاذی المجد المولوی ابو الخیرات سید احمد صاحب دهلوی مدرس اول مدرسه اسلامیه دیوبند ضلع سهارنپور صانها الله عن الفتن والشرور

بسم الله الرحمن الرحیم

حامدًا مثنیاً بالصلوة والتسلیم - امابعد خادم سادات مفتقر الی الصمد ابو الخیرات سید احمد ناظرین با استعداد وطالبین خوش اعتقاد کی خدمت مین گذارش کرتا هے که یه کتاب کچه میری

دیکھنے مین کچھ سُننے مین آئی اس طرز تحقیق سے مذاق مشتاق نے حلاوت پائی واقعی صاحب تصنیف ادیب منیف سلف حلیف مولوی حسین شریف نے اس تاسیس قواعد و تمہید فوائد مین تحقیق کا بیڑا اُٹھایا ہے اور نظارگیان آفاق و طالبان باشتیاق کو تدقیق کا جلوہ دکھایا ہے کتاب لطیف قابل تحسین ہے اور مصنف شریف لائق آفرین ۔ مبتدی و منتہی اس دستورنامہ کو دستورالعمل بناوین تو امید ہے کہ بہیڑ یا چال سے رہائی پاکر تحقیق و تدقیق کی راہ پر آوین ومن اللّٰہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التوثیق فقط

ابوالخیرات سید احمد عفی عنہ

ایضاً از عمدۃ الفضلا زبدۃ العلما حلال مشکلات علوم عربیہ کاشف معضلات فنون ادبیہ مقبول بارگاہ لم یزلی مولانا الاستاذ المولوی محمد ذوالفقار علی صاحب مدظلہ العالی

حامداً و مثنیاً و مسلماً و مصلیاً ۔ کتاب قواعد فارسی تصنیف فاضل منیف مولوی حسین شریف کے اکثر مقامات کمترین کی نظر سے گذرے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے فراہمی قواعد مین نہایت سعی فرمائی ہے اور جو کچھ لکھا ہے محققانہ لکھا ہے اور اشعار مثالیہ خوب بہم پہونچائے ہین مین امید کرتا ہون کہ یہ رسالہ مبتدی اور منتہی دونونکو نافع ہوگا فجزاہ اللّٰہ تعالیٰ عن مستفیدیہ خیراً ولا یلحق بہ ضراً و ضیراً فقط

کتبہ العبد المفتقر ذوالفقار علی الدیوبندی

ھٰذا ما کتبہ البارع السمیدع الاریب الفاضل نحریر الادباء المخاطب بادیب الدولۃ سناد الملک سلطان العلماء آقا السید علی بن السید ابوالحسن الشوستری الجزائری سلمہ اللّٰہ تعالیٰ مقرظاً علیٰ ھٰذہ الرسالۃ

ھو المعز

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حمد المن اعرب بناء ھٰذہ السقف المرفوع ۔ بلا عمد منصوبۃ موضوعۃ ولا طنب الی الارض مجرورۃ ۔ ولا اوتاد لھا مجزومۃ بل جزم علقتھا عما سواھا و رفع سمکھا فسوّاھا ۔ فسبحان من جلت اسمائہ وافعالہ ۔ و تنزھت عن وصمۃ الحروف کلماتہ واقوالہ ۔ والصلوٰۃ والسلام علی الاصل الواحد الذی یشتق منہ الافعال المحمودۃ فی کل باب ۔ والمصدر الوجودی الذی صدرت الیہ فمنہ احکام السنۃ والکتاب ۔ نبیّنا المنعوت فی الکتب السماویۃ من لسان اللّٰہ الاحد الصمد

(بالضم آویزش)

المحلّی عنہ بواسطۃ روح الامین عن روح القدس برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد صلی اللہ علیہ
وعلی آلہ الامثلۃ المختلفۃ لمعانی موتلفۃ وھم معہ الحروف النّورانیۃ۔ والغرض الاصلی
معن الاحرف المرموزۃ فی اوائل السُّوَر القرآنیۃ۔ فصلی اللہ علیھم مادام الکلام لما فی الفواد
ظرف۔ ومادامت الکلمۃ اسم وفعل وحرف۔ وبعد فلما رایت قرائۃً علیّ ما املاہ قلم الحبر الماھر
بل البحر الذّاخر ابو الفارسیۃ وبن جلاھا وشیخھا وطلّاع ثنایاھا الغطریف الطریف المولوی
محمد حسین شریف فی اصول القواعد الفارسیۃ من نحوھا وصرفھا وبیانھا ومعانیھا
باستنباطات منہ اُنسیّۃ بتحقیقات علا لا بعد الوقوع۔ وتدقیقات ذللا للجانی عند الینوع
قطوفھا دانیہ + تسقی من عین انیہ + واستحسانات عمل فیھا فکرہ + وفرغ لھا راسہ واتعب
دماغہ وحکّ لھا صدرہ + حتی وضع کتابا ینفع طالب اللسان + اذا وقف علیہ فقد وقف منہ
بما لم یطمثھن انس قبلہ ولا جان + ومن استعود کلماتہ وقلّد عاداتہ یفوق الاقران +
بشحاذۃٍ تحصل منہ للاذھان وعندی انّ ھذا اللسان لسان حملۃ العرش کما ورد عن صاحب
الادوار والاکوان + وجنۃ قد تزخرفت وفیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذّ الاعین + ولما
کان من بنی سام بن نوح علی نبینا وعلیہ السلام ا الانبیاء جمیعا علیھم السلام وکان کل نبی
بمقتضی یومہ + علی لسان قومہ۔ وحکی الوحی السماوی ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ
فما اظنّ ان احدا منھم تکلم بالفارسیۃ الا کلمات منھا شرّفھا تاج الانبیاء وخاتمھم و
شرف الرسلِ فاتحھم وخاتمھم + لمّا تکلم مع سلمان اذ کان یتململ فی المسجد بضجرہ من شدۃ
وجع بطنہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم یا سلمان اِشکمت درد قم فصل وکما قال لعجمی یا کل
العنب علی باب المسجد عذقۃ عذقۃ یا اخا فارس کل العنب دو تا دو تا نہ خوش خوش وقال
ما ھو المشھور عند الفقھاء بالشھرۃ والزیادۃ انی اکرہ بیع دہ بد وازدہ فکفی الفارسی مدحا انہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلم بہ قاصدا واستبھج بہ حامدا ولمّا کان الاغلب فی ھذہ الملۃ البیضاء
المحمدیۃ کثّر اللہ امثالھم فی البریۃ والبحریۃ ملوکاً ودولۃً اما من الترک او الفارس من ولد
یافث بن نوح او الکرد والانکلیس لما اقتضت الحکمۃ الالھیۃ بان تکون ھذہ الجرثومۃ
اصحاب سیف وسلطنۃ وکان کما قال المتنبی ٥ اعلی الممالک ما تبنی علی الاسل + وکان

كلّ دفاترهم واحكامهم بالفارسية ودساتيرهم وقوانينهم بها طول الازمان حتى
الهند لما حكم فيها المغولية الى التيمورية لم يتغير احكامهم ودفاترهم عما كانت عليها من
لسان دولتهم وقلدها المسلمون فى كل قطر فا تواخذو هم حذو النعل بالنعل والقذة بالقذة
تقريراً شطراً بشطر وتحريراً سطراً بسطر فحصل الفارسية كل تركى ورومى وهندى وبغوادٍ فاترهم
بهذا اللسان لاسيما من زمن الدولة التيمورية الى هذا الزمان كانت بالفارسية الى
الآن فتبع المسلمين الهنود فحصلوا هذا اللسان المحمود لانه كان لسان دولتهم ان لم
يكن لسان ملّتهم ولسان حكومتهم ان لم يكن لسان طريقتهم الى المائة الثالثة بعد
الالف من الهجرة النبوية صلى عليه واله رب البرية فابتعث الثانى لسان الانكليس
لما اخذت الدنيا بثلاث اربعها بلا تفاوت فى القياس والمقيس ومسّت الحاجة الى
تحصيل لغة الافرنج اشد مسيس اللهم انا نعوذ بك من تتميم الامور ورغبات الجمهور
الا لاكمال الدين وانت خير الحاكمين وبيدك ازمة الامور وزمام قلوب الجمهور
فكما قيل ؎ اذا تمّ امر بدا نقصه ترقب زوالا اذا قيل تم فقد تصرف الانكليس
فى الربع المسكون واخذت الثلثين منها على ما هو تخمين المساحين من ارباب الفنون
وقد قلت فى دولتها ؎ لا تغرب الشمس بملكها ولا تحسب كلامى ذاك قولا مهملا
فان امريكا نهارها ابدا ليلة وجه الارض سل من وجدا وارجوزتى هذه طويلة ومنها
؎ صلّى طاراً طار حسن صيتها وعندنا فى هندها عفريتها يأتيك لو كنت بوسط
تیلیگراف ۱۲
الصين من سبأ بنبأ يقين وكل من له الى هذا اللسان شوق او له توق الى طعم
حلاوته لصادق الذوق فلا احسن له من هذا الكتاب فان فيه ما قرأ ولكل ضيف
قِرى من اهل البلد والقرى فقد جمع ما يحتاج اليه فى اللسان ويصدق عليه كل الصيد
فى جوف الفرى ولولا سوى تشحيذ الاذهان من نكاته وتحنيذ الافكار من تحقيقاته
لكفى فى الرغبة اليه عن غيره من استطلاب خيره وبه الكفاية ومن الله
الوقاية كتب هذه الاحرف بقلمه وخط يده برقمه سلطان العلما
سناد الملك

وقال فی الفارسیۃ بدیہاً مضمناً

بزرنگ فارسی ار خواہش درست و بجاست	چو او مزاج شناسی پارسی زکجاست
ز فرق تا قدمش ہر کجا نظر فگنی	کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

الحق حق تحقیقات پارسیہ را ادا نمودہ ـ و ابواب تدقیق بر روے طالبان این زبان کما ینبغی کشودہ و محققانہ گوے سبقت از محققین ربودہ ـ ہر ورقش را ہزار دفتر ثنا در خورست ـ و ہر سطرش را ہزار شطر آفرین در برست

داد معنی بصنفش خوش داد	منتے بر سر ہمہ بنہاد	مبتدی منتہی بہ بہرہ از و	متوسط از و سر و بنہاد
بر مصنف زغیب این شعرست	کہ ندا ہاتفش چنین در داد	آفرین خداے بر پدرے	کہ تو آورد مادرے کہ تو زاد

تقریظ نوک ریز کلک گہر سلک سحر طراز بل ہمہ اعجاز سپہر کمال را مہر منجلی حاجی مولوی محمد ضیا علی صاحب سلمہ اللہ القوی الولی +

حمد واجب ہا جب الوجود را لایق و سزا است ـ و تحائف صلوات و تحیات بران ممکن الوجود کہ لباس امکان از قامت وجوب نبوتش قصیر و نازیبا میرزا قانع علیہ الرحمۃ چہ خوش گفتہ بلکہ در سفتہ لباس واجبی از قامتش بلند تراست ٭ ولیک جامۂ امکان زقد اوست قصیر ٭ علی الہ الطاہرین و اصحابہ الماجدین الراشدین پس بر ضمائر اولی الالباب و البصائر مخفی و محتجب مباد کہ این کتاب نادر البیان بطرز شگرف و نو بنظرم رسید و دامن خاطرم از چمنستان آن ریاحین تازہ بہار چید فی الواقع عجب کتابیست کہ دیدۂ زمانہ نظیرش ندیدہ و گوش اساتذۂ سلف ہیچو نغمۂ جدیدش نشنیدہ و شنیدہ کے بود مانند دیدہ و چرا چنین نبود کہ مصنفش فاضل نحریر و بر استخراج مضامین دقیقہ ماہر و قدیر ہو ابن بجدتہا و ابو بکرہا کما قال و ہو اصدق فی المقال

درین نامہ من ہر چہ کردم بیان	نیابیش در صحف پیشینیان	بہر نقطہ از چشم انصاف بین	ستارہ بیاوردہ ام بر زمین

وہو الشاعر الماہر اللطیف والادیب البلیغ الغطریف اعنی جناب مولوی حسین شریف ادام اللہ تعالی وابقاہ ومن حیاض فیضہ القدیم اسقاہ ولازال کتابہ مقبولاً بین العام والخاص وموہوباً من اللہ سبحانہ شرف الافادۃ بمزید الاختصاص ولا برحت مہجتہ محسوداً وقیلہ بہذہ الاستقامۃ محموداً ـ والسلام حرر فی سابع عشر من شہر اللہ الاکبر یوم الربوع

جررہ الراجی عفو ربہ والفقیر الی رحمۃ سبحنہ

محمد ضیا علی

تاریخ طبع کتاب از مجمع الفضائل منبع الفواضل نکتہ سنج جادو طراز مضمون آفرین سخن پرداز ناظم بیمثال ناثر بعدیل مولانا المولوی محمد عبد اللہ الحسین الخلیل صدر مدرس مدرسۂ اسلامیہ معسکر بنگلور مد مجدہم۔ الجلیل

کیا ہی چھپا ہے فضل خدا سے بآب و تاب ۔ یہ لاجواب دفتر آئینِ فارسی
فے الفور سالِ طبع کہا یہ خلیل نے ۔ لکھے ہین واہ خوب قوانینِ فارسی

ایضاً از نتائج طبع دقیقہ یاب کیاست مآب شاعر نازک خیال فصیح بیان معنی رس سخندان محمد ابراہیم خان صاحب واصف بنگلوری کان اللہ لہ

فارسی کی نحو مین نادر کتاب ۔ لکھی مولانا نے بمثل و ندید
فی البدیہہ لکھدیا واصف نے یہ ۔ سال طبع اس کا "فیوضاتِ جدید"

ایضاً از طبع وقاد نقاد سخن علامہ جلیل مولانا المولوی خلیل الرحمن صاحب خلیل برہانپوری مؤلف تاریخ برہانپور و مقامات الاولیا و احادیث قدسیہ و علامات القیامۃ سلمہ اللہ تعالی

از جناب حکمی علامۂ فہام دہر ۔ شد بترتیب عجیب این نسخۂ لب لباب
اوست لقمانِ زمان و بو علیِ عصر خود ۔ ملکِ حکمت زو منور شد چو ماہ از آفتاب
خوب شد در فارسی دستور نامہ بعدیل ۔ مثل آن چشم زمان گاہے ندیدہ یک کتاب
ور ادب بسیاری باشد کتب لیکن کسے ۔ پیش ازین ہرگز ندیدہ ہمچنین راہِ صواب
با ادب پیش مصنف بہرِ تاریخش خلیل ۔ عرض کن "دستور نامہ طبع شد عالیجناب"

خاتمہ و تاریخ طبع دستور نامۂ فارسی از مصنف عفا اللہ عنہ

شکر کاین نامہ بمعنواے نے رسید ۔ کانِ گوہر در جہان آمد پدید
گوہرے چون چشم روز افروختہ ۔ با فروغش مہر ستارہ سوختہ
گوہرے آمد ز جان کندن بدست ۔ نیست آن کاید ز کان کندن بدست
چون درین رہ آب من خون کردہ ام ۔ مغز نغز از لغز مغز آوردہ ام
چون بصد دل خوردہ ام خونِ جگر ۔ معنے آوردہ ام رنگین و تر
ہر گہر گنجینۂ راز سرِ نہان ۔ خاصہ آن کاوردمش از مغزِ جان

بوده‌ام از فکر معانی در جگر — تا ز رنگین نکته گشتم لعل گر
این چنین رنجے که بردم بهر گنج — نه از تمنا که خورم من دست رنج
در نه بستم همچو بے سرمایگان — رایگان بخشم چه گنج شایگان
بین چنین گنجینه و بکشاده در — چو ابنا کیسه بود خیران مگر
چشم بکشا واقف اسرار شو — نکته ام بپذیر و برخوردار شو
مزد کار خود نمی خواهم مگر — طالب انصافم از صاحب نظر
که عیار زر من گیرد نخست — تا درست زر من بیند درست
گنج من نگر قلب میدارد فراغ — ده دهی زر است و گوهر شبچراغ
حرف حرفش دفتر معنی ست بین — زو بصد رنگے نگارستان چین
خط او سر خط خورشید آمده — خاصه در برج حمل خرگه زده
سطرها بر کاغذش دام نظر — حرف حرفش یک ز دیگر نغز تر
لفظ او منت بمعنے برنهاد — هم فصاحت بهر لفظش خانه زاد
سحر و افسون هر سخن در دلبری — نکته اش را تیر گردون مشتری
حرف او از برگ گل نازکتر ست — زهره با ناز ادائش گشت پست
سطر سطرش رشتهٔ جادو ست بین — نظم پروین نثر آنرا شد رهین
سطر و مابین سطورش در نظر — جوے شیر ست و نیستان شکر
سطر را جنات و بین سطر را — گوئی الانهار تجری تحتها
معنی روشن بلفظ نکته سنج — زهره در میزان سعادت راست گنج
چون مرتب گشت حکمی بهر سال — آشنا گردید در بحر خیال
خاصه سالے کاندران هر هفت گشت — این عروسے که ز مه حسنش گزشت
مصرع تاریخ آن کاند قبول — گفت نابد هست تبیان اصول
سال طبع از غیب در گوشم رسید — در قواعد شد کتابے بس مفید
سال دیگر سال طبعش بے شبیه — از سر الفاظ و طرز مرتبه

۱ در جگر بودن — کنایه کمال مشقت بردن
۲ لعل گر — ای لعل سازنده، نظامی: سنبل او سایه بان آفتاب / گوهر او لعل گر آفتاب
۳ نه از تمنا ... [illegible]
۴ عیار زر من — [illegible]
۵ رشتهٔ جادو — [illegible]
۶ نیستان شکر — [illegible]

فی البدیہہ ہاتفم اندر نہفت
حکمت آمد جملہ اسرار گفت
۱۳۰۸

ولہ

درِّ سالش چہ نغز دیگر سفت
در "قواعد متین کتابے" گفت
۱۳۱۸ھ

ولہ

فلکم بگفت دیگر کہ نہ شک در و نہ ریبہ
کہ بجوئی سال طبعش ز "فوائد غریبہ"
۱۳۱۸ھ

ولہ فی الھندیۃ

بحمد اللہ چھپا دستور نامہ
لکھا حکمی نے سالِ طبع مطبوع
زمانہ سے تھے سب طالب اسی کے
"ہوئے سہل اب ضوابط فارسی کے"
۱۳۱۸ھ

از نتائج طبع ارجمند آسمان پیوند سحر پرداز جادو طراز درفن تاریخگوئی ماہر بدائع اسلوب آن قادر یکہ تاز مضمار نکتہ دانی المولوی الحافظ حفیظ اللہ صاحب فانی عظم گڈہی

حکیم حاذق و علامہ حسین شریف
چو سال طبع ہمایونش خواستم فانی
نوشت اصول قواعد زہے پسند طبع
سروش گفت بگو "شد متین کتابے طبع"
۱۳۱۸ھ

ولہ

چھپی مجتبائی میں باصد صفائی
کہو مصرع سال مطبوع فانی
یہ نادر کتاب افاضت شمامہ
"چھپا ہے بہت عمدہ دستور نامہ"
۱۳۱۸ھ

ولہ

فوائد نامہ چون در طبع آمد
بگوا نے فانی دلشاد تاریخ
ندائے ہاتفم گردید مسموع
"بشد دستور نامہ عمدہ مطبوع"
۱۳۱۸ھ

ولہ

شدہ دستور نامہ چون مطبوع
گفت تاریخ ہاتفم فانی
کہ افاضات علم راست بآب
گشتہ مطبوع "لاجواب کتاب"
۱۳۱۸ھ

تمت

عالیجناب مولانا حافظ محمد عبدالاحد صاحب مالک مطبع مجتبائی دہلی

کیسی نادر کتاب طبع ہوئی
جسپہ ہر شخص لوٹ ہے۔ غش ہے

فکر تاریخ کی تو ہاتف نے
کہدیا دلپذیر و دلکش ہے
۱۳۲۱

صورۃ ما کتبہ الکاتب الیلمعی مولانا نظام الدین المتخلص بالعشق الکیرانوی مصحح المطبع المجتبائی

رأیتُ الکتابَ الذی یُستطابُ
بِصَرفٍ ونحوٍ الیہِ المتابُ

لِتحقیقِ لفظٍ عیارٌ صحیحٌ
لِتوجیہِ معنیً بیانٌ صوابُ

جَرَیٰ منہ بحرُ القوانینِ جِدّاً
ومِن ذاکَ سالت عیونٌ عِذابُ

شواہدُہٗ ثابتاتٌ عدُولٌ
دلائلُہٗ ما لہُنّ جوابُ

فللّٰہِ درُّ الشریفِ الظریفِ
اَتانا بما لیسَ فیہِ ارتیابُ

لہٗ فی القواعدِ رایاتُ سبقٍ
لہٗ فی میادینِ فخرٍ حرابُ

لوانْ شئتَ عِلماً فشیخٌ وحیدٌ
وانْ خلتَ فی جودۃِ الطبعِ شابُ

ہوالبحرُ مِن شانِہٖ اَن یروّی
ہوالغیثُ مِن طبعِہِ الانسکابُ

فطوبیٰ لِاَرباب علمٍ وفضلٍ
وبُشریٰ لِمَن زانہُ الاکتسابُ

الا ایُّہا الفارسیُّون قوموا
خُذوا ما صفا ودَعوا ما یرابُ

اَما اِنّ فیہ غرائبَ دہرٍ
الا اِنّ ہذا لشیءٌ عُجابُ

تحلّی بحلیِ انطباعٍ لطیفٍ
تجلّی کبدرٍ وما فیہِ عابُ

فَفَکّرتُ مِن اوّلِ الامرِ فیہِ
وارّختُہٗ نعم ہذا الکتابُ
۱۳۲۰

از عاجز محمد بیگ عفی عنہ مینجر مطبع مجتبائی دہلی

وہ وہ چہ بلیغے و مضامینِ جدیدہ
طرزے کہ نہا دست نہ دیدہ نہ شنیدہ

تاریخ نوشتم سرِ اطناب بریدہ
نوباوۂ ابحاثِ شریفہ و مفیدہ
۱۳۲۲

لہ مولوی حکیم حسین شریف صاحب مصنف کتاب ہذا سلمہ اللہ تعالیٰ عاب لغتیست درعیب ۱۲

تقریظ نوک ریز کلک گہر سلک مقدام الکملا رحلۃ الفضلا سحر طراز جادو نگار معجز بیان جناب محمد عبد الجبار خان صاحب آصفی سررشتہ دار دفتر معتمدی پیشی قدر قدرت اعلیحضرت حضور پر نور دام اقبالہ

الا ای سخن سنج معنی سگال ... ازین نامہ هوش برخو ببال

بدستور نامہ نظر برگشا ... باوج سخن بال برتر گشا

سخن را باندازۂ هوش بین ... سنجیده کسی دستگاهش چنین

قوانین نگاران سنجیده رای ... بسنجیدگی گنج گوهر گشای

خزف با گهر بیامیختند ... گهر با خزف باهم آمیختند

نبوده کسی زان میان ژرف بین ... که چیده سره خزف ها ز در ثمین

ز بازار دانش کسادی زرفت ... خزف ماند و در بخش زیادی زرفت

بحکمی چو دور سخن در رسید ... خزف از میان گهر برکشید

ز سستی اصل بنای لغات ... بایوان گفتار نبود ثبات

بمعماری فکر کیوان شکوه ... رسانیده پشت قوانین بکوه

ز اسرار هر نکته داد آگهی ... نکرده با برازِ آن کوتهی

ز تحقیق کرده بدانسان بسیج ... که نگذاشته نکته سربسته هیچ

چه خوش گفت ذات سنجیده رای ... سخن را بقانون نگهدار جای

بنای که بنهاد معمار کج ... برآید ازو قصر دیوار کج

کجی ها بسی بود اندر سخن ... ندیدند سویش دگر اهل فن

بچشم خرد آن کجی وا نمود ... در آگهی بر رخ شان کشود

بدانشوران است دستور ہوش
بابین ویژگی ہاز فرخ سروش

ہمایون گہر حکمی نکتہ سنج
بپیچیدہ گہرہا برآمودہ گنج

زبانِ دری یا بود پہلوی
ازین نامہ گر گفت سازِ نوی

زتر دستی او درین کار وکشت
بہر گوشہ بینی بہارِ بہشت

رسانیدہ بہرِ سخن پروران
براہین زگفتارِ دانشوران

ز دانش سگالان زباید خرد
بناقص خیالان فزاید خرد

بلب تشنۂ آبِ حیوان درست
بظلمت زدہ مہرِ تابان درست

بزار است نعلِ رسای سخن
بعشاطگی ہاے انداز فن

خرد را از و روشنائی بود
سخن را ز ابکیستی روائی بود

سخن را بود تا نشان درجہان
بود حرزِ جانِ سخن پروران

تقریظ فاضل جلیل وحبر نبیل شمس العلما مولانا شبلی نعمانی ناظم علوم وفنون سرکار عالی نظام حیدرآباد دکن وسابق پروفیسر مدرسۃ العلوم علیگڈھ وفیلو یونیورسٹی الہ آباد

مین نے جناب مولوی حسین شریف صاحب کی کتاب دستورنامہ فارسی اکثر جگہ سے بغور دیکھی۔ کوئی شبہہ نہین کہ یہ کتاب ایک معرکہ آرا کتاب ہے مصنف نے مشکل اور اہم مسائل کو بڑی بسط اور تنقید سے لکھا ہے۔ بہت سے اصول اور قواعد خود بھی ایجاد کیے ہین مصنفین سابق سے جابجا اختلاف بھی کیا ہے اور وہان بہت زورِ طبع دکھلایا ہے اسقدر ضرور ہے کہ یہ کتاب بوجہ دقت مضامین کے منتہیون کے قابل ہے۔

تشبیہ کی بحث اسمین استطراداً موضوع سے خارج آگئی ہے۔ بہرحال یہ کتاب ہر طرح قدردانی کے مستحق ہے۔

شبلی نعمانی

۱۷ فروری سنہ ۱۹۰۴ع





اعلان

طالبان نکات علوم کو بشارت ہو

کہ بفضلہ تعالیٰ وتائید ربانی ... مطبع ... دہلی

منظر ظہور پر آئی - ایک کتاب لاجواب دستور نامۂ فارسی ہے جس کا تمام اور زیور اختتام سے

آراستہ ہوئی - جو بیشمار فوائد عجیبہ صرفی و نحوی مع جواب نکات مزید سعدی کو شامل ہے - اور جدت مضامین و

متانت تحریر کے لحاظ سے حرز جان بنانے کے قابل ہے - چنانچہ بہت سے نازک خیال علماء و اہل لسان فضلا کی نظر سے

گذری - اور سب نے باتفاق پسند فرماکر مصنف کو داد دی - چنانچہ ... مولانا المولوی محمد احسن صاحب ...

نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جو زبان فارسی کے نقش اور استاد فن تھے اس کتاب کو دیکھکر فرمایا - ولا عین رأت ولا

اذن سمعت ہر ... مولانا المولوی رشید احمد صاحب گنگوہی دام ... تقریظ تحریر فرمائی ... سلطان العلماء

... کتاب لا ینفع

طالب ... ولا یحتاج ...